7396

حیدر علی

نریندر کرشن سنہا

مترجم

اقتدار حسین صدیقی

1346
136097

Marfat.com

7396

ذخیرہ محمد اقبال مجددی لاہور

فہرست مضامین

دیباچہ
پیدائش و خاندان ۱۹
سیاسی عروج ۲۲
سیاسی عروج سے مسندِ اقتدار تک (۱۷۵۵ء تا ۱۷۶۰ء) .. - .. ۳۶
شکستیں اور باریابی - .. .. (۱۷۶۰ء تا ۱۷۶۱ء) ۵۱
فتوحات .. .. .. (۱۷۶۱ء تا ۱۷۶۳ء) ۶۰
مرہٹوں سے تعلقات .. - (۱۷۶۴ء تا ۱۷۶۵ء) ۷۰
مرہٹوں سے تعلقات .. .. - (۱۷۶۶ء تا ۱۷۶۷ء) ۷۸
انگریزوں سے تعلقات .. - .. (۱۷۶۰ء تا ۱۷۶۷ء) ۸۵
پہلی میسور انگریز جنگ - .. - (اگست ۱۷۶۷ء تا مارچ ۱۷۶۸ء) ۹۷
پہلی میسور، انگریز جنگ .. .. (مارچ ۱۷۶۸ء تا اپریل ۱۷۶۹ء) .. - ۱۰۸
مرہٹوں سے تعلقات .. .. .. (۱۷۶۹ء تا ۱۷۷۰ء) ۱۲۳
مرہٹوں سے تعلقات - چنکرالی کی جنگ (۱۷۷۰ء تا ۱۷۷۱ء) ۱۳۰
مرہٹوں سے تعلقات - .. (۱۷۷۱ء تا ۱۷۷۲ء) .. .. - ۱۳۷
مرہٹوں سے تعلقات (کورگ کی جنگ) (۱۷۷۲ء تا ۱۷۷۶ء) .. .. - ۱۴۳
مرہٹوں سے تعلقات .. .. .. (۱۷۷۶ء تا ۱۷۷۸ء) .. .. - ۱۵۳

باب		صفحہ
۱۶	انگریزوں سے تعلقات (۱۷۶۹ء تا ۱۷۷۵ء)	۱۶۵
۱۷	کنارا اور مالابار۔ مغربی ساحل پر یورپی طاقتیں۔ بحری بیڑہ	۱۷۳
۱۸	انگریزوں سے روابط (۱۷۷۵ء تا ۱۷۷۹ء)	۱۹۳
۱۹	حکمت عملی کا پس منظر (۱۷۷۹ء تا ۱۷۸۲ء)	۲۰۱
۲۰	دوسری میسور، انگریز جنگ (پلور کی فتح)	۲۱۳
۲۱	پلور سے پورٹونووو تک	۲۲۲
۲۲	پورٹونووو سے شولنگھور تک	۲۳۱
۲۳	شولنگھور سے اناگڈی تک	۲۳۷
۲۴	اناگڈی کی جنگ سے حیدر کی وفات تک	۲۴۷
۲۵	حیدر اور فرانسیسی	۲۵۵
۲۶	شہری نظم و نسق	۲۶۶
۲۷	فوجی نظام	۲۹۲
۲۸	حیدر کے عروج کی اہمیت	۳۰۳
	ضمیمہ الف۔ پیشوا مادھوراؤ اول اور پہلی میسور، انگریز جنگ	۳۰۹
	ضمیمہ ب ۔ حیدر اور بمبئی کی حکومت	۳۱۵
	ضمیمہ ج ۔ حیدر، کوٹ گفت و شنید	۳۱۹
	ضمیمہ د ۔ جنگی قیدیوں سے سلوک	۳۲۳
	ضمیمہ س۔ کتابیات	۳۲۶

Marfat.com

دیباچہ

حیدر علی کے بارے میں کتاب لکھنے کا خیال مجھے سنہ ۱۹۳۶ء میں آیا۔ پہلے میں نے ولکس کی تمام جلدوں کا مطالعہ نہایت گہرائی سے کیا تاکہ مجھے اپنے مجوزہ کام کی افادیت کے بارے میں پورا یقین ہو سکے۔ میں نے محسوس کیا کہ ولکس نے ہم عصر مراٹھی۔ پرتگالی۔ ڈچ اور فرانسیسی ماخذ سے استفادہ نہیں کیا۔ اگرچہ حیدر علی کے بارے میں جو حصہ ہے وہ بہت اچھا لکھا گیا ہے لیکن وہ دو ماخذ انگریزی اور فارسی پر منحصر ہے۔ مقامی روایت اور زندہ حضرات سے حاصل کردہ معلومات نے ولکس کے بیان میں وہ تاثیر اور ماحول پیدا کر دیا ہے جو بعد کے آنے والا کوئی بھی غیر جانب دار مورخ پیدا نہیں کر سکتا۔ تاہم میں ان ماخذ سے استفادہ کرتے ہوئے حیدر علی پر کتاب لکھنے میں حق بجانب ہوں جو ماخذ ولکس کو دستیاب نہیں تھے۔

یہ کتاب سنہ ۱۷۲۱ء سے سنہ ۱۷۸۲ء تک میسور کی تاریخ نہیں ہے نہ خصوصیت سے حیدر علی کی سوانح ہی ہے۔ یہ ہندوستانی تاریخ کی اٹھارویں صدی کی ایک عجیب و غریب شخصیت کا سوانحی مطالعہ ہے۔ اگرچہ اس کی ذاتی زندگی کے بارے میں تفصیلات کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ تاہم یہ کتاب بنیادی اعتبار سے اس کی فوجی اور سیاسی سرگرمیوں سے متعلق ہے۔

اس عظیم شخصیت کی زندگی کو تین غیر مساوی حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ سنہ ۱۷۴۹ء سے سنہ ۱۷۶۱ء تک گمنامی سے اقتدار کی منزل تک پہنچنے کی تاریخ ہے۔ سنہ ۱۷۶۱ء سے سنہ ۱۷۷۰ء تک کا دور اس جنگجو اور سیاسی مبصر کی زندگی کا مرا مخالفت کا دور تھا سنہ ۱۷۶۹ء تک انگریز مخالف جذبات نے شدت اختیار کر لی تھی اور آخر دم یعنی سنہ ۱۷۸۲ء تک انگریز مخالف جذبہ اس پر حاوی رہا اور اس کے خاندان کی حکومت کے دوران بھی انگریز مخالف پہلو خارجہ پالیسی کا اہم جزو تھا۔ اس پہلی جلد

میں جو عوام کے سامنے پیش کی جارہی ہے - میں نے صرف پہلے دو ادوار سے بحث کی ہے۔ حیدر علی کی زندگی کا جہاں تک تعلق ہے میں تیسرے دَور کو دوسری جلد میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس دوسری جلد میں مَیں حیدر علی کے انتظامیہ - فوجی نظام - اس کے دربار میں فرانسیسی اثرات کی نوعیت اور کونسل میں اس کے مزاکرات کے بارے میں بھی لکھوں گا - اس کے سیاسی تدبر کے بارے میں صحیح اندازہ لگانے کے لیے اُس کی اُس برطانیہ مخالف خارجہ پالیسی کی تاریخ کا خاکہ پیش کرنا بھی ضروری ہے جس کا آغاز اس نے کیا تھا اور جو اس کے بیٹے کے دَور میں اختتام پذیر ہوا -

اس موضوع پر اپنی تحقیقات کا آغاز کرتے وقت مجھے اس سلسلہ میں پیش آنے والی دشواریوں کا بخوبی علم تھا - کچھ مواد ایسی زبانوں میں ہے جن سے میں بالکل واقف نہیں - اس کے علاوہ اس کو جمع کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا بھی مسئلہ تھا - بہترین ہندوستانی علمی روایت پر عمل کرتے ہوئے جن اسکالرس نے میری اس تلاش و تحقیق میں مدد کی ان کا ذکر کرنا ضروری ہے - سر جادو ناتھ سرکار نے اپنی چند نادر و نایاب کتابیں بغرض استفادہ عنایت کیں - کچھ مواد جمع کرنے میں مدد کی اور کتاب کے چند ابواب کا طباعت سے پہلے مطالعہ کیا - مدراس یونیورسٹی کے پروفیسر نیل کنٹھ شاستری ایم - اے نے میکنزی مجموعہ سے تلگو - تامل اور کناری زبانوں کے مسودات میں حیدر علی سے متعلق مواد جمع کر کے مجھے اس شکل میں دیا کہ میں اس سے بخوبی استفادہ کر سکوں - شیو بلیئر پنڈوا زنگا پسور لینکر نے متعلقہ پرتگالی دستاویزات کے جو انھوں نے لزبن اور نواگوا سے جمع کیے تھے ان کے ریپرنٹ یا نقلیں مجھے روانہ کیں - مَیں نے کتابیات میں ان کی دی ہوئی مدد کی افادیت کا ذکر کیا ہے - ٹراونکور یونیورسٹی کے پرو وائس چانسلر سی وی چندر شیکھرن نے ٹراونکور کے ملیاتی ریکارڈ سے ایک اقتباس روانہ کیا - میسور کے پروفیسر وینکٹا سُبھا شاستری ایم - اے - پی - ایچ - ڈی (لندن) —— نے میسور کے چند تاریخی مقامات دکھانے میں میری رہنمائی کر کے مجھے مقامیت کا وہ شعور عطا کیا جو کسی باہر والے کو گزیٹیرس کی مکمل معلومات سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا - مَیں گورنمنٹ آف انڈیا کے ریکارڈ کیپر ڈاکٹر ایس این سین کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے ہمیشہ میرے کام میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا اور ایسے اسکالرس سے میرا تعارف کرایا جو میرے کام میں مددگار ثابت ہو سکتے تھے - انڈین ہسٹوریکل ریکارڈس کمیشن کے جلسوں سے بھی مجھے فائدہ پہنچا ہے -

Marfat.com

مدراس کے ریکارڈس کا مطالعہ کرنے کے سلسلہ میں مجھے جو مدد ملی ہیں اس کے لیے مدراس ریکارڈ آفس کے کیوریٹر ڈاکٹر بی - ایس - بالیگا اور ان کے اسٹاف کا بھی شکر گذار ہوں - آرٹس میں پوسٹ گریجویٹ ٹیچنگ کونسل کے صدر ڈاکٹر ایس پی مکرجی نے میرے کام میں ہمدردانہ دلچسپی دکھلائی اور کلکتہ یونیورسٹی لائبریری نے میرے لیے انگلینڈ اور ہندوستان کے دوسرے حصوں سے قیمتی دستاویزات کی نقلیں فراہم کیں - اس سلسلہ میں میں لائبریرین ڈاکٹر نہار رنجن رائے کا شکر گذار ہوں جن کی وجہ سے مجھے ریکارڈس کی کاپیاں جلد فراہم ہو سکیں - میں ڈپٹی لائبریرین مسٹر بی این بینرجی کی فیاضانہ عنایت کا بھی شکر گذار ہوں - پریسیڈنسی کالج کے میرے دوست ڈاکٹر ایس - سی سین گپتا نے بڑی مہربانی سے میرے مسودات کا مطالعہ کیا اور ان میں کچھ اصلاحات کا مشورہ دیا - میرے ایک دوسرے دوست مسٹر انل چندر بینرجی نے کام کے آغاز یعنی ۱۹۳۶ء سے کتاب کے پریس جانے تک بہت سے طریقوں سے میری مدد کی ۔

این - کے - سنہا
سینٹ ہاؤس کلکتہ
۲۵ اکتوبر ۱۹۴۱ء

Marfat.com

Marfat.com

باب ۱

پیدائش و خاندان

۱۷۲۱ء یا ۱۷۲۲ء میں حیدر علی کی ولادت بدلی کوٹ[1] کے مقام پر ہوئی جو اس کے باپ کی
ـاگیر میں تھا۔ اس کے باپ فتح محمد کافی اہم آدمی تھے۔ حیدر کے جد اعلیٰ ولی محمد دہلی سے آکر گلبرگہ میں آباد
ہو گئے تھے جو نظام کی سلطنت میں واقع تھا۔ خاندانی روایات کے مطابق اگرچہ ان کا شجرہ نسب قبیلۂ
ـریش سے جا ملتا تھا۔ تاہم ہندوستان میں انھیں کوئی مرتبہ حاصل نہیں تھا۔ حیدر کے دادا محمد علی جو
ـرا میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، کھیتی باڑی کرتے تھے اور کھیت اور باغات پٹے پر لیتے تھے۔ ایک
ـانھوں نے اپنے بیٹوں سے جو دنیاوی جاہ و عزت کے خواہشمند تھے کہا تھا کہ "ہمارے آبا و اجداد
ـب اور متقی لوگ تھے۔ وہ اگر چاہتے تو دنیاوی حشمت و جاہ حاصل کر سکتے تھے مگر انھوں نے اپنے آپ
دنیاوی علائق سے بچائے رکھا۔"[2] فتح محمد محمد علی کے چوتھے فرزند تھے۔ انھوں نے اور ان کے
ـیٹوں نے پیشۂ سپہگری اختیار کیا اور لومڑی کی طرح گوشۂ گمنامی میں پڑے رہنے پر قناعت نہیں کی۔[3]
ـکے باوجود فتح محمد کو خاطر خواہ مقام حاصل کرنے میں کافی وقت لگا۔ وہ ایک حوصلہ مند سپاہی تھے۔
ـچکے بعد دیگرے مختلف امراء کے یہاں قسمت آزمائی کرتے رہے۔ اگرچہ مختلف سرداروں کے تحت

ـشان حیدری مخطوطہ ورق ۶ الف کے مطابق حیدر علی کی ولادت دوہ بالاپور کے مقام پر ہوئی تھی۔
• مترجمہ لس ص ۵، مخطوطہ ورق ۵ الف۔
ایضاً

ان کی ملازمت کے زمانے کے تعین میں اختلاف رائے ہے لیکن اتنا بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے کچھ دنوں ارکاٹ اور میسور میں ملازمت کی اور سرا کے حاکم نواب درگاہ قلی خاں کی ملازمت میں بحیثیت چار سو پیادہ اور سو سواروں کے افسر کے نمایاں مقام حاصل کیا۔ درگاہ قلی خاں کی موت کے بعد فتح محمد نے اس کے بیٹے عبدالرسول کے ساتھ خود کو وابستہ کر لیا اور سنہ ۱۷۲۰ء میں سرا کے صوبے دار طاہر خاں اور عبدالرسول خاں کے درمیان جنگ میں کام آئے۔

فتح محمد کا خاندان جو دود بالاپور میں سکونت پذیر تھا درگاہ قلی کے ایک اور بیٹے عباس قلی کے ظلم و ستم کا نشانہ بن گیا۔ اس نے حیدر اور اس کے بڑے بھائی شہباز کو ان کے خاندان سے مزید روپیہ حاصل کرنے کے لیے سخت اذیتیں دیں اور آخر کار ان کو قید کر دیا۔ فتح محمد کی بیوہ نے حیدر صا(۱)حب کو جو اس کے مرحوم خاوند کا بھتیجا تھا اور اس وقت ریاست میسور میں دو سو پیادہ اور سو سواروں کے افسر کے عہدہ پر فائز تھا کسی نہ کسی طرح اپنی بپتا کہلا بھیجی۔ اس نے میسور کے حاکم کی خدمت میں مدد کی درخواست کی۔ والئ میسور نے سرا کے حاکم کو خط لکھا اور اس نے عباس قلی کو ڈرا دھمکا کر حیدر علی کے خاندان کو آزاد کرا لیا۔ فتح محمد کا خاندان جو اس وقت تک تقریباً بالکل مفلس ہو گیا تھا حکومت میسور سے تحفظ کا طالب ہوا۔ حیدر صاحب نے اس مصیبت زدہ خاندان کو پناہ دی اور اس کی بھرپور اعانت کی۔ اپنے چچازاد بھائی شہباز کو اس کے سن بلوغ کو پہنچنے پر ریاست میسور کے "دلوائی" (دیوان) ننجا راج کے یہاں ملازمت دلوا دی۔ اس کا اپنا بیٹا علی صاحب اس وقت مداگیری میں تعینات تھا اور تین سو اور ستر سواروں کا افسر تھا۔ حیدر صاحب کی وفات کے بعد اس کا دستہ ریاست میسور کے مستقبل حکمران کے بڑے بھائی شہباز کی ماتحتی میں دے دیا گیا۔

حیدر علی کی ناخواندگی کا سبب خاندان کے نامساعد حالات بتلائے جاتے ہیں۔ دس سال

---

(۱) حیدر کی ماں ایک نوآباد کار تاجر کی بیٹی تھی۔ یہ نوایت یا نوآباد کاران عربوں کی اولاد تھے جو آٹھویں اور سولھویں صدی کے درمیان جنوبی ہند میں آ کر بس گئے تھے۔ ولکس کے بیان کے مطابق فتح محمد کی بیوہ اپنے بھائی ابراہیم صاحب سے تحفظ کی طالب ہوئی۔ وہ اس وقت حکومت میسور کا ملازم تھا اور بنگلور میں مقیم تھا۔ بعد میں ابراہیم ہی کی بدولت حیدر کو میسور میں ملازمت ملی۔ بہرکیف ولکس ایک حیدر نائک کا بھی ذکر کرتا ہے اور اس کو حیدر علی کا ایک دور کا عزیز بتاتا ہے۔ اس کے بیان کے مطابق حیدر نائک نے سنہ ۱۷۳۴ء میں دیوراج کی ریاست میسور پر غاصبانہ تسلط حاصل کرنے میں مدد کی تھی۔

وہ خاندان کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ بھٹکتا رہا۔ جہاں کہیں بھی اس کے عزیز و رشتہ دار جاتے وہ ان کے ساتھ پناہ لیتا۔ اگرچہ مسلمانوں میں عام طور سے بچوں کی تعلیم کا رواج تھا۔ اس کی ناخواندگی کا سبب یا تو اس کے خاندان کے ناسازگار حالات تھے یا اس کی اپنی کاہلی۔ لیکن غالباً دوسری وجہ ہی اس محرومی کی ذمہ دار تھی۔ حیدر علی کے علم سے بے بہرہ رہ جانے کی وضاحت اس کے انگریزی کے ابتدائی تذکروں میں اس طرح کی گئی ہے۔[1]

جیسے جیسے اس کی عمر بڑھتی گئی اس کی دلچسپی شکار میں بڑھتی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ حیدر علی ابتدا میں فوجی زندگی کی پابندیوں سے بھاگتا تھا۔ اس نے ۱۷۴۹ء میں "دیوان ہالی" کے مقام پر اپنے بھائی کے دستہ میں بطور ایک رضاکار سوار کے پہلی بار فوجی خدمت انجام دی۔ حسین علی کرمانی کا بیان ہے کہ حکومت میسور کی ملازمت میں آنے سے پہلے کچھ دنوں شہباز نے عبدالوہاب خاں کی ماتحتی میں چتور میں فوجی خدمات انجام دیں اور وہیں حیدر علی نے اپنے بھائی کے تحت دو سو سواروں کے دستہ کے سالار کی حیثیت میں فوجی تربیت حاصل کی۔ اسی دوران "دیوان ہالی" میں نشانہ بازی کے ایک مقابلہ میں حیدر علی نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اس کی مہارت سے ریاست میسور کا "سروادھیکاری" ننجاراج اتنا متاثر ہوا کہ اس کو پچاس سوار اور دو سو پیادہ کا افسر مقرر کردیا۔ اس تقرر کے بعد حیدر علی اور اس کی ترقی کی وہ تمام منزلیں روشن ہو جاتی ہیں جن سے گذر کر وہ دنیاوی عزت و جاہ کی آخری منزل سے ہم کنار ہوا۔*

اِس میں کوئی شک نہیں کہ حیدر علی کے والدین اور اس کے خاندان کی حالت بہت سقیم تھی۔ اپنے کردار کی تعمیر میں نہ تو اس کو اپنی خاندانی وجاہت کی مدد ملی اور نہ دولت کی۔ بہرحال ہم جب اس کے ابتدائی حالات کی ناسازگاری اور نامساعد حالات اور بعد ازاں اس کی صلاحیت، لیاقت اور مستقبل کے واقعات و کوائف کا جنھوں نے اس کو عزت و عظمت کی شہرت دوام بخشی، موازنہ کرتے ہیں تو ہم کو اس فاطمی خلیفہ کی یاد آتی ہے جس نے اپنے حسب و نسب کے متعلق ایک نامناسب سوال کا جواب تلوار کھینچ کر اس طرح دیا تھا کہ "یہ میرا نسب ہے" اور پھر اپنے سپاہیوں کی جانب مٹھی بھر طلائی سکے پھینک کر کہا تھا "یہ میرے عزیز اور بچے ہیں۔"

---

(۱) اورمے مخطوط جلد ۷۷ ص ص ۱۳۲ - ۱۲۱

* حیدر علی کی ابتدائی زندگی کے مذکورہ بالا حالات "نشان حیدری" کے فارسی مخطوط پر مبنی ہیں۔ علاوہ ازیں "تزک والاجاہی" کناری زبان میں تحریر شدہ "حیدر نامہ" اورمے مخطوط (جلد ۷۷) اور ولکس کی تصنیف سے بھی مدد لی گئی ہے۔

باب ۲
سیاسی عروج
(۱۷۴۹ء تا ۱۷۵۵ء)

دوسری عظیم شخصیات کی طرح حیدر علی کا عروج بھی مناسب مواقع کے ساتھ ساتھ اس کی اپنی جرأت، دلیری اور بلند حوصلگی کا مرہون منت ہے۔ ۱۷۵۰ء اور ۱۷۶۰ء کی دہائی میں اس کے کردار کے تدریجی ارتقا کے گہرے مطالعے سے یہ لازمی اور منطقی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی کے منصوبے انتہائی ترتیب و تنظیم کے ساتھ بنائے تھے اور وہ منصوبے مختلف ادوار میں بحسن و خوبی روبہ عمل آتے رہے۔ یہ کہنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ کہاں تک حالات اس کی ترقی میں مددگار ثابت ہوئے اور کہاں تک اس کی اپنی دُور اندیشی۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے اپنی بلند ہمتی اور مستعدی کے سبب ہمیشہ مواقع و حالات سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

ریاست میسور کے نظم و نسق کی باگ ڈور دو بھائیوں دیوراج اور ننجاراج کے ہاتھوں میں تھی۔ ریاستی امور پر ان کا تسلط تقریباً مکمل تھا اگرچہ انھوں نے تخت شاہی کی ظاہری تزئین و زیبائش کے لیے مہاراجہ کو راج گدی پر برقرار رکھا تھا۔ حکمران راجہ چکا کرشناراج کی حیثیت نہ صرف توہین آمیز تھی بلکہ ہر وقت اس کی زندگی تلوار کی نوک پر رکھی رہتی تھی۔ وہ محض ایک کٹھ پتلی حکمران تھا جس کی آڑ لے کر کوئی بھی سازشی سیاسی چالبازیوں کا کھیل کھیل سکتا تھا۔ دیوراج ریاست کا دلوائی یا سپہ سالار تھا اور ننجاراج سرو ادھیکاری کے اعلیٰ منصب پر فائز ریاستی مالیات اور محاصل کا نگران تھا۔ لیکن ۱۷۴۶ء میں درازیٔ سن اور ضعیفی کی وجہ سے دیوراج نے اپنے بھائی کو دُور دراز فوجی مہمات کی ذمہ داری سونپ دی اور خود اس کی غیر حاضری میں عارضی طور سے مالیاتی امور اور محاصل کی نگرانی اپنے کاندھوں

لے لی۔ اس اشتراک اقتدار کا نتیجہ یہ ہوا کہ نظم و نسق میں پراگندگی اور انتشار برپا ہوا۔ یہ صورت دونوں کے مفاد کے خلاف تھی۔ کیونکہ ان دونوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں دوسرے اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے اور یہی آگے چل کر ہوا بھی۔

میسور مشرقی اور مغربی ساحل کے سنگم پر ایک دُور دراز گوشے میں واقع ایک چھوٹی سی ریاست تھی۔ عام حالات میں اس کا اس عہد کے سیاسی حالات میں کوئی مقام نہ ہوتا۔ وہ مغلوں اور مرہٹوں کی کشمکش و کشاکش سے بھی بہت دُور تھی۔ لیکن ایک زمانے میں جنجی، کولار، ہوسکوٹ، بنگلور، سرا، بلاری، دھارواڑ کے قلعہ جات اور خاص میسور کا سطح مرتفع شیواجی کے قبضہ میں رہ چکے تھے۔ اس کے بیٹے اور جانشین ساہو کے کچھ درباری سیاستدانوں کی رائے تھی کہ مرہٹہ راج کی توسیع شمال کی بجائے جنوب میں کی جانی چاہیے چنانچہ سیاسی روایات کے مطابق ریاست میسور مرہٹہ راج کے حلقۂ اثر میں سمجھی جانے لگی تھی۔ مرہٹے چاہتے تو کرشنا کے جنوب میں واقع تمام علاقے بہ آسانی فتح کر لیتے۔ کڈاپہ، کرنول، سرا، سوانور کے سردار اور ریاستہائے میسور، ارکاٹ، تنجور، ٹراونکور، کوچین اور کالی کٹ کے حکمران مرہٹہ طاقت کا ذرہ برابر بھی مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ مگر شمال اپنے تاریخی پس منظر اور مغلیہ جاہ و جلال کے باعث ان کے لیے زیادہ کشش رکھتا تھا اور جنوب نسبتاً ایک غیر معروف راہ کے مترادف تھا جس میں ان کو کوئی کشش نظر نہیں آتی تھی۔ بالاجی باجی راؤ اور ساہو کی طرح سردار باجی راؤ کے خیال میں بھی مرہٹہ شہنشاہیت کی شاہراہ شمال کی جانب جاتی تھی۔ مرہٹہ شہنشاہیت کی تاریخ کے ایک طالب علم کو جو چیز متاثر کرتی ہے وہ ان کی کرشنا سے اٹک تک کی طول طویل مگر غیر واضح فتوحات ہیں۔ زوال پذیر مغل سلطنت کو ختم کرنے کے جوش میں انھوں نے جو حکمت عملی اختیار کی وہ یقینی طور پر جنوب کی تاریخ پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی۔ ہو سکتا ہے جیسا کہ گرانٹ ڈف لکھتا ہے کہ باجی راؤ نے یہ سمجھا ہو کہ غارتگری اور لوٹ مار کی قوت صرف وہیں ابھر سکتی ہے جہاں انتشار و پراگندگی برپا ہو۔ چنانچہ اسی کے مطابق باجی راؤ کی قیادت میں مرہٹہ شہنشاہیت نے شمال کا رُخ اختیار کیا اور میسور اس فتنے سے بچ گیا۔

سنہ ۱۷۳۱ء میں معاہدۂ وارنا کے مطابق ساہو اور اس کے چچازاد بھائی سمبھوجی والیٔ کولہاپور کے درمیان یہ طے پایا کہ تنگ بھدرا اور رامیشورم کے درمیان واقع علاقہ کو ریاست کولہاپور کی توسیع کا میدان سمجھا جائے گا۔ یہ علاقہ شمال سے بالکل منقطع تھا اور ساہو نے مفتوحہ علاقے میں نصف کا حق اپنے لیے محفوظ کر لیا تھا۔ ریاست کولہاپور چونکہ طاقتور ریاست نہ تھی اس لیے ریاست میسور کو اس کی

طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا مگر بالاجی باجی راؤ کے زیر قیادت جنوب میں توسیع مملکت کی پالیسی کو نہ صرف پیشوا کی حمایت حاصل ہوئی بلکہ اس کے چچازاد بھائی سداسیوراؤ بھاؤ کی بھی پُرزور تائید ملی۔[1]

مرہٹوں نے شمال میں اپنے توسیعی منصوبے کو ترک کیے بغیر بیک وقت جنوب میں بھی پیش قدمی شروع کردی۔ ۱۷۵۳ء سے ریاست میسور کے لیے مرہٹوں کا خطرہ حقیقت بن گیا۔ بالاجی باجی راؤ کے "دورِ پیشوائی" میں مرہٹوں کے حملے جو مذکورہ بالا سال میں شروع ہوئے تھے۔ ۱۷۵۴ء، ۱۷۵۷ء اور ۱۷۵۹ء میں بھی جاری رہے۔ دوسری جانب نظام الملک نے بھی اورنگ زیب کی علاقائی میراث کے حقدار ہونے کا دعویٰ کیا اور ریاست میسور کو مغل سلطنت کا ایک حصہ تصور کیا۔ نظری طور پر اورنگ زیب کی سلطنت مغربی ساحل پر گوا کی شمالی حدود تک اور اندرون ملک بمبئی و کرناٹک کی حدود میں بلگاؤں اور دریائے تنگ بھدرا تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے بعد مغرب سے مشرق کی جانب گذرنے والی سرحد میسور کے درمیان سے جنوب مشرقی سمت میں ہوتی ہوئی اس علاقہ سے گذرتی تھی جو ہمیشہ متنازعہ اور تغیر پذیر علاقہ تھا اور تنجور کے شمال میں دریائے کولیرون پر جاکر ختم ہوئی تھی۔[2] نظام اس تمام علاقے پر اپنے اقتدار اعلیٰ کا دعویٰ کرتا تھا۔ دوسری طرف دریائے تنگ بھدرا کے جنوب تک واقع ان تمام ریاستوں اور علاقوں سے جو کبھی اورنگ زیب کے زیرِ اطاعت تھے، مرہٹے چوتھ وصول کرنے کے حق کا دعویٰ رکھتے تھے۔ اس طرح ریاست میسور پیشوا اور نظام کی رقابت کی شکارگاہ بن گئی۔ مرہٹے اِس حقیقت کو بھی نظر انداز نہ کرسکتے تھے کہ تنگ بھدرا کے شمال میں واقع کچھ اہم قلعے کسی وقت شیواجی کے قبضہ میں رہ چکے تھے۔

مرہٹوں سے خطرہ کے پیش نظر قدرتی طور پر یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ دیوراج اور نجاراج نظام پر زیادہ سے زیادہ بھروسہ کریں گے۔ نظام الملک کے بیٹے ناصر جنگ نے ۱۷۴۶ء میں میسور سے خراج وصول کیا تھا۔ میسور کی حکومت نے نظام الملک کی موت کے بعد جانشینی کی جنگ میں ناصر جنگ کی حمایت کی تھی لیکن دسمبر ۱۷۵۰ء میں ناصر جنگ اور جنوری ۱۷۵۱ء میں اس کا جانشین مظفر جنگ قتل

(1) S.P.D. جلد ۲۸ خطوط ۶۳ و ۶۵

مرار راؤ نے سداسیوراؤ بھاؤ کے نام اپنے خط میں اپنے بھائی یعنی پیشوا کی عقلمندی کی تحسین کی ہے کہ اس نے بڑی دانشمندی سے کرناٹک کے پورے علاقے کو بابوجی نائک سے خود فتح کرنے کے لیے حاصل کرلیا۔ ساتھ ہی اس نے پیشوا کو جنوب میں توسیعی منصوبہ میں اپنی مکمل حمایت کا یقین بھی دلایا ہے۔

(2) سرکار، مختصر تاریخ اورنگ زیب ص ۴۷۶

کر دیے گئے۔ بعد میں نظام کا اقتدار جنرل بسی اور اُس کے تربیت یافتہ دستوں کی اعانت ہی کی بدولت قائم ہو سکا۔ جنرل بسی جولائی ۱۷۵۸ء تک واپس نہیں بلایا گیا اور وہیں مقیم رہا۔ بہر کیف حکومت میسور مرہٹوں کے مقابلے اور اپنے دفاع کے لیے نظام کی مدد حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ سرنگا پٹم کی دولت کی شہرت صلابت جنگ کے درباریوں نے بہت سُن رکھی تھی اور انھوں نے صلابت جنگ کو میسور کو تاراج کرنے کے منصوبے پر مجبور کر دیا اور بسی نے اپنی حیثیت بچانے کے لیے اس سے چشم پوشی کی — چنانچہ انھوں نے ۱۷۵۵ء میں میسور پر حملہ کیا اور ۵۶ لاکھ کا خراج اس پر عائد کر دیا

ننجاراج کی ہوس اقتدار نے میسور کی سیاسیات میں ایک اور پیچیدگی پیدا کر دی۔ فرانسیسی اور انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی اس وقت آپس میں برسرپیکار تھیں اور حیدر آباد کی صوبے داری اور ارکاٹ کی نوابی کے لیے حریف امیدواروں کی حمایت کر رہی تھیں۔ فرانسیسی اس کشاکش میں کامیاب رہے۔ اور انھوں نے حیدر آباد میں اپنے امیدوار مظفر جنگ اور اس کے قتل کے بعد صلابت جنگ مسندِ اقتدار پر بٹھا دیا۔ ارکاٹ میں بھی انھیں کامیابی حاصل ہوئی اور انھوں نے نواب ارکاٹ انور الدین کو قتل کر دیا اور اس کے بڑے بیٹے محفوظ خاں کو قیدی بنا لیا۔ مقتول نواب کا دوسرا بیٹا محمد علی ترچنا پلی بھاگ گیا مگر فرانسیسیوں اور اس کے امیدوار چندا صاحب نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا اور ترچنا پلی میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن ترچنا پلی کی جنگ طول پکڑ گئی۔ محمد علی کے مشورے پر کلائیو نے ارکاٹ پر قبضہ کر لیا اور پچاس دن تک چندا صاحب کے بھیجے ہوئے دستوں کے حملے کے باوجود اس پر قابض رہا۔ اس طرح بقول مرار راؤ اس نے یہ ثابت کر دیا کہ انگریز بھی لڑ سکتے ہیں۔ اس سب کے باوجود مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے محمد علی کے لیے امکانات کچھ زیادہ روشن نہیں ہوئے۔ اس کی اپنی افواج کی تنخواہیں بقایا تھیں اور وہ ان کی بغاوت روکنے کی ذرا بھی استطاعت نہیں رکھتا تھا۔ کلائیو کے قبضۂ ارکاٹ سے قبل اس نے ننجاراج سے بھی امداد کی درخواست کی تھی۔ حیدر علی کا سوانح نگار محمد علی کی حالت کو "اس چراغ سے مشابہ قرار دیتا ہے جو صبح کی آمد پر بھڑک کر بجھ جاتا ہے۔"

ان حالات میں کوئی بھی دانش مند آدمی اس کی مدد کو نہیں آ سکتا تھا چہ جائیکہ ریاست میسور کا سرواد ھیکاری جو بُری طرح سے مرہٹوں اور نظام کی جانب سے خطروں میں گھرا تھا۔ تاہم ترچنا پلی اور اس کے ملحقہ علاقوں کا خاتمہ حریص ننجاراج کے لیے ایک ایسا لقمہ تھا جسے وہ حلق سے اُتارے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ اورمے نے پانچ سال بعد لکھا تھا کہ "محمد علی کی یہ خصوصیت تھی کہ مصیبت و آفت کے زمانے میں وہ کوئی بھی رعایت کر سکتا تھا جیسا کہ اس نے میسور کے ساتھ کی تھی۔ مگر ذرا سے بہتر حالات

Marfat.com

اور خوش حالی سے ہی اس کے اکتساب وحصول کی خواہش زور پکڑ جاتی تھی"۔ دیوراج نے جو زیادہ تجربہ کار اور نسبتاً کم خود رائے تھا ننجاراج کو باز رکھنے کی کوشش بھی کی مگر ننجاراج باز نہ آیا۔ وہ بیس ہزار فوج کے ساتھ اس مہم میں شریک ہوا اور تین سال ضائع کرنے کے بعد کسی معاوضہ یا تلافی نقصان کے وعدہ کے بغیر واپس آنے پر مجبور ہوا۔ یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ اس بے سود مہم پر کتنا روپیہ صرف ہوا۔ مگر موٹے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے ترچناپلی میں تین چار کروڑ روپیہ ضرور خرچ کیا ہوگا۔[1] ریاست میسور جس کی کافی ساکھ تھی اب اس مہم کے نتیجہ میں بالکل دیوالیہ ہو گئی۔ محمد علی کی مالی امداد، مرہٹہ شریک کار مرار راؤ کو ادا کردہ رقم، تین سال تک بیس ہزار فوج کے اخراجات، محمد علی کے ساتھیوں جیسے تنجور کے سردار اور پڈاکوٹائی پالیگر وغیرہ کو توڑنے کے سلسلے میں خرچ کی گئی رقم یہ سب ملا کر کافی بڑی رقم ہوگی۔ ۱۷۵۴ء میں تنجور کے حکمران نے اس وقت جبکہ ننجاراج محمد علی کی سازش سے باخبر ہو کر فرانسیسیوں کا حلیف بن چکا تھا۔ لکھا تھا کہ "ننجاراج بہت مالدار ہے اور اس کے نزدیک دولت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ وہ کثیر دولت خرچ کر کے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے"۔ ہو سکتا ہے کہ ننجاراج اپنی پیشکش سے لوگوں کو مبہوت کر دیتا ہو مگر ترچناپلی میں اس کی خود رائی اس کے اپنے زوال اور حیدر علی کے عروج کا پیش خیمہ بنی تھی۔ ترچناپلی کی مہم کے مصارف اور مرہٹوں کے دربار اور صلابت جنگ کے ایک بار کے مطالبات نے ریاست میسور کو اس قابل نہ چھوڑا تھا کہ وہ اپنے معاہدے کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکتی۔ وہ نہ تو افواج کی تنخواہ کی ادائیگی کر سکتی تھی اور نہ اپنے اخراجات پورے کر سکتی تھی۔

---

(۱) آنند رنگا پلائی کی یادداشت جلد ۹ ص ص ۷۰ – ۳۶۹

"ترچی پر قابض ہونے کی کوشش میں نند راج نے شاہی خزانہ سے تین کروڑ روپیہ خرچ کیا"۔

ص ۲۳۹ "راجہ کی اجازت کے بغیر نند راج نے چار کروڑ روپیہ صرف کر دیا"۔

کرمانی کا تخمینہ کہ ۳ لاکھ پگوڈا اس مہم پر صرف ہوئے اس کے مترجم کے نزدیک مبالغہ آرائی ہے اور اس لیے قابل قبول نہیں۔ لیکن ولکس کا تخمینہ ہے کہ ترچناپلی کی اس مہم میں صرف انگریزوں کو ۵۰ لاکھ پگوڈا کا خسارہ اٹھانا پڑا۔ کرمانی کا تخمینہ تو پھر بھی بہت کم ہے۔

"کیفیات حیدر" (میکنزی مخطوطہ) کے مطابق تین کروڑ کنٹری ورہا صرف ہوئے۔ یہ تخمینہ مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے۔

ایک کنٹری پگوڈا = تین روپے

ایک ہکری پگوڈا = چار روپے

Marfat.com

نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف انتشار پھیل گیا اور اس طرح حیدر علی کو پہلا موقع فراہم ہو گیا۔

۱۷۴۹ء اور ۱۷۵۰ء کے دوران میسور کے پانچ ہزار سوار اور دس ہزار پیادے برکی وینکٹ راؤ کے زیر قیادت ناصر جنگ کے دربار میں خدمات انجام دے رہے تھے۔ شہباز اور حیدر بھی وینکٹ راؤ کے دستوں میں شامل تھے۔ اس وقت حیدر علی پانچ سو بندوقچیوں اور پانچ سواروں کا افسر تھا۔[1] اس کے علاوہ اس کے تحت کچھ بے قاعدہ فوجی دستے بھی تھے۔ اسی دوران نواب کڈاپہ نے ناصر جنگ کو قتل کر دیا اور میسور کی افواج وطن واپس آگئیں۔ لیکن حیدر علی کے بیدری بندوقچیوں نے اس افراتفری سے پورا فائدہ اٹھایا جو نواب کے قتل سے برپا ہوئی تھی۔ انھوں نے طلائی سکوں سے لدے بہت سے اونٹ پکڑ لیے اور دیوان ہالی میں حیدر کی رہائش گاہ پر لے آئے۔ "نشان حیدری" کا مصنف بیان کرتا ہے کہ:

> "وطن واپس جاتے ہوئے راستہ میں حیدر نے ان تین چار اونٹوں پر قبضہ کر لیا جو شاہی خزانے سے لدے ہوئے تھے اور جن کو باغی پکڑ کر لے جا رہے تھے۔ حیدر نے دولت پر قبضہ کر لیا اور اسے اپنے خزانے میں داخل کر لیا۔"

حیدر علی کی اچانک ثروت و امارت کا اصل سبب یہ دولت تھی۔ اس دور میں لوٹ مار جنگی مہمات کا ایک عام حصہ تھی اور صرف حیدر علی ہی تنہا ایسا شخص نہ تھا جس نے اس سے فائدہ اٹھایا ہو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ "اس مال غنیمت میں فرانسیسیوں کو اس قدر دولت ملی تھی کہ مشیر کار مملکت سے لے کر کلرک تک، فوجی افسروں سے لے کر عام آدمی تک کو حصہ ملا تھا اور وہ افسر جنھوں نے بعد میں فوجی ملازمت اختیار کی تھی ان خوشگوار دنوں کو یاد کر کے کف افسوس ملا کرتے تھے جبکہ صرف ایک علمبردار کو ساٹھ ہزار روپیہ بطور مال غنیمت ملا تھا۔ سونے کی اتنی بڑی مقدار پانڈیچری میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔ یہ دولت پلاسی کی جنگ میں حاصل شدہ مال غنیمت سے کسی طرح کم نہیں تھی۔"[2]

مال غنیمت کی اہمیت کے پیش نظر حیدر علی نے ایک منظم منصوبہ بنایا جس کے تحت اس نے لوٹ مار کرنے والے سپاہیوں سے اپنے مفادات کے لیے کام لیا۔ ولکس کا بیان ہے کہ اس افراتفری میں جس کا اختتام ناصر جنگ کے قتل پر ہوا حیدر علی کے سپاہی پانچ سو بندوقیں اور تین سو گھوڑے جو

---

(۱) پارکنسن، اورمے مخطوطہ جلد ۲،

(۲) آنند رنگا پلائی کی یادداشت جلد ۷ مقدمہ ص ۱

Marfat.com

بسا اوقات میدان جنگ میں ہاتھ لگے یا رات کی تاریکی میں ادھر اُدھر سے حاصل کیے گئے۔ دیوان ہالی میں حیدرعلی کی رہائش گاہ پر لے جانے میں کامیاب ہوگئے[1]۔ اس دولت سے اس کی حوصلہ مندی کی ابتدا ضرور ہوئی ہوگی لیکن اس سے بھی زیادہ اہم سبب فرانسیسیوں کی جنگی صلاحیتوں کے بارے میں اس کی بلند رائے تھی جو ان کے ساتھ پہلی بار دوچار ہونے میں اس نے قائم کی ہوگی[2]۔ اب تک انگریزوں نے کوئی ایسا کارنامہ نہیں انجام دیا تھا جو اسے متاثر کرسکتا۔ جیسے کہ آنند رنگا پلائی کا بیان ہے کہ "ان کی مثال اس گیدڑ کی سی تھی جس نے شیر کی نقل کرنے کی کوشش میں اپنی دھاری دار کھال جلائی ہو اور کرب کے عالم میں فنا ہوگیا ہو"[3]۔ میسور واپس آنے پر حیدرعلی نے بھاگے ہوئے فرانسیسی سپاہیوں کی مدد سے اپنے سپاہیوں کی تربیت شروع کی۔ اس نے پانچ سو سپاہیوں اور دو سو سواروں کی ایک چھوٹی سی فوج تیار کرلی۔ اس کے سپاہی ان یوروپی بندوقوں سے لیس تھے جو وقتاً فوقتاً اس کے ہاتھ لگ گئی تھیں[4]۔ ان نئے اسلحہ جات کی نمائش سے ننجاراج بہت متاثر ہوا۔ حیدرعلی اپنے ان اسلحہ جات جنھیں وہ ناقابل تسخیر سمجھتا تھا، ننجاراج کے ہمراہ ترچناپلی کی احمقانہ مہم میں شریک ہوگیا۔

ترچناپلی حیدرعلی کے لیے بہت اہم تربیت گاہ ثابت ہوئی۔ وہاں مسلسل کشاکش و کشمکش کے دوران اس کی شخصیت میں پختگی آئی۔ اس کا مشاہدہ تیز ہوا، اُس کی سوجھ بوجھ بڑھی اور اُس کے کردار میں نکھار آیا۔ جنگ جوئی کے فن کا تجربہ اس نے وہیں حاصل کیا۔ اپنے پختہ شعور، واضح بصیرت اور مستقل مزاجی کی بدولت اس نے مغربی نظام پرورش و طریقۂ دفاع کو بخوبی سمجھ لیا۔ اپنا پارٹ ادا کرنے کے لیے اس کو ایسی تربیت گاہ کی شدید ضرورت تھی۔ افواج میسور کی قیادت اتنی ناکارہ تھی کہ ننجاراج کی فوج نے دشمن سے بچاؤ کی خاطر اپنے رات کے سفر میں دس ہزار مشعلیں جلا رکھی تھیں گویا کہ وہ کسی برات کے جلوس میں جارہے ہوں۔

---

(۱) ولکس جلد ۱ ص ۲۷۰

(۲) بادرنگ اپنی کتاب "حیدرعلی اور ٹیپو سلطان" (ص ۲۵) میں بیان کرتا ہے کہ حیدرعلی میسور جاتے ہوئے پانڈیچری بھی گیا۔ جہاں وہ فرانسیسی افواج کی حسن تربیت اور فرانسیسی انجنیروں کی مہارت سے مزید متاثر ہوا۔ مگر بادرنگ کے اس بیان کی تائید دوسرے ہم عصر مورخین کے بیانات سے نہیں ہوتی ہے۔

(۳) آنند رنگا پلائی کی یادداشت جلد ۷

(۴) پارکنسن، اورمے مخطوطہ جلد ۲۷

Marfat.com

فروری ۱۷۵۵ء سے دسمبر ۱۷۵۵ء تک میسور اور انگریز ایک دوسرے کے حلیف تھے مگر چندا صاحب کے ہتھیار ڈال دینے اور اس کے قتل کے بعد محمد علی نے میسور کو صرف سرنگم کا جزیرہ دیا تھا اور ترچناپلی حوالے کرنے کے بجائے صرف بہانے سازی کرتا رہا۔ اس طرح سے "ترچناپلی کے فریب" کا پردہ پوری طرح چاک ہوگیا۔ انگریزوں نے بھی اپنے کو اس فریب سے وابستہ کرلیا تھا اور اپنی عذر خواہی یوں کرتے رہے کہ وہ محض امدادی فوج کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس طرح ننجاراج فرانسیسیوں کا حلیف بننے پر مجبور ہوگیا جو انگریزوں اور محمد علی دونوں کے دشمن تھے۔ میسور اور انگریزوں کی دوستی کے اس مختصر سے عرصہ میں حیدر علی نے کلائیو کی ذکاوت اور جرأت اور لارنس کی صلاحیت و مستعدی کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا وہ ان کے کئی جارحانہ اور دفاعی حملوں کا عینی گواہ تھا جو اس شخص کے لیے انمول سبق کی حیثیت رکھتے تھے جو اپنے فوجی سالاروں کی بزدلی اور غلطیوں کے دیکھنے کا عادی رہ چکا ہو۔

اس وقت تک حیدر علی ایک غیر معروف شخص تھا جس کے کارنامے ہندوستانی اور انگریز وقائع نویسوں کے نزدیک اتنی اہمیت نہ رکھتے تھے کہ وہ ان کو ضبط تحریر میں لاتے۔ کرمانی کے یہاں مبالغہ بہت ہے پھر بھی ہم اس کے بیانات سے اتفاق کر سکتے ہیں کہ وہ فرانسیسیوں اور چندا صاحب پر شب خون مارنے کی کئی مہموں میں شریک ہوا اور لوٹ مار کرنے والے سپاہی جو اس کے دستوں کے ساتھ متعلق تھے فرانسیسی کمپنیوں سے ہتھیار، خیمے اور مویشی پکڑ لائے تھے اور شب خون کی ایک مہم میں تو وہ ڈولے بھی چھین لائے تھے۔

اس عہد کی سیاست جو دوستی اور ملک گیری کی ہوس کا ایک عجیب امتزاج تھی اُن روابط کا سبب بنی جو حیدر علی، محمد علی اور مرار راؤ گھورپڑے کے درمیان قائم ہوئے۔ اگرچہ بعد میں یہی دونوں حیدر علی کے سب سے بڑے حریف اور دشمن ثابت ہوئے ہمیں ایک ہم عصر فارسی مخطوطہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیدر علی کبھی کبھی ننجاراج کے ساتھ محمد علی کے دربار میں حاضری دیتا تھا اور تسلیمات بجالانے کے بعد ایک گوشہ میں جا کھڑا ہوتا تھا۔ لیکن نواب ارکاٹ نے اس کی صلاحیتوں کو پہچان لیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے حلیف سے حیدر کو مزید ترقی دینے کی سفارش بھی کی تھی[1] حیدر علی ایک بہترین مردم شناس شخص تھا اور اس نے لازمی طور پر خان کے بارے میں اپنی کوئی رائے ضرور قائم کی ہوگی مگر اس نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ جب وہ ترقی کر کے اس منزل پر پہنچا جہاں وہ محمد علی کا حریف ہونے

---

(۱) برٹش میوزیم ۔Or ۱۸۶۵ ورق ۷

کا دعویٰ کر سکتا تھا تب اس کے قریبی روابط سے حاصل کی ہوئی معلومات حالات کا صحیح اندازہ لگانے میں ضرور کارآمد ثابت ہوئی ہوں گی۔

گوٹی کا مرہٹہ سردار مرار راؤ چھ ہزار سپاہیوں کے دستے کے ساتھ ترچناپلی آیا تھا۔ اس کی فوج میسور اور ارکاٹ کی افواج کے بالکل برعکس تھی۔ پوری فوج ایک خاندان معلوم ہوتی تھی۔ وہ مالِ غنیمت کی جائز اور منصفانہ تقسیم کے ذریعے اپنے سپاہیوں میں لوٹ مار اور مالِ غنیمت حاصل کرنے کا جوش و ولولہ قائم رکھتا تھا۔ اسی لیے وہ اپنی مہمات کی تکالیف سے بھی پیار کرتے تھے اور حرفِ شکایت صرف اس وقت زبان پر لاتے تھے جب کرنے کے لیے ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا۔ افسروں کے انتخاب میں اس کی صلاحیت و لیاقت کے جوہر اور بھی نمایاں نظر آتے تھے۔ اس کی فوج میں سو سواروں کا ہر افسر پوری فوج کی قیادت کی صلاحیت رکھتا تھا مگر اس کے باوجود وہ اپنے اپنے عہدوں پر مکمل قانع تھے اور پوری ہم آہنگی کے ساتھ وہ سب کے سب ایک دوسرے سے تعاون کرتے اور اپنے سالارِ اعلیٰ کی مکمل اطاعت کرتے تھے۔ مستعدی، چالبازی اور گھوڑوں اور شہسواروں کے انتظام و انصرام کی مہارت مرہٹوں کی عام خصوصیات تھیں ہی، ان کے علاوہ ان کی یہ بھی خوبی تھی کہ وہ یوروپینوں کے خلاف نبرد آزمائی میں بڑی حد تک آتشی اسلحہ کے خوف پر قابو پا چکے تھے۔ مگر اس سے زیادہ ایک اور چیز غیر معمولی تھی۔ وہ میدانِ جنگ میں انتہائی خطرناک گولہ باری کا مقابلہ بڑی پامردی سے کر سکتے تھے جبکہ دوسرے تمام ہندوستانی اس دہشتناک منظر سے اسی طرح خوف کا شکار ہو جاتے تھے جیسے کبھی ان کے اجداد اپنے خلاف پہلی بار بندوقوں کے باقاعدہ استعمال سے خوف زدہ ہوئے ہوں گے۔" (۱) یہ کرائے کا ممتاز سردار جس کو میسور سے روپیہ ملتا تھا پہلے انگریزوں اور محمد علی کی طرف سے لڑا اور بعد میں فرانسیسیوں کی طرف سے۔ بہت سی شب خون اور سامانِ رسد لانے والے قافلوں کا راستہ کاٹنے کی مہموں میں حیدر علی اس کا ساتھی اور شریک کار تھا۔ لیکن بعد کے حالات سے بہت کم یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیدر علی نے مرہٹہ یورش کی کامیابی کا راز ترچناپلی کے دورانِ قیام سمجھا ہو۔ شاید وہ اپنی افواج کی بدنظمی اور سستی کے مقابلے میں مغربی افواج کی چستی، جنگی مہارت، منظم تربیت اور حالات کے مطابق طریقۂ کار اختیار کرنے کی صلاحیت سے اس قدر مبہوت ہو گیا تھا کہ وہ اور کسی طریقۂ جنگ کا مطالعہ کر ہی نہ سکتا تھا۔ ترچناپلی میں اس نے ایک یوروپی طاقت کے

---

(۱) اورمے جلد اول ص ص ۳۶۴-۳۶۳

13609 7

خلاف جنگ کے خطرات اور مشکلات کو تو بخوبی سمجھ لیا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے وہ اس دوسرے طریقۂ جنگ کو سمجھنے میں ناکام رہا جس نے بعد میں اس کے لیے بڑی مشکلات پیدا کیں۔ ہم مرار راؤ سے اس کے روابط کی صحیح حقیقت کا کسی طرح پتہ نہیں لگا سکتے تاہم اگر کناری تاریخی دستاویز "حیدرنامہ" پر اعتماد کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے تعلقات کسی طرح دوستانہ نہیں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بہت عمدہ توپ جس کا نام وشنو چکر تھا حیدر کے ہاتھ لگی تھی جسے اُس کو مرار راؤ کے احتجاج پر واپس کرنا پڑا تھا۔ حیدر نے مرار راؤ سے اس نقصان کا بدلہ لینے کی قسم کھا رکھی تھی۔(۱)

۱۷۵۲-۵۳ء کے دوران ننجاراج نے محمد علی اور انگریزوں سے ترچنا پلی چھیننے کی کوششیں برابر جاری رکھیں۔ ان کوششوں میں فرانسیسیوں کا تعاون اکتوبر ۱۷۵۴ء تک حاصل رہا جب تک کہ انھوں نے ہتھیار نہیں ڈال دیے۔ مرار راؤ کا تعاون صرف جولائی ۱۷۵۵ء تک ہی رہا جب وہ گوٹی واپس لوٹ گیا۔ ترچنا پلی کے گرد و نواح کے ان حملوں میں میسور فوج کے دو افسر بہت پیش پیش رہے۔ ان میں سے ایک ہری سنگھ تھا اور دوسرا حیدر علی۔ جلد ہی یہ دونوں ایک دوسرے کے جانی دشمن بن گئے۔

پہلی بار دسمبر ۱۷۵۲ء میں جب انگریزوں اور ننجاراج کے درمیان عداوت پیدا ہوئی تو کپتان ڈالٹن نے ترچنا پلی کے قریب ایک چوکی قائم کرنی چاہی تاکہ سرنگھم میں ننجاراج کو پریشان کر سکے لیکن ڈالٹن اپنی فوج کے ایک حصّہ کے اچانک خوف زدہ اور پریشان ہو جانے کے سبب اپنے منصوبہ میں کامیاب نہیں ہو سکا اور میسور کی شہسوار فوج کے راجپوت جمعدار ہری سنگھ نے اس افراتفری کا خوب فائدہ اُٹھایا اور شیر کی طرح "بھگوڑوں پر حملہ آور ہوا اور نواب کے پندرہ سپاہیوں کے سوا تمام کو کاٹ کر پھینک دیا"۔(۲)

"ترچنا پلی کے فریب" کا پردہ چاک ہونے کے بعد اور ننجاراج اور انگریزوں کے درمیان دشمنی کی آگ بھڑکنے سے قبل حیدر علی نے ننجاراج کی ایک شاندار خدمت انجام دی۔ کپتان ڈالٹن کو میجر لارنس نے مشورہ دیا تھا کہ ننجاراج اور مرار راؤ کے ساتھ اپنی ملاقاتوں میں وہ ان دونوں کو گرفتار کرلے۔ ہل کا بیان ہے کہ "دشمن کے ان لوگوں کو پکڑ کر ایک بڑے خطرے کا پہلے ہی سے دفعیہ کیا جا

---

(۱) حیدرنامہ نقل کردہ در میسور آرکیالوجکل رپورٹ

(۲) اورمے جلد ۱ ص ۲۷۱

Marfat.com

سکتا تھا۔(۱) جب خود انگریز ایسا منصوبہ بنا سکتے تھے تو محمد علی جو خود اپنے اخلاقی اصولوں کا پکا نہ تھا ان کے منصوبے کی پُرزور اور فوری تائید ضرور کرتا۔ کہا جاتا ہے کہ محمد علی نے ننجاراج کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنے بڑے بڑے سرداروں کے ہمراہ جا کر بذاتِ خود قلعہ کا قبضہ لے لے۔ وہ قلعہ کے پہلے دروازے میں داخل ہو چکا تھا تب حیدرعلی نے ننجاراج سے اپنے ان خدشات کا اظہار کیا کہ قلعے میں یوں داخل ہونا مناسب نہ ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ یہ محض ان کو پھانس لینے کا ایک جال ہو۔(۲) اس بات پر ننجاراج نے قلعے میں صرف سات سو آدمیوں کا ایک دستہ بھیجنے پر اکتفا کیا۔ یہ فرض کرنا قطعی غیر فطری نہ ہوگا کہ ننجاراج کے دماغ میں انگریزوں کی ایمانداری اور ان کی یقین دہانیوں کی سچائی کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کا ذمہ دار حیدرعلی تھا۔ ننجاراج کے لیے جو ترچناپلی کے دوبارہ حصول کے لیے بے حد کوشاں تھا حیدرعلی کی بروقت تنبیہہ انتہائی ضروری تھی۔ اور جب اس کا ابتدائی جوش و خروش کچھ ٹھنڈا پڑا تو اس نے خود بھی حیدرعلی کی تنبیہہ و احتیاط کی صداقت جان لی ہوگی۔

۱۰ر مئی ۱۷۵۳ء کو میجر لارنس نے ترچناپلی سے جزیرہ سرنگھم پہنچ جانے اور جنگ کرنے کی ایک اور کوشش کی۔ ان کے جنگی اقدامات میں ہری سنگھ اپنی شجاعت و بہادری کے لیے مشہور تھا۔ اُس نے اپنی شہسوار فوج کے ساتھ خود ہاتھ میں تلوار لے کر برطانوی فوج کے بائیں بازو پر باز کی طرح حملہ کیا اور اس کو درہم برہم کر دیا۔(۳)

۱۳ر فروری ۱۷۵۴ء کو بارہ ہزار مرہٹہ اور میسور سوار، چھ ہزار پیادہ اور چار سو فرانسیسی سپاہیوں نے سات توپوں کے ساتھ ایک برطانوی دستہ پر حملہ کر دیا جو بالیگر ٹونڈیمن (موجودہ پڈکوٹی علاقہ) کے جنگلات میں ہو کر ترچناپلی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ہری سنگھ نے حملے کی قیادت کی اور بڑھنے والے دستوں کا صفایا کر دیا۔ جب لڑائی کا ہنگامہ ختم ہوا تو دیکھا گیا کہ حیدر جس کے ساتھ اُس کے بیدری بندوقچی ہمیشہ رہتے تھے تمام بندوقوں اور گولہ بارود کی تمام گاڑیوں پر قبضہ کر چکا ہے۔ مگر ہری سنگھ نے دعوی کیا کہ یہ اس کی اپنی گاڑیاں اور بندوقیں ہیں جن کو وہ خود ساتھ لایا تھا اور حقیقت بھی یہی تھی۔ غالباً اس حملے کی کامیابی کا سہرا ہری سنگھ کے سر تھا مگر توپیں اس کے

---

(۱) حیدرنامہ

(۲) اورمے جلد ا ص ۳۴۴

حریف کے قبضہ میں تھیں اور طول طویل بحث کے بعد آخر کار اس کو ایک توپ دے دی گئی اور حیدر علی کے قبضہ میں بقیہ تین توپیں فتح کے شاندار انعام کے طور پر رہنے دی گئیں۔ اگرچہ یہ فتح اُس کی نہیں تھی"۔(۱)

۱۴ اگست ۱۷۵۴ء کو ایک کافی بڑا برطانوی اور تنجوری فوجی دستہ ترچناپلی کے محافظ فوج کی مدد کے لیے جا رہا تھا۔ فرانسیسی اور میسوری افواج نے اس پر حملہ کیا۔ ان کا حملہ کچھ ایسا کارگر ثابت نہ ہوا لیکن برطانوی موخرالجیش نے جنگ کی افراتفری میں غلطی سے سامان رسد کے دستہ کا تحفظ نظرانداز کر دیا۔ حیدر نے اس کا اندازہ کر لیا اور اپنے ایک دستہ کے ساتھ قافلہ کے عقب پر باز کی طرح گرا اور ۳۵ گاڑیوں پر قبضہ کر لیا۔ ان میں کچھ گاڑیاں اسلحہ جات اور بارود سے لدی تھیں اور کچھ پر برطانوی افسروں کا سامان لدا تھا۔(۲)

ہری سنگھ اپنی بہادری اور بے خوف شجاعت کے لیے مشہور تھا۔ لیکن حیدر علی اپنی شخصی شجاعت و جرأت کے علاوہ ٹھنڈے مزاج اور دُور اندیشی کے لیے بھی شہرت رکھتا تھا۔ مزید برآں ہر حملہ حیدر علی کے اپنے وسائل میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرتا جاتا تھا جبکہ ہری سنگھ کے حصہ میں صرف اپنے آقا کی خدمتگزاری کے جوش و خروش کی نیک نامی آتی تھی۔ ہمیں اورمے کا بیان بھی اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے جو کہتا ہے کہ ترچناپلی میں حیدر علی میسور فوج کا بہترین افسر تھا۔ ڈوپلے نے حیدر علی کی ترچناپلی کی مہم میں دانائی، دُور اندیشی اور جوش و ولولہ کے اعتراف کے طور پر اس کو ایک تحفہ بھی بھیجا تھا۔(۳) ہری سنگھ اپنی ترقی پر شرمساری و خجالت محسوس کر سکتا تھا کیونکہ اس کا تمام تر عروج چاپلوسی اور خوشامد کا مرہون منت تھا جبکہ حیدر علی اپنے قیام ترچناپلی کو اطمینان اور سکون کی نگاہ سے دیکھ سکتا تھا۔ جہاں اس نے نہ صرف ننجاراج کے دل میں اپنے لیے ایک خاص جگہ بنالی تھی بلکہ فرانسیسیوں کی نگاہ میں بھی خاصی وقعت پیدا کر لی تھی جن کی مدد کے بغیر وہ اپنے حوصلہ مندانہ منصوبوں میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

میسور پر صلابت جنگ نے جنرل بسی کی قیادت میں حملہ کر دیا اور دیوراج ننجاراج کو واپس

---

(۱) ولکس جلد ۱ ص ۳۲۲

(۲) اورمے جلد ۱ ص ۳۶۹

(۳) پرتگیزی دستاویز ۳

Marfat.com

بُلانے پر مجبور ہوگیا۔ ننجاراج نے ۹ اپریل ۱۷۵۵ء کو سرنگھم کو فرانسیسیوں کے حوالے کیا اور وطن کے لیے روانہ ہوگیا۔ اس کی اپنی افواج کی تنخواہ نو ماہ سے باقی تھی چنانچہ وہ مالی مشکلات کی بنا پر اپنی ایک تہائی فوج کو برطرف کردینے پر مجبور ہوگیا۔ ننجاراج کی مالی پریشانیاں اتنی بڑھ گئی تھیں کہ اس کے نمائندوں نے فرانسیسیوں کے مالی مطالبات کی ادائیگی کے سلسلہ میں جولائی ۱۷۵۳ء میں قیمتی پتھروں سے مزیّن ایک گھڑی جس کی قیمت پانچ لاکھ روپیہ تھی، خود ننجاراج کا قیمتی جواہرات سے مزیّن طرّہ، اس کا سرپیچ، گوشوارہ اور سونے چاندی کی زنجیریں جن کی قیمت ایک لاکھ روپیہ ہوتی تھی فرانسیسیوں کو پیش کیں"۔(۱)

ترچناپلی کے قیام کے آخر میں حیدر علی سرکاری طور پر ۱۵ سو سواروں، تین ہزار باقاعدہ پیادہ سپاہی، دو ہزار توپچیوں اور چار توپوں کا افسر تھا۔ اس مہم کے بعد وہ ڈنڈی گل کا فوجدار مقرر کیا گیا اور اس نے ننجاراج کے برطرف شدہ بہترین سپاہیوں کو اپنے دستوں میں شامل کرلیا۔ جب وہ ڈنڈی گل پہنچا تو اس کی ماتحتی میں پانچ ہزار باقاعدہ پیادہ سپاہی، ڈھائی ہزار سوار، دو ہزار ہرکارے اور چھ توپیں تھیں۔(۲)

ڈنڈی گل کو میسور کے اتم پلائم کے پالیگار برکی وینکٹ راؤ نے ۱۷۴۵ء میں فتح کیا تھا۔ ڈنڈی گل کا قلعہ ترچناپلی سے جنوب مغرب میں ۶۰ میل کی دوری پر اور مدورا سے ۴۵ میل کی دوری پر شمال مغرب میں ایک پہاڑی پر واقع تھا۔ اس وقت مدورا تنے ویلی علاقے میں ایک انگریزی فوج محمد علی کا تسلط قائم کرنے کے لیے کوشاں تھی۔ محمد علی کے بھڑکانے پر کنی وڈی، پلنی اور ویروپکشی کے پالیگاروں نے جو میسور ریاست کے ماتحت تھے اپنا خراج روک رکھا تھا۔(۳) چنانچہ ریاست میسور نے یہ مناسب سمجھا کہ اس علاقہ میں ایک ایسے شخص کو مقرر کرے جو ان باغی پالیگاروں کو قابو میں رکھ سکے

---

(۱) آنند رنگا پلائی کی یادداشت جلد ۹ مقدمہ

جب ننجاراج، محمد علی اور انگریزوں سے مایوس و پریشان ہوکر فرانسیسیوں کا حلیف بن گیا تو ڈوپلے نے اپنی سیاسی ذہانت سے کام لیتے ہوئے اس سے یہ معاہدہ کر لیا تھا کہ ترچناپلی پر اس کا قبضہ اسی شرط پر ہوگا کہ وہ ان فرانسیسی دستوں کے اخراجات ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا جو اس کی امداد کررہے ہیں اور اس کے علاوہ سالانہ تین لاکھ روپیہ بھی ادا کرے گا

(۲) ولکس جلد ۱ ص ۳۵۲

(۳) کیفیات حیدر مخطوطہ ص ۳۲

Marfat.com

ادر مدورا میں انگریزوں کی نقل وحرکت پر نگاہ رکھ سکے۔ ساتھ ہی اگر ممکن ہو تو مدورا کے جمعداروں ورٹنے ویلی کے پالیگاروں کے ساتھ ان کے اشتراک وتعاون کے منصوبوں کو ناکام بنا سکے۔ اس لیے یہ ضروری تھا کہ ڈنڈی گل کا فوجدار اپنے وسائل کے لحاظ سے ایک طاقتور اور مضبوط شخص ہو۔ اِس عہدہ کے لیے حیدر علی کا انتخاب ہوا اور اس طرح ایک حوصلہ مند اور بلند عزائم رکھنے والے شخص کو پہلی بار آزاد کمان کا موقعہ نصیب ہوا۔

Marfat.com

باب ۳

سیاسی عروج سے مسندِ اقتدار تک

۱۷۵۵ء تا ۱۷۶۰ء

ڈنڈی گل کے نئے فوجدار کے سامنے پہلا مسئلہ باغی اور سرکش پالیگاروں کی سرکوبی کرنے تھا جن کی قیادت پلنی اور ویرپکشی کے پالیگار اَمتی نائک اور اپّی نائک کر رہے تھے۔[۱] ڈنڈی گل جا ہوئے جب حیدر علی ان کے علاقے میں پہنچا تو ان کے خراج میں کمی کرانے کے سلسلہ میں اپنی م کی پیشکش کی۔ اس طرح ان کے تئیں اپنی دوستی کا اظہار کر کے وہ ان کے علاقے سے بحفاظت تم گذر گیا اور ڈنڈی گل پہنچ کر اس نے ان پر یورش کے منصوبے مرتب کیے۔ اس کے دائرۂ اختی میں چھبیس پلایام یا جاگیریں تھیں۔[۲] اگر تمام پالیگار متحد ہو جاتے تو میدان میں مجموعی طور سے تیس ہزار فوجیں اتار سکتے تھے اور بہ آسانی حیدر کو مغلوب کر سکتے تھے۔ مگر یہ سرکش پالیگار متحد ن اور غیر معمولی سرعت کے ساتھ انھوں نے حیدر کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔

ڈنڈی گل سے مغرب میں دس میل کی دُوری پر کنّی وڈی واقع ہے۔ یہ مقام پلنی کے پہا سلسلوں کے بالکل قریب واقع ہے۔ اگر کنّی وڈی کے پالیگار میدانی علاقوں میں شکست کھا جا ان پہاڑیوں میں پناہ لے سکتے تھے۔ حیدر نے دو ماہ کی مدت میں کنّی وڈی کے قلعے کے اِردگرد د جنگلوں اور دوسری تمام رکاوٹوں کو صاف کر دیا۔ وہاں کے پالیگار کی حالت اتنی شکستہ ہو گئی کہ اُس مجبور ہو کر تین لاکھ چکرن ادا کرنے کا وعدہ کیا اور ستر ہزار فوراً ادا بھی کر دیے۔[۳] مگر چونکہ وہ مع

---

(۱) حیدر نامہ

(۲) ڈبلو فرانسس، گزیٹیر آف مدورا ڈسٹرکٹ جلد ۱ ص ۱۸۳

(۳) مدورا گزیٹیر جلد ۱ ص ۲۳۶ — ایک چکرن ۱½ روپے کے برابر ہوتا تھا

Marfat.com

بقایا رقم کا انتظام نہ کرسکا اس لیے حیدر نے اس کی جاگیر ضبط کرلی اور اس کو گرفتار کر کے بنگلور بھیج دیا۔

پلنی میں حیدر نے ہر قیمتی شے پر قبضہ کرلیا اور پالیگار کو جو بھاگ گیا تھا ایک لاکھ پچھتر ہزار چکرن جرمانہ ادا کرنے پر مجبور کردیا۔ ویروپکشی جو پلنی سے مشرق میں ۱۲ میل کے فاصلے پر واقع ایک دشوار گذار علاقہ تھا۔ مگر اس کا پالیگار مدافعت کی ہمت ہی نہیں رکھتا تھا۔ جب حیدر علی اس علاقہ میں پہنچا صرف دو پالیگار جاگیریں ضبط کی گئی تھیں۔ اس نے سوائے پانچ پالیگار جاگیروں کے بقیہ تمام جاگیریں ضبط کرلیں۔(۱)

ڈنڈی گل میں حیدر اپنی فوج اور دولت بڑھانے میں مصروف تھا۔ ولکس ایک عینی شاہد کی گواہی کی بنیاد پر کہتا ہے کہ حیدر فوجیوں کی جھوٹی تعداد دکھانے میں مہارت رکھتا تھا۔ ایک موقعہ پر صرف سرسٹھ سپاہی زخمی ہوئے تھے مگر اس نے اپنی ہوشیاری سے سات سو سپاہیوں کے لیے معاوضہ حاصل کرلیا اور اس طرح اس نے سرنگاپٹم سے آئے ہوئے ایک نگراں افسر کو بہت آسانی سے بیوقوف بنادیا۔ اس نے انتشار اور بدنظمی کی مبالغہ آمیز رپورٹیں بھیجیں اور اس کے نتیجہ میں اس کو اپنی فوج بڑھانے کی اجازت مل گئی اور ایک سرسری جائزے میں اس کی اٹھارہ ہزار فوج کو صرف دس ہزار فوج مان لیا گیا۔(۲) بیان کیا جاتا ہے (اگرچہ اس میں کسی حد تک مبالغہ ہے) کہ اس نے پالیگاروں کے خلاف اپنے اقدامات کے نتیجے کے طور پر بیس لاکھ روپیہ جمع کرلیا تھا۔(۳) وہ سیاست کے ڈرامہ میں محض ایک تماشائی کی طرح رہنے پر قانع نہیں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے توپ خانے، اسلحہ خانے اور تجربہ گاہ کی تنظیم کے لیے ماہر فرانسیسی انجینئروں کی خدمات حاصل کر رکھی تھیں۔ ۱۷۵۵ء۔۵۶ء کے دوران وہ اپنے انھیں منصوبوں میں مشغول رہا۔

برکت اللہ کی سرکردگی میں مدورا کے جمعداروں نے اور ٹنے ویلی کے پالیگاروں نے حیدر علی سے انگریزوں اور محمد علی کے خلاف مدد کی درخواست کی جو مدورا کو فتح کرنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ انھوں نے اس کے عوض شولاونڈم کے ضلع سے دستبردار ہونے کی بھی پیشکش کی۔ اس ضلع میں ایک انتہائی مستحکم قلعہ تھا اور ٹنے ویلی اور مدورا کے درمیان واحد شاہراہ اس سے ہو کر گذرتی تھی۔ مگر حیدر علی اس پیشکش

---

(۱) مدورا گزیٹیر جلد ا ص ۶۹

(۲) ولکس ص ص ۵۴-۳۵۳

(۳) حیدر نامہ

کو قبول نہیں کرسکا کیونکہ ۱۷۵۷ء میں وہ عارضی طور پر واپس بلالیا گیا تھا۔ ۱۷۵۷ء میں مدورا نے انگریزوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ ماہ نومبر میں حیدرعلی واپس ڈنڈی گل پہنچا اور بغیر کسی مزاحمت کے شولاونڈم کے قلعے پر قبضہ کرلیا اور مدورا کے ضلعے میں داخل ہوگیا۔ وہ شہر پناہ تک جا پہنچا مگر اس کو اُمید سے زیادہ مضبوط و مستحکم پایا۔ اس نے قرب وجوار کے علاقوں کو خوب تاراج کیا اور وہاں سے حاصل کردہ مویشی اور دوسرے مال غنیمت ڈنڈی گل بھیج دیے۔ مہرعلی کے جنرل یوسف خاں جس نے کرناٹک کی جنگوں میں سب سے زیادہ بہادر ہندوستانی سپاہی کی حیثیت سے شہرت حاصل کی تھی حیدرعلی کے خلاف پیش قدمی کی۔ حیدر نے درہ ناتم کے دہانے پر اپنے ایک فوجی دستے کے ساتھ دشمن کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے اپنی کمین گاہ بنائی۔ الگرملائس اور سرو ملائس کی پہاڑیوں کے سلسلہ کے درمیان یہ درہ آورمے کے بیان کے مطابق دکن کے سارے سطح مرتفع کے دروں میں دشوار گذار ترین تھا۔ یوسف خاں نے انتہائی شدید حملہ کیا اور اس کی عمدہ تربیت یافتہ افواج اور طاقتور توپوں نے حیدر کے دستوں میں کھلبلی مچادی۔ حیدر شکست کھاکر پیچھے ہٹ آیا اور اپنے دستوں کو اکٹھا کرکے ڈنڈی گل لوٹ گیا۔

جب حیدر ڈنڈی گل میں اپنے پاؤں جمارہا تھا میسور میں حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ اس کی ترقی کے کچھ اور مواقع فراہم ہوگئے۔ پیشوا بالاجی باجی راؤ نے پہلی بار ۱۷۵۳ء میں میسور پر حملہ کیا تھا سرنگاپٹم پر حملے سے اس کو باز رکھنے کے لیے اُس کو تیس لاکھ نقد ادا کیے گئے اور مستقبل میں باقاعدہ پابندی سے ادائیگی کا وعدہ کیا گیا۔ اس مہم میں پیشوا کے ساتھ ساتھ اس کا بھائی سداشو راؤ بھاؤ بھی شریک ہوا تھا۔

۱۷۵۵ء کی ابتدا میں صلابت جنگ اور بُسی میسور آئے۔ نظام کی فوجوں کی سُست رفتاری کہاوت بن چکی تھی۔ دیوراج کا خیال تھا کہ اگر اس کا بھائی ترچناپلی سے وقت کے اندر آگیا تو دشمن پر کاری ضرب لگا سکے گا مگر صلابت اور بُسی نے بہت سرعت سے پیش قدمی کی اور حقیقت یہ بُسی کی تیز رفتاری نے تہلکہ مچادیا۔ کُنی گل کا قلعہ جس نے یکہ و تنہا مزاحمت کی تھی بہت تیزی سے سر کرلیا گیا۔ دیوراج کو ۲۶ لاکھ روپیہ ادا کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ ہندو مندروں کے طلائی و نقرئی ظروف جواہرات اور راجہ اور اس کے خاندان کے نجی زیورات بیچ دیے گئے تاہم ایک تہائی رقم ہی ادا ہوسکی۔ بقیہ رقم کے لیے دیوراج نے ساہوکاروں اور مہاجنوں کی ضمانت دی لیکن چونکہ ادائیگی نہ ہوسکی تھی اس لیے ساہوکاروں میں غاصب حکومت کی ساکھ جاتی رہی۔ بُسی نے پیشوا کو جس کی اس

اس وقت دھارواڑ ہبلی اور کندگل کے علاقے میں مصروف کار تھیں، اس بات پر آمادہ کر لیا کہ میسور سے اس وقت مطالبات نہ کیے جائیں چنانچہ وہ بدنور باسوائینہ اور چتیل ورگ پر مرہٹوں کے دعووں کو طے کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے ریاست میسور کے شمال مغرب کے کئی اور علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔(۱)

ترچناپلی میں ننجاراج کی شرمناک شکست، نظام اور پیشوا کی غاصبانہ دست اندازی کو رو کنے میں غاصبوں کی ناکامی اور ان کی ساکھ کی کمی نے شاید بادشاہ کو جو ان کے جوتے کے نیچے تلملا رہا تھا ان کے خلاف سازش کرنے کی جرأت دی۔ راجہ، اس کی ماں اور "پردھانی پنڈت" وینکٹ اپٹی این جو خود بھی کبھی "سرواد ھیکاری" رہ چکا تھا، تینوں نے ارادہ کیا کہ ننجاراج کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا جائے اور وینکٹ اپٹی این کو پھر سے اس کے پرانے عہدے پر فائز کر دیا جائے۔ سازش کی خبر ہوگئی اور ننجاراج نے چار ہزار فوج جمع کر کے محل پر حملہ کرنا چاہا مگر دیوراج نے اس کو ٹھنڈا کیا اور ننجاراج نے محل پر پہرہ لگانے پر ہی اکتفا کر لی تاہم وینکٹ اپٹی این کا گھر لوٹ لیا گیا اور اس کو اور اس کی بیوی کو مانولی ورگ میں قید کر دیا گیا۔ اس کے بیٹے اور داماد کو گرفتار کر کے کبل درگ بھیج دیا گیا۔ اس طرح سے سازش کا بروقت خاتمہ ہوگیا۔(۲) یہ واقعہ ۱۷۵۵ء کے ماہ اکتوبر و نومبر میں پیش آیا مگر راجہ بہر صورت غاصبوں سے نجات پانا چاہتا تھا۔ اس واقعہ کے کئی مہینے بعد انھوں نے سنا کہ راجہ حیدر کے بڑے بھائی شہباز اور حیدر کے متصدی کھانڈے راؤ(۳) سے ساز باز کر رہا ہے۔ اس خبر کے ملتے ہی دیوراج اور ننجاراج نے قلعہ کے دروازے بند کرنے کے احکام جاری کر دیے۔ انھوں نے دوسری صبح راجہ کو قتل کر دینے کا فیصلہ کر لیا مگر راجہ اپنے براہِ راست ماتحت فوجیوں کے ساتھ جن کی مجموعی تعداد صرف ایک ہزار تھی، ننگی تلواریں لے کر نکل پڑا۔ ننجاراج کے بہت سے فوجیوں کو جان سے مار ڈالا اور بقیہ کو تتر بتر کر دیا۔ راجہ کے محل واپس جانے کے بعد ننجاراج نے محل کی دیواروں پر نصب تمام توپوں سے گولہ باری شروع کر دی اور بہت سے مرد عورتوں اور بادشاہ کے ذاتی خدمتگاروں کو جن کی تعداد سو تک پہنچتی تھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد ننجاراج اور

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۲۸ خطوط نمبر ۱۱۱ تا ۱۴۰۔ ۱۷۵۴ء و ۱۷۵۶ء کے درمیان سرکاری رپورٹیں نہیں آرہی تھیں کیونکہ پیشوا خود موقع پر موجود تھا۔

(۲) آنند رنگا پلائی کی یادداشت جلد نہم ص ص ۳۹۸، ۳۷۰، ۳۶۹

(۳) ″ ″ ″ دہم ص ۱۸۱

Marfat.com

دیوراج محل میں داخل ہوئے اور راجہ کے باقی ماندہ تمام لوگوں کو گرفتار کرلیا۔" انھوں نے راجہ کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کرلیا مگر کرشنا راجہ وادیار کی بیوی جس نے راجہ کی پرورش کی تھی سامنے آگئی اور قسم دلائی کہ وہ پہلے اُسے قتل کریں۔ بہت بات چیت کے بعد انھوں نے راجہ اور اس کے خاندان کو قید کردینے کا فیصلہ کیا۔" بالاجی باجی راؤ کے وکیل نے راجہ کے ساتھ کیے گئے اس سلوک کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اُونٹ سوار ہرکاروں کے ذریعے پیشوا کو ایک خط بھی لکھا تھا۔[1] یہ واقعہ اگست ۱۷۵۶ء کا ہے لیکن بالاجی اپریل ۱۷۵۷ء سے پہلے میسور نہ آسکا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دیوراج اور ننجاراج دونوں ہی راجہ کو تشدد و جبر سے ہٹادینے کے حامی تھے۔ ولکس کے اس بیان کی تصدیق کہ دیوراج نے ننجاراج کی تشدد پسند کارروائیوں کی مخالفت کی تھی آنندرنگا پلائی کی یادداشت کے اس اندراج سے نہیں ہوتی جو میسور کے وکیل کی فراہم کردہ معلومات پر مبنی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ دونوں بھائیوں میں اختلافات موجود تھے۔ یہ دونوں خودرائے شخصیتیں جلد یا بدیر الگ الگ ہونے والی تھیں۔ دیوراج بوڑھا ہوگیا تھا اور وہ ننجاراج کے عجلت پسندی کے داؤں پیچ ناپسند کرتا تھا۔[2] وہ اختلافات جو ترچناپلی کی مہم میں دونوں کے درمیان اُبھرے ۱۷۵۷ء تک بہت شدید ہوگئے۔ دیوراج مکمل طور پر پیچھے ہٹ آنے کے حق میں تھا چنانچہ فروری ۱۷۵۷ء کو وہ اپنے خاندان، اپنے ذاتی سپاہیوں سمیت جو ایک ہزار سوار اور دو ہزار پیادوں پر مشتمل تھے ستیامنگلم لوٹ آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ستیامنگلم سے اس نے متعدد اضلاع کے عاملوں کو جو حیدر علی کی ماتحتی میں تھے یہ احکام جاری کیے کہ آئندہ سے مالگزاری کی رقم اسے ادا کی جائے اس واقعہ کی وجہ سے حیدر علی ۱۷۵۷ء میں ڈنڈی گل سے واپس لوٹ آیا۔

فروری ۱۷۵۷ء میں ننجاراج ریاست میسور کا بلاشرکت غیرے مالک تھا۔ اس کو یقین تھا کہ راجہ اب کسی طرح قید سے آزاد نہیں ہوسکتا اور بڑا غاصب یعنی دیوراج راہ سے ہٹ چکا ہے ننجاراج اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے صرف بیرونی حملوں سے تھوڑی سی مہلت چاہتا تھا لیکن یہ مہلت اُسے نہ مل سکی۔ مارچ ۱۷۵۷ء میں مرہٹہ ریاست میسور میں گھس آئے اور انھوں نے سرنگاپٹم میں ننجاراج کا محاصرہ کرلیا۔ سداسیو راؤ بھاؤ نے اپنے تیس توپوں پر مشتمل توپ خانے

---

(۱) آنندرنگا پلائی کی یادداشت جلد دہم ص ۱۸۱

(۲) حیدر نامہ کے بیان کے مطابق خزانے کے سلسلہ میں ان کی دونوں کی غلط فہمی آپس کے اختلاف اور باہمی جھگڑے کی وجہ بنی

Marfat.com

صرف اتنی معمولی سی اخلاقی بات تدبیر جنگ کی وضاحت بخوبی کر دیتی ہے لیکن حیدر اپنے سپاہیوں پر بے جھجک بھروسہ کر سکتا تھا کیونکہ وہ نامساعد حالات میں اس کے جھنڈے تلے آئے تھے۔ اس نے کھانڈے راؤ کے بعض افسروں میں عدم اعتماد کی فضا سے بھرپور فائدہ اٹھایا چنانچہ اُس نے کچھ جوابی نوعیت کے خطوط لکھے جن میں بڑے انعام و اکرام دینے کے وعدے کیے گئے بشرطیکہ وہ اس رات اپنے کمان دار اور قائد کھانڈے راؤ کو قتل کر دیں۔ پیغام رساں جان بوجھ کر چھاؤنی کے نگرانوں کے ہاتھ لگ گیا اور کھانڈے راؤ کے پاس لایا گیا۔ کھانڈے راؤ نے اپنے افسروں اور حیدر علی کے درمیان سازشی خطوط کے تبادلہ کا شک کیا اور اپنی فوج کو چھوڑ کر وہ چُپ چاپ سرنگاپٹم روانہ ہوگیا۔(۱) تمام فوج اور افسروں کو اپنے سردار و قائد کے یُوں اچانک فرار کی خبر سُن کر بڑا تعجب ہوا۔ ایک افراتفری مچ گئی اور جس کا جدھر سر سمایا بھاگ کھڑا ہوا۔ حیدر کو پل پل کی خبر مل رہی تھی چنانچہ اس نے لشکر پر آگے پیچھے سے ایک شدید حملہ کیا اور وہ اتنا کامیاب رہا کہ صبح کے سات بجے تک تمام فوج، اس کی توپوں، سامان رسد اور اسباب پر اس کا قبضہ تھا۔ صرف چند تیز شہ سوار ہی اپنی جان بچا کر بھاگ سکے۔ شکست خوردہ سپاہیوں میں سے بیشتر کو اپنی فوج میں شامل کر کے اُس نے خود کو اور بھی مستحکم کر لیا۔ ایک ہمعصر پرتگالی دستاویز میں اس واقعہ کو تھوڑی سی رد و بدل کے ساتھ یُوں بیان کیا گیا ہے: "چونکہ فوج میں کالوس (چھوٹے افسروں) کی اکثریت مسلمان تھی ہوشیار باغی نے اپنے تحائف اور دعووں سے ان کو بہ آسانی توڑ لیا چنانچہ وہ اپنے ہتھیار، توپ خانہ اور تمام دوسرا ساز و سامان چھوڑ کر اندھا دھند بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح چالباز باغی مسلمان کو فتح نصیب ہوگئی۔" (۲)

حیدر وہاں چار پانچ دن تک مقیم رہا۔ کھانڈے راؤ اپنے باقی ماندہ سپاہیوں کے ساتھ سرنگاپٹم جا رہا تھا جہاں میسور دروازے کے پاس بہت سے بھگوڑے سپاہی جمع ہو گئے تھے ان غیر منظم ٹکڑیوں پر حیدر نے اچانک ایک شب خون مارا اور جتنا ان کو نقصان پہنچا سکتا تھا پہنچا کر واپس آگیا۔ حیدر ایک طویل محاصرہ کرنے کے قابل نہیں تھا۔ اس نے وقتی طور پر سرنگاپٹم کو تنہا چھوڑ دینا مناسب سمجھا اور یہ بہتر جانا کہ پہلے ان علاقوں کو دوبارہ حاصل کرے جو ابھی تک کھانڈے راؤ

---

(۱) پرتگالی دستاویز حصہ III نورونہ کا بیان

(۲) " " " II

Marfat.com

کے لوگوں کے قبضے میں تھے۔ یہ علاقے ست گوڑ، ایرود، سنگری درگ، پلنی اور دھر اپورم تھے۔ اس کے بعد اس نے سرنگا پٹم پر چڑھائی کی۔ راستے میں وہ میسور میں داخل ہوا اور ننجاراج کو وہاں چھوڑ دیا۔ اس کے بعد اس نے سرنگا پٹم کے محاصرے کا انتظام کیا لیکن اس کی کوئی بھی ترکیب کارگر ہونی ناممکن تھی کیونکہ ایسی جگہ کے محاصرے کے لیے نہ تو فوج کافی تھی اور نہ آلات حرب ہی۔[1] محاصرے کی تیاریاں ہونے کے چند دن بعد ہی راجہ نے سمجھوتے کے لیے شرائط پیش کیں۔ بدقسمتی اور ناکامیوں کی وجہ سے کھانڈے راؤ کی ساکھ جاتی رہی تھی۔ سرنگا پٹم میں اقامت پذیر غیر ملکی افسر اور دوسرے کارندے جو کہ حیدر اور ننجاراج کے ہمنوا تھے برابر کوشاں تھے کہ راجہ اور حیدر کے درمیان پھر سے مصالحت ہو جائے اس کے لیے وہ کھانڈے راؤ کو بھی بھینٹ چڑھانے کے لیے تیار تھے۔[2] حیدر کا سوانح نگار لکھتا ہے کہ حیدر نے محل کی بیگمات کو خوفزدہ کرنے کے لیے محل پر چند گولے پھینک دیے۔ جیسے ہی یہ گولے زنانے حصے پر لگے ایک زبردست شور و غل ہوا اور تمام عورتیں روتی چیختی اور دہائی دیتی ہوئی راجہ کے پاس گئیں۔ عورتوں کی آہ و زاری نے اس کے ہوش و حواس گم کر دیے اور اس نے حیدر کے پاس خوفزدہ ہو کر پیغام بھیجا۔[3] حیدر کی شرائط کا مطلب تھا مکمل دستبرداری۔ راجہ نے کھانڈے راؤ کو بھی حیدر کے حوالے کرنا تھا۔ تین لاکھ سالانہ آمدنی کا علاقہ راجہ کو اور ایک لاکھ کا ننجاراج کو دیا گیا۔ بقیہ علاقے کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری حیدر کی تھی۔ راجہ کی دستکشی کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ حیدر ننجاراج کو کبھی بھی دلوائی کے اختیارات نہیں سونپے گا چنانچہ حیدر نے، جو اس وقت تک ہمیشہ وعدے کی پابندی کرتا تھا جب تک اس کے مفاد میں ہو، ننجاراج کو میسور میں ہی رکھا اور اس طرح پرانا غاصب گمنامی کے گڑھے میں جا گرا۔ حیدر سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ وہ کھانڈے راؤ کو کوئی نقصان نہ پہنچائے[4] اور اس نے ازراہ شفقت کہا تھا کہ وہ اُسے حرم کی پالتو چڑیا کی طرح رکھے گا۔ حیدر مبہم بیانات کا بڑا ماہر تھا۔ پیکسوٹو کہتا ہے کہ "تب ایک بڑی آزمائش شروع ہوئی

---

(۱) پیکسوٹو کتاب اول

(۲) یہ بات کچھ کم اہم نہیں ہے کہ راجہ کی دستبرداری کی شرائط کی گفت و شنید کرنے کے عوض پردھان وینکٹ پتیا کو انعام میں کوئی گل تعلقہ دیا گیا تھا (حیدر نامہ)

(۳) نشان حیدری مخطوطہ ورق ۲۳، ۲۳ الف

(۴) " " ورق ۲۴

Marfat.com

جس میں ایک بھی شخص سزا سے نہ بچ سکا جس نے اس کے خلاف ذرا سا بھی کچھ کیا تھا ان تمام تحقیقات کے دوران ایک محافظ کے زیر نگرانی کھانڈے راؤ برابر اس کی مدد اور مقصد براری کرتا رہا۔ کیونکہ وہ خواہشات ایسے شخص کی تھیں جس پر اس کی زندگی کا انحصار تھا۔ جب یہ سب ہو گیا تو اس کو ایک پنجرہ میں بند کر کے بنگلور بھیج دیا گیا جہاں وہ ایک سال سے زیادہ اپنی موت کے وقت تک رہا۔(۱)

حیدر سنگدل، بیدرد اور بے رحم تھا۔ کھانڈے راؤ اس کو تباہی کے بالکل قریب لے جا چکا تھا۔ اس تصادم میں فتح اصل میں اس کی قسمت، اس کی بے جھجک بہادری اور جرأت کی بدولت ہوئی لیکن یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی ہے کہ اس کا سوانح نگار غصے بھرے لہجے میں بار بار اس برہمن کے پاجی پن اور ناشکری کا ذکر کرتا ہے۔ اس کے بیان کے مطابق وہ ایک بجا طور سے ایک کتے کی موت مر گیا جبکہ سوانح نگار حیدر کو ناسپاسی و احسان فراموشی کا بدلہ لینے والا بتاتا ہے۔ اس سلسلے میں حیدر کے عیش و طرب کے لمحات کے ہم نشین لیلین خاں کا ایک فقرہ دہرانا مناسب ہوگا۔ ایک بار حیدر نمک حرامی کے خلاف ایک ہجو یہ گفتگو کر رہا تھا۔ اسی وقت اس نے لیلین خاں کو دیکھا اس نے کہا "میری طرف آپ کیوں دیکھ رہے ہیں اس موضوع پر آپ کو ننجاراج سے مشورہ کرنا چاہیے"۔(۲) کھانڈے راؤ اور حیدر دونوں ایک ہی جیسے احسان ناشناس تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ کھانڈے راؤ ناکام رہا جبکہ حیدر کامیاب۔ آخر کار کھانڈے راؤ کی شکست کے بعد حیدر سلطنتِ خداداد میں اپنے کو محفوظ سمجھ سکتا تھا (وہ میسور کی ریاست کو سلطنتِ خداداد کہتا تھا۔)

کھانڈے راؤ کے انجام سے ہمیں ہمدردی ہوتی ہے۔ وہ یقیناً ایک باصلاحیت شخص تھا۔ وہ ایک لائق منتظم اور قابل ماہرِ مالیات تھا اور کسی فوجی تربیت کے بغیر اس نے فوجی معاملات کی خاصی سوجھ بوجھ حاصل کر لی تھی لیکن وہ غیر متزلزل قوت و مضبوطی اور عزم آہنی کی اُن صلاحیتوں سے محروم تھا جن سے اس کا حریف مالا مال تھا۔

---

(۱) پیکسوٹو کتاب اول

(۲) ولکس جلد اول، ص ۴۲۲

Marfat.com

باب ۵
فتوحات
۱۷۶۱ء سے ۱۷۶۳ء

نظام صلابت جنگ ایک احمق انسان تھا۔ اس کا بھائی بصالت جنگ کچھ دنوں اس کا دیوان رہا لیکن اس کے دوسرے بھائی نظام علی نے جو ایک کامیاب سازشی تھا اس کو نکال باہر کیا اور بصالت حیدر آباد سے اپنے مرکز حکومت ادونی چلا گیا۔ صلابت جنگ نظام علی کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا۔ جولائی ۱۷۶۱ء میں اس کو قید کر دیا گیا اور پندرہ ماہ بعد اس کو قتل کر کے خود نظام علی تخت شاہی کا مالک بن بیٹھا۔ فطری طور پر بصالت جنگ بھی جنوب میں اپنے اقتدار اعلیٰ اور خود مختاری کے خواب دیکھ رہا تھا مگر جنوب اور جنوب مشرق میں مرہٹہ علاقوں کی ایک پٹی ہونے کے سبب اس کے توسیع پسندی کے خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتے تھے۔ ۶۱-۱۷۶۰ء میں اس کو ایک کھلا میدان مل گیا۔ ادگیر اور پانی پت کی مہموں کی وجہ سے مرہٹوں کی توجہ دوسرے علاقوں کی جانب مبذول ہو گئی تھی اور وہ مرہٹہ افواج جن کو جنوب میں ہونا چاہیے تھا یا تو شمال کی جانب بھیج دی گئی تھیں یا اپنے اپنے مرکز پر مقیم تھیں تاکہ جنوب کی طرف افغانوں کی اچانک یورش کی مدافعت میں ان کو استعمال کیا جا سکے۔ بصالت نے اپنے اردگرد واقع بکھری ہوئی ریاستوں کے آسان اور قابل الحاق علاقوں کو اپنے دائرۂ اختیار میں لانا شروع کر دیا۔"(۱)

اس نے سرا اور اس کے ماتحت علاقوں، ہوسکوٹ اور دوسرے قلعوں کو جو کبھی مرہٹوں کے قبضے میں رہے تھے اپنے دائرۂ اقتدار میں لانے کا فیصلہ کیا لیکن بصالت جنگ کی صلاحیتیں اور

---

(۱) ولکس جلد اول ص ۴۳۷

اس کے وسائل اس کے حوصلے اور امنگوں کا ساتھ نہیں دے رہے تھے چنانچہ جب اس نے سرا کو بہت مستحکم پایا اور اس پر قبضہ کرنا مشکل سمجھا تو اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ گیا اور ہوسکوٹ کا محاصرہ کر لیا جس کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ وہ اس کو فتح کر سکے گا۔ اس وقت ہوسکوٹ مکندسری پت کے ماتحت سات سو سپاہیوں کی حفاظت میں تھا۔[1] اس نے دو ماہ تک محاصرہ کی سختیاں جھیلیں لیکن تب بھی اس کے جلد فتح ہونے کے کوئی آثار نہیں تھے۔ دوسری جانب بصالت کے وسائل ختم ہونے کے قریب تھے۔ ہوسکوٹ بنگلور سے صرف ۱۸ میل دُور تھا۔ حیدر اس تمام صورتِ حال کا جائزہ لے رہا تھا اور اچھی طرح جان گیا تھا کہ بصالت کی حالت کتنی شکستہ ہو گئی تھی۔ اس نے فیض اللہ کو بصالت کی چھاؤنی بھیجا اور بصالت کو اس شرط پر تین لاکھ روپے دینے کی پیشکش کی کہ اسے سرا کے نواب کا خطاب دیا جائے گا۔ یہ خطاب وہ مرہٹوں سے بھی حاصل کرنے کی امید رکھتا تھا۔[2] حیدر نے اس بات کی قطعی فکر نہ کی کہ بصالت جنگ سرا اور اس کے ماتحت علاقوں کو کاغذی طور پر بھی دینے کا حق رکھتا ہے یا نہیں۔ سندیں تیار کی گئیں اور حیدر علی خاں بہادر سرا کا نواب بن گیا۔ دی لاتور کا بیان ہے کہ بصالت جنگ نے سرا کے محاصرے سے پہلے ہی یہ معاہدہ ہو گیا تھا کہ تمام توپ خانہ، گولہ بارود اور جو چیز بھی قلعے سے لے جائی جا سکے وہ سب بصالت جنگ کا حصہ ہوں گی اور حیدر کو صرف علاقے پر قبضہ ملے گا۔[3]

اکتوبر ۱۷۶۱ء میں حیدر اپنی افواج کے ساتھ ہوسکوٹ آیا اور بصالت جنگ کی خدمت میں کورنش بجا لایا۔ قلعے پر جلد ہی قبضہ ہو گیا۔ پھر حیدر نے ڈوڈ بالا پور کی طرف کوچ کیا جو سرا کا ایک ماتحت علاقہ تھا اور جہاں عباس قلی خاں مقیم تھا۔ یہ وہی عباس قلی خاں تھا جس نے بتیس ۳۲ سال پہلے حیدر کے خاندان کو اس کے نامساعد حالات میں ستایا تھا۔[4] حیدر کے انتقام کی آگ اس قدر شدید تھی گویا اُسے کوئی تازہ صدمہ پہنچا ہو۔ مگر عباس قلی خاں کو اس کا پہلے ہی سے خدشہ تھا لہٰذا وہ اپنے حرم کی خواتین اور ضروری اسباب کے ساتھ ارکاٹ بھاگ گیا۔

---

(۱) نشانِ حیدری اور مے مخطوطہ جلد ۲۔

(۲) نورونہ کا بیان ہے کہ حیدر نے میر فیض اللہ خاں کے باپ اور شہزادہ مذکور کے مقرب خاص میر محمدی خاں کی معرفت یہ معاملہ کر لیا تھا کہ وہ سرا کی حکومت و انتظام کے عوض ۵ لاکھ روپے فوراً اور پھر سالانہ ۲ لاکھ خراج کے طور پر ادا کرتا رہے گا۔

(۳) دی لاتور ص ۵۱

(۴) پہلا باب دیکھو

بصالت د حیدر کی متحدہ افواج تب سرا کے محاصرے کے لیے روانہ ہوئیں۔ یوروپی توپچیوں اور بہترین توپ خانے کی بدولت حیدر کو سرا پر قبضہ کرنے میں ذرا بھی مشکل پیش نہیں آئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے کامیاب سرنگیں بچھا کر دو بُرج اڑا دیے اور اس طرح محصورین کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔(۱) سرا مرہٹوں کی رسد کی ذخیرہ گاہ اور کرناٹک کی مہمات کے لیے فوجی رسد گاہ تھی۔ اس نے ان تمام چیزوں پر قبضہ کر لیا اور اپنے استعمال میں لایا۔ بنا کسی تاخیر اور کسی کے علم میں لائے بغیر اس نے توپ خانے، تمام بھاری سامان اور دوسرے ضروری اسباب کو جن کو وہ اپنے لیے مخصوص کرنا چاہتا تھا زمین میں دفن کر دیا اور چار پانچ ٹوٹی پھوٹی توپیں جن کے دہانے ناکارہ تھے کچھ بیکار اور پرانے ذخیرۂ بارود کے ساتھ اوپر چھوڑ دیں اور بصالت جنگ کو قلعے پر قبضے کی خبر کے ساتھ مبارکباد کا خط بھیجا"(۲) بصالت اس طرح بیوقوف بن گیا اور ۱۷۶۲ء کی ابتدا میں وہ ادونی کی طرف لَوٹ گیا۔

اب حیدر سرا کا حاکم مطلق تھا۔ اس نے یکے بعد دیگرے اس کے ماتحت علاقوں کو فتح کرنا شروع کر دیا لیکن یہ کام آسان نہ تھا۔ ڈوڈ بالاپور سے چودہ میل مشرق میں واقع چک بالاپور کے پالیگار نے شدید مزاحمت کی۔ تین ماہ کے عرصے میں حیدر کے ایک ہزار آدمی مارے گئے(۳) گوٹی کے مرار راؤ نے جس کا علاقہ حیدر کے نئے مقبوضات کے شمال مشرق میں واقع تھا محصور پالیگار کے حق میں حیدر کی توجہ ہٹانے کی کوشش کی۔ حیدر کے پاس کافی افواج تھیں وہ بیک وقت چک بالاپور کا محاصرہ بھی جاری رکھ سکتا تھا اور مرار راؤ کو میدانِ جنگ میں شکست بھی دے سکتا تھا۔ مرار راؤ نے سوا راؤ گھورپاڑے اور کھانڈے راؤ گھورپاڑے کو ڈھائی ہزار سپاہ کے ساتھ بھیجا۔ چک بالاپور سے چار میل کے فاصلے پر ان کا مقابلہ میسور کے ایک دستہ سے ہوا جو تین ہزار پیادہ اور بارہ سو سواروں پر مشتمل تھا اور شکست کھا کر ان کو پیچھے ہٹنا پڑا۔(۴) توجہ ہٹانے کی ایک اور کوشش کی گئی مگر وہ بھی ناکام رہی۔ مرار راؤ کی فوجوں کو ایک بار پھر شکست ہوئی لیکن حیدر کو یہ اندازہ

---

(۱) محاصرہ ایک ماہ جاری رہا (نشان حیدری)

(۲) نشان حیدری مخطوطہ ورق ۲۷ - ۲۶

(۳) اورمے مخطوطہ جلد ۷

(۴) اورمے مخطوطہ جلد ۷، ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۲

ہو گیا کہ محاصرہ جاری رکھنے کی صورت میں فتح اس کو بہت مہنگی پڑے گی۔ لہٰذا اس نے فیصلہ کرلیا کہ پالیگار سے سات لاکھ روپیہ پر صلح کرلے جو کہ تین قسطوں میں ادا کیا جائے گا[1] پہلی قسط ادا کردی گئی چنانچہ حیدر دیوان ہالی لوٹ آیا۔ پالیگار نے مرار راؤ کے پانچ سو مرہٹوں کو قلعے میں تعینات کیا اور خود نندی ورگ کے قلعے میں چلا گیا جو تین میل کے فاصلے پر واقع ایک ناقابل تسخیر قلعہ تھا۔ اس طرح حیدر کو فریب دیا گیا جس پر وہ بہت غضبناک ہوا۔ وہ دیوان ہالی سے تیزی سے روانہ ہوا اور دس دن کی جان توڑ کوشش کے بعد چک بالاپور پر قابض ہو گیا۔ اس نے نندی ورگ پر براہِ راست تو حملہ نہیں کیا لیکن یہ انتظام کیا کہ چک بالاپور، دیوان ہالی اور بنگلور کی محافظ فوجیں اس کے ملحقہ علاقوں کو تاخت و تاراج کریں اور اس تک رسد نہ پہنچنے دیں۔ مرار راؤ کو سامان رسد بہم پہنچانے سے روکنے کے لیے حیدر نے اُس پر جارحانہ حملہ کردیا۔ کرمانی بیان کرتا ہے "مرار راؤ کی فوجیں اس طرح بکھر گئی تھیں جیسے کسی پھٹے ہوئے بورے سے اناج کے دانے گر کر بکھر جائیں۔ وہ پانی تک نہ پی سکیں یہاں تک کہ وہ گوٹی کی حدود میں داخل ہو گئیں۔" حیدر نے مرہٹوں کو پینو کونڈا میں جالیا اور ان کو شکست دی۔ مرار راؤ کے کئی اہم افسر گرفتار کرلیے گئے۔ اُن میں کھانڈے راؤ گھورپاڈے بھی تھا۔ حیدر نے پینوگونڈا کے ساتھ ساتھ مدک سرا پر بھی قبضہ کرلیا[3]۔ "حیدر نے مرار راؤ کے علاقے کے اس حصے کو فتح کرلیا جو اس کے نئے مقبوضہ سرا کے لیے بہت مفید تھا اور جس کی سالانہ آمدنی تین لاکھ پگوڈا تھی۔"[4] چک بالاپور کا پالیگار جب نندی ورگ میں بھوکوں مرنے لگا تو اُس نے اطاعت قبول کرلی۔ پالیگار کے ساتھ حیدر کا رویّہ اتنا سخت تھا جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ پالیگار نے نہ صرف اس کی شدید مزاحمت کی تھی بلکہ ایک بار تو اس نے حیدر کو اپنی چال کا شکار بنا لیا تھا چنانچہ حیدر نے اس کو ایک طرح سے اپنے ذاتی انتقام کے لیے چن لیا اور اس کو ایک قابلِ عبرت سزا دی۔ اُس نے اس کو قیدی بنا کر بنگلور بھیج دیا اور اُس کے دو بیٹوں کو جبراً مسلمان بنا لیا[5]۔

---

(۱) نشان حیدری اوردمے مخطوطہ جلد ۲۔

(۲) نشان حیدری مخطوطہ F ص ۲۷، و ۲۷ الف

(۳) ایس پی ڈی جلد ۲۷ خط نمبر ۲۰، اوردمے مخطوطہ جلد ۲۔

(۴) اوردمے مخطوط، جلد ۲۔

(۵) نشان حیدری

Marfat.com

رائے ورگ کے پالیگار نے بہ رضا و رغبت اس کی اطاعت قبول کرلی چنانچہ اس کے عوض وہ ہمیشہ حیدر کا منظور نظر رہا۔ اپنی خوشی اور رضامندی سے اطاعت و فرمانبرداری قبول کرنے والوں کے ساتھ حیدر کے فیاضانہ سلوک کا اثر ہوئے بغیر نہیں رہا۔ ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ مالابار کی مہم کے وقت رائے ورگ کے پالیگار کے ساتھ حیدر کے حسن سلوک نے زمورن کو حیدر کی اطاعت کی ترغیب دی تھی۔ ہرپن ہالی کے مطالبہ کرنے پر سردار نے بھی بخوشی اطاعت قبول کرلی۔ چتل ورگ کے پالیگار نے اتنی مستعدی نہیں دکھائی اور تھوڑی سی حیل حجت کی چنانچہ حیدر کی سوار فوج نے اس کے علاقے کو تاراج کردیا۔ مجبوراً اس کو مقررہ خراج کے سوا تین لاکھ روپے کا جرمانہ ادا کرنے کا اقرار کرنا پڑا۔ کرمانی کا بیان ہے کہ " چتل ورگ کے پالیگار نے بغاوت کی نقاب اُتار کر سرِ تسلیم خم کردیا اور اطاعت گزاروں کے زمرے میں داخل ہوگیا۔ اس نے بطور پیشکش دو لاکھ اور بطور نذر ایک لاکھ روپے ادا کیے "۔

اس کے بعد حیدر کو اپنی ترقی کا سنہری موقع نصیب ہوا۔ چتل ورگ کے پالیگار نے اس سے ایک ایسے نوجوان کو متعارف کرایا جس نے بتایا کہ وہ بدنور کے سردار باسویا نائک جس کا انتقال ۱۷۵۴ء میں ہوگیا تھا، کا متبنّیٰ چین بسویا ہے وہ اس وقت محض نو سال کا تھا۔ چنانچہ مرحوم حکمران کی بیوہ کی اتالیقی میں دے دیا گیا تھا لیکن اس کے بہی خواہوں کو رانی کے قبضے سے اس لیے نکالنا پڑا کہ وہ اس کی جان کی دشمن ہوگئی تھی اور اس کی جگہ اپنے بھائی کو حکمراں بنانا چاہتی تھی[1] حفاظت کی خاطر اس کو چتل ورگ بھیج دیا گیا تھا۔ حیدر سے یہ درخواست کی گئی کہ وہ اس کے معاملے

---

(۱) اورمے مخطوطہ، جلد ۲، پیکسوٹو کہتا ہے کہ " چین بسویا کو قتل کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ قاتلوں کو کم عمر شہزادے پر رحم آگیا اور انھوں نے اس کو جنگل میں چھوڑ دیا اور وہ چتل ورگ چلا آیا "۔

ولکس کا بیان یہ ہے کہ " رانی کے نمبیا نامی ایک شخص سے شرمناک تعلقات قائم ہوگئے تھے اور اس کی بنا پر وہ خاصی بدنام ہوگئی تھی۔ نوجوان شہزادے نے اس پر رانی سے اپنی ناگواری کا اظہار کیا۔ عاشق و معشوق نے ایک حجام کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ مالش کرتے وقت شہزادے کی گردن توڑ دے اور اس کو ختم کردے اور اس کی جگہ پر انھوں نے ایک شیرخوار متبنّیٰ کو منتخب کرلیا۔ چین بسویا نے بعد میں بتایا کہ اس کے نجات دہندہ نے پانچ سال تک اس کو اپنے گھر میں چھپائے رکھا "۔

میرے بیان کی بنیاد اورمے مخطوطہ جلد ۲، ہے۔ ولکس کی کہانی میں بازاری گپ کی رنگ آمیزی ملتی ہے۔ اگرچہ ایک میکنزی مخطوطہ (مقامی دستاویزات جلد ۴۲) سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

Marfat.com

کو اپنے ہاتھ میں لے لے اور وہ فوراً تیار ہوگیا۔ یہ شرط قرار پائی گئی کہ حیدر اپنی خدمات کے عوض میں ۲۰ لاکھ روپے پائے گا۔ اس وقت حیدر نے اپنے ارادوں کو بڑی دانشمندی سے پردۂ راز میں رکھا تھا۔ ہر مرحلے پر حیدر نے چین بسویا کے نام سے ہی فرامین جاری کیے۔ لوگ انتہائی مسرت سے اس کے استقبال کو آئے۔ یہ کم و بیش ایک فاتحانہ جلوس بن گیا تھا۔ سنتاپڈنور، شموگہ، کمسی اور اننت پور کی راہ سے فوج نے کوچ کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کمسی میں حیدر نے آنجہانی راجہ کے وزیر اعظم لنگانا کو مقید پایا اور اس کو آزاد کر دیا۔ اس نے حیدر کو ایک ایسے راستے سے لے جانے کی پیشکش کی جس میں قلعے کی بیرونی دفاعی فصیل سے بچا جا سکتا تھا۔ ہر پڑاؤ پر حیدر کو توڑنے کے لیے رانی کی پیشکش بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ ان نے اٹھارہ لاکھ پگوڈا دینے کا وعدہ کیا۔ جیسے ہی فوجیں بڈنور پہنچیں رانی اپنے بھائی کے ساتھ بلال رائے ورگ کی طرف فرار ہوگئی جو جنوب میں ستر میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ دفاعی اقدامات بہرکیف خاصے مستحکم تھے۔ غالباً لنگانا کی ہدایت کے مطابق کچھ دستوں کو ان کی مدافعت کے لیے چھوڑا اور بیشتر فوجوں کو قلعے کے عقب میں اس دریا کے گھاٹ پر بھیج دیا جو شہر سے ہو کر گذرتا تھا۔ اس جانب بڈنور کی کافی فوجیں نہیں تھیں جو ان کی کارگر مدافعت کر سکتیں چنانچہ ہر شخص بھاگ نکلا۔ کہا جاتا ہے کہ رانی کے حکم کے مطابق محل میں آگ لگا دی گئی مگر حیدر اسے بجھانے میں کامیاب ہوگیا۔ حیدر کی آمد پر بڈنور کے بہت سے سپاہی گھاٹ کے نشیبی علاقوں کی طرف بھاگ نکلے۔ کہا جاتا ہے کہ حیدر نے بڈنور میں بے پناہ مالِ غنیمت پایا۔ حیدر نے بڈنور میں حفاظتی دستے متعین کیے مگر تمام اہم اور مضبوط مقامات پر میسور کے فوجیوں کو تعینات کیا۔ اب تک چین بسویا کے ساتھ تمام شاہی لوازمات اور تکلفات برتے گئے تھے اور بلاشبہ اس کی موجودگی نے رانی کے حامیوں کی مدافعت کو کمزور کر دیا تھا۔ چتل ورگ کا پالیگار جو حیدر کے ساتھ آیا تھا چین بسویا کا بڑا سرگرم حامی تھا۔ پیکسوٹو لکھتا ہے کہ "قرب وجوار کے لوگ اور تاجر اس کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوتے تھے جیسے کہ وہ اپنے بادشاہ کے پاس آئے ہوں لیکن نواب کا ان چیزوں سے دستکش ہونے کا کوئی ارادہ نہیں تھا جو وہ اپنے لیے چاہتا تھا کیونکہ اُس کا خیال تھا کہ اگر اتفاق سے قسمت نے اس کا ساتھ نہ دیا تو اس کے لیے یہی جگہ سب سے زیادہ محفوظ پناہ گاہ ہوگی"[1]۔ حیدر نے یکے بعد دیگرے باسورج ورگ، ہناور اور منگلور پر قبضہ کر لیا۔ اُس

---

(۱) پیکسوٹو کتاب دوم

Marfat.com

نے بلال رائے ورگ پر بھی قبضہ کر لیا جہاں رانی نے پناہ لی تھی۔ بلال رائے ورگ کی فتح حیدر کی جنگی مہارت کا بہترین مظاہرہ تھا۔ حیدر نے قلعے کی محافظ فوج کو پیغامات بھیجے کہ ان کا آقا وہاں پہنچ گیا ہے۔ وہ اس کے خلاف آخر کیوں بغاوت پر آمادہ ہیں؟ چنانچہ محافظ فوج نے اس بنا پر رانی اور اس کے بھائی کو چھوڑ دیا۔[1] پیکسوٹو کو اس بات پر بڑی حیرت تھی کہ اتنی آسانی سے حیدر نے بڈنور کیسے فتح کر لیا۔ وہ کہتا ہے کہ "اگر قلعہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا جو اس کی حفاظت کرنا جانتے ہوتے تو ایسی ایسی چار فوجیں بھی اس کو نہیں لے سکتی تھیں۔"[2]

جب بڈنور کی فتح مکمل ہو گئی تب حیدر نے سوچا کہ اب وہ بڑی آسانی سے چین لبسویا کے وعدوں کو رد کر کے اس کو فریبی ثابت کر سکتا ہے اور اپنا اقتدار منوا سکتا ہے۔ تمام اہم مقامات اس کے اپنے آدمیوں کے ہاتھوں میں تھے۔ چین لبسویا کے حق میں عوامی جذبات کچھ بھی ہوتے وہ بہ آسانی کچلے جا سکتے تھے۔ اس سلسلے میں میچاند (MICHAND) ایک ایسی کہانی بیان کرتا ہے جو مختصر طور پر پارکنسن نے بھی بیان کی ہے: یہ نوجوان جس کی عمر صرف سولہ سال کی تھی اور جو اپنی جوانی میں حسن و عشق کے فریب کا مارا تھا۔ اس کو بچپن میں جس وادی میں چھپا دیا گیا تھا وہیں وہ ایک عورت کے عشق میں گرفتار ہو گیا تھا۔ یہ جذبۂ عشق اس کی تنہائی سے لے کر دربار کے جاہ و جلال اور شور و شغب تک اس کے ساتھ رہا تھا اور وہ عورت جو اس کے اس جذبۂ بے اختیار کا مرکز تھی اُس کے ساتھ بڈنور آگئی تھی۔ حیدر نے جب اس عورت کو دیکھا تو وہ اُس شہزادے کا رقیب بن گیا جس کو اس نے اس کی سلطنت دلوائی تھی۔ وہ اس عورت کو اپنی فتوحات کی قیمت کے طور پر لینا چاہتا تھا۔ نوجوان راجہ نے جو اس وقت عمر کی اس منزل میں تھا جہاں عورت کے دل کو تاج پر ترجیح دی جاتی ہے انکار کر دینے کی جسارت کر کے پھر اپنے تاج کو کھو دینے کا خطرہ مول لے لیا۔ حیدر برافروختہ ہو گیا اور اس نے زبردستی راجہ کی نوجوان محبوبہ کو چھین لیا۔ اِس پہلی بے انصافی کے بعد دوسری بے انصافی ہوئی۔ حیدر اپنی سلطنت کا بلا شرکت غیرے مالک بنے رہنا چاہتا تھا۔ راجہ کو زبردستی اس کے محل سے مدّاگیری بھیج دیا گیا۔[3] اس میں کوئی شک نہیں کہ حیدر بے حد جذباتی تھا۔ غالباً چین لبسویا

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۲، ۷ (۲) پیکسوٹو کتاب دوم

(۳) میخاد، باب دوم ص ۴۱ - ۴۲ ——— پارکنسن کا بیان یہ ہے کہ "وہ ایک خوبصورت عورت سے بے پناہ پیار کرتا تھا۔ حیدر نے اس کو لانے کے لیے چند آدمی بھیجے اور یہ بات راجہ تک پہنچ گئی تو ان کو بہت ذلت سے نکال دیا گیا۔ حیدر نے ایک مہم پر جانے کا بہانہ کر کے راجہ کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔"

Marfat.com

کے ساتھ رقابت کا واقعہ صحیح ہے لیکن یہ یقین کرنا بھی مشکل ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو حیدر بدنور کے بے دست و پا شہزادے کے حوالے کر کے خود مال غنیمت لے کر قانع ہو رہتا۔ کنارا کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ "سونے کی زمین" تھی جیسا کہ پرتگالیوں نے ایک بار اپنی اس غلّے کی کوٹھی کو کہا تھا۔ ایک بار اسے دیکھنے کے بعد حیدر اس کو چھوڑنے والا نہ تھا۔ دوسرے تمام سیاستدانوں کی طرح حیدر سخاوت جیسی صفت سے محروم تھا۔ چین بسویا' ریاست کی مالک بیوہ رانی اور اس کے بھائی اور دوسرے حریف کم عمر بادشاہ کو مدا گیری بھیج دیا گیا اور مال غنیمت کے نشے میں سرشار حیدر نے اس طرح سے اپنے اقتدار کا اعلان کیا جیسے اس نے اپنی سلطنت کے کسی حصے میں نہیں کیا تھا۔ دوسری تمام جگہوں پر اس نے میسور کے بادشاہ کے نام سے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تھی مگر بدنور کو اس نے اپنی سلطنت گردانا تھا۔ بدنور کا نام حیدر نگر رکھا گیا اور وہ اس کی راجدھانی قرار پایا۔ یہاں اس نے پہلی بار سکّے کے اجراء کے اپنے حق کو استعمال کیا اور اپنا سب سے پہلا سکّہ "بہادری پگوڈا" کے نام سے جاری کیا۔ اس نے انتہائی احتیاط سے کام لیتے ہوئے اپنے دستخط کے ابتدائی حروف ہی ظاہر کیے تھے۔ اس نے اپنے سکّوں پر ہندو دیوی دیوتاؤں کی تصویریں بھی نقش کرائی تھیں جو ایک مسلمان کی جانب سے یقیناً رواداری کا ایک بہترین مظاہرہ تھا۔[1] لیکن چین بسویا کا اخراج اور جن حالات میں وہ عمل میں آیا لوگوں کو یقیناً ناگوار ہوا ہوگا اور انھوں نے محسوس کیا ہوگا کہ ان کے ساتھ فریب کیا گیا ہے۔ کئی سازشیں کی گئیں جن کی پاداش میں حیدر نے تقریباً ایک ہزار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔[2] چنانچہ اس کے بعد بدنور سب سے زیادہ پُرامن مقبوضہ ثابت ہوا لیکن چونکہ اس پر مرہٹہ حملوں کا خطرہ بڑھ گیا تھا اور ۱۷۶۴ء میں مادھو راؤ کے پہلے حملے سے اس کی کمزوری ظاہر ہو چکی تھی اِس لیے حیدر نے حیدر نگر کو اپنا صدر مقام نہیں بنایا اور بدنور کی ریاست اُس کی وسیع سلطنت کا ایک دُور دراز سرحدی مگر اہم حصّہ بن کر رہا۔ اس صوبے کا گورنر وینکٹ اپیّہ کو بنایا گیا تھا اور حیدر نگر ٹکسال کی حیثیت سے برقرار رہا۔ یہ صوبہ مشرق میں چتل درگ کی حدود میں بیس میل

---

(۱) سکّے کا پہلا سید ھا رُخ : دائے دار حصّے میں حیدر کے دستخط کے ابتدائی حرُوف
سکّے کی پُشت : پاروتی کے بائیں زانو پر بیٹھی ہوئی سیتا، دیوتا کے دائیں ہاتھوں میں سے ایک میں ایک ترشول اور بائیں ہاتھوں میں سے ایک میں ایک ہرن دکھایا گیا ہے۔

(۲) اورمے مخطوط جلد ۲،

کی مسافت تک ہو لال کرے تک اور ساحل سمندر پر سیاہ دری کے نشیب میں میرجان سے منگلور تک پھیلا ہوا تھا۔ اگلے سال سندا کی فتح کے بعد اس صوبے کی حدود گوا کے جنوب میں واقع ایک چھوٹی سی فصیل دار راس تک وسیع ہو گئی تھیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حیدر بدنور کی نعمت غیر مترقبہ کو اپنے مستقبل کی عظمت و توقیر کا سنگِ بنیاد گردانتا تھا۔ ولکس کے اندازے کے مطابق صرف بدنور کے مال غنیمت کی شکل میں حیدر کو ایک کروڑ بیس لاکھ پونڈ ہاتھ لگے تھے۔ اپنی ۱۷۴۵ء کی ہدایات میں الورنا کے مارکوئیس نے بدنور میں جمع شدہ بے پناہ دولت کا حوالہ دیا ہے۔ اس نے لکھا ہے: "چاول کی تجارت جس پر تمام مالابار اور مسقط کے کچھ حصوں کا دارومدار ہے اس علاقے کی دولت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ بادشاہ اس کو سمیٹ کر رکھتا ہے اور اپنے ہمعصروں میں وہ سب سے زیادہ دولتمند ہے۔ یہ دولت سوائے ذخیرہ اندوزی اور کسی کام نہیں آتی ہے۔" (۱) ڈی لاتور (DE LA TOAR) کی پرواز فکر بڑی اونچی ہے لیکن اس کے مبالغہ آرائی کے رجحان کی رعایت کرنے کے بعد بھی اس کے بیان سے ہم بآسانی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ بدنور کی لوٹ مار سے ہمعصروں کے ذہنوں پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہوں گے۔ حیدر کے ساتھ مہم میں شریک ہونے والے فرانسیسیوں کا بیان ہے کہ حیدر نے اپنے سامنے موتی جواہرات اور قیمتی پتھروں کو غلے کے باٹوں سے تولنے کا حکم دیا تھا۔ جب سونے کے زیورات اور ڈھلے ہوئے ڈلوں کے ڈھیر لگائے گئے تو وہ گھوڑے پر سوار شخص کی اونچائی سے بھی اوپر نکل گئے تھے۔ (۲)

دسمبر ۱۷۹۶ء میں فیض اللہ کو سندا بھیجا گیا۔ وہاں کا بادشاہ سوائے اماّدی سداسیو ایک کمزور اور امن پسند حکمران تھا۔ روایت ہے کہ اس نے اپنے باپ سے سلطنت کے ساتھ ساتھ بزدلی اور بہت سے عیب بھی ورثہ میں پائے تھے۔ وہ اتنا کاہل اور سست تھا کہ کوئی کارگر مزاحمت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ سندا کے زیریں علاقے میں واقع سیوسوار کی جانب بھاگ نکلا جو ساحل سمندر پر کاروار سے آٹھ میل شمال میں تھا۔ اس نے پناہ اور ایک مقررہ وظیفہ کے عوض اپنا گھاٹ کا زیریں علاقہ پرتگالیوں کے حوالے کر دیا۔ پرتگالیوں نے پونڈا، اکن کونا اور راس راس پر قبضہ جمالیا۔

---

(۱) ایس این سین، تاریخ ہند کے مطالعات (اورنا کے مارکوئیس کی ہدایات)

(۲) ڈی لاتور ص ۵۸

(۳) پرتگالی مخطوطہ نمبر ۲ اور LXXXI

Marfat.com

فتوحات

فیض اللہ نے سیو سوار، سدا سیو گاڈ اور انکولا پر قبضہ کرلیا۔ اس علاقے کے سوا جو پرتگالیوں کے قبضے میں تھا۔ سندا کے تمام علاقے اب حیدر کے مقبوضات کا ایک حصہ بن گئے تھے۔ فریر کے بیان کے مطابق ۱۷۶۶ء میں یہ تخمینہ لگایا گیا تھا کہ سندا راجہ کے سیاہ مرچ کے علاقوں کا سالانہ محصول تیس[۳] لاکھ پگوڈا تک پہنچتا تھا۔

Marfat.com

باب ۶
مرہٹوں سے تعلقات
۱۷۶۴ء سے ۱۷۶۹ء

پانی پت کی تیسری جنگ مرہٹہ زوال کا نقطۂ آغاز تصور کیا جاتا ہے مگر ہم اس جنگ کے اثرات کو شمالی ہند کی سیاسیات کے ہی سلسلے میں دیکھنے کے زیادہ عادی رہے ہیں تاہم یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ اس جنگ کی بازگشت دُور دُور تک سُنی گئی تھی اور جنوب میں مرہٹوں کے معاملات پر اس کا کافی اثر پڑا تھا اور مرہٹوں کے مفاد کو خاصا دھکا لگا تھا۔

پانی پت کے المیہ نے تنگ بھدرا کے جنوب میں واقع علاقوں پر سے مرہٹہ دباؤ کو کم کر دیا تھا اور حیدر کو مکمل آزادی مل گئی تھی کہ وہ اپنے توسیعی منصوبے کو آگے بڑھاتا رہے۔ ۱۷۶۴ء میں ایک بار پھر مرہٹوں نے اس جانب پیش قدمی شروع کی مگر اس اثنا میں حیدر نے نہ صرف ریاست میسور میں اپنی طاقت مضبوط کر لی تھی بلکہ بدنور، کرنول اور کرپا کو اپنے زیر اثر لانے کی بھی بھرپور کوشش کی تاکہ وہ اس طرح ایک دفاعی فصیل قائم کر لے۔ اس نے تنگ بھدرا کی سرحد پر قناعت نہیں کی بلکہ دریا کے شمال مغرب میں مزید پیش قدمی کی۔ مرہٹوں کے موجودہ عارضی بحران سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اُس نے دھاروار اور بنکاپور پر بھی قبضہ کر لیا۔ حکمت عملی میں بھی وہ پوری طرح کامیاب رہا تھا کیونکہ نظام کو اس نے اپنا طرف دار بنا لیا تھا۔(۱)

مرہٹوں کی خوش قسمتی سے تنگ بھدرا کی دوسری جانب ایک مرہٹہ سردار یعنی گوٹی کا مرار راؤ حیدر کی راہ کا سب سے بڑا کانٹا ثابت ہوا اور اس نے حیدر کے خلاف اس کے برابر نہ ہونے کے

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۲۰، خط نمبر ۲۳۰

باوجود لڑائی جاری رکھی۔ عملی لحاظ سے وہ تن تنہا لڑ رہا تھا۔ ساٹھے کی تصنیف باکھر کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مادھو راؤ نے اپنی پہلی مہم کے دوران مرار راؤ کی خدمات کا اعتراف کیا تھا اور اس کی درخواست پر اس نے مرار راؤ کو "سیناپتی" کے خطاب سے نوازا تھا۔(۱)

سوانور کے حکمران پر جو کہ ایک ماتحت مرہٹہ حلیف تھا حال ہی میں حیدر نے غلبہ حاصل کیا تھا۔ پہلا موقع پاتے ہی اس نے دریائے کرشنا عبور کیا اور وہ پیشوا سے جا ملا۔ مورخہ ۱۷ اپریل ۱۷۶۴ء کو لکھے گئے مرہٹہ خط سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ "غاری فوجیں پڑاؤ کرتی ہوئی یہاں پہنچیں۔ سوانکور بچا لیا گیا تھا ورنہ میر فیض اللہ اپنی دس ہزار افواج کے ساتھ ہنگل کی طرف کوچ کر چکا ہوتا۔ وہ سوانکور کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن پیشوا بالعجلت تمام پہنچ گیا۔"(۲)

مادھو راؤ تمام پیشواؤں میں سب سے عظیم پیشوا تھا۔ اس کو حیدر کا سب سے بڑا دشمن گردانا جانا چاہیئے جس سے حیدر کو میدانِ جنگ میں مقابلہ کرنا پڑا۔ بلاشبہ حیدر کو اسمتھ اور سر آئر کوٹ کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانی پڑی تھی مگر ان تمام شکستوں کے اثرات ایک تنگ حلقے تک محدود رہے تھے مگر مادھو راؤ نے اس کو میدانِ جنگ میں شکستیں دی تھیں اور ہر حملہ میں بیش قیمت علاقوں کو واپس لے لیا تھا۔ انگریزوں کے ساتھ جنگوں میں ہمیشہ حیدر کا پلہ بھاری رہا تھا مگر مادھو راؤ کے ساتھ اس کی نبرد آزمائیوں میں ہمیشہ مادھو راؤ کا پلہ بھاری رہا۔ مادھو راؤ کے خلاف حیدر کی جنگی کارروائیوں کا نتیجہ تباہی کی شکل میں نکلا اور اس کی دفاعی قوّت بھی بہت مضمحل ہو گئی۔ پیکسوٹو لکھتا ہے کہ مرہٹوں کی قیادت بہت عمدہ اور ان کا استقلال بہت عظیم تھا۔ اگرچہ شدید شکستوں کے سبب مرہٹوں کا فوجی نظام کمزور ہو چکا تھا تاہم یہ نوجوان پیشوا بہادر، عزم کا پکا، باوقار صاحب اور مستعد تھا اور دشمن کی قوّت ارادی کو مفلوج کر کے ان کو شدید شکستیں دینے کی صلاحیت رکھتا تھا جہاں وہ بنفس نفیس موجود ہوتا کامیابی مرہٹوں کے قدم چومتی تھی۔ وہ اگرچہ ہمیشہ جارحانہ حملے کرتا تھا تاہم اس کے اقدامات مصلحت اندیشی اور بہتر طریقۂ کار سے خالی نہیں ہوتے تھے۔ مرہٹوں کی "دھوکہ دینے، اچانک حملہ کرنے اور پھر مغلوب کرنے کی" تدبیر مادھو راؤ کی قیادت میں سب سے بہتر طریقہ پر بروئے کار لائی جا رہی تھی۔ حیدر مرہٹوں کے امڈتے ہوئے سیلاب کا

---

(۱) راج واڈے جلد ۱۴

(۲) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۴۰۔ کرمانی کے بیان کے مطابق سوانور کے حاکم نے بڈنور کی رانی کی مدد کی تھی

Marfat.com

مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ اس کے انتہائی خطرناک دشمن کی قبل از وقت موت کی وجہ سے حیدر مکمل تباہی سے بچ گیا اور کرناٹک میں مرہٹوں کی طاقت کمزور ہو گئی۔

مادھوراؤ سوانور پہنچا تو پٹھان سردار نے تقریباً دو ہزار سواروں اور ایک ہزار پیادوں کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا۔ اس کے بعد اس نے سوانور سے تنگ بھدرا کے کناروں کی طرف کوچ کیا۔ اسی دوران حیدر ۲۵ ہزار افواج کے ساتھ جو سوار، پیادوں اور توپ خانے پر مشتمل تھیں ہری ہر پہنچ گیا۔ سوانور سے ۲۶ میل جنوب اور دھاروار سے ۷۰ میل دور جنوب مشرق میں واقع راٹ ہالی کے مقام پر ایک مقابلہ ہوا۔ ایک صبح گوپال راؤ اور وٹھل شیودیو اپنے لشکر گاہ سے نکل کر آگے بڑھے [1] حیدر نے یہ دیکھ کر کہ ان کی فوج تعداد کے لحاظ سے بہت کم ہے ان کے خلاف کوچ کیا اور پانچ میل آگے اور بڑھ آیا۔ اُسے امید تھی کہ وہ ان کو مغلوب کرے گا۔ اس کے سامنے سے پیچھے ہٹنے والی مرہٹہ فوج کی تعداد چار ہزار سے زیادہ نہیں تھی۔ حیدر آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ ان پر تیراندازی کی اور جب وہ بھاگے تو ان کا تعاقب کیا۔ وہ پیچھے ہٹتے گئے اور وہ ان کا تعاقب کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اچانک اُس کے سامنے ۵۰ ہزار مرہٹہ فوج آن کھڑی ہوئی۔ حیدر نے فیض اللہ کو فوری حکم بھیجا کہ وہ بھاری توپ خانے کے ساتھ فوراً پیش قدمی کرے۔ وہ ایک معاون ندی کے کنارے خیمہ زن ہوا جو اس وقت خشک تھی۔ مرہٹہ توپوں کی جنگ ساڑھے چار گھنٹے تک جاری رہی حیدر کے پاس چالیس توپیں تھیں مگر ان میں سے بیشتر تین چار پونڈ کے گولے ہی پھینک سکتی تھیں۔ مرہٹوں نے عملاً میسور کے لشکر گاہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ فیض اللہ صرف تین ہزار سپاہیوں کے ساتھ ان کی صف کو توڑ کر حیدر سے جا ملنے میں کامیاب ہو گیا۔ اگرچہ اس کا شدید نقصان ہوا مگر غروب آفتاب سے کچھ پہلے وہ گھیرے سے اس وقت بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ جب مرہٹوں نے گولہ باری بند کر دی تھی تو میسور فوج میں مرنے والوں کی تعداد ایک ہزار سے اوپر اور زخمیوں کی تعداد ایک ہزار تک تھی۔ اس معرکہ کی تاریخ پیکسوٹو کے بیان کے مطابق ۳ مئی ۱۷۶۴ء تھی [2]

حیدر نے اپنے پڑاؤ کے ارد گرد توپیں نصب کر دیں اور مرہٹوں کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے ان سے دو معرکے لڑے مگر طرفین میں سے کسی کو کوئی غلبہ حاصل نہ ہوا۔ مادھوراؤ نے میسوری لشکرگاہ

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۲۷ خط نمبر ۳۲ (سدھا بیساکھ کا دوسرا دن تھا)

(۲) پیکسوٹو جلد ۲

Marfat.com

کو تباہ کرنے کی ایک کوشش کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے حیدر کو لکھا کہ "اس نے اس کا نام پونا میں سُنا ہے جہاں اس کے بہت سے بہادرانہ کارناموں کا تذکرہ کیا گیا اور اس کی تلاش میں اور اس سے لڑنے آیا تھا کیونکہ اس کے باپ نے تمام اچھے سپاہیوں سے دوستی کرنے کا مشورہ دیا تھا اور یہی اس کی اپنی تمنا ہے لیکن چونکہ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب صحیح بھی ہے وہ خود اس کی آزمائش کرنے کو آیا تھا اور اب اسے توقع ہے کہ نواب اپنی خندقوں کو چھوڑ کر اپنے پڑاؤ میں آجائے گا جہاں وہ اسے تیار پائے گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ حیدر ایک سپاہی نہیں ہے اور جو کچھ اس کے بارے میں کہا گیا تھا وہ قصّہ کہانی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ دوسرے دن وہ اس کے پڑاؤ اور توپ خانے کا معائنہ کرے گا اور اپنی اس خوشی کا اظہار کرے گا جس کو لے کر وہ اس سے ملنے اور نبرد آزمائی کے لیے پونا سے روانہ ہوا تھا۔"(۱) حیدر اس پر بہت ہنسا مگر جب مرہٹہ لشکر گاہ سے اس کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ مادھوراؤ سنجیدہ تھا اور اس نے تمام مرہٹہ سرداروں کو قسم کی توثیق کے لیے پان کھانے کا حکم دیا تھا تو آدھی رات کے بعد وہ اناوڈی کے خندق سے محصور قلعے کی طرف روانہ ہوا اور اس دن صبح سات بجے وہاں پہنچ گیا چونکہ قلعے کے اردگرد کئی پہاڑیاں تھیں اور حیدر نے سڑکوں کی نگرانی کے لیے اپنے آدمیوں کو تعینات کر دیا تھا اِس لیے مرہٹے اس تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اب حیدر یہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ وقت کی کمی کے سبب مرہٹے اسے زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے کیونکہ موسم برسات شروع ہونے والا تھا۔ موسم برسات کے آنے کے خیال سے مادھوراؤ نے اپنے لشکر کو سوانور اور دوسرے قلعوں میں گوپال راؤ اور سیاجی پنت کی نگرانی میں تقسیم کر دیا۔ حیدر نے اپنی پیادہ فوج کے لیے کئی بیرکیں بنوائیں۔ وہ اِتنی بڑی تھیں کہ ان میں سپاہی جمع ہو سکتے تھے اور اگر ضرورت پڑے تو باہر نکلے بغیر اور اپنے ہتھیاروں کو بھیگنے دیے بغیر گولیاں بھی برسا سکتے تھے۔ اس نے دوسری اور احتیاطی تدبیریں بھی اختیار کی تھیں۔(۲)

جون کے اختتام کے قریب بلکہ مہم جوئی کے موسم کے آغاز کے فوراً بعد حیدر اناوڈی سے روانہ ہوا اور بنکاپور میں خیمہ زن ہوا۔ اس نے گوپال راؤ کی الگ تھلگ فوج پر حملہ کرنے اور سوانور کو دھمکی دینے اور خوفزدہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ پیکسوٹو کا بیان ہے کہ اس مہم کے دوران حیدر نے

---

(۱) پیلسوٹو II پیراگراف ۱۰۰

(۲) 〃 〃 ۱۰۱

اپنے کچھ سواروں کو بھیجا کہ وہ مرہٹوں کے سامنے ظاہر ہوں اور پھر سامنے سے ہٹ کر کمین گاہوں میں چھپ جائیں مگر اس طرح مرہٹوں پر چڑھائی کرنے اور انھیں کی چال انھیں کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش مکمل طور پر ناکام رہی۔ پیکسوٹو بیان کرتا ہے کہ "ہم وہاں صبح سات بجے سے لے کر سہ پہر کے تین بجے تک رہے مگر مرہٹوں کو کسی طرح ورغلایا نہیں جا سکا"۔(۱) حیدر پھر اناوٹی واپس چلا گیا اور تب پیشوا پہلے مدھول اور پھر دھاروار کا محاصرہ کرنے کے لیے آزاد تھا۔ دھاروار میں حیدر کی ایک محافظ فوج فیض اللہ کے بھائی کی زیر قیادت موجود تھی۔ خود فیض اللہ بھی نو ہزار سپاہیوں اور سات توپوں کے ساتھ اس قلعے کے پندرہ کوس کے فاصلے پر پہنچ چکا تھا۔ قلعے اور اس کی فوج کے درمیان گوپال راؤ اور راستے کی قیادت میں مرہٹہ فوج موجود تھی۔ آخر کار اس نے یہ مناسب سمجھا کہ پیچھے ہٹ جائے اور نومبر کی ابتدا میں قلعے پر قبضہ ہو گیا۔(۲)

اب مادھوراؤ نے اناوٹی پر حملہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی اور ۱۶ نومبر ۱۷۶۴ء کو (۲۹ نومبر بمطابق مرہٹی اخبارات) اس کے قریب خیمہ زن ہوا۔ حیدر نے ہر سردار کو لشکر گاہ میں ایک خاص جگہ پر متعین کر دیا اور ہر شخص کو یہ جتا دیا کہ "سخت مصیبت کے وقت بھی کسی مدد کا طالب نہیں ہوگا کسی بھی شخص کو موت کے ڈر سے اور اپنے خاندان اور گھر کی تباہی کے خوف سے اپنی جگہ چھوڑنے کی اجازت نہیں تھی۔ کسی دوسرے کی اعانت اور مدد کرنے کے لیے بھی کسی کو اپنی جگہ نہیں چھوڑنی تھی۔" ان تمام احتیاطی تدابیر میں کوئی بھی تدبیر کافی نہیں تھی کیونکہ مرہٹوں کا عزم مصمم اور استقلال مستحکم تھا۔"

حیدر نے اپنی لشکر گاہ سے دور ایک مضبوط پشتہ تعمیر کرایا تھا جس پر ۲۴ اور ۱۸ پونڈ کے گولے پھینکنے والی آٹھ توپیں نصب تھیں۔ اس کا نگران میر فیض اللہ تھا اور اس کا یہ فرض تھا کہ وہ ان کا دفاع کرے گا۔ اس کے ساتھ پرتگالی کمان دار جوزف مینیز بھی تھا۔ مرہٹہ پڑاؤ چھ میل کے

---

(۱) پیکسوٹو III پیراگراف ۲

اتہاسک لیکھ سمگرہ، II: "حیدر پندرہ ہزار گردیز اور چھ ہزار سواروں کے ساتھ ہنگل آیا۔ پھر اچانک بنکاپور روانہ ہو گیا اور وہاں ساڑھے چار گھنٹے آرام کیا اور فجر صادق کے وقت وہ سوانور اور بنکاپور کے درمیان واقع ایک چشمہ پر پہنچا۔ وہاں وہ چھپ گیا اور کچھ سپاہیوں کو کھڑا رہنے دیا لیکن گوپال راؤ پٹوردھن باہر نہیں نکلا۔"

(۲) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۱۵

Marfat.com

فاصلے پر تھا۔ ہر صبح مرہٹے اپنی لشکر گاہ سے باہر نکلتے، بکھرے ہوئے اور منتشر دستوں کی شکل میں ایک آدھی جھڑپیں کرتے اور پھر حیدر کی فوج کے کسی بازو پر سخت حملے کرتے۔ حیدر چھ سات دن تک تو پیش قدمی کرتا رہا۔ پھر اس نے پیش قدمی بالکل بند کر دی۔ مرہٹے اور قریب سے قریب تر آتے گئے۔ یہاں تک کہ یکم دسمبر کو ایک خوفناک جنگ ہوئی جس میں حیدر کو بھاری شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس دن وہ ایک جنگی چال سے دھوکہ کھا گیا حالانکہ اس جیسے تجربہ کار سپہ سالار کو اس چال کو جان لینا چاہیئے تھا۔ مرہٹے صبح سویرے اپنے ۵۰ سوار توپ خانے کے ساتھ باہر نکلے۔ ان کا توپ خانہ ۴۰ توپوں پر مشتمل تھا۔ جنگل کے سرے پر واقع میسور کی ایک سرحدی چوکی کے قریب ایک پہاڑی پر آٹھ توپیں نصب کر دی گئیں۔ بظاہر مرہٹوں کے لیے یہ خطرناک صورت حال تھی کیونکہ کا دُکا کے سوا مرہٹے شہسوار جنگل میں نہیں داخل ہو سکتے تھے۔ چونکہ ان کی توپوں سے شدید نقصان پہنچ رہا تھا۔ اس لیے حیدر نے یہ حکم جاری کیا کہ ان توپوں پر قبضہ کر لیا جائے اور اسماعیل خاں نے ان پر بڑی آسانی سے قبضہ کر لیا۔ تب حیدر نے حاجی محمد خاں کو یہ حکم دیا کہ وہ اس پہاڑی پر رہے جس پر توپیں نصب تھیں اور مرہٹوں کی یلغار کے خلاف اس کا دفاع کرے کیونکہ مرہٹے نہ صرف کھوئی ہوئی توپوں کی واپسی کے لیے حملہ کریں گے بلکہ اس جگہ کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے جہاں سے وہ نکال دیے گئے تھے۔ لیکن ان فوجی دستوں نے جنھوں نے توپوں پر قبضہ کیا تھا اب مرہٹہ سواروں سے مغلوب ہو چکے تھے اور پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اس پر حیدر نے ان کی مدد کے لیے دو ہزار سپاہیوں کی ایک کمک بھیجی لیکن اسماعیل خاں اور اُس کے بہت سے سپاہی کاٹ کر پھینک دیے گئے۔ "چار میدانی توپیں ہاتھ سے نکل گئی تھیں اور نواب خود بھی دو جگہ زخمی ہو گیا۔ اگرچہ زخم زیادہ خطرناک نہیں تھے۔ اِس خیال سے کہ کوئی اس کو پہچان نہ سکے اور پکڑ نہ سکے اور وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو جائے اس نے اپنے تمام کپڑے اُتار دیے اور بھیس بدل کر وہ اپنے خیمے میں بحفاظت پہنچ گیا۔"(۱) مرہٹوں کا تخمینہ یہ تھا کہ ہزار اور پندرہ سو کے درمیان گردی سپاہی مارے گئے اور چھ توپوں پر قبضہ ہو گیا۔ یہ ایک عظیم فتح تھی۔ یہ معرکہ دوپہر سے دو کرات کے دو بجے تک جاری رہا۔(۲)

---

(۱) پیکسوٹو III پیراگراف ۲۱

(۲) ایس پی ڈی جلد ۲۷ خط نمبر ۵۵

اس لڑائی کے فوراً بعد صلح کی گفت وشنید شروع ہوئی مگر وہ ناکام ثابت ہوئی۔ ۲۶ دسمبر کو حیدر نے دریا کے کنارے پر واقع مرہٹوں کی ایک چوکی پر حملہ کیا۔ وہ ان کو کناروں سے ہٹانے میں کامیاب ہوگیا۔ کچھ دنوں تک دونوں جانب سے ہلکی ہلکی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ ۱۱ر فروری کو مرہٹوں نے اپنے خیمے اکھاڑ دیے اور بڈنور کی طرف کوچ کر دیا۔ حیدر بڈنور کی جانب جتنی سرعت سے جا سکتا تھا روانہ ہوگیا۔ اس کا پہلا پڑاؤ شکارپور میں ہوا جہاں مرہٹوں سے اس نے دو دو ہاتھ کیے۔ وہ مسلسل پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اننت پور پہنچا اور پھر وہاں سے بڈنور پہنچا۔ اس دوران پیشوا ہونالی پر بغیر ایک گولی چلائے قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا اور مگسی پر تین دن کے محاصرے کے بعد قبضہ ہوگیا۔ فیض اللہ خاں نے بہ ہر حال اننت پور میں سخت مزاحمت کی لیکن ۲۷ر فروری ۱۷۶۵ء کو وہ اننت پور سے موران گری چلا گیا جو بڈنور کے دروازے کے باہر تھی اور جہاں پشتے اور خندقیں تعمیر کی گئیں۔(۱)

جنوری ۱۷۶۵ء کے آخر میں رگھوناتھ راؤ مرہٹہ لشکر میں آکر شامل ہوا۔ حیدر اس وقت صلح کرنے کے لیے کوشاں تھا اور اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے جس کا اسے سامنا تھا صلح کی شرائط بڑی نرم تھیں۔ مادھو راؤ نے نانا فرنویس کو لکھا تھا "بڈنور کے علاقے میں دو تین جگہوں پر قبضہ کرنے کے بعد میں نے اننت پور میں مورچے تعمیر کیے۔ اننت پور پر قبضے کے بعد میرا ارادہ مزید پیش قدمی کرنے اور بڈنور کو فتح کرنے کا تھا۔ حیدر نے اپنے وکیل کو بھیجا اور بڑی گرم جوشی سے اپنی گفت وشنید شروع کی۔ رگھوناتھ راؤ کی رائے میں صلح کی بات چیت کو زیادہ طول نہیں دینا چاہیے تھا چنانچہ میں نے ایک صلح کر لی"۔(۲)

صلح کی شرائط یہ تھیں:

۱۔ حیدر بطور خراج ۸ لاکھ روپیہ ادا کرے۔

۲۔ وہ بنکاپور ہری ہر کے تعلقوں کو حوالے کردے اور گوپال راؤ کے بھائی کو رہا کردے۔

۳۔ وہ مرار راؤ اور سوانور کے حکمراں علاقے واپس کردے۔(۳)

---

(۱) پیکسولو III پیراگراف ۴۳

(۲) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۶۳ مورخہ ۳ر مارچ ۱۷۶۵ء

(۳) " " " " نمبر ۶۰، ۶۱، ۶۲ مورخہ ۱۲ر اور ۱۳ر مارچ ۱۷۶۵ء

Marfat.com

مرہٹوں سے تعلقات

کہا جاتا ہے کہ یہ انتہائی نرم شرطیں رگھوناتھ راؤ کی خواہش کی بنا پر پیش کی گئی تھیں تاکہ وہ اپنے نجی اقتدار کے حصول کے لیے حیدر کی مدد حاصل کر سکے۔ جب ہم رگھوناتھ راؤ کے بعد کے کردار کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بیان کچھ غلط نہیں لگتا ہے۔ مادھو راؤ اس وقت اس قابل تھا کہ حیدر سے وہ سرا، چتل ورگ، رائے ورگ اور ہرپن ہالی کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا۔ اگر وہ مزید پیش قدمی کرتا تو غالباً بدنور پر بھی قبضہ کر لیتا۔ اگرچہ اس نے حیدر کے زیر اثر علاقے پر مزید کوئی پابندی نہیں لگائی تاہم وہ اُسے تنگ بھدرا اور کرشنا کے درمیانی علاقے سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ مرار راؤ اور سوانور کے حکمراں کی طاقت اور اقتدار کی بحالی کے بعد مرہٹہ جارحانہ حملے تنگ بھدرا کے جنوب میں کسی وقت بھی پھر سے شروع کیے جا سکتے تھے۔[۲۲]

باب ۷
مرہٹوں سے تعلقات

۱۷۶۶ء سے ۱۷۶۷ء

جیساکہ پچھلے باب میں ہم نے دیکھا مارچ ۱۷۶۵ء میں مادھوراؤ حیدر کے ساتھ صُلح کر
اور اپنی پہلی مہم ختم کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ گفت و شنید کے دوران مادھوراؤ نے اس با
مطالبہ کیا کہ ہری ہر اور باسوپٹنا کو بھی ان علاقوں کی فہرست میں شامل کیا جائے جو حیدر کو حوا
کرنے ہیں۔ تنگ بھدرا کی دوسری جانب واقع ان دو سرحدی چوکیوں کو اپنے قبضے میں لا
خواہش اس بنا پر تھی کہ بدنور پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا اور باسوپٹنا جس کی اہم چوکی تھ
چنانچہ حیدر کو یہ واضح اشارہ مل گیا کہ پیشوا اپنی پہلی فرصت میں اس کے خلاف جارحانہ کارر
کرے گا لیکن حیدر نے رگھوناتھ راؤ کو اپنا ہمنوا بنا لیا اور پیشوا کو اس پر راضی کر لیا گیا کہ وہ بنکا
کے علاقے کو حوالے کرنے، گوٹی اور سوانور کے سرداروں کے مقبوضات کی واپسی اور بطور تاوان
روپے کی ادائیگی پر اکتفا کرے۔(۱) لیکن حیدر کو یہ بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ مرہٹوں کا خطرہ پھر
سر پر منڈلانے لگے گا اور وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کے مرہٹہ حریف کس قدر طاقتور
حیدر مرہٹوں کے خلاف نظام یا انگریزوں سے مدد لے سکتا تھا مگر بقول کھرے
حکمت عملی بیجاپور، گولکنڈہ اور مغلوں کے سلسلے میں شیواجی کی طرح تھی۔(۲) وہ ان سب کے علا
نظر رکھتا تھا۔ اس لیے وہ اسے اپنے مفاد میں نہیں سمجھتا تھا کہ وہ ان میں سے کسی کے سا

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۶۰، ۶۱، ۶۲

(۲) لیکھ سنگرہ جلد سوم مقدمہ (Introduction)

معاہدہ کرے۔ کم از کم وہ انگریزوں سے تو کوئی معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہی نہ تھا۔ مدراس کے گورنر نے ویرلسٹ کو لکھا تھا کہ "یا تو ہم حیدر کو اپنا دوست بنالیں یا اس کو ایک دشمن سمجھ کر تباہ کردیں لیکن اسے دوست بنانے کے سلسلے میں اب تک تمام کوششیں عملاً بیکار ثابت ہوئی ہیں"۔(۱) اس اثنا میں پیشوا نظام کو حیدر کے خلاف ایک جارحانہ پیش قدمی کرنے کے منصوبے میں شامل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ پیشوا کے ساتھ اتحاد کی ترغیب پہلے نظام علی کو جانوجی بھونسلے کے خلاف دی گئی تھی جس کو اس علاقے کے ایک خاصے بڑے حصّے سے دست بردار ہونے پر مجبور کر دیا گیا تھا جو اس نے رکشاس بھون میں اپنی دہری غداری کے سبب حاصل کیا تھا۔ نظام کو اس کے عوض علاقے کا ایک حِصّہ ملا تھا جس کی سالانہ آمدنی ۱۰ لاکھ روپے تھی (اور یہ نظام کو اس لیے دی گئی تھی تاکہ دونوں میں پائدار امن اور پکی دوستی قائم ہو جائے اور یہ اصل میں حیدر کے خلاف مشترکہ حملوں کا پیش خیمہ تھا)۔(۲)

اس دوران حیدر ناراض اور غیر مطمئن مرہٹوں سے یہ ساز باز کر رہا تھا کہ وہ پیشوا کے اپنے علاقے میں اس کے لیے مشکلات پیدا کردیں۔ وہ اس وقت آصف جاہ نظام الملک کے نقش قدم پر چل رہا تھا جس نے اسی قسم کی حکمت عملی باجی راؤ کے خلاف استعمال کی تھی۔ پیشوا کے بہترین جاسوسی نظام کی بدولت اسے یہ اطلاع مل گئی تھی کہ بالوجی نائک حیدر سے خط وکتابت کر رہا تھا اور اس نے اُسے تحائف بھی بھیجے تھے۔ نائک سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنے زیر اختیار قلعوں کو حوالے کردے۔ وہ شولا پور میں محصور ہوگیا لیکن اطاعت قبول کرنے اور اپنے مقبوضات کو سپرد کرنے پر مجبور ہوگیا اور اس کے عوض اسے ایک لاکھ کے نجی وظیفے پر قناعت کرنی پڑی۔(۳) مرہٹوں کی جلدی پیش قدمی کے خطرے کو سر پر منڈلاتے دیکھ کر حیدر نے بلاری، چیتل ورگ، رائے ورگ اور ہرپن ہالی اور دوسرے مقامات کے سرداروں سے جنگی محصول کا مطالبہ کیا۔(۴)

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روداد مورخہ ۱۶ر جنوری ۱۷۶۷ء ص ۸۔

(۲) کھرے، اتہاسک لیکھ سمگرہ جلد سوم خط نمبر ۲ ۶۰۲ مورخہ ۲۰ ستمبر ہم کو یہ بتاتا ہے کہ پیشوا اور نظام کے درمیان یہ سمجھوتہ ہو چکا تھا کہ کوئی بڑی مہم شروع کرنے سے پہلے وہ ایک دوسرے کو اس کی اطلاع کردیا کریں گے۔

(۳) ایس پی ڈی، جلد ۳۷ خط نمبر ۹۹ اور ۱۱۷

(۴) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

Marfat.com

نومبر ۱۷۶۶ء میں حیدر کے خلاف مہم شروع ہونے سے پہلے نظام علی نے انگریزوں سے ایک معاہدہ اتحاد کیا تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے "اپنی فوج کے ایک حصے کا یہ فرض منصبی قرار دیا تھا کہ وہ عزت مآب کی حکومت کے تمام معاملات کی نگرانی و نگہداشت کرے اور جہاں جس سدھار کی ضرورت ہو وہ سدھار کرے۔"(۱) اس معاہدے کے ہوتے ہی برطانوی نمائندے کو اطلاع دی گئی کہ نظام کو حیدر کے خلاف انگریز سپاہ کی مدد درکار ہے اور چونکہ اس کا ایک ماہ کے اندر اندر میدان جنگ میں بروازمائی کرنے کا ارادہ ہے اس لیے اسے یہ امید ہے کہ دسمبر کے خاتمے تک برطانوی افواج اس کی مدد کے لیے پہنچ جائیں گی۔ انگریزوں نے اسے یقین دہانی کرائی تھی کہ ان کے بس میں جو کچھ ہے وہ اس کے لیے کریں گے۔(۲)

اس طرح حیدر کے خلاف انگریزوں کی مدد حاصل کرنے میں نظام کی کیا غرض پوشیدہ تھی جبکہ مرہٹے اس کے پہلے ہی سے حلیف بن چکے تھے؟ ایک دوسرے سلسلے میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ "نظام کسی کے ساتھ اپنے تعلقات نہیں توڑے گا۔ تمام طاقتوں سے گفت و شنید جاری رکھنا نظام کی پرانی حکمت عملی رہی ہے لیکن آخر میں کیا ہوتا ہے یہ قسمت پر منحصر ہوتا ہے۔ چاہے کسی جانب سے گفت و شنید شروع ہو وہ ان کو مکمل طور سے ختم نہیں کرتا ہے۔"(۳) لیکن اس معاملے میں اس کے مقاصد کی اتنی آسان اور سیدھی تشریح نامناسب لگتی ہے۔ گرانٹ ڈف کا بیان ہے کہ انگریزوں کی مدد کے بغیر حیدر کے مقبوضات کی تقسیم کے سلسلے میں مرہٹے اپنی شرائط منوانے کی بالادستی قائم رکھیں گے۔ اب نظام علی کو یہ امید تھی کہ انگریزوں کی مدد کی بدولت وہ اس قابل ہوگا کہ خود اپنی شرائط منوا سکے لیکن بہر صورت مادھوراؤ کو اتنی آسانی سے مات نہیں دی جا سکتی تھی۔

اپنے حلیف کا انتظار کیے بغیر مادھوراؤ نے جنوری ۱۷۶۷ء میں کرشنا عبور کیا۔ حیدر کو پہلی مہم کا یہ تجربہ تھا کہ مرہٹہ سردار کے ساتھ کھلی ہوئی لڑائی لڑنا نامناسب ہوگا۔ اس نے بنگلور، بدنور اور سرا کی قلعہ بندی کی اور خود سرنگاپٹم میں اپنی افواج کے ساتھ جما رہا۔ مرہٹوں کی پیش قدمی کے راستوں پر پانی کے تمام ذخیروں میں زہر ملا دیا گیا اور غلہ یا تو جلا دیا گیا یا زمین میں دبا دیا گیا۔ ولکس لکھتا ہے کہ

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روداد مورخہ ۱۶ر جنوری ۱۷۶۷ء ص ۵۸

(۲) " " "

(۳) ایس پی ڈی جلد ۲۱، خط نمبر ۱۳۵

Marfat.com

"ایک منظم فوج کے خلاف اس کا یہ منصوبہ چاہے جتنا کارگر ہوتا مگر مرہٹوں کی کثیر التعداد فوج کے خلاف یہ محض ایک خیالی چیز ثابت ہوئی کیونکہ ان کی تعداد تقریباً زمین کے ہر حصے کو ڈھانپ لیتی تھی اور سچ مچ مسلمانوں کی شاعرانہ مثال ٹڈی دل کا صحیح مظاہرہ تھا۔ ایسا منصوبہ ایک عظیم فوج کو پریشان تو کر سکتا تھا مگر ان کے بڑھتے قدموں کو نہیں روک سکتا تھا۔" مادھوراؤ فروری میں رائے درگ پہنچا اور نیم ریگستانی علاقے سے گذرتا ہوا سرا جا پہنچا۔(1) مرہٹوں نے ۲۵ میل کا محاذ بنا لیا تھا کیونکہ وہ متوازی صفوں میں آگے بڑھ رہے تھے۔ وہ چارہ گھر کی چھتوں، پتیوں اور جڑوں سے حاصل کر رہے تھے اور خشک ندیوں کی تہوں کو کھود کر اپنے لیے پانی حاصل کر سکتے تھے۔ ایک ماہ کے عرصے میں پیشوا نے گووالی، بلاری، سڈنور، ادونی، کرنول، گنگا گری، چتل درگ، دیودرگ اور رائے درگ سے ہنڈی کی شکل میں ۲۵ لاکھ روپے حاصل کر لیے۔ انتظامیہ کے اخراجات اس کے علاوہ نقد کی شکل میں الگ ادا کیے گئے تھے۔(2)

حیدر کا نسبتی بھائی میر رضا جو کہ سرا میں تھا قلعے سے باہر آیا اور اس ارادے سے میدان میں خیمہ زن ہوا کہ وہ ڈٹ کر لڑائی لڑے گا۔ اس کو شکست ہوئی اور وہ فصیل کے اندر پناہ لینے پر مجبور ہو گیا۔ مرہٹوں نے میر رضا کے دو سو گھوڑے پکڑ لیے۔ اس کے تقریباً تین سو آدمی زخمی ہو گئے اور چالیس پچاس آدمی مارے گئے۔ مرہٹوں نے سات توپوں میں سے جنھیں وہ قلعے سے باہر لایا تھا پانچ توپیں بھی چھین لی تھیں۔ سرا میں رسد کی کافی مقدار تھی اور تقریباً بارہ ہزار چیدہ سپاہیوں سے وہ لیس تھا۔ لیکن جب پیشوا کا توپ خانہ اور آگے بڑھا تو میر رضا نے دور اندیشی کو بہادری پر ترجیح دیتے ہوئے مرہٹوں سے جا ملنے کی پیشکش کی۔ پیشوا کی طرف سے گوپال راؤ پٹوردھن نے ثالث اور ضامن کے فرائض انجام دیے۔ میر رضا کو اس کا آبائی علاقہ گرم کنڈا اس شرط پر دیا گیا کہ وہ مرہٹوں کی فوجی خدمات کے لیے دو ہزار آدمی تیار رکھے۔ یہ فروری ۱۷۶۷ء کے ابتدا میں طے ہوا۔(3) مارچ کی ابتدا میں پیشوا نے مدگیری کے ناقابل تسخیر قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اگرچہ حیدر کو یہ یقین تھا کہ وہ قلعے کا دفاع کر سکے گا مگر حملے کے دوسرے دن فصیل منہدم ہو گئی اور قلعے والے صلح کی گفت و شنید کرنے پر مجبور ہو گئے۔ بدنور کا حکمران اور اس کی رانی قلعے میں قید پائے گئے۔(4) پیشوا نے ان کو آزاد کر دیا اور ان کے ساتھ بڑی عزت سے پیش آیا۔(5)

(۱) ولکس، تاریخ میسور جلد اول ص ۳۰۲ (۲) کھرے، لیکھ سمگرہ جلد دوم مقدمہ

(۳) ایس پی ڈی جلد ۲۹ خط نمبر ۱۴۰، لیکھ سنگرہ خط نمبر ۹۶

(۴) ولکس ص ۳۳

(۵) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۱۴۷، بمبئی یادداشتیں ص ۱۴۲

اس نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور چتارائے ورگ، مدک سرا، ڈوڈ بالاپور، چک بالاپور، دیوان ہالی، ہوسکوٹ اور کولار پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

ان مسلسل اور پیہم حملوں نے اور نظام کی آمد نے حیدر کو صلح جوئی پر مجبور کر دیا۔ پیشوا نظام کی مداخلت سے پہلے صلح کرنے کا خواہشمند تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پیشوا نے نظام سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ رکن الدولہ اور شیر جنگ کو آگے بھیج دے اور کچھ ابتدائی انتظامات پر اصرار کیا اور اس سے مطالبہ کیا کہ دونوں لشکر گاہوں کے درمیان کم سے کم چالیس میل کا فاصلہ رکھا جائے۔(۱)

حیدر اس اتحاد کے امکان اور دونوں کے درمیان گفت و شنید کی خبر سن کر ڈر گیا۔ اس نے اپنی مخصوص سیاسی حکمت عملی کے ساتھ گوپال راؤ کے ذریعے پیشوا کو یہ تجویز بھیجی کہ محمد علی اور انگریزوں کے خلاف ایک مشترکہ مہم کی جائے۔ مادھو راؤ اس کی چال سمجھ گیا اور اس نے کہلا بھیجا کہ نظام اور اس کے ذریعے انگریز اس کے دوست ہیں۔ وہ خود بنگلور کی طرف پیش قدمی کرے گا اور نظام سرنگاپٹم پر قبضہ کرے گا۔(۲)

حیدر کے لیے سر جھکا دینے کے سوا اور کوئی دوسرا راستہ نہیں رہ گیا تھا۔ اس کو اکتیس(۳) لاکھ روپے بطور خراج ادا کرنے کا اقرار کرنا پڑا۔ سرا، چک بالاپور اور کولار اس کو واپس دے دیے گئے۔ لیکن مدا گیری، چتارائے ورگ، ڈوڈ بالاپور، ہوسکوٹ اور دوسرے دو پرگنوں پر مرہٹوں نے اپنا تسلط قائم رکھا۔ گنیش گڈ، نندا گنڈی، گوڈی باندا، کوٹی کونڈا اور نام گنڈلو بھی حیدر کو واپس مل گئے۔ اس طرح نظام بجا طور پر بے وقوف بن گیا۔ پیکسوٹو لکھتا ہے کہ "حالیہ صلح کو نظام نے سخت ناپسند کیا اور مادھو راؤ سے یہ پوچھا کہ کس حیثیت نے اُسے ایسی صلح کرنے اور واپسی پر مجبور کر دیا تھا۔ اُس نے جواب دیا کہ اُسے اس کا خراج مل گیا ہے اور اس نے صلح کر لی اور اُسے پونا واپس لوٹنے میں یونہی کافی دیر ہو چکی تھی چنانچہ اس نے واپسی کا فیصلہ کر لیا کیونکہ نواب کا یہ عزم تھا کہ وہ سرنگاپٹم کے جزیرے کو ایک میدان جنگ بنا دے گا لیکن معاملات اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے نہیں طے ہونے والے تھے جیسا کہ نظام علی کا خیال تھا۔ اس کے علاوہ اس کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ ان سے جنگ جاری رکھے

---

(۱) لیکھ سنگرہ جلد سوم خط نمبر ۷۰، پیشوا کا کہنا تھا کہ نظام کی آمد سے پہلے صلح مکمل کر لی جائے۔

(۲) 〃 〃 خط نمبر ۱۰۱

(۳) ایس پی ڈی جلد ۳۷، لیکھ سنگرہ جلد سوم خط نمبر ۲۱، ۷۲ و ۱۸۷

Marfat.com

جائے جو خراج ادا کر دیتے ہیں"۔(۱) نظام علی کو یہ توقع تھی کہ کامیابی کے پھل سے حصّہ اسے بھی ملے گا۔ لیکن اس کو اپنی چال میں مات ہو گئی تھی۔

مادھوراؤ کی اس دوسری مہم کے سلسلے میں کئی واقعات غور طلب ہیں۔ میر رضا مرہٹوں سے غالباً اس لیے جا ملا تھا کہ ان کے خلاف ناکامی کی بنا پر اس کا نسبتی بھائی اس کی بے عزّتی کرے گا اور اُسے ذلیل کرے گا۔ مادھوراؤ نے جو کچھ ہو سکا اس کو خوش رکھنے کی کوشش کی مگر چِنّا رائے درگ کے قریب ایک ایسا واقعہ ہوا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرہٹہ لشکر گاہ میں میر رضا کتنی بے چینی میں مبتلا تھا اور کس قدر اضطراب کا سامنا کر رہا تھا۔ چِنّا رائے درگ میں ایک رات کچھ بدمعاشوں نے اُس کے خیمے کو لوٹ لیا اور وہ اُس کے زنانے حصّے تک گھس گئے۔ کچھ گردی اور پنڈاری سپاہی جو میر رضا سے خوش نہ تھے مرار راؤ کے خیمہ میں گئے اور وہاں کے کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر اس کو لوٹنے کا منصوبہ بنایا۔ مرہٹہ اخبارات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب اس کی خبر پیشوا کو ملی تو وہ غصّہ ور شیو دیوتا کی طرح نظر آنے لگا۔ ان لیٹروں میں سے چالیس پچاس لیٹروں کے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے۔ پیشوا بنفس نفیس میر رضا کے خیمے میں گیا اور اس نے ملبوسات، ظروف، مٹھائیاں، گھوڑے، خیمے کو سجانے کا سامان، نقدی اور زیورات بھی بھیجے۔ میر رضا کے تعلقات مرار راؤ سے کچھ اچھے نہ تھے اور اُسے شک تھا کہ اس واقعہ کی ذمہ داری اسی پر ہے لیکن تفتیش سے یہ حقیقت کھلی کہ نہ تو حکومت کے سپاہی اور نہ ہی کسی اہم سردار کے سپاہیوں کا اس نامناسب واقعہ میں کوئی ہاتھ تھا۔ پیشوا کی طرف سے بطور تلافی ایک لاکھ روپیہ اسے دیا گیا(۲) لیکن مرار راؤ اور میر رضا کے درمیان تلخ تعلقات کی وجہ سے پیشوا میر رضا کے شبہات پوری طرح سے دُور نہ کر سکا۔

اس مہم کے سلسلے میں مادھوراؤ کے کیا مقاصد تھے اور حیدر کہاں تک ان میں رکاوٹ ڈالنے میں کامیاب ہوا؟ ولکس کہتا ہے کہ "مرہٹوں کے سامنے ہمیشہ دو مقاصد رہتے تھے: اتحاد کے زمانے میں دوسروں کے ساتھ مل کر لوٹنا اور اس کے بعد بلا شرکت فتح۔ مرہٹہ سرداروں نے ہمیشہ یہ اظہار کیا کہ وہ حیدر کی غاصبانہ تسلط کا مکمل خاتمہ چاہتے ہیں"۔(۳) چنانچہ اس کے خیال کے مطابق پیشوا ایک

---

(۱) پیکسوٹو جلد پنجم: پیراگراف ۱۶

(۲) لیکھ سنگرہ جلد سوم خط نمبر ۶۹۲ مورخہ ۸ر مارچ

(۳) ولکس تاریخ میسور جلد اوّل ص ۳۰۰ و ۳۰۱

Marfat.com

[illegible] حیدر علی

[illegible]
کسی چیز میں کامیاب نہیں ہوا۔ اس لحاظ سے حیدر کو کامیاب [illegible]
[illegible] تھا۔ اس
[illegible]

[illegible]

---

(۱) [illegible]
(۲) [illegible]

---

(۱) لیکھ سنگرہ جلد سوم، خط نمبر ۶۵۸
(۲) [illegible]

باب ۸

انگریزوں سے تعلقات

۱۷۶۰ء تا ۱۷۶۷ء

۱۷۶۰ء کی ابتدا میں حیدر علی میسور کا حاکم مطلق بن چکا تھا۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ہفت سالہ جنگ جو یوروپ میں بھڑک رہی تھی اس کے اثرات ہندوستان میں مرتب ہو رہے تھے۔ پانڈیچری میں سخت مشکلات میں گھرا ہوا لالی سر پر منڈلانے والی آفت کو ٹالنے کے لیے ہر طریقہ اختیار کر رہا تھا۔ اس نے حیدر سے گفت و شنید کی اور وہ چار ہزار میسوری فوج کی خدمات دینے پر تیار ہو گیا جن کے بارے میں یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ محصور شہر کے لیے سامان رسد لے کر آئیں گی۔ میسور فوج کا اہم حصہ تو تیاگر میں رہا اور سامان رسد جمع کرتا رہا اور ایک حصہ پانڈیچری پہنچ گیا لیکن ۱۸ جولائی ۱۷۶۰ء کو فوج کا وہ اہم حصہ میجر مور کو ایک سخت شکست دینے کے بعد سامان رسد سمیت پانڈیچری پہنچ گیا۔ اس مقابلے میں انگریزوں کے ۲۵ آدمی مارے گئے یا زخمی ہوئے۔[1] حیدر کا فرانسیسیوں سے اتحاد ذاتی مفاد کے اصول پر مبنی تھا کیونکہ انھوں نے اس کے غاصبانہ قبضہ کی حمایت کی تھی۔[2] اینگلو فرانسیسی جنگ کے خوشگوار اختتام کی صورت میں اسے یہ توقع تھی کہ وہ کرناٹک میں ترچناپلی، مدورا، ٹنے ویلی اور چند دوسرے مقامات حاصل کر سکے گا۔ اگرچہ فرانسیسیوں کے لیے آثار تاریک تھے تاہم حیدر ان کی مدد کے لیے آمادہ ہو گیا تھا اور وہ یقیناً اینگلو فرانسیسی جنگ کو ایک مختلف موڑ دے سکتا تھا اگر اسی دوران میسور میں شاہی جماعت نے جس کی قیادت کھانڈے راؤ

---

(۱) انگلستان کے مراسلات مورخہ ۳۱ جولائی ۱۷۶۰ء پیراگراف ۱۴، ۱۵ اور ۳۰

(۲) فوجی مشاورتیں جلد ۱۳ ب، ص ۱۶۰۷ ص ۱۱۲۷

کے ہاتھ میں تھی اور جو اس وقت تک حیدر کا پرجوش اور سچا ہمنوا تھا، اس کو طاقت سے محروم کرنے کی کوشش نہ کی ہوتی۔ انھوں نے ۱۲ اگست ۱۷۶۰ء کو وساجی پنڈت کی زیر قیادت مرہٹہ فوج کی مدد سے حیدر پر اچانک حملہ کر دیا اور حیدر کو بنگلور بھاگنا پڑا۔(۱) وہ مئی ۱۷۶۱ء تک کھانڈے راؤ کی میدانی افواج کو مغلوب اور اپنے مقام کو حاصل نہیں کر سکا۔(۲) اسی اثنا میں انگریزوں نے فرانسیسیوں کا قضیہ بڑی آسانی سے تمام کر دیا۔

فرانسیسیوں کو مؤثر امداد دینے سے حیدر کو روکنے کے لیے تنجور سے یوسف خاں کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ ریاست میسور کے قریبی علاقوں پر حملے کرتا رہے اور کپتان رچرڈ اسمتھ نے ترچناپلی کی محافظ فوج کے کچھ دستوں کے ساتھ حملہ کیا اور ایک میسوری مقبوضہ کرور پر قبضہ کر لیا۔ انگریزوں نے تو یہاں تک سوچا تھا کہ کچھ مرہٹہ سوار دستوں کو ملازمت میں رکھ کر ان کو میسور کے علاقوں میں تخریب کے لیے بھیجا جائے اور اس طرح حیدر کو مجبور کیا جائے کہ وہ پانڈیچری سے اپنی فوجوں کو واپس بلالے(۳) مگر یہ صرف روپے کی کمی کے سبب نہیں ہو سکا۔(۴) اسی وقت وہ باہمی کشاکش شروع ہو گئی جس میں وقتی طور پر کھانڈے راؤ کو حیدر پر عارضی برتری حاصل رہی۔ کھانڈے راؤ نے مدراس کے پریسیڈنٹ اور نواب ارکاٹ کو دوستانہ خطوط لکھے اور ان کو یہ اطلاع دی کہ حیدر ایک باغی ہے اور اسی نے فرانسیسیوں کی مدد کے لیے مخدوم علی کی زیر قیادت فوجیں بھیجی ہیں۔(۵) ان حالات میں حیدر کو مخدوم کی فوج واپس بلانی ہی پڑی۔ میسور کے راجہ نے ترچناپلی کے رچرڈ اسمتھ کو یہ اطلاع دی کہ وہ انگریزوں سے ایک معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہے۔ اپنی حکومت کی جانب سے کپتان اسمتھ کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ اس سلسلے میں گفتگو کا سلسلہ شروع کرے لیکن چونکہ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ فرانسیسیوں کو کچلنے کے لیے ان کو وقت مل جائے چنانچہ اس کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ "وہ اس مقصد کے حصول کے پیش نظر اور حالات کے مطابق میسور کے راجہ یا چندر کو صلح کی تجاویز ہی پیش کرتا رہے اور وہ کوئی

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۱۳ الف ۲۷۶ ص ۷۰۸

(۲) دیکھو ص ۳۳، ۳۴

(۳) انگلستان کے مراسلات ۳۰ نومبر ۱۷۶۰ء پیرا ۱۳

(۴) " " " ۳۱ جولائی ۱۷۶۰ء پیرا ۱۵

(۵) " " " مورخہ ۳ نومبر ۱۷۶۰ء پیرا ۱۴

باقاعدہ معاہدہ نہ کرے جس کو ہمارے پاس منظوری کے لیے بھیجنا ضروری ہے۔"(۱)

مرہٹوں اور کھانڈے راؤ کی جانب سے حیدر پر اس قدر دباؤ پڑ رہا تھا کہ اس کی تباہی سامنے نظر آنے لگی مگر اچانک غیر متوقع طور پر مرہٹے بارہ محل اور تین لاکھ نقد کے عوض واپسی پر رضامند ہو گئے۔ مرہٹے پانڈیچری کے فرانسیسیوں کی بھی مدد کر سکتے تھے اور فرانسیسیوں نے اس کے عوض ۲۰ لاکھ دینے کی پیش کش کی جس میں سے ۵ لاکھ کی فوری ادائیگی کا وعدہ کیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ جنجی بھی حوالے کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ نواب ارکاٹ نے مرہٹوں سے دس لاکھ پر صلح کر لی تھی جس میں سے پانچ لاکھ کی ادائیگی بیس دن کے اندر اور بقیہ کی تین ماہ کے اندر ہونی تھی"(۲)۔ ۱۶ جنوری ۱۷۶۱ء کو پانڈیچری نے کوٹ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ ایلین اور ہیوگل کی قیادت میں تین سو فرانسیسی سپاہیوں نے حیدر علی کے پاس ملازمت کر لی۔(۳)

مرہٹوں کی مدد سے محروم ہونے کے بعد میسور کا راجہ انگریزوں کی مدد کے لیے کوشاں ہوا۔ حیدر کی بڑھتی ہوئی طاقت اور ننجاراج نے اس کے اتحاد کو مد نظر رکھتے ہوئے کھانڈے راؤ فطری طور پر انگریزوں کی دوستی کا خواہاں تھا۔ ایک وقت میں انگریزوں نے یہ سوچا تھا کہ ایک لاکھ پگوڈا کے عوض کرور واپس کر دے۔"(۴) لیکن انھیں اب اپنی مضبوطی کا احساس تھا اور وہ کوئی ایسی تجویز سوچنے کے حق میں نہیں تھے۔ راجہ میسور کے بخشی نے (جو انگریزی سرحد کے قریب تھا) رچرڈ اسمتھ کو بتایا کہ حیدر انگریزوں کا بھی دشمن تھا اور اس کے آقا کا بھی دشمن تھا اور یہ بھی بتایا کہ "راجہ انگریزوں کی دوستی کا شدید خواہشمند تھا اور اسے کسی بھی لمحے ایک معاہدۂ اتحاد کرنے کا اختیار کلی مل جائے گا۔" اسمتھ نے لکھا کہ "اسے حکم ملا ہے کہ اگر میں اسے حیدر کی مزاحمت کے لیے کہوں تو وہ مجھ سے آملے اور اس کا مجھے اس نے یقین دلایا ہے اور احکامات کو بجا لانے کے اپنے ارادے سے باخبر کیا ہے۔" اسمتھ نے کونسل اور صدر کو یہ مزید لکھا تھا کہ "راجہ ایک کمزور آدمی ہے۔ انگریزوں کی دوستی کی یقین دہانی ممکن ہے اسے حیدر نایک کی مزاحمت جاری رکھنے میں ثابت قدم رکھے۔"(۵) نواب ارکاٹ نے

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۱۳ ب مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۷۶۰ء ص ۱۱۳۲

(۲) " " جلد ۱۴ الف ۱۷۶۱ء ص ۳۲

(۳) انگلستان کے مراسلات مورخہ ۱۳ فروری ۱۷۶۱ء پیرا ۲۵، فوجی مشاورتیں جلد ۱۴ الف ۱۷۶۱ء ص ۱۵

(۴) فوجی مشاورتیں جلد ۱۴ الف ۱۷۶۱ء ص ۲۵

(۵) " " " " پیرا ۱۰۲

Marfat.com

بھی یہ تجویز رکھی کہ کچھ فوجی دستے راجہ میسور کے پاس بھیجے جائیں تاکہ وہ حیدر کو زیر کر سکے [۱] لیکن بورڈ نے فیصلہ کیا کہ فرانسیسی کمپنی کے دکن میں فوجیں بھیجنے کی وجہ سے جو فوجی نقصانات ہوئے ہیں اور جو مصارف برداشت کرنے پڑے ہیں وہ ہمارے لیے ایک تنبیہ ہے کہ ہم اپنے صدر مقام سے اتنی زیادہ دور فوجیں بھیج کر اپنی کمپنی کو اسی قسم کی مشکلات میں مبتلا نہ کریں [۲]

کھانڈے راؤ پر حیدر کی فتح کے بعد راجہ میسور کو ملکی انتظام سے تقریباً الگ کر دیا گیا اور کھانڈے راؤ تقریباً ایک قیدی بن کر رہ گیا۔ اس پورے معاملے نے بڑی تلخی پیدا کر دی۔ اگرچہ انگریزوں نے راجہ میسور سے صرف آخر میں بات چیت توڑنے کے لیے ہی شروع کی تھی تاہم حیدر یہ بالکل نہیں بھول سکا کہ اس کے معاملات کے انتہائی سنگین اور نازک موقع پر انگریز اس کے جان لیوا دشمنوں سے اسی طرح ساز باز کر رہے تھے، جیسے خود اس نے ان کے دشمنوں سے اتحاد کرنے کی کوشش کی تھی اس دوران اس کو عام پیرایۂ بیان میں لکھے جانے والے خطوط کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا [۳]

اِن حالات میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ حیدر کی فوج میں فرانسیسی اثر بڑھتا ہی رہا۔ کرنل دومیو اور دی لاتور (جس کو جنگی افسر کے نام سے یاد کیا گیا ہے) کی قیادت میں سات آٹھ فرانسیسی افسر حیدر کے پاس ملازمت کرنے کی غرض سے منگلور آئے [۴] حیدر کے بارے میں یہ مشہور ہو گیا تھا کہ وہ فرانسیسیوں سے بہت قریب تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے ہندوستان میں فرانسیسی قوم کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی تھی اور ان کو ہر طرح کے تحفظ کی ضمانت دی تھی۔ مورخہ ۱۰ ر جولائی ۱۷۶۲ء کی ایک تحریری یادداشت جو اصل میں ایک معقول فوج بھیجنے کی درخواست تھی انگریزوں کے اس کھلے دشمن کی جانب سے مبینہ خطرہ پر زور رہے اور اس کی فرانسیسیوں کی دوستی پر خطرے کا اظہار کرتی ہے۔ نواب ارکاٹ نے اس خبر پر اپنے خدشات کا اظہار کیا تھا کہ حیدر اس کے حدود ریاست میں داخل ہونے کے ارادے رکھتا ہے لیکن وہ اپنی تنبیہ اتنی بار دُہرا چکا تھا کہ اس کا پریسیڈنٹ کونسل پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اور وہ لوگ اس

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۱۵ ص ۳۵۱

(۲) " " " "

(۳) " " جلد ۱۴ الف ص ۱۰۲

(۴) " " جلد ۱۶ ۱۷۶۲ء ص ۱

(۵) " " ص ۳، ایضاً جلد ۱۸ الف ص ۴۷، ایضاً جلد ۱۸ ب ص ۳۴۳

Marfat.com

کے خوف پر ہنستے تھے جو اُن کے خیال میں نواب اپنے مفاد کے لیے پیدا کرتا رہتا تھا۔

جب مدراس کی حکومت اور میسور کے حاکم ایک دوسرے کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھ رہے تھے تو بمبئی کے لوگوں نے جو تجارت کی طرف زیادہ مائل تھے حیدر سے دوسروں کے مقابلے میں سیاہ مرچ کی خرید و فروخت کے ترجیحی اور بلا شرکت غیرے حقوق حاصل کر لیے تھے اور انھوں نے تو مدراس والوں کے سامنے یہاں تک تجویز رکھی تھی کہ چونکہ نواب ارکاٹ اور حیدر کے درمیان اختلافات ہیں لہذا ان کو دور کرنے کے لیے پریسیڈنٹ اور کونسل کو کوشش کرنی چاہیئے[1]۔ ان کے تعلقات حیدر سے اتنے دوستانہ تھے کہ انھوں نے مادھوراؤ کی مہم (۶۵-۱۷۶۴ء) کے وقت حیدر کی فوری درخواست پر عظیم پیشوا کو ناراض کرنے کا خطرہ مول لیتے ہوئے حیدر کو توپیں، بارود اور آتشیں اسلحہ جات فراہم کیے تھے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ وہ اسے پسند نہیں کریں گے کہ حیدر کے ہاتھ سے بدنور اور سنڈا کے علاقے نکل جائیں جہاں حیدر نے ان کو بہت گراں قدر مراعات عطا کر رکھی تھیں[2]۔

اس عہد میں جنوبی ہند کی تاریخ کی ایک نمایاں خصوصیت حیدر علی اور محمد علی کے درمیان پائی جانے والی دشمنی تھی۔ ان کی باہمی منافرت جو یقیناً بہت گہری رہی ہوگی لیکن اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اختلافی معاملات تھے۔ ڈنڈی گل، کرور، کوڈو موڈی، اُٹم پلیَم، پلنی، ویروپکشی اور پلاپٹی کے اضلاع کے ساتھ سرحدی جھگڑے لگے تھے۔ ۱۶۸۲ء اور ۱۷۳۰ء کے درمیان یہ اضلاع ترچناپلی کے ماتحت رہے تھے۔ ترچناپلی کی رانی میناکشی کی حکومت کے آخر میں کرور اور کوڈو موڈی کو میسوریوں نے چھین لیا تھا۔ ان کو پھر چاندا صاحب نے واپس لے لیا تھا۔ جب چاندا صاحب گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا تو ڈنڈی گل میں متعین اُس کے ایک فوجدار نے ایک معقول رقم اور دوسرے تحائف کے عوض ان علاقوں کو میسوریوں کے حوالے کر دیا۔ محمد علی کا اس وجہ سے یہ خیال تھا کہ ان علاقوں پر اس کا پورا حق ہے اور اس لیے میسوریوں کو انھیں اس کے سپرد کر دینا چاہیئے[3]۔ ۱۷۶۰ء میں جب حیدر نے فرانسیسیوں کی مدد کی تو اسمتھ نے کرور پر قبضہ کر لیا اور یہ محمد علی کے حوالے کیے جانے والا تھا۔ حیدر اس پر راضی تھا کہ مل پڑی جس پر اس نے

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۱۸ اب ص ۵۶۸ مورخہ ۱۴ اگست ۱۷۶۳ء

(۲) " " " " " "

(۳) " " جلد ۲۳ الف ص ۶۱۴

قبضہ کر لیا تھا واپس کر دے اور اس کے عوض اسے کرور مل جائے مگر اس کی یہ تجویز ٹھکرا دی گئی۔ اس کو یہ بتایا گیا کہ "کرور پر ہم نے اس وقت قبضہ کیا تھا جب اس نے فرانسیسیوں کی مدد کی تھی اور ہماری قومی جنگ میں وہ ایک فریق بن گیا تھا۔ اس کی امداد کی بنا پر فرانسیسی پانڈیچری میں زیادہ دیر تک جمے رہے ورنہ وہ اتنی دیر تک مدافعت نہیں کر سکتے تھے چنانچہ یہ بات بالکل معقول ہے کہ ہم کرور پر فتح کے انعام کے طور پر قبضہ رکھیں کیونکہ اسے ہم نے اپنے دشمنوں یا ان کے تحادیوں سے جیتا ہے جنھوں نے ہمارے خلاف بلا کسی وجہ کے ہتھیار اٹھائے تھے چونکہ معاہدہ صلح نے ہمیں فرانسیسیوں کے قدیم کارخانے واپس کرنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن دوسرے تمام مقبوضات پر ہمارا حق ہے کہ انھیں اپنے قبضے میں رکھیں کیونکہ ان کو ہم نے فتح کے بدلے میں پایا ہے اور فتح حاصل کرنے کے لیے ہم نے کثیر رقم خرچ کی ہے چونکہ نواب نے ہمارے اخراجات میں ہاتھ بٹایا تھا اس لیے یہ انصاف کی بات ہے کہ ہمارے زور بازو سے حاصل شدہ فائدوں میں اس کا بھی حصہ ہو اور اسی بنا پر کرور اس کے حوالے کر دیا گیا۔ نواب حقیقتاً دوسرے اسباب کی بنا پر بھی اس کا مطالبہ کر سکتا تھا (۱) نواب ارکاٹ نے کڈپہ کے علاقے پر بھی اپنا دعویٰ کیا تھا جس کو حیدر اپنے مفتوحہ علاقوں میں شامل کر رہا تھا۔

ان علاقائی جھگڑوں کے علاوہ دشمنی کے اور بھی اسباب تھے۔ ویلور میں انگریز سپاہیوں کی چھاؤنی تھی جس کو حیدر سخت ناپسند کرتا تھا کیونکہ اس کو سخت خطرناک تصور کرتا تھا (۲) حیدر نے چاندا صاحب کے بیٹے راجہ صاحب کو جو محمد علی کا جانی دشمن تھا اپنی ملازمت میں رکھ چھوڑا تھا۔ اس نے اس کے بڑے بھائی محفوظ خاں کو پناہ دے رکھی تھی اور اس صورت حال میں وہ محمد علی کا امکانی دشمن ثابت ہو سکتا تھا۔ بہرحال یہ تمام چیزیں بھی جنگ کا سبب نہ بن سکتیں اگر انگریزوں کی حکمت عملی کا اناڑی پن نہ ہوتا۔ حیدر نے خود وضاحت کی تھی کہ صورت حال اتنی خراب نہیں تھی۔ اس نے لکھا تھا "محفوظ خاں کے آنے پر گورنر کس سبب سے ناراض ہے؟ اگر میرے اور گورنر کے درمیان پکی دوستی قائم ہو جائے تو میں مناسب جواب دینا جانتا ہوں"۔ (۳)

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۲۴ ص ۶۴

(۲) 〃 〃 جلد ۲۴ ص ۱۰

(۳) 〃 〃 جلد ۲۵ ۱۷۶۶ء ص ۳۸۴

Marfat.com

بمبئی کے پریسیڈنٹ اور کونسل نے فورٹ سینٹ جارج کی حکومت کو مورخہ ۱۴ر اپریل ۱۷۶۶ء کو اطلاع دی کہ حیدر نے علاقہ مالابار کی اپنی آخری مہم میں ان چند حکمرانوں پر بھی حملہ کیا تھا جن کے ساتھ بمبئی کی حکومت کے دوستانہ تعلقات تھے۔ انھوں نے اس کے موجودہ رویہ سے یہ اندازہ لگایا تھا کہ ممکن ہے ان کی اس سے اَن بن ہو جائے چنانچہ انھوں نے درخواست کی تھی کہ ایسی صورت میں میسور کے خلاف ان کے اقدامات کی مدد کے لیے مدراس کی حکومت تیار رہے۔(۱) جواب میں مدراس کی حکومت نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ حیدر کے ساتھ تعلقات کی بہتری کی کوشش کرے کیونکہ وہ اس بات کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ سرکار کے علاقوں کو صوبہ میں شامل کر لیا جائے جنھوں نے حیدر سے اس لیے مدد چاہی ہے کہ وہ ہم کو وہاں سے نکال باہر کریں۔" اس لیے اگر حیدر کے خلاف دشمنی بھڑک اٹھی تو وہ یقیناً نظام علی سے اتحاد کرے گا اور یہ صورت نظام کو ان کی شرائط منوانے میں مانع ہوگی۔(۲) یہ واقعہ مئی ۱۷۶۶ء کا ہے۔ جولائی میں حیدر نے اپنے وکیل کے ذریعے ایک پیشکش کی۔ جس میں انگریزوں کے ساتھ انتہائی مخلصانہ دوستی قائم کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس نے اپنی پیشکش کا اظہار ان الفاظ میں کیا: "میرے پاس ایک عظیم لشکر ہے اور انگریزوں کے پاس بھی اسی قدر ہے۔ اگر دونوں متحد ہو جائیں تو مغل اور مرہٹے کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔ اگر اس جانب ضرورت پڑی تو میری افواج ان کی امداد کو جائیں گی اور اگر میری طرف ضرورت پڑی تو ان کی فوجیں میری مدد کو آئیں گی۔ یہ بات گورنر تک پہنچا دو۔ اگر کونسل کے اراکین اس سے اتفاق کریں تو وہ ایک مناسب آدمی سات اراکین کونسل کا مہر شدہ خط لے کر میرے پاس بھیجیں کیونکہ اس قسم کے معاہدے خط و کتابت کے ذریعے انجام نہیں پاتے"۔(۳) مدراس کی حکومت نے مدراس کونسل کے ایک رکن بورشیئر (BOURCHIER) کو محمد علی خاں کے ساتھ بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ نواب کی جانب سے حیدر علی کے نام ایک خط تحریر کیا گیا جس کا مضمون یہ تھا: "یہ بہت مناسب بات ہوگی کہ پائیں گھاٹ کے حکمراں اور بالا گھاٹ کے حکمراں کے درمیان مخلصانہ دوستی اور اتحاد قائم ہو"۔(۴) بورشیئر کو یہ ہدایت بھی کی گئی تھی کہ وہ حیدر کے اصل

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۲۴ ۱۷۶۶ء ص ۲۱۳

(۲) انگلستان کے مراسلات مورخہ ۲۲ر جنوری ۱۷۶۷ء پیرا ۷۰

(۳) فوجی مشاورتیں جلد ۲۴ ۱۷۶۶ء ص ۲۱۳

(۴) 〃 〃 〃 〃 ص ۳۰۶

Marfat.com

راوؤں، اس کی جمع کردہ افواج کی تعداد اور تیاریوں کی تفصیلات بھی فراہم کرے۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ نگریزوں کو اس مجوزہ پیش کش کی حقیقت پر ذرا بھی یقین نہیں تھا۔ ایک دفاعی معاہدہ کے سلسلے میں ورشیئر کو یہ بتایا گیا تھا کہ عام شرائط کے سوا کچھ مخصوص قسم کی شرائط نہیں ہونی چاہئیں۔ بس یہ معاہدہ ونا چاہیئے کہ ان کے دوست دشمن یکساں ہوں گے اور یہ طے ہونا چاہیئے کہ انگریز اس کو مدد دیں گے۔ شرطیکہ اُن کے علاقوں کا امن اس کی اجازت دے۔(۱)

لیکن حیدر نظام علی سے بھی گفت وشنید کر رہا تھا مگر باضابطہ ملاقات کی جگہ اور وقت کی اطلاع رشیئر کو نہ مل سکی۔ اس کو حیدر سے نجی ملاقات کیے بغیر واپس مدراس جانا پڑا۔ مدراس کے پریسیڈنٹ ور کونسل کو یہ خدشہ لاحق ہو گیا کہ غالباً حیدر اور نظام علی کے درمیان کرناٹک پر حملہ کرنے کے سلسلے میں ئی معاہدہ ہو گیا ہے۔ ذلت آمیز حرکت یعنی ان کے خطوط کا جواب دیے بغیر حیدر کی کوئمبٹور کو واپسی نے مدراس کے لوگوں کو نظام کے ساتھ صلح کی سلسلہ جنبانی تیز کرنے کے لیے اور ترغیب دی۔(۲) ان کو مید تھی کہ وہ حیدر پر ایک اچانک حملہ کریں گے۔ برطانوی سفیر کے ساتھ یہ سلوک اگست کی ابتدا میں ہوا اور نظام سے کیلیاڈ (CALLIAUD) کے معاہدے پر ۱۲ر نومبر کو دستخط ہوئے۔(۳)

۱۸ر نومبر کو مدراس کے پریسیڈنٹ اور کونسل نے بمبئی اور تیلی چری کو حسب ذیل مضمون کے خطوط لکھے: "ہو سکتا ہے کہ میسور کی حکومت کو اس کی قدیم اور مناسب حدود کے اندر محدود رکھنے کے لیے ہم کو (نظام کی) مدد کرنی پڑے۔ اس کو ایک اچھا موقع تصور کریں گے کیونکہ اس صورت میں ہم

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۲۴ ۱۷۶۶ء ص ۴۳۶، جیمس بورشیئر کے لیے ہدایات پیرا ۹

(۲) انگلستان کے مراسلات ۲۲ر فروری ۱۷۶۶ء پیرا ص ۴۷

(۳) مدراسی فوج کی تاریخ جلد اوّل ص ۱۱

اس معاہدہ کے نتیجہ میں ملنے والے فوجی فوائد کی طرف ولسن ہماری توجہ مبذول کراتا ہے: "حیدر کے خلاف ۱۷۶۶ء میں نظام کے ساتھ مدراس کے معاہدۂ اتحاد پر عام طور پر نکتہ چینی کی گئی ہے لیکن اس سے بلاواسطہ طور پر زبردست فوجی اہمیت کے فائدے حاصل ہوئے۔ اس وقت تک فوج کی مختلف بٹالین ایک بریگیڈ میں نہیں تشکیل دی گئی تھیں۔ حقیقت میں وہ ہمیشہ بٹالین کی شکل میں بھی نہیں منظم کی گئی تھیں بلکہ وہ بازو (WINGS) اور کمپنی کی شکل میں جدا جدا تھیں۔ کرنل اسمتھ کے تحت جو انگریزی فوج کے ساتھ نظام کے ساتھ گیا تھا ان کی بٹالینوں کی شکل میں تنظیم کی گئی اور ان کے بریگیڈ بنائے گئے اور ان کو دیسی اور یورپی منتخب اور چیدہ افسروں کی ماتحتی میں دیا گیا۔ اس طرح سے یہ فوجی تنظیم ایک مدت تک رکھی گئی اور اس کی حیثیت بطور فوجی دستوں کے پڑاؤ کے رہی اور بی اس کے اچھے اثرات مرتب ہوئے۔

ایک ایسے شخص کے حوصلہ مندانہ منصوبوں کا سد باب کر سکیں گے جس کے تشدّد، جس کی بے پناہ فتوحات، دولت اور طاقت نے نواب کے علاقوں کے امن کے لیے خطرہ پیدا کر دیا ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ مسٹر بورشئیر کو جو گفت وشنید کے لیے گئے تھے باریاب ہونے کی اجازت نہ دینے سے ہمیں یہ اچھی طرح معلوم ہوگیا ہے کہ وہ ہم سے اتحاد اور دوستی کا کتنا کم خواہاں تھا اور ہمیں یہ بھی اچھی طرح سے معلوم ہے کہ انتہائی اقدامات کے سوا اور کوئی چیز اس کو عقل کی بات سمجھنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔"(۱)

نظام اور انگریزوں کے درمیان ہونے والے اتحاد کے نتیجے میں ایک مشترکہ حملے کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے حیدر نے اپنے وکیل کو ایک خط کے ساتھ واپس بھیجا اور مسٹر بورشئیر سے ملاقات نہ کر سکے لیکن اپنے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اتحاد و دوستی کی شرائط پر پھر بات کرنا چاہتا ہے لیکن مدراس کی حکومت نے اپنے اصل مقصد کو ممکنہ حد تک خفیہ رکھنے کا تہیّہ کر لیا تھا۔ پریسیڈنٹ نے وکیل کو مطلع کیا کہ برطانوی حکومت کا ہمیشہ یہ نظریہ اور کوشش رہی ہے کہ وہ ہر حکومت سے دوستانہ تعلقات رکھے لیکن اس کے آقا کے مشتبہ رویّے پر وہ چوکس ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور جس کے سبب ان کو مختلف علاقوں سے اپنی فوجیں بلانے کے اخراجات اٹھانے پڑے لیکن اب بہ ہر حال وہ اس بات پر خوش ہیں وہ صُلح کی طرف قدم بڑھانے کے لیے تیار ہے"۔(۲)

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ بمبئی کی حکومت کی جانب سے مورخہ ۱۱ر جولائی ۱۷۶۶ء کو حیدر علی اور ایسٹ اِنڈیا کمپنی کے درمیان امن و دوستی کے معاملے کی تجویز سچ مچ پیش کی گئی جس کے تحت انھیں "راس راموس سے پینی ساؤتھ (انتہائی جنوب) تک" وہ تمام مراعات حاصل ہوں گی جو سابق حکمرانوں کے وقت میں حاصل تھیں اور اس علاقے کی چھاؤنیوں میں ان کو کسی قسم کی رکاوٹ و پریشانی نہیں ہوگی۔ تجارت و پیشہ کے تمام معاملات میں انگریزوں کو ترجیح حاصل ہوگی۔ معاہدے کی بارھویں دفعہ کے تحت یہ طے پایا تھا کہ حیدر کسی ایسی طاقت کے ساتھ معاہدہ نہیں کرے گا جو کمپنی کے مفاد کے لیے مضر ثابت ہو اور نہ وہ کسی دوسرے علاقے خصوصاً نواب ارکاٹ اور راجہ ٹراونکور کے علاقوں پر حملہ کرے گا۔ حیدر نے اس دفعہ کو نظر انداز کر دیا اور اپنی جانب سے ان الفاظ میں یہ مطالبہ کیا: "جب بھی عزت مآب کمپنی کو فوجوں کی ضرورت ہوگی میں ان کو دس ہزار

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۲۴ ص ۶۱۵

(۲) " " " ص ۶۴۹

سے پندرہ ہزار فوج سرکار سے فراہم کروں گا اور اگر سرکار کو اسی قسم کی ضرورت ہوگی تو وہ بھی اسی قسم کی مدد اسے فراہم کریں گے کیونکہ یہی ہماری دوستی کا تقاضا ہے اور یہی ہمارے دشمنوں کو خوفزدہ کرنے کا سبب ہوگا۔[1] یہاں بھی ہم ایک دفاعی معاہدے کی یکساں تجاویز دیکھتے ہیں۔

یہ بمبئی کی تجویز بھی انھیں وجوہ کی بنا پر ناکام رہی جن کے سبب مدراس اور میسور کے درمیان معاہدہ نہ ہوسکا تھا اور اس کے بعد برطانوی حکمت عملی حیدر دشمنی کا رُخ اختیار کرتی گئی۔ مدراس کی حکومت نے اس مجوزہ معاہدے پر اعتراض کیا کیونکہ وہ نظام سے کیے گئے ان کے معاہدے سے متصادم ہوتا تھا۔ اس تمام معاملے کا سب سے عجیب پہلو انگریزوں کا وہ احمقانہ خیال تھا جس کا اظہار اُن کے اس خط میں ہوتا ہے جو مدراس سے بمبئی کو لکھا گیا تھا: "ہم اپنے کو یہ تسلی دیتے رہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ بھی اسی روشنی میں معاہدہ کرے گا جس میں اس نے پہلے فرانسیسیوں سے کیا تھا جنھوں نے میسور کی مہموں میں صوبہ کی خدمت کی تھی تاہم حیدر علی نے پانڈیچری سے اپنی دوستی جاری رکھی"[2]

نظام نے اپنی برطانوی امدادی فوج کے ساتھ میسور کے علاقے میں پیش قدمی شروع کی۔ اس کا حلیف مادھوراؤ پہلے ہی سے میسور کے دوسرے حصوں کو تاراج کر رہا تھا۔ تاہم حیدر نے نظام کو ہمنوا بنانے کی اپنی کوششیں ترک نہیں کیں۔ محفوظ خاں کو نظام کے پاس ۵۰ ہزار پگوڈا اور کچھ ہاتھی بطور تحائف دے کر بھیجا گیا۔ انورالدین کا دیوان سوناپت راؤ بھی نظام کے ساتھ تھا۔ سربرآوردہ درباریوں میں شرجنگ نے انگریزوں سے معاہدے پر اپنی مبینہ ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔[3] حیدر علی کی ان ترغیب دلانے والی پیشکشوں اور اس کے ان تین دوستوں کے اثر نے مذبذب نظام کو مخالفانہ رویّہ کے بجائے میسور کے لیے دوستانہ رویّہ اپنانے پر آمادہ کر دیا۔

انگریز تب ایک ایسی دلدل میں پھنس گئے تھے جس سے نکلنا ان کے لیے ناممکن نظر آرہا تھا۔ صورت حال کی مشکلات کا عکس اس خط میں جھلکتا ہے جو نظام کے ہمراہ جانے والے انگریزی لشکر کے قائد اسمتھ کے نام لکھا گیا تھا۔ مدراس کی کونسل اور پریسیڈنٹ نے لکھا تھا کہ "اگر تمام دلائل بیکار جائیں اور جو کچھ تم کر سکتے ہو وہ بھی کارآمد نہ ثابت ہو اور نظام حیدرآباد واپس ہونے کا فیصلہ ہی

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۲۶ الف ص ۱۴-۲۶

(۲) 〃 〃 〃 〃

(۳) 〃 〃 〃 〃 ص ۹۵-۱۰۴

Marfat.com

کر چکا ہو تو تم یہ درخواست کرنا کہ عزت مآب کے لیے اگر پوری فوج کے ساتھ رکھنا ممکن نہ ہو تو ایک حصّہ ہی چھوڑ دیں تاکہ وہ ہمارے ساتھ مل کر کام کر سکے اور مرہٹوں کی مدد سے ہم اپنی مجوزہ مہم کا مقصد حاصل کر سکیں بشرطیکہ تم مرہٹوں کی جانب سے یہ بات پہلے ہی جان لو کہ وہ کسی ایسی تجویز کو آسانی سے قبول کر لیں گے۔ اگر وہ تمہاری امید کے خلاف فوج کا کوئی حصّہ نہ چھوڑے تو غالباً اس کو اس بات پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ حیدر علی کے خلاف ہم مادھوراؤ کے ساتھ ایک دوسرے کی امداد کا کوئی معاہدہ کر لیں۔ اس تجویز کو بہر صورت احتیاط اور ہوشیاری سے پیش کرنے کی ضرورت ہے اور اگر تم دیکھو کہ اس کی بنا پر رقابت کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے یا تمہارے ارادوں پر عدم اعتماد کا خدشہ ہے تو مضبوط یقین دہانیوں کے ذریعے انھیں دُور کرنے کی کوشش کرو کہ ہمارا یہ قطعی منشا نہیں اور ہم کسی صورت میں صوبے سے اپنے تعلقات کو نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں۔" (۱)

مدراس حکومت کی حکمت عملی کی مکمل ناکامی اس وقت بالکل واضح ہو گئی جب لفٹیننٹ ٹاڈ نے جو مادھوراؤ کے لشکر گاہ میں بھیجا گیا تھا اپنی روداد پیش کی۔ اس نے لکھا تھا کہ "مجھے اس وقت شرم محسوس ہوتی ہے جب میں اس حقارت اور ذلت کے بارے میں سوچتا ہوں جو مجھے میرے مرتبہ کی بدولت ان لوگوں کو ملی جن کی میں نمائندگی کر رہا تھا۔ اس کے باوجود میں نے اپنے غصّے کو دبائے رکھا اور جہاں تک ممکن ہو سکا میں نے اپنی ناپسندیدگی اور نفرت کو دبائے رکھا۔" (۲) مادھوراؤ نے حیدر کے ساتھ ایک الگ معاہدہ کیا اور واپس چلا گیا۔ مدراس کی حکومت نے حیدر کو ناراض کر دیا تھا اور پھر نظام کے ساتھ چھوڑنے اور مرہٹوں کے ہاتھوں ذلت اٹھانے کے بعد وہ نہ صرف اپنے کو سب سے کٹا ہوا پا رہے تھے بلکہ حیدر اور نظام کے اتحاد کا بھی ان کو سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اس حکمت عملی کا پس منظر جو تمام صورت حال کی وضاحت کرتا ہے ایک ناقابل یقین اناڑی پن کی کہانی سناتا ہے۔

وہ اس اُمید پر اپنی بغلیں بجاتے رہے تھے کہ وہ "میسور کی حکومت کو اس کی قدیم اور مناسب حدود میں محدود کر دیں گے اور ایک ایسے شخص کے منصوبوں کا سدِباب کر دیں گے جو کرناٹک کے امن و سکون کے لیے خطرناک تھا۔" (۳) لیکن وہ محسوس کر رہے تھے کہ قبل اس کے کہ وہ کوئی دفاعی منصوبہ مکمل

---

(۱) فوجی مشاورتیں جلد ۲۶ الف ص ۲۴۳ پیرا ۵

(۲) " " " ص ۳۸۱

(۳) انگلستان کے مراسلات مورخہ ۲۲ فروری ۱۷۶۸ء پیرا ۷۵

Marfat.com

کر سکیں اور ضروری و مناسب سامان رسد کے انتظامات کر سکیں ان کو حیدر اور نظام کے مشترکہ اتحاد کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ ان کے کھوکھلے معاہدے اور حکمت عملی کے جوابی منصوبے حیدر نے مکمل طور پر بیکار کر کے رکھ دیے تھے اور ان کو مضحکہ خیز چیز بنا دیا تھا۔ اس سلسلے میں کورٹ آف ڈائرکٹرس کا حسب ذیل بیان قابلِ ذکر ہے:

"متواتر کئی برسوں کے تجربے کے بعد ہماری یہ رائے ہے اور جس کی تائید تمہاری طرف سے بھی ہوئی ہے کہ ایک ایسی فوج کا برقرار رکھنا جو صوبۂ دکن کی مدد کر سکے کرناٹک کو خطرے میں ڈال دے گا اور ہم کو دُور دراز علاقوں میں بہت ہی مہنگی جنگ میں مبتلا کر دے گا۔ ہمیں سرکار کا عطیہ ان شرائط پر نہ قبول کرنا چاہیے تھا جو اس فوج سے بہتر فوج کے بھیجنے کا مطالبہ کرتی ہیں جس کے بارے میں ۱۷۶۳ء میں تمہارا خیال تھا کہ وہ تمہارے اپنے تحفظ کے لیے خطرناک ثابت ہوگی۔ تم اس اقدام کو بنگال کی کمیٹی کی جانب سے آنے والے مشورے کی بناء پر صحیح قرار دیتے ہو حالانکہ یہ مشورہ ہماری فوج کی اتنی بڑی تقسیم کی اجازت کبھی نہیں دیتا ہے۔ رہا مرہٹوں کو روکنے کا جواز، سو تمہارے سارے اقدام اس کی نفی کرتے ہیں۔

"۱۷۶۶ء میں بمبئی بھیجے جانے والے اپنے خط مورخہ ۲۴ر جون میں تم نے خود حیدر سے دشمنی مول لینے کی مخالفت کی تھی جس کی طاقت کو تم مرہٹوں کے لیے ایک رکاوٹ سمجھتے ہو۔ سال ختم ہونے سے پہلے حیدر کی طاقت کے بارے میں تم یہ کہنے لگتے ہو کہ وہ صوبہ کے ساتھ اتحاد کی کوشش میں لگی ہے اور اس کی طاقت کی کمزوری تمہارا بنیادی مقصد بن کر رہ جاتا ہے۔

"مرہٹوں کی طاقت کے بارے میں یہ بہت کہا جا چکا ہے کہ اس کو روکا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بات کسی حد تک ضروری اور مناسب ہو مگر انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ہندوستان میں ایک ثالث کا رول ادا کرے۔ اگر یہ تمہارے ناعاقبت اندیش اقدامات نہ ہوتے تو ملکی طاقتیں ایک دوسرے کے خلاف توازن قائم کر لیتیں اور اپنے جھگڑوں میں پھنس کر وہ تم کو امن و سکون سے رہنے دیتیں۔" (۱)

(۱) کمپنی کا فورٹ سینٹ جارج کو عام خط مورخہ ۱۳ر مئی ۱۷۶۸ء

Marfat.com

باب ۹

پہلی میسور۔انگریز جنگ

(اگست ۱۷۶۷ء سے مارچ ۱۷۶۸ء)

حیدر اور نظام نے نواب ارکاٹ کے علاقے میں جنگ چھیڑ دی۔ مدراس پریسیڈینسی کا سب سے بڑا فوجی افسر کرنل اسمتھ تھا۔ وہ ملاپٹی کے قریب پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ ۱۴/ اگست کے قریب وہ جنوب کی سمت قریب گیارہ میل آگے بڑھا۔ انگریزوں کی خبر رسانی کا نظام اتنا ناقص تھا کہ ۲۵/ اگست تک حیدر اور نظام کے بارے میں اسے کچھ بھی یقینی طور پر نہیں معلوم ہو سکا اور جب اسے علم ہوا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ حیدر کے سوار انگریز لشکر گاہ کے لیے چارہ کا انتظام کرنے والی گاڑیوں کو بھگا لے گئے تھے اور مخدوم صاحب کی زیر کمان حیدر کے چار ہزار سوار قرب و جوار کے علاقوں میں لوٹ مار کر رہے تھے۔ اسمتھ کو یہ بھی خبر ملی کہ نظام اور حیدر کاویری پٹنم کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں اور حیدر کے کچھ سوار دستے سنگر پیٹھ کے راستے کرناٹک میں گھس گئے ہیں۔ انگریز اپنی چھوٹی سی فوج سے کاویری پٹنم کو بچانے کی کوشش بھی کرنے کے قابل نہیں تھے کیونکہ وہ پہلے ہی سے سامان رسد اور دوسری ضروریات کے شدید محتاج تھے۔ محافظ فوج کو اس کے حال پر چھوڑ کر کہ وہ جن بہتر شرائط پر ممکن ہو صلح کر لیں، انگریزی فوج نے جنوب مشرق میں ۱۶ میل کوچ کیا۔ وہ جلد سے جلد ترونا ملائی پہنچنا چاہتی تھی جہاں اسمتھ کو یہ امید تھی کہ وڈ کی ترچناپلی سے متوقع فوج اس سے آملے گی۔ اسمتھ کے زیر کمان انگریزی فوج کی تعداد بہت کم تھی اس میں صرف چھ سو یوروپی اور چھ ڈویژن دیسی سپاہیوں کی تھیں۔ حیدر کی فوج دو سو دس یوروپی، آٹھ سو بہترین مغل سوار، بارہ ہزار دوسرے سواروں، پانچ ہزار دستی بم پھینکنے والے سپاہیوں، یوروپی دستی بندوقوں سے لیس آٹھ ہزار سپاہیوں، ایک ہزار بندوق بردار اور چار ہزار توڑے دار بندوقوں

پر مشتمل تھی۔ اس کے اٹھارہ ہزار پیادوں میں ۱۲ ہزار یقیناً بہت عمدہ تھے۔ اس کے پاس تمام قسم کی اٹھارہ توپیں تھیں۔ نظام کے پاس ۲۵ سے ۳۰ ہزار سوار، دس ہزار پیادے اور ساٹھ توپیں تھیں۔[1] ۳۰ اگست کو اسمتھ سنگر پیٹہ روانہ ہوا۔ تمام راستہ جنگلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور توپوں کی نقل و حرکت کے لیے بہت خراب تھا۔ اس سفر کے دوران وہ دو بار پونیر سے ہو کر گزرا۔ حیدر کے سواروں نے تعاقب کیا مگر وہ نظروں سے اوجھل رہے۔ ۳۱ اگست کو ۶ بجے صبح کے قریب اسمتھ سنگر پیٹہ کے درے سے گذرا۔ حیدر کے سواروں نے حملہ کیا مگر انگریزوں کی شدید گولہ باری کے سبب وہ پیچھے ہٹ گئے۔ اس سلسلے میں ایک انگریز سپاہی کا تبصرہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "مجھے بڑی مشکل سے یہ یقین آتا تھا کہ اتنے گھنے جنگل میں کوئی سوار فوج پیادہ فوج پر حملہ بھی کر سکتی ہے۔ جنگل میں بعض بعض جگہ ہم قطاروں کی شکل ہی میں آگے بڑھ سکتے تھے اور اتنا ہی نہیں ان میں سے بہت سے ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل گھسٹ گھسٹ کر اس ڈھلوان اور ناہموار پہاڑی پر آگے بڑھے تھے۔ ان کی جنگی صلاحیتیں ہم سے بہت مختلف ہیں۔"[2]

چنگاما کی جنگ: حیدر کا منصوبہ یہ تھا کہ چنگاما کے قریب مختصر سی انگریزی فوج کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اسمتھ ایک خاص ترتیب سے آگے بڑھ رہا تھا۔ مقدمۃ الجیش کی کمان میں کیپٹن کالورٹ کی بٹالین میجر بنجور کے ساتھ تھی۔ ان کے عقب میں نواب ارکاٹ کے تقریباً ایک ہزار سوار چل رہے تھے ان کے کچھ پیچھے سامان لشکر تھا۔ اس سامان کے دائیں جانب کنگ کی بٹالین قطاروں کی شکل میں آگے بڑھ رہی تھی اور اس کی بائیں طرف کوبی کا دستہ اسی طرح رواں دواں تھا اور سب کے عقب میں میجر تھامس فٹز جرالڈ اور مختلف دستوں کے دستی بموں سے لیس سپاہی تھے۔ حیدر نے نظام کی فوج کے ایک سالار راجہ رام چندر راؤ کو پانچ ہزار تین سو سوار اور کچھ پیادوں کے ساتھ اس راستے کے بائیں متصل واقع ایک گاؤں اور پہاڑی پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا جس سے انگریزی فوج گزرنے والی تھی۔ حیدر کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ انگریزی فوج کو سامنے سے روکیں گے اور وہ خود عقب سے اصل فوج کے ساتھ ان پر حملہ آور ہو گا۔ ان کی دستی بندوقوں اور تیروں سے برابر حملہ جاری رہا اور اس کی سوار فوج بھی حرکت میں آ گئی لیکن کوبی کی فوج نے جو گاؤں کے سب سے قریب تھی گاؤں پر سنگینوں سے حملہ کیا۔

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۲۱۵

(۲) 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

نظام کی فوج کو تتر بتر کردیا۔ چونکہ حیدر کے سپاہیوں اور سواروں کا ایک بڑا حصہ انگریزی قطاروں کو دبا رہا تھا لہٰذا ایک برطانوی بٹالین کو وہاں تعینات کر دیا گیا۔ جنوب کی سمت سے پہاڑی پر حیدر کے بہترین سپاہیوں نے حملہ کیا۔ پہاڑی پر انگریزوں کے قبضہ کر لینے سے انھیں جو فوجی فائدہ حاصل تھا حیدر اسے اچھی طرح جانتا تھا چنانچہ اُس نے اُسے دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کئی حملے کیے۔ ایک حملے میں حیدر نے بذات خود قیادت کی جس میں اُس کی ٹانگ پر چوٹ آگئی۔ لڑائی کے ایک مرحلے میں حیدر کے سپاہی پہاڑی پر قابض ہو گئے تھے مگر دستی بم پھینکنے والے سپاہیوں نے انھیں مار بھگایا۔ حیدر نے ان کی صفوں کو توڑ کر اُوپر پہنچنا ناممکن سمجھا۔ انگریزوں کے بیس آدمی قتل ہوئے اور ڈیڑھ سو زخمی جن میں پانچ یوروپین بھی شامل ہیں۔ حیدر اور نظام کے پندرہ سو آدمی زخمی یا قتل ہوئے۔ جنگ ۲ر ستمبر کو ہوئی اور وہ دوپہر کے ایک بجے سے رات گئے تک جاری رہی۔(۱) اس لڑائی نے حیدر کے ذہن میں انگریز کمان دار کے بارے میں بہترین رائے قائم کردی جو بعد میں انگریزوں کے کام آئی۔

سوار فوج کی عدم موجودگی میں تعاقب ناممکن تھا۔ دوسری صبح برطانوی فوج نے اپنا سفر جاری رکھا اور حیدر کے سپاہی فاصلہ سے تاراج کرتے رہے۔ جیسے ہی بجور اپنے دستے اور سامان کے ساتھ آگے بڑھا حیدر کے سواروں نے اس کا تعاقب کیا۔ اس کے راستے میں ایک ندی پڑتی تھی جس میں اس وقت بہت کم پانی تھا۔ اس کے کنارے بہت ڈھلوان اور جھاڑی دار تھے اور زمین بھی کافی ناہموار تھی۔ حیدر کے سوار اس میں اُتر گئے اور زبردست لوٹ مار کی اور انھوں نے تو فوجی گاڑی کے ڈبلو کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ بعد میں گاڑیاں نکال لی گئیں۔ برطانوی فوج کا ہراول ۴ر تاریخ کو صبح کے وقت اور عقبی حصہ اسی شام کو ترنا ملی پہنچا۔ "یہ ۲۷ گھنٹوں کا سفر تھا جس میں انسانوں اور جانوروں کو دم لینے کا بالکل موقعہ نہ ملا اور نہ وہ ایک لمحے کے لیے اپنا بوجھ اُتار سکے"۔(۲)

چنگاما کی لڑائی بالکل غیر فیصلہ کُن رہی۔ برطانوی سپہ سالار تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ "مختلف دروں کے راستے دشمنوں کی سوار فوج ہم سے پہلے کرناٹک میں داخل ہو گئی۔ ترنامولی کے قریب مجھے اُن کی بڑی بڑی ٹکڑیاں ملیں"۔ ان واقعات میں قابل ذکر واقعہ لفٹیننٹ ہچ کاک (HICHCOEK) کی دغابازی ہے جو ان حالات میں ایک بے نظیر مثال ہے"۔(۳)

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۳۳ و ۲۱۵

(۲) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۳ر اکتوبر ۱۷۶۷ء

(۳) لیکن ولسن اپنی "مدراس فوج کی تاریخ" میں ہمیں بتاتا ہے کہ یہ واقعہ پہلی بار نہیں پیش آیا تھا۔ اس زمانے میں

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

۵ ستمبر کو حیدر نے پیش قدمی کی اور انگریزوں سے چھ میل کے فاصلے پر خیمہ زن ہوا۔ اس کے ساتھ نظام کی پوری فوج تھی۔ اتحادی انگریزوں کو تیر اندازی سے خوف زدہ کرتے رہے — ۸ تاریخ کو کرنل وڈ کے دستے اسمتھ کے دستوں میں آکر مل گئے۔ حیدر کو اس اتحاد کو روکنا چاہیے تھا مگر وڈ کی فوج بلا کسی قسم کی لڑائی کے ان سے آکر مل گئی بلکہ اس نے حیدر کی فوج دیکھی تک نہیں۔ برطانوی فوج آٹھ میل اور شمال کی سمت کلس بکم کی طرف بڑھ آئی۔ میسور فوج نے بازو کے دستوں کے ساتھ محض چند گولیوں کے تبادلے پر اکتفا کی۔ ۱۴ ستمبر کو اسمتھ اپنی فوج کے ساتھ ترنامولی کے قریب ایک اونچے مقام کی طرف لوٹ آیا مگر ۱۶ تاریخ کو وہ پھر کلس بکم چلی گئی کیونکہ وہ سامان رسد کی سخت کمی محسوس کر رہی تھی۔ کچھ غلہ انھیں گاؤں میں دبا ہوا مل گیا۔ ۲۱ تاریخ کو حیدر کی فوج کا ایک بڑا حصہ انگریزی فوج کے سامنے ظاہر ہوا۔ میجر فٹز جیرالڈ کے ماتحت دستی بم بردار سپاہیوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا۔ ان کو توپوں کے ذریعے مار بھگایا گیا۔ اس کے بعد وہ فوجی دستہ سینٹ تھامس کی پہاڑی پر گیا اور مدراس کے باشندوں کو شدید ترین سراسیمگی میں مبتلا کر دیا۔" گورنر، محمد علی اور اس کالڑ کا کرنل کال اور تقریباً تمام ارا کین کونسل کمپنی کے باغ میں ایک دیہی مکان میں ہونے کے سبب بال بال بچ گئے۔ خوش قسمتی سے باغ کے مقابل اتفاقاً ایک چھوٹی سی کشتی رکھی تھی جو ان کے بچنے کا ذریعہ بن گئی (۱)

۲۴ تاریخ کو ایک بار پھر برطانوی فوج نے اونچے مقام کی طرف پیش قدمی کی۔ برطانوی فوج کی یہ بار بار پیش قدمی اور واپسی اس غرض سے اختیار کی گئی تھی کہ وہ اتحادیوں کو کھلے میدان میں لے آئیں اور ان کو جنگ چھیڑنے پر آمادہ کر دیں تاہم ان کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ۲۵ ستمبر کو بائیں جانب سے

(بقیہ پچھلے صفحہ سے آگے)

جو لوگ ہندوستان آکر کمپنی کی ملازمت کرنا چاہتے تھے وہ بیشتر من چلے قسمت آزما ہوتے تھے اور اس لحاظ سے وہ بہت سی ترغیبات کی طرف مائل ہو سکتے تھے۔ سنہ ۱۷۶۱ء میں ایک کیپٹن کوسن نے جو چنا پٹ کا کمان دار تھا اپنے مقام کو چھوڑ کر اپنی محافظ فوج اور دستے کے ساتھ حیدر علی سے جا کر مل گیا۔" فورٹ سینٹ جارج کے محکمہ جاسوسی کے نام اسمتھ کے ایک خط سے۔ سیلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۷۶۶ء

(۱) قدیم مدراس کے آثار جلد دوم ص ۵۹۶

اس حملے کی خبر بڑھا چڑھا کر مدراس کے قبضہ کرنے کی کہانی بنا کر پیش کی گئی۔ کمپنی کے اسٹاک کی قیمت ۲۷۲ سے گر کر ۲۲۲ ہو گئی۔ سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۲۷ اکتوبر سنہ ۱۷۶۶ء ص ۳۲۷

Marfat.com

انگریزوں نے قریب ڈیڑھ میل تک پیش قدمی کی جو ان کو ان کے پڑاؤ کے اور قریب اور اس کی سیدھ میں لے آئی اور جس کی بنا پر میسور فوج نے اپنے خیمے اکھاڑ لیے۔ انگریزی فوج نے زمین کو حملے کے لیے بالکل ناموافق پایا۔ میسور فوج تین میل جنوب میں بلند پہاڑیوں کے درمیان چلی گئی اور وہاں اس نے کئی مضبوط مورچے جما لیے۔ اس طرح انھوں نے اپنے پڑاؤ پر شب خون سے بچنے کے لیے احتیاطی تدبیر اختیار کی۔

ترنا ملی کی جنگ: انگریزوں کو تعجب بھی ہوا اور اطمینان بھی کہ ۲۶ ستمبر کو اتحادیوں نے انگریزی پڑاؤ کی جانب اٹھارہ اور ۲۴ پونڈ کے گولے پھینکنے والی ۱۹ توپوں کے ساتھ پیش قدمی کی لیکن انھوں نے دونوں لشکر گاہوں کے درمیان فاصلہ قائم رکھا۔ میسور فوج نے جلد ہی شدید گولہ باری شروع کر دی جس سے انگریزوں کو قدرتی طور پر یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ دست بدست جنگ کیے بغیر ہی ان کو ان کے پڑاؤ سے بھگانا چاہتے ہیں چونکہ اسمتھ کی توپیں وزن کے لحاظ سے خاصی ہلکی تھیں۔ اس لیے وہ میسور فوج کی سمت گولہ باری کا جواب نہیں دے سکا۔ تاہم اس نے اپنے آدمیوں کو داہنی جانب گھومنے کا حکم دے دیا اور انھوں نے دونوں کے درمیان واقع ایک بلند پہاڑی کے گرد ایک حلقہ سا بنا لیا۔ کیپٹن کُک کو حکم دیا گیا کہ وہ پہاڑی پر قبضہ کرے۔ میسوریوں نے یہ خیال کیا کہ انگریز پیچھے ہٹ رہے ہیں اس لیے وہ بائیں جانب اس پہاڑی کے بالکل مقابل کھسکنا شروع ہوئے۔ انھیں انگریزوں کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی۔ اصل میں وہ انگریزوں کی پیش قدمی کو پہاڑی کے حائل ہونے کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ان توپچیوں اور سپاہیوں کے ایک گروہ نے سامنے والی پہاڑی کی نکلی ہوئی چٹانوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ ایک دوسری جماعت نے پہاڑی پر چڑھنے کی کوشش کی مگر مار بھگائے گئے۔ سامنے سے انگریزوں نے چٹانوں پر حملہ کیا اور ان کو بھاگنا پڑا تاہم وہ بندوقوں سے گولیاں برساتے ہی رہے اور داہنی جانب انگریزی فوج کے اصل حصے نے پیش قدمی کی۔ میدان جنگ کے اس حصے میں اتحادیوں کے پیادے تو الگ تھلگ رہے اور سوار فوج کی بہت سی ٹکڑیوں نے انگریزوں کے اردگرد ایک دائرہ سا بنا لیا تاکہ موقعہ پاتے ہی وہ ان کو کاٹ کر رکھ دیں لیکن یہ بہت عجیب بات رہی کہ ان کو موقع نہ مل سکا اور انگریزی توپ خانے کی شدید گولہ باری نے ان کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ سہ پہر کے قریب سواروں کے ایک دستے نے انگریزی فوج کے دائیں بازو پر حملہ کیا لیکن میجر فٹز جیرالڈ عقب سے اچانک مڑا اور ان کا پُرجوش مقابلہ کیا اور وہ پلٹ آئے۔ جب اسمتھ نے میدان جنگ پر اپنی گرفت مضبوط کی تو خاصا اندھیرا ہو چکا تھا۔ اتحادیوں کی فوج اپنے مورچہ بند پڑاؤ کو لوٹ آئی۔ حیدر نے اپنے بہترین سپاہیوں کو مورچوں میں رکھا اور خود ان کی کمان سنبھالی۔ نظام نے فوراً اپنی جگہ بدلی۔

Marfat.com

ساری رات اتحادی اپنے سامان جنگ کو منتقل کرتے رہے۔ ایک میل کے فاصلے سے انگریز یہ سب روشنی کی مدد سے دیکھ سکتے تھے۔ اسمتھ مقابل پڑاؤ پر ایک فوری حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے اپنے کو ایک دلدل میں پایا کیونکہ ایک بدمعاش جاسوس نے اُسے یہ بتایا تھا کہ ایک لمبے راستے کا چکر کاٹے بغیر وہ ان کے پڑاؤ تک نہ پہنچ سکیں گے۔ دوسری صبح کو یہ خبر غلط ثابت ہوئی تاہم اس نے کرنل گگ کو فتح سے محروم کر دیا تھا۔"(۱) اسمتھ نے دو توپوں پر قناعت کر لی جن کو اتحادی اپنے ساتھ نہیں لے جا سکے تھے۔ میدان میں شکست کے بعد حیدر کی یہ عادت تھی کہ وہ فوج کے عقب میں اپنے چیدہ سواروں کے ساتھ رہتا تھا۔ اسمتھ کو افسوس تھا کہ "صرف دو ہزار اچھے سواروں نے ہم کو دونوں دشمنوں کی فوجوں کا قابض اور مالک بنا دیا ہوتا۔"(۲) نظام نے حیدر کو جنگ کے بعد آدھی رات کے قریب چھوڑا تھا اور قبل اس کے کہ وہ قیام کر سکے وہ سنگر پٹہ پہنچ گیا۔ میجر فٹز جیرالڈ اور کرنل ٹاڈ کو بھیجا گیا کہ وہ پہاڑی سے واپسی کے راستے میں ٹیپو کو روک سکیں لیکن وہ بہت پھرتیلا ثابت ہوا اور ان کے حائل ہونے سے پہلے ہی نکل گیا۔

موسم برسات پوری شد و مد کے ساتھ آ گیا تھا۔ انگریزی فوج ترچناپلی، کانجی ورم اور ترنا ملی کی فوجی چھاؤنیوں میں داخل ہو گئی۔ اتحادیوں میں لڑائی جھگڑا ہوا اور پھر وہ علیحدہ ہو گئے۔ بنگال کی حکومت نے جو مدراس کی حکومت کے مقابلے میں ہمیشہ بہادری کا ثبوت دیتی تھی اب مدراس کی کونسل کو مشورہ دیا کہ نظام کے خلاف اس حملے کے بعد دوسرے حملوں کا سلسلہ جاری رکھے اور بہت جلد اسے مراعات نہ بخشی جائیں۔ "ہم حکومت جیسی کچھ چیز ان صوبوں میں ساحل پر قائم کرنے کے بارے میں سوچ سکتے ہیں جو ہمارے مفاد میں ہو۔ نہ تو حکومت کا اثر بہت زیادہ بڑھایا جائے اور نہ ہی صوبے کا اثر بہت زیادہ گھٹایا جائے۔ حیدر آباد کی مہم پوری قوت و طاقت کے ساتھ جاری رکھی جائے۔ اگر صوبے میں کچھ لوگوں کی تبدیلی ضروری ہو تو ہم بادشاہ پر اثر انداز ہو سکتے ہیں کہ بادشاہ اپنی سند کے ذریعے تقرری کی منظوری دے۔"(۳) مدراس کی حکومت خود بھی ایک کٹھ پتلی نظام بنانے کے خیال

(۱) اورمے مخطوط جلدیں ۲۱۵، ۳۳

(۲) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۷۶۷ء ص ۴۳۔ دی لاتور کے مطابق حیدر اپنی فوج کو پڑاؤ میں لے گیا اور انگریزوں کے لیے جیت کی کوئی نشانی نہ چھوڑی سوائے ان تین توپوں میں سے ایک توپ کے جن کو وہ پہلے خود کھو چکے تھے۔ انگریز ایک پرتگالی افسر کے سوا کسی کو نہ پکڑ سکے۔ فوج کے مقتولوں کی تعداد چار سو سے زیادہ نہ تھی۔

(۳) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد ۲۷ اکتوبر ۱۷۶۷ء ص ۴۳۴ — ۴۳۲

Marfat.com

کی مخالف نہیں تھی اور وہ یہ جاننا چاہتی تھی کہ "اگر بادشاہ اپنے بیٹوں میں سے کسی بیٹے کو یا شاہی خاندان کے کسی شخص کو بھیجنے پر راضی ہو یا وہ رقم مہیا کر سکے یا اخراجات کے پورے کرنے کی ضمانت دے تو ہم صوبے میں اس کی کسی بھی تقرری کی حمایت کریں گے۔" کلکتے سے جواب آیا کہ "نہایت اہم مقصد یہ ہے کہ کرناٹک، میسور کے علاقے اور دکن کو برطانوی اثر کے تحت لے آئیں اور مرہٹوں کی مداخلت کے خلاف ایک مؤثر اتحاد قائم کیا جائے۔"(۱) شاہ عالم نے یہاں تک اقدام کیا کہ دکن کی صوبیداری کے لیے ایک سادہ شاہی فرمان جاری کر دیا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے مفاد میں جو سب سے زیادہ مناسب ہو وہ تقرری کر لی جائے۔

میسور کے حکمران کی صورت میں انگریزوں کو ایسے دشمن سے پالا پڑا تھا جو مشرق کے آرام طلب دشمن سے کافی مختلف تھا جس سے ان کا اب سابقہ پڑا تھا۔ موسم برسات میں بھی حیدر کاویری پٹنم کی فصیلوں کے نیچے فوج جمع کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ بنگلور سے کاویری پٹنم کو روزانہ چھ سو فوجی گاڑیوں سے کم آمد و رفت جاری نہیں رہی۔"(۲)

حیدر نے شروع نومبر ۱۷۶۷ء میں اپنی پیش قدمی شروع کی۔ اس نے بڑی آسانی سے ٹیرو پٹور اور وَنمباڑی پر قبضہ کر لیا۔ وَنمباڑی کی محافظ فوج لفٹیننٹ رابنسن اور لفٹیننٹ ڈیوس کی کمپنیوں کے سپاہیوں پر مشتمل تھی جن کو قیدی بنا لیا گیا۔ اسمتھ نے اورمے کو لکھا کہ "حیدر نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا، ان سے ہتھیار نہ اٹھانے کا وعدہ لیا اور ان کو آزاد کر دیا۔ ان دیسی سپاہیوں کے سوا جنھوں نے اس کی ملازمت قبول کر لی، بقیہ کو قید کر دیا۔ دوسروں کو بالائی علاقوں میں اس کے سپاہیوں کی تربیت کے لیے لے جایا گیا۔"(۳) اس کے بعد حیدر نے امبور کا محاصرہ کر لیا جو جاری رہا۔ حالانکہ حیدر ۲۷ بھاری توپیں لایا تھا اور اس نے ۹ خندقیں کھودی تھیں تاہم امبور نے سخت مزاحمت کی۔ حیدر نے فصیل میں دو شگاف ڈال دیے مگر وہاں تک پہنچنا مشکل پایا۔ وہ صرف دو سڑکوں کے ذریعے اوپر چڑھ سکتا تھا مگر وہ بھی اس قدر ناقابل گزر تھیں کہ فوجی بغیر ہتھیاروں کے اوپر گھسٹ کر چڑھ سکتے تھے چنانچہ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں تھی کہ کلورٹ جو دفاع کر رہا تھا آسانی سے ان شگافوں کو بھر

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روداد ۳۰ دسمبر ۱۷۶۶ء ص ۴۵۸

(۲) اورمے مخطوط جلد ۳۳

(۳) " " "

سکتا تھا۔ حیدر انگریز فوج کے بڑے حصّے کے آنے سے پہلے اپنا کام ختم کرلینا چاہتا تھا۔ سخت گولہ باری کے ذریعے لوگوں کو بدحواس کرنے میں ناکام رہنے پر جیسا کہ اس کو امید تھی اس نے دھمکی بھرے خطوط لکھے اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے کلورٹ کو اپنی افواج کا سپہ سالار اعظم بنانے کی پیشکش کی تھی لیکن اسی دوران امبور میں سامان رسد کی کمی ہونا شروع ہوئی اور لوگ تھکنے لگے۔ اسمتھ نے اورمے کو لکھا تھا کہ "یوروپی جو انگریزوں کی حیثیت سے شرم اور ذلّت کا داغ ہیں ایک گروہ ہوکر اس کے پاس آئے اور خدا کی قسم دے کر کہا کہ وہ قلعہ حوالے کردے۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری فوجوں کی تاریخ میں کالوں کو ایک شہر حوالے کرنے کی یہ پہلی مثال ہے۔ کلورٹ نے ان کو بتایا تھا کہ اس کے کیا بُرے اثرات سپاہیوں پر ہوں گے۔ آخرکار وہ اپنے اس بزدلانہ رویہ پر شرمندہ ہوئے"۔(۱)

ان تمام وجوہ سے انگریزی فوج زیادہ دنوں تک انتظار نہیں کرسکی۔ اگرچہ اس کے پاس سازوسامان کی کمی تھی وہ ۲ اور ۳ دسمبر کو روانہ ہوئی اور صرف سات دن کے چاول جو چھ سو بیلوں پر لدے تھے اسمتھ سارے کرناٹک سے حاصل کرسکا تھا"۔ یہ ایک بار پھر کامیابی کا موقع تھا۔ امبور ۷ تاریخ کو بچالیا گیا اور حیدر ونیمباڑی کو تیزی سے روانہ ہوگیا۔

ونیمباڑی کا قضیہ: دوسرے دن تین بجے صبح انگریزی فوج روانہ ہوئی۔ ۹ بجے صبح میجر فٹز جیرالڈ نے خبر بھیجی کہ اس نے دشمن کو دیکھ لیا ہے۔ حیدر بڑی اچھی جگہ پر قابض تھا جہاں وہ خاصا فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ اس کی فوج قلعے کی پشت پر ایک جزیرے میں پڑاؤ ڈالے تھی اگرچہ دریا زیادہ گہرا نہیں تھا۔ اس کے سامنے دریا کا وہ کنارا تھا جو بہت زیادہ ڈھلوان تھا۔ اس کا عقب قلعے کی وجہ سے محفوظ تھا اور اس کا بایاں بازو ونیمباڑی کے گاؤں اور پیڑ سے محفوظ تھا۔ اس کے داہنے ہاتھ پہاڑوں کا ایک سلسلہ تھا۔ اس نے بلند سڑک پر ایک مورچہ قائم کیا تھا مگر پھر اس کو چھوڑکر پیچھے ہٹ آیا تھا۔ برطانوی فوج کے راستے میں گہرا پانی تھا۔ اس کے بائیں ہاتھ دھان کے کھیت تھے اور داہنے ہاتھ ایک جنگل اور جھاڑی دار علاقہ تھا جس میں جابجا بڑے بڑے نالے تھے۔ اس لیے انگریزی فوج کو سیدھے آگے بڑھنا پڑا تھا۔ دوسرے کنارے پر حیدر کی کچھ توپیں تھیں مگر اناڑی توپچی انگریزوں کو بہت کم نقصان پہنچا سکے۔ حیدر کی توپوں پر انگریزوں کی ایک بٹالین نے حملہ کیا اگر حیدر نے ان کو مار بھگایا چونکہ انگریزوں نے مقابل کنارے پر قبضہ کرلیا تھا میسور کی فوج قلعہ اور پیڑ

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۳۳

Marfat.com

میں واپس آ گئے۔ اس حملے کی وجہ انگریزی فوج میں بڑی افراتفری اور انتشار رہا۔ اگر حیدر کے سوار دستوں نے اپنا فرض انجام دیا ہوتا تو انگریزوں نے سخت نقصانات اٹھائے ہوتے۔ قلعے اور گاؤں سے حیدر کے آدمی مسلسل گولیاں برساتے رہے اگرچہ وہ مار بھگائے گئے مگر حیرت انگیز سرعت کے ساتھ حیدر کی پوری فوج روانہ ہو گئی۔ اسمتھ نے لکھا ہے کہ "وہ سرعت کے ساتھ پیچھے ہٹنے کا خاص سلیقہ اور ڈھب رکھتے ہیں۔ (نہ پہاڑ اور نہ کوئی اور چیز ان کو روک سکتی ہے) اور اس صورت میں ہم ان سے ایک بھی توپ نہیں چھین سکتے۔ جس لمحے وہ بھاگنے کی طرف مائل ہوتے ہیں حیدر دس ہزار سواروں کو عقب میں رہنے کا حکم دیتا ہے تاکہ وہ تم کو روک سکیں۔ ایسے تیار سوار دستوں کی موجودگی میں کوئی بھی فوج بے نظمی کے عالم میں ان پر نہ تو حملہ کر سکتی ہے اور نہ ان کا تعاقب کر سکتی ہے۔"(۱) اس معرکہ کے دوران میسیو ڈی آمنٹ (D'AUMONT) پچاس فرانسیسی مسلح سپاہیوں کے ساتھ حیدر کو چھوڑ کر اسمتھ سے آملا۔

حیدر کی فوج کاویری پٹنم چلی گئی۔ تیرپٹور پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں نے کاویری پٹنم پر حملہ کیا۔ ۲۰ دسمبر ۱۷۶۶ء کو کرنل وڈ کی ڈویژن اسمتھ سے آکر مل گئی۔ انگریزی فوج ایک ہزار یوروپی پیادوں، دیسی سپاہیوں کی ۹ بٹالینوں، ۳۰ توپوں اور دو ہزار ہندوستانی سواروں پر مشتمل تھی۔ اسمتھ نے اس کو بہت مستحکم طور پر قلعہ بند پایا۔ اس کے مورچے اتنے مضبوط تھے کہ ان پر حملہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اسمتھ نے لکھا تھا "ہمارے سپاہی میدانی علاقے میں دشمنوں کو حسب معمول شکست دے سکتے ہیں لیکن مجھے یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ حیدر کے سپاہیوں نے ایک مضبوط مورچہ قائم کر لیا ہے اور ہر مورچے کے ارد گرد انھوں نے ایک خندق کھود لی ہے اور کانٹے دار جھاڑیاں لگا دی ہیں۔ وہ اچھی طرح لڑیں گے اور ان کو مار بھگانے میں کافی دقتوں کا سامنا کرنا ہو گا کیونکہ ان کے ہر مورچے میں بھاری اور ہلکی توپیں نصب ہیں۔ قلعہ اور پیٹھ اور ایک تیر کے فاصلے پر تین مضبوط پہاڑیوں کو ملا کر انھوں نے ایک مضبوط دفاعی سرحد قائم کر لی ہے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق قائم کیے ہوئے ہیں اور اس صورت میں وہ ہماری پیش قدمی روک سکیں گے۔"(۲) تاہم وہ کاویری پٹنم کے سامنے پڑا رہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حیدر کے کچھ افسر اس سے غیر مطمئن تھے اور بعض نے تو انگریزوں کے پاس ملازمت کی

---

(۱) اورمے مخطوط جلد ۳۲

(۲) " " جلد ۱۵ ح

Marfat.com

درخواست بھی کی تھی۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آیا کوئی ایسا موقع آئے گا بھی۔ اس کی مدد کے لیے سامان رسد کا ایک قافلہ بھی آ رہا تھا جس کا بہر حال اسے انتظار کرنا تھا۔ ۲۶ ر دسمبر کو حیدر نے اس کی راہ کاٹنے کی کوشش کی۔ وہ ہاتھ میں تلوار لیے اتنی تیزی سے وڈ کے خیموں کے پڑاؤ کے حصے سے ہو کر گذرا کہ وڈ اس کی گرد بھی پا نہ سکا۔ حیدر اپنے ساتھ چار ہزار سوار، ایک ہزار سپاہی اور دو ہلکی توپیں لے گیا تھا تاکہ وہ میجر فٹز جیرالڈ کا راستہ کاٹے جو دستی بم بردار سپاہیوں کی ایک بٹالین اور دو توپوں کے ساتھ سامان رسد کی محافظت کے لیے آ رہا تھا۔ فٹز جیرالڈ کو بروقت اطلاع مل گئی اور اس سے جتنا ہو سکا اس نے تمام غلہ اور تمام بیلوں کو ایک مٹی کے پرانے قلعے میں حفاظت کے لیے پہنچا دیا۔ اس قلعے کو عقب کی پناہ گاہ بنا کر اس نے اپنے آدمیوں کو قلعے کے دونوں جانب پھیلا دیا۔ اور اپنے بازوؤں کی حفاظت کی تدبیر کی۔ حیدر کی توپوں کا نشانہ صحیح نہیں تھا چنانچہ اس نے فٹز جیرالڈ کے آدمیوں کو تیروں کے ذریعے انتشار میں مبتلا کرنا چاہا۔ میسور کی سوار فوج نے تین حصوں میں حملہ کیا مگر سخت گولہ باری نے ان کے قدم اکھاڑ دیے۔ حیدر نے ان کو اکٹھا کیا اور خود حملے کی کمان سنبھال لی میسور کے سوار دستوں نے اب زبردست شور و غل کے ساتھ پیش قدمی کی۔ ایک گولے نے حیدر کے گھوڑے کو ختم کر دیا اور اس کی پگڑی ہوا میں اڑ گئی۔ اس کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا اور اس نے حسب معمول اپنی پسپائی کو بڑی کامیابی سے محفوظ رکھا۔[1] کاویری پٹنم میں سامان رسد کے قافلے کے آنے سے ۴۸ گھنٹے قبل انگریزی پڑاؤ میں کسی کے پاس غلہ نہیں تھا۔ وہ غلہ جو فٹز جیرالڈ نے فراہم کیا تھا صرف چار دن کے لیے کافی ہو سکتا تھا لیکن حیدر اپنی بیشتر فوج کے ساتھ بنگلور چلا گیا۔ اب انگریز نقل و حرکت کے لیے آزاد تھے۔

سال تمام ہونے تک نظام نے امن و صلح کے لیے کوششیں شروع کر دیں لیکن اس نے وہ طریقے اختیار کیے جن سے یہ ظاہر ہو کہ انگریز صلح کی شرائط طے کرنے کے لیے کوشاں ہیں لیکن مدراس کی حکومت نے یہ مطالبہ کیا کہ یا تو وہ حیدر علی کو چھوڑ دے اور اپنے آپ کو کرنل اسمتھ کے حوالے کر دے یا فوراً حیدر آباد چلا جائے۔ جب اسمتھ کاویری پٹنم میں تھا تو اس کے اور نظام کے درمیان کئی پیغاموں کا تبادلہ ہوا۔ حیدر کو اس خط و کتابت کی اطلاع تھی۔ چنانچہ اس نے بہلایا پھسلایا، لالچ دیا، وعدے کیے اور آخر میں دھمکیاں بھی دیں۔ گفت و شنید کی ابتدا کے لیے اسمتھ نے نظام کے سامنے یہ شرط رکھی کہ وہ حیدر

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۲۱۵

Marfat.com

کو چھوڑ دے جو اس نے مان لی۔ حیدر آباد اور میسور کا اتحاد شروع ہی سے بہت غیر حقیقی تھا اور شکستوں کی صورت میں وہ برقرار نہیں رہ سکتا تھا۔ لفٹیننٹ کرنل ہرٹ نے کھمامیت پر قبضہ کر لیا جو دکن کی کلید کہلاتا تھا۔ اگرچہ نظام نے صلح کے لیے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا تاہم وہ دمل چیری درہ کے مقابل پڑاؤ ڈالے رہا تاکہ یہ دیکھ سکے کہ اکیلا حیدر کیا کرتا ہے لیکن اب نظام نے یہ خبر بڑی حیرت سے سنی کہ ایک فوج حیدر آباد پر قبضہ کرنے کے لیے تیار ہو رہی ہے۔ اس نے رکن الدولہ اور راجہ رام چندر کو انگریزوں سے گفت و شنید کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ نظام کے دربار کی فریب آمیز حکمت عملی کی نمایاں خصوصیت تھی کہ اس نے بیک وقت حیدر علی کے پاس ایک پیغام رساں بھیجا تھا تاکہ اسے یہ یقین دہانی کرا سکے کہ وہ وقت گزاری کے لیے گفت و شنید کر رہا ہے اور صرف اس وقت تک جاری رکھے گا جب تک دس ہزار سوار فوج نہیں آجاتی۔[1] بہر کیف انگریز دمل چیری درے سے پیش قدمی کرنے کے لیے تیار رہے۔ انگریزوں کی صلح کی شرائط پر نظام کو راضی کرنے میں کوئی دقت نہیں پیش آئی کیونکہ رکن الدولہ اچھی طرح جانتا تھا کہ انگریز اس کے آقا کو ہٹانے کی پوری طاقت رکھتے ہیں۔ مزید برآں کرنل پیچ اس وقت تک وارنگل پر قبضہ کر چکا تھا اور وہاں سے حیدر آباد آنے کے راستے پر صرف پانچ کوس کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ مدراس کی حکومت اور نظام کے درمیان ۲۲ مارچ ۱۷۶۸ء کو ایک معاہدہ ہو گیا۔ معاہدہ کی نویں شق حسب ذیل تھی: "آصف جاہ حیدر نائک کو ایک باغی اور غاصب سمجھتا ہے اور اس کو اس وجہ سے تمام سندوں، اختیار اور امتیازات سے محروم کرتا ہے اور ان کو واپس لیتا ہے جو اس کو اس نے کبھی عطا کیے تھے یا دکن کے کسی اور صوبے نے دیے تھے"۔[2]

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۸ مارچ ۱۷۶۸ء ص ۱۴۶ - ۱۴۵

(۲) " " " مورخہ ۲۷ اپریل ۱۷۶۸ء ص ۲۱۷

باب ۱۰

پہلی میسور۔ انگریز جنگ

(مارچ ۱۷۶۸ء۔ اپریل ۱۷۶۹ء)

حیدر اب انگریزوں سے لڑنے کے لیے اکیلا رہ گیا تھا۔ اس کو جزیرہ نما کے مشرقی حصے سے نکل کر مغربی حصہ مالابار میں انگریزوں کے حملے کو روکنے کے لیے جانا پڑا۔ اس طرح مشرق میں اسمتھ ورُوڈ کو جارحانہ حملے کرنے کا پورا موقعہ مل گیا۔

انگریزی فوج کی دو ڈویژنوں نے بہت سی مضبوط و مستحکم جگہوں سے حیدر علی کی محافظ فوج کو نکالنا شروع کردیا۔ بنگلور پہنچنے کے بعد حیدر منگلور کے لیے روانہ ہوا اور مخدوم صاحب کو تقریباً تین ہزار سواروں اور بے قاعدہ سپاہیوں کے ساتھ اسمتھ کے زیر کمان ڈویژن کی نگرانی کے لیے مقرر کیا اور ایک فوج بھی وہاں چھوڑی گئی تاکہ وُڈ کی ڈویژن کو پریشان کرتی رہے۔ وُڈ اپنی فوج کے ساتھ ترنامل اور اسمتھ تیرپٹور کے لیے روانہ ہوا۔ کرنل اسمتھ نے اپنے بھاری توپ خانے کو کرنل وُڈ کے پاس بھیج دیا اور اس نے سنگر پیٹہ اور دھرم پوری پر قبضہ کرلیا۔ اسمتھ نے کاویری پٹم کا رُخ کیا جس پر اس نے ۲۳ر فروری کو قبضہ کرلیا۔ دھرم پوری پر قبضہ کے بعد کرنل وُڈ کو جنوب کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیا گیا۔

اسمتھ نے کرشناگری کا محاصرہ کرلیا کیونکہ اسے یہ اطلاع ملی تھی کہ وہاں صرف ایک ماہ کی رسد باقی رہ گئی ہے۔ انگریز یہ توقع رکھتے تھے کہ یہ جگہ ان کے حوالے کردی جائے گی۔ جنگی قیدیوں نے اسمتھ کو یہ اطلاع دی تھی کہ قلعہ والے زیادہ دنوں تک مدافعت نہ کرسکیں گے۔ یہ بیان کیا جاتا ہے اور قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں کو محض انتظار میں رکھنے کی حیدر کی یہ ایک چال تھی تاکہ ان کو

Marfat.com

نقل وحرکت سے روکا جائے اور ان کی بنگلور کی جانب تیز پیش قدمی میں رکاوٹ ڈالی جائے ورنہ دوسری سمت میں اسے منگلور سے واپس ہونے پر مجبور ہونا پڑیگا۔ کرشناگری بہت زیادہ اہم مقام نہ تھا لیکن اس قدر انتظار کے بعد اس پر قبضہ کرنا ان کے وقار کا سوال بن گیا تھا۔ بہ ہر حال ۲ رمئی سے پہلے اس نے ہتھیار نہ ڈالے اور اس طرح اس کی مدافعت کا مقصد حل ہوگیا اور اس کے بعد بھی قلعے دار کو اپنی فوج، اسلحہ، فوجی پرچموں اور ایک توپ کے ساتھ باہر جانے کی اجازت دے دی گئی کیونکہ قلعہ حوالے کرنے کی یہ بھی ایک شرط تھی " یہ اپنی قسم کی پہلی مانگ تھی جو کسی ہندوستانی افسر نے کی تھی۔ اس کو ہمیں اس فوجی سرگرمی اور جوش کی طرف منسوب کرنا چاہیئے جس کو حیدر نے ہر موقع پر اپنے سپاہیوں میں پھونکنے کی کوشش کی تھی اور جس کا اظہار بہادروں اور اہل لوگوں کو انعام سے نوازنے اور بزدلوں اور غداروں کو سزا دینے کی شکل میں ہوتا تھا۔" اسمتھ کرشناگری کے دفاع کو ایسے الفاظ میں بیان کرتا ہے جو اس حقیقت کی تردید نہیں کرتے کہ کرشناگری کا دفاع محض ایک دھوکا تھا تاکہ حیدر منگلور کی فوجی مہم سے فرصت پائے۔ اسمتھ کہتا ہے کہ "قلعے دار اپنے جوابی پیغاموں میں بڑا معقول آدمی معلوم ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ ایک بہترین آقا کے اعتماد کو کیسے ٹھیس لگا سکتا ہے جس نے اس پر بڑی عنایات کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حیدر جن لوگوں کو فوجی عہدے دیتا ہے ان کے خاندانوں کو بطور ضمانت اپنے پاس رکھتا ہے اور اگر وہ مناسب رویّہ نہیں اختیار کرتے ہیں تو وہ ان کو تباہ کر دیتا ہے چنانچہ یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ یہ لوگ جی توڑ کر بے جگری سے لڑتے ہیں" (۱)

حیدر علی کے خلاف فوجی نقل وحرکت میں مدد دینے کے لیے بمبئی کی حکومت نے مالابار ساحل پر واقع اس کے مقبوضات فتح کرنے کے لیے ایک فوج بھیجی۔ انھوں نے خشکی کے راستے سے میجر گیون (GAVIN) کو اور سمندری راستے سے میجر واٹسن کو ایک فوج کے ساتھ بھیجا جو چار سو یوروپیوں اور آٹھ سو سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ انھوں نے منگلور پر اور حیدر علی کے بحری بیڑے کے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس پر ٹیپو نے ایک ہزار سواروں اور تین ہزار پیادوں کے ساتھ پیش قدمی کی یہ میجر گیون اس کے مقابلے کے لیے گیا اور ایک جھڑپ ہوئی۔ گیون کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ بدنور پر حملہ کرے ٹیپو کی کمان میں ایک میسوری فوج نے ۲ رمئی کو منگلور بازار پر قبضہ کر لیا لیکن اس کو پھر پیچھے دھکیل دیا گیا۔

(۱) اورمے مخطوط جلد ۵۹

حیدر علی

۹ مئی کو انگریزی فوج کو منگلور کے قریب یہ خبر ملی کہ ٹیپو کے پاس چار ہزار پیادوں اور دو ہزار سواروں پر مشتمل ایک کمک آگئی ہے جس کے ساتھ توپیں بھی ہیں اور حیدر خود بھی اس سے آملا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۱ر تاریخ کی رات کو انگریزی فوج نے رخت سفر باندھ لیا اور تیلی چری چلی گئی۔ انگریز اس قدر عجلت اور آنکھ بند کر کے بھاگے تھے کہ انھوں نے اپنے بیماروں کو اسپتال ہی میں چھوڑ دیا تھا اور ڈھائی تین سو دیسی بندوقوں کے سوا تمام سامان اور توپیں چھوڑ گئے تھے۔ اسپتال میں بیماروں میں اسّی یوروپی پیادے اور ایک سو ستر یا اسّی بمبئی کے سپاہی تھے جو حیدر کے ہاتھ لگے اور اس نے اس طرح مالابار کے ساحل پر بغاوت کو کچل دیا اور انگریزوں کو سمندر میں دھکیل دیا۔[1] منگلور کی فتح میں حیدر کو سامان کے ذخیرے، توپیں اور روپیہ ملا اور اس کے ساتھ اس کے آدمیوں کی ہمت بڑھی۔ اس کو منگلور میں توپیں بھی ہاتھ لگیں۔

اسی دوران دھرم پوری پر قبضہ کرنے کے بعد وُڈ نے سیلم اور الور کے خلاف پیش قدمی کی۔ اس نے نمکل پر ۲۵ر مئی کو اور کاویری کے جنوبی سمت واقع ایروڈ پر ۸ر جون کو قبضہ کر لیا۔ پھر وُڈ نے سیتا منگلم پر قبضہ جمایا اور گزل ہاٹی درّے کی جانب پیش قدمی کی۔ اس پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے کوئمبٹور کی طرف کوچ کیا جس نے بلا کسی سخت مزاحمت کے ہتھیار ڈال دیے۔ یہ ۵ر جولائی کا واقعہ ہے کہ ۱۴ر اگست کو ڈنڈی گل نے ہتھیار ڈال دیے۔ اس طرح جنوبی علاقوں پر قبضہ مکمل ہو گیا منصوبہ یہ تھا کہ بنگلور کے محاصرے کی تیاری کے طور پر حیدر کو جنوب سے سامان رسد کی فراہمی کا سلسلہ منقطع کر دیا جائے۔

کرنل کیمبل ایک فوجی دستے کی قیادت کرتے ہوئے ۱۶ر جون کو وینکٹ گری اور ۲۳ر تاریخ کو مُل باگل پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ قلعہ مُل باگل پر اچانک حملہ کیا گیا۔ حیدر کے بھرتی کرنے والے افسر جعفر حسین کو جو اس وقت مل باگل میں تھا خرید لیا گیا اور اس نے اپنے رنگروٹوں کے لباس میں کچھ انگریز سپاہیوں کو قلعے میں پہنچا دیا۔ مل باگل بہت اہم قلعہ تھا کیونکہ وہ اس راستے پر واقع تھا جو ایک طرف تو بنگلور سے رشتہ جوڑتا تھا اور دوسری طرف وینکٹ گری اور کولر سے رسل و رسائل قائم رکھتا تھا۔ اس نے کیمبل کے سامنے ۲۸ر جون کو ہتھیار ڈال دیے۔[2]

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روداد مورخہ ۲۰ر جولائی ۱۷۶۸ء ص ۹۳ - ۲۹۱

(۲) اورمے مخطوط جلد ۲۱۵

۲۰ جون کو اسمتھ کے زیر قیادت ڈویژن نے پیش قدمی کی۔ ۳۱ مئی کو یہ طے کیا گیا تھا کہ فوج کو میسور کے علاقے میں داخل ہو جانا چاہیئے۔ پہلی جون کو نواب ارکاٹ محمد علی اپنے دلو نابوں کے ساتھ مسٹر کال اور مسٹر میکے کے ساتھ برطانوی لشکر گاہ میں پہنچا تھا۔ یہ امید تھی کہ عامل داروں پر نواب کے اثر کی وجہ سے برطانوی لشکر گاہ کے بازار میں سامان رسد کی کثیر مقدار فراہم ہو سکے گی۔ طریقہ جنگ کے بارے میں کرنل اسمتھ کا مدراس کی حکومت سے اختلاف ہو گیا تھا۔ اس لیے میدانی نائب مقرر کیے گئے تھے تاکہ وہ لوگ جو مہم کا منصوبہ بنانے کے ذمہ دار تھے اپنے مشورے دے سکیں اور جنگ کے جاری رکھنے پر اثر انداز ہو سکیں۔ مسٹر کال اور مسٹر میکے اور سپہ سالار پر مشتمل ایک مجلس جنگ عمل میں آئی جس میں اکثریت کو فیصلے کرنے کا حق تھا۔ کرنل نے اس انتظام پر اپنی رضامندی دے دی کیونکہ اس کی بدولت اس کی کافی ذمہ داری کم ہو گئی تھی اور مشوروں اور ہدایات کے لیے بار بار مدراس کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

جنگ کا برطانوی منصوبہ یہ تھا کہ میسور کے علاقوں پر حملہ کیا جائے اور بنگلور کا محاصرہ کر لیا جائے۔ جنوبی علاقوں کی فتح کی تکمیل کے بعد وُڈ، اسمتھ سے آملنے والا تھا تاکہ دو ڈویژنوں سے بنگلور کا محاصرہ کر لیا جائے اور دوسرا حیدر کی نقل و حرکت پر نظر رکھے۔ وہ بہرصورت ۲۹ جولائی کو منگلور سے بنگلور آ گیا تھا۔ اسمتھ کے زیر کمان خاص برطانوی فوج نے ۲۰ جون کو کرشناگری سے کوچ کیا اور ۳ جولائی کو مدی کوٹ پہنچ گئی۔ ہوسر (HOSUR) کا محاصرہ کیا گیا اور ۱۱ تاریخ کو اس پر قبضہ کر لیا گیا جس پر شمالی جانب سے اسمتھ نے حملہ کیا اور مشرق کی طرف سے کیمبل نے۔ ۱۲ جولائی کو انیکل نے ہتھیار ڈال دیے۔ انگریزوں نے اس ارادے سے پیش قدمی کی کہ وہ ہاسکوٹ کے قریب ایک چوکی پر قبضہ کریں اور وہاں وہ اس سوار فوج اور سامان جنگ کا انتظار بھی کریں جو مدراس سے بنگلور کے محاصرے کے لیے آنے والی تھی۔ کرنل وُڈ کو جو ڈنڈی گل پر قبضہ کر چکا تھا یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ جتنی جلد ممکن ہو سکے مرکزی فوج سے جا ملے۔ ۲۴ جولائی کو انگریزی فوج ہوسکوٹ سے ۵ میل جنوب میں ایک اچھی اور بلند جگہ پر آ گئی اور وہاں وہ کچھ دن رہنا چاہتی تھی۔ گوٹی کا مرار راؤ تین ہزار سوار، دو ہزار سپاہیوں اور کچھ توپوں کے ساتھ آ گیا اور ۳ اگست کو انگریزی فوج سے آملا۔ اسی دن انگریزوں کو حیدر علی کے بنگلور آنے کی یقینی اطلاع بھی ملی۔

۲۲ اگست کو نصف شب کے قریب حیدر نے چھ ہزار سواروں اور ایک بٹالین سپاہیوں کے ساتھ مرار راؤ کے پڑاؤ پر حملہ کیا جو انگریزی فوج سے نصف میل کے فاصلے پر واقع تھا وہ خندقوں کو

ہاتھیوں سے پار کر کے پڑاؤ میں داخل ہو گیا۔ مرہٹہ سردار نے اپنے آدمیوں کو سوار ہونے سے منع کر دیا۔ حیدر کے گھوڑے کو ایک خیمے میں پھنسا دیا اور اس کے آدمیوں کو واپسی پر مجبور کر دیا جو ڈیڑھ سو زخمی اور مقتول اور کچھ ہاتھی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حیدر بھی بس بچ ہی گیا ورنہ وہ اس کے خیمے کے دروازے تک پہنچ گئے تھے۔ اس کو، اس کے بیٹے اور کچھ فوجی سالاروں کو انھوں نے زخمی بھی کر دیا۔

۴ ستمبر کو برطانوی فوج ہوسکوٹ سے حیدر کے تعاقب کے لیے روانہ ہوئی جو کافی فوج کے ساتھ کرنل وڈ کی فوج کو روکنے کے لیے گیا تھا۔ کرنل وڈ جنوب سے بڈی کوٹ آرہا تھا تاکہ وہ مرکزی فوج سے آملے۔ اسمتھ کو پسپا ہونا پڑا اور وہ سارا ساز و سامان، لشکر کے خدمتگاروں اور خیموں تک کو چھوڑ کر ملور ہٹ آیا۔ حیدر کو وڈ کی ڈویژن سے ہی مقابلے کی امید تھی۔ اس پر یقیناً حملہ ہوتا اور وہ شکست کھاتا۔(۱) لیکن ۶ تاریخ کو جب پیش قدمی کرتے ہوئے وڈ سے اسمتھ ملا تو بد قسمتی سے سلامی کے گولے کی آواز نے حیدر کے لشکر گاہ کو چوکنا کر دیا اور وہ فوراً روانہ ہو گیا۔ انگریزوں کے لیے اس کو روکنا ناممکن تھا کیونکہ اس کے بہترین بیل انگریزوں کے جانوروں سے دوگنی رفتار سے چلتے تھے تاہم انگریز اپنے توپ خانے کو کھینچے لا رہے تھے۔ حیدر رحم کر مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ وڈ اتنی تیزی سے تعاقب کر رہا تھا کہ عقب اس کا ساتھ نہیں دے پا رہا تھا۔ چنانچہ اس نے دو توپیں کھو دیں اگرچہ وہ بعد کو واپس مل گئیں۔ حیدر کے سوار دستوں نے اس کے عقب پر حملہ کیا اور پالیگار سپاہیوں کو جو ایک تالاب کے قریب گھوم رہے تھے اس نے کاٹ کر پھینک دیا ہوتا اگر بر وقت لینگ کی مدد نہ پہنچ گئی ہوتی۔ یہ تعاقب ناکام رہا جیسا کہ چاہیئے تھا۔ حیدر گرم کنڈہ چلا گیا اور لینگ کے زیر قیادت ایک فوج اس کے پیچھے بھیجی گئی۔ بقیہ فوج نے پیش قدمی کی تاکہ اگر ممکن ہو تو اس کی بنگلور کی واپسی کا راستہ کاٹ دیا جائے۔ غالباً اس مہم سے حیدر کا مقصد صرف اتنا تھا کہ اپنی فوج کے لیے بھرتی کرے اور ان چھوٹے چھوٹے ماتحت سرداروں پر رعب جما سکے جن کی ہمتیں اس کی شکستوں کی وجہ سے بڑھ گئی تھیں۔ کولر کے قریب انگریزی فوج جمع ہو گئی۔ وہ بنگلور کا محاصرہ کرنے کے لیے بالکل تیار تھی لیکن میدانی نائبوں اور اسمتھ کا خیال تھا کہ "جب تک حیدر اتنی کثیر تعداد فوج کے ساتھ میدان میں موجود ہے۔ بنگلور پر حملہ کرنا مشکل ہوگا اور اس سے پہلے اسے

---

(۱) وڈ درّے سے نکل کر تھوڑی ہی دیر پہلے میدان مرتفع پر پہنچا تھا کہ حیدر نمودار ہوا۔ وڈ کے سپاہی طویل سفر کی وجہ سے تھکے ماندے تھے اور حیدر کو ان پر فوراً حملہ کر دینا چاہیئے تھا۔ دوسرے دن اسمتھ کی ڈویژن وڈ سے جا ملی جو آگے بڑھ رہا تھا۔

شکست دینا ضروری تھا۔" بنگلور کا قلعہ بہت شاندار طریقے پر تعمیر کیا گیا تھا اور وہ جنگ کی تمام ضروریات اور سال بھر کے سامان رسد سے لیس تھا۔ دیواریں پتھر کی تھیں۔ عمدہ تعمیر کے برج باہر نکلے ہوئے تھے۔ فصیل کافی وسیع تھی۔ خندق گہری تھی۔ قلعے اور شہر کا درمیانی میدان اور قلعے کا پشتہ شاندار تھا۔ تمام اہم زاویوں پر توپیں موجود تھیں اور باقاعدہ مورچے تھے۔ حیدر کے تین ہزار بہترین سپاہی قلعہ کی فصیلوں کے اندر تھے اور اس کے علاوہ سات ہزار اور سپاہی تھے۔ حیدر خود بھی دس ہزار سپاہیوں، سات ہزار سواروں اور ۲۰ ہزار پالیگار سپاہیوں کے ساتھ باہر تھا اور اس کے بچاؤ کے لیے کسی وقت بھی آسکتا تھا۔ غرضیکہ اس پر صرف دھمکیوں سے غالب آنا ناممکن تھا خاص کر ایک ایسی فوج کے لیے جس کو پورے پیٹ کھانا نہیں ملتا تھا" جس کی بھرتی غلط ہوئی تھی، جس کو تنخواہیں کم ملتی تھیں اور جس کے پاس ساز و سامان کی کمی تھی۔(۱)

جنگ کو ختم کرنے کا ایک بہترین موقعہ مدراس کی حکومت نے محض اپنے حد سے زیادہ لالچ کی بنا پر کھو دیا جب گرم کنڈا کی جانب اس کا تعاقب کیا جا رہا تھا تو حیدر نے اسمتھ کے سامنے صلح کی پیشکش کی تھی۔ ینگ جوڈ کی بیماری کے سبب اس کی ڈویژن کی کمان کر رہا تھا سامان رسد کی کمی کے سبب پنگانورو کے مقام پر رکنے کے لیے مجبور ہو گیا تھا۔ اس کو اسمتھ کی طرف سے کمک پہنچ گئی تھی اور اس کے سپرد اب یہ کام تھا کہ وہ حیدر کو کرناٹک سے فرار نہ ہونے دے۔ اس مرحلے پر صلح کی پیشکش کی گئی تھی۔ حیدر کا وکیل ان کے پڑاؤ میں ۲۲ ستمبر کو آیا۔ یہ معلوم کر کے کہ کچھ نہیں ہو سکتا وہ ۳ اکتوبر کو واپس چلا گیا۔ مدراس کی حکومت نے مطالبہ کیا تھا کہ اس کے تمام اخراجات کا تاوان دیا جائے اور ان اخراجات کا تخمینہ بڑھا چڑھا کر لگایا گیا تھا۔ اس کا یہ بھی مطالبہ تھا کہ کرناٹک کی جانب ایک سرحد قائم کی جائے جس میں کچھ قلعے بھی شامل ہوں۔ اس کے علاوہ وہ ان علاقوں کی محافظ فوج کے مصارف کے لیے کچھ علاقوں پر قبضہ بھی مانگتے تھے جس کی سالانہ آمدنی چھ لاکھ ہو۔ مدراس کی حکومت کا کہنا تھا کہ وہ تیس لاکھ سالانہ کے محصول کے علاقوں کو واپس کر رہی تھی جس کے عوض محض چھ لاکھ سالانہ محصول کے علاقوں کا مطالبہ کر رہی تھی اگرچہ حیدر کی قسمت کا ستارہ گردش میں تھا تاہم اس نے یہ سوچا کہ وہ ان شرائط کو تسلیم نہیں کر سکے گا۔ میلسن تبصرہ کرتا ہے: "استحصال بالجبر اور انتہائی حرص کو شاذ ہی ایسی بروقت سزا بھی ملی ہو گی جو انتہائی مشکلات میں گھر کر وحشی اور غیر تربیت یافتہ صلاحیت عود کر آئی اور حیدر کی

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۱۷ (اصل مخطوطہ میں درج شدہ)

Marfat.com

کامیابیوں کا سلسلہ بازیابی سے شروع ہوا اور آخر کار اس کی فتح عظیم پر جا کر تمام ہوا۔"(۱)

اپنے تعاقب میں صرف ایک چھوٹی سی فوج دیکھ کر حیدر مل باگل کی طرف لوٹ پڑا اور محافظ فوج کی غفلت یا ان کی غداری سے فائدہ اٹھا کر غلبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ محافظ فوج کا بیشتر حصہ نواب ارکاٹ کے سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ فیلڈ ڈپٹی کال نے اسمتھ کے علم کے بغیر انگریز سرجنٹ اور اس کے سپاہیوں کو ہٹا کر اس کی جگہ نواب کے افسر کو متعین کر دیا تھا۔ اس خبر کے ملتے ہی حیدر نے اچانک حملہ کیا اور بغیر کسی مزاحمت کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔

یہ سنتے ہی وُڈ جس نے اپنی فوج کی کمان پھر سنبھال لی تھی مل باگل پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس نے سیڑھی لگا کر اُوپر چڑھنے اور قلعے پر قبضہ کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا اور کچھ نقصان اٹھا کر پسپا ہو گیا۔ دوسرے دن ۴ر اکتوبر کو جب حیدر سامان رسد کی مزید فراہمی کے لیے ایک فوج کے ساتھ جا رہا تھا ایک جھڑپ اس کے اور وُڈ کے درمیان ہوئی۔

مل باگل کی جنگ(۲): حیدر نے پہلے ان دُو توپوں پر قبضہ کیا جو ایک دستے کے ساتھ بھیجی تھیں اور پھر دستے کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ وُڈ خود دستے کے ساتھ تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ حیدر کی فوج اتنی قریب ہے۔ اس نے اس کو ایک فوجی دستہ سمجھا تھا اور اس کا خیال تھا کہ مرکزی فوج جلد نہیں آسکے گی۔ حیدر نے دستے پر سخت دباؤ ڈالا مگر لینگ نے برطانوی فوج کی صفیں درست کیں تب معرکہ شروع ہوا۔ اپنی فتح سے حوصلہ پا کر حیدر کی فوج بڑی بہادری سے لڑ رہی تھی۔ وُڈ نے اپنے دستے کی صف بندی کچھ چٹانوں کے پیچھے کی تھی۔ حیدر نے کئی سخت حملے بولے اور ایک مرتبہ تو کیپٹن میتھیوس کی بٹالین کے سپاہیوں کی صفیں توڑ کر ان میں گھس گیا لیکن ایک اتفاقی واقعہ کے سبب جنگ کا رُخ بدل گیا۔ کیپٹن بروک نے جو سپاہیوں کی ایک بٹالین کے ساتھ سامان لشکر کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا برطانوی سپہ سالار اسمتھ کو نام لے کر زور سے پکارا جس سے یہ لگا کہ وہ مدد لیے آپہنچا ہے۔ اس سے میسوریوں میں افراتفری پیدا ہو گئی اور وُڈ اپنے آدمیوں کو ایک جگہ جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ انگریزوں کے ڈھائی سو آدمی یا تو مارے گئے یا زخمی ہوئے تھے۔ حیدر کے نقصان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے ایک ہزار آدمی کھو دیے لیکن مل باگل جیسی کچھ اور فتوحات ...

---

(۱) ہندوستان کی فیصلہ کن جنگیں ص ۲۲۱

(۲) اورمے مخطوطہ جلد ۱۰۵، جلد ۳۳ ص ۱۰۵ – ۶۳، جلد ۱

شرائط تسلیم کرانے کا اہل بنا سکتی تھیں۔

دوسرے دن اسمتھ وُڈ سے آملا۔ کچھ دنوں بعد فوج کولار لوٹ آئی۔ اسمتھ پریسیڈینسی کے مورخہ ۲ر نومبر کے احکام کے بموجب ۱۹ر نومبر کو فوج کو چھوڑ کر روانہ ہوگیا۔ اسمتھ کا خیال تھا کہ اس کی مدراس میں طلبی کا اصل محرک یہ تھا کہ مدراس کی حکومت وُڈ کو سپہ سالار بنانا چاہتی تھی۔ ان کے خیال میں وُڈ بہترین قیادت کی صلاحیت رکھتا تھا۔ وُڈ کے ہاتھ میں پوری کمان تھی کیونکہ مہ بزانی نائب اور محمد علی بھی مدراس بلائے گئے تھے۔

جیسے ہی اسمتھ واپس گیا حیدر کی خود اعتمادی اور جرأت اور بڑھ گئی کیونکہ وُڈ کے بارے میں کوئی بہتر رائے قائم نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس کا منصوبہ باقاعدہ میدانی جنگ کرنے کا نہیں تھا بلکہ وہ اس کو خوف وہراس میں مبتلا کر کے شکست دینا چاہتا تھا۔ وُڈ کے زیر کمان انگریزی فوج کے فوجی اقدامات محض کوچ اور واپسی کی آنکھ مچولی تک محدود ہو کر رہ گئے تھے کیونکہ کسی باقاعدہ معرکے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ اٹھارہ پونڈ کے گولے پھینکنے والی دو توپیں اور بھاری ساز و سامان چھوڑ کر انگریزی فوج ہوسر میں آئی جہاں حیدر اپنے سوار دستوں کے ساتھ انگریزی فوج کے ارد گرد چکر کاٹتا رہا اور اس کی پیادہ فوج بنگلور کی طرف بڑھتی رہی۔ وہاں اس نے پیٹھ پر حملہ کیا۔ اس نے دونوں توپیں چھین لیں اور کافی ساز و سامان پر قبضہ کرلیا۔ اس نے انگریزوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا اور خود حسب معمول واپس چلا گیا۔ ۲۲ر نومبر کو حیدر نے ارلیر کے مقام پر اچانک وُڈ پر حملہ کر دیا۔ ابھی وُڈ نے خیمے گاڑے ہی تھے اور فوج کو ترتیب دے رہا تھا کہ گولہ باری شروع ہوگئی جو دوپہر سے شام تک جاری رہی۔ حیدر بغیر نقصان اٹھائے واپس ہوگیا۔ انگریزوں کے ۲۰ یوروپی اور دو سو سپاہی مرے یا زخمی ہوئے۔ دوسری صبح جب وُڈ نے کوچ کیا تو حیدر کی فوجیں بہت قریب سے اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔ مجبور ہو کر انگریزی فوج کو قیام کرنا پڑا اور صفیں درست کرنی پڑیں۔ دوسری مرتبہ گولہ باری شروع ہوئی جو ۱۱ بجے صبح تک جاری رہی اور اس وقت بند ہوئی جب وہ فٹز جیرالڈ جو اب اسمتھ کی ڈویزن کی کمان کر رہا تھا، کی آمد کی خبر سن کر چلے گئے۔ انگریز حیدر کو بنگلور میں جنگ کرنے پر مجبور کرنے میں ناکام رہے اور تب وہ ہوسکوٹ اور وہاں سے کولار چلے گئے۔ وُڈ سے مایوس ہو کر پریسیڈینسی نے اسے واپس بلا لیا اور اعلیٰ کمان لینگ کے حوالے کر دی۔ اس نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی فوجوں کو وینکٹ گری لے آیا اور حیدر کو جنوبی اضلاع میں گھسنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا۔ حیدر جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ دھرم پوری پر دوبارہ قبضہ کیا اور کوئمبٹور کے علاقوں کی

طرف کوچ کیا جسے حال ہی میں وُڈ نے فتح کیا تھا۔ حیدر کے تعاقب میں میجر فٹز جیرالڈ کو ایک فوج کے ساتھ بھیجا گیا۔ فٹز جیرالڈ کے لیے اس تک پہنچنا ناممکن تھا کیونکہ وہ اس سے کئی دن کی دُوری پر تھا۔ حیدر نے اپنے کوچ کے راستے میں واقع تمام قلعے چھین لیے۔ سلیم، اودر، نگل، ایروڈ اور ڈنڈی گل پھر اس کے قبضے میں آ گئے۔ مختصر یہ کہ اس نے وُڈ کی تمام نئی فتوحات پر قبضہ کرلیا۔ مزید برآں کرور بھی حاصل کرلیا"۔ اتنی آسانی سے مقبوضات کا نکل جانا محض اس امر کی بنا پر تھا کہ ان علاقوں کو نواب ارکاٹ کے آدمیوں کی نگرانی میں دے دیا گیا تھا۔ پھر تمام مقامات پر رسد کی خاصی کمی تھی اور سپاہیوں کو مدت سے تنخواہیں نہیں ملی تھیں تاہم یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کیپٹن اورٹن (ORTON) جس کے تحت دو سو یورپی اور دوسرے سپاہیوں کی دو بٹالینیں تھیں اس نے کیوں ہتھیار ڈال دیے؟

اب حیدر نے کرناٹک میں پیش قدمی کی اور ایریالور کے قریب قیام کیا۔ اس نے کرناٹک میں لوٹ مار کرنے کے لیے اپنے سوار دستے بھیجے۔ جب فٹز جیرالڈ دور سے حیدر کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھا لینگ اپنا ساز و سامان قریب سو میل کے فاصلے پر کولار سے ویلور منتقل کر رہا تھا۔(۱)

دوسری بار فوجوں کی کمان سنبھالنے کا حکم ملنے پر اسمتھ ۲۸ جنوری ۱۷۶۹ء کو چیٹپٹ پہنچا۔(۲) چونکہ حیدر اس وقت ترناملی میں تھا اس لیے اسمتھ نے اس طرف کوچ کیا۔ ترناملی پہنچنے پر اسے معلوم ہوا کہ حیدر ترکالور چلا گیا ہے۔ اس اطلاع پر کہ حیدر مشرق کی طرف گیا ہے انگریز چیٹپٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ حیدر کو ایک فیصلہ کن جنگ پر مجبور کرنے کے مصمم ارادے سے اسمتھ نے اپنے راستے کی تمام رکاوٹیں دُور کر دیں چونکہ حیدر اپنی مسافت میں ہمیشہ تیز رفتاری کا فائدہ اٹھاتا تھا اس لیے انگریز اپنے کو بہت مجبور پاتے تھے۔ حیدر کی سوار فوج کے تین ہزار سپاہیوں نے انگریزی فوج کے عقب کو بہت پریشان کیا۔ انھوں نے حیدر کو تمام ضروری معلومات بہم پہنچائیں اور اسمتھ تک

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ یکم مارچ ۱۷۶۹ء، ص ۱۰۱

(۲) ۱۷۶۹ء کے شروع میں حیدر نے صلح کی پیشکش کی لیکن بورشیر نے پس و پیش کیا حالانکہ وہ گفت و شنید کر رہا تھا۔ اس نے اسمتھ کو ہدایت کی کہ وہ دشمن کی فوجوں پر حملہ کرے۔ حیدر اسمتھ کو جھانسہ دے کر جنوب کی جانب لے گیا۔ (قدیم مدراس کے آثار، جلد دوم ص ۵۹۲)

Marfat.com

کسی قسم کی اطلاعات نہ پہنچنے دیں۔ ۱۹ر تاریخ کو انگریزی فوج جو حیدر کے بے نتیجہ تعاقب میں لگی ہوئی تھی آخر کار چٹ پٹ آ پہنچی۔ اس مرحلے پر سات دن کے لیے لڑائی روک دی گئی لیکن گفت وشنید ۱۲ر مارچ تک جاری رہی اور حیدر کا وکیل بالآخر بلا لیا گیا۔ انگریزوں نے تجویز رکھی کہ چالیس دن کے لیے جنگ بندی کر دی جائے اور اس دوران حیدر کی فوجیں الور میں اور انگریزی فوج جگدر گاؤں میں مقیم رہیں۔ حیدر کی تجویز تھی کہ اس کی فوجیں ونڈی واش میں رہیں اور انگریزوں کی فوج کانجی ورم میں رہے اور لڑائی سات دن کے لیے موقوف رہے۔ لیکن اس صورت میں حیدر علاقے کے مرکزی مقام پر ہوتا جہاں وہ اپنی تیز رفتار سوار فوج کے ساتھ انگریزوں سے پہلے ارکاٹ یا کڈلور پہنچ سکتا تھا۔ گفت وشنید کے ناکام ہو جانے کی صورت میں فوجیں برابر کوچ کرتی رہیں۔ انگریز کبھی اس قابل نہ ہو سکے کہ حیدر کی فوج کے قریب آ سکیں۔ ان کے درمیان فاصلہ ایک دن کی مسافت سے کم کبھی نہ ہوا اور حیدر ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتا رہا۔

۱۴ر تاریخ کو اسمتھ کو خبر ملی کہ حیدر انگریزی فوج سے بچ نکلے اور میسور کو جانے والی شاہراہ پر پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسمتھ تیزی سے تعاقب میں روانہ ہوا اور مسافت قطع کرتا ہوا ونڈی واش کی طرف بڑھا لیکن مدراس کی طرف پیش قدمی کا اس کا منصوبہ پورا نہ ہو سکا۔ کوئی یقینی خبر نہ ملنے کی صورت میں اسمتھ نے شمال کی طرف مزید پیش قدمی کی اور ۱۶ر تاریخ کو وہ چنگل پٹ پہنچ گیا۔ حیدر کی سوار فوج کے ایک بازو سے اسمتھ دھوکا کھا گیا۔ وہ یہ سمجھا کہ مرکزی فوج سامنے ہے۔ حقیقت میں ایسا نہیں تھا اسمتھ کانجی ورم روانہ ہو گیا جہاں اس کی ملاقات کرنل لینگ اور اس کی ڈویزن سے ہوئی۔ حیدر کی نقل وحرکت کے بارے میں کچھ بھی معلومات نہیں تھیں لیکن اس کے باوجود اسمتھ نے یہ انتظام کیا وہ خود مغرب کی سمت میں ونڈی واش اور لینگ کی طرف بڑھے گا۔ اسے یہ اُمید تھی کہ کوئی نہ کوئی میسوری لو کو جائے گا اور پھر دونوں کے بیچ میں ان کو پیس دیا جائے گا۔ اسمتھ ۲۳ر مارچ کو ونڈی واش پہنچا۔

۲۷ر مارچ کو اسمتھ نے سُنا کہ حیدر نے اپنے تمام بھاری ساز و سامان اور توپیں الور بھیج دی ہیں اور اپنے سوار دستوں اور ہلکے پیادہ دستوں کے ساتھ انگریزی فوج کے بازو سے کترا کر نکل گیا ہے اور ان کے اور مدراس کے درمیان حائل ہو گیا ہے۔ یہ سن کر اسمتھ نے پوری تیز رفتاری سے پیش قدمی کی۔ ۲۹ر تاریخ کو اسمتھ کرن گل پہنچا۔ ۳۰ر تاریخ کو چنگل پٹ اور ۳۱ر کو ونڈلور جہاں اسے مدراس کی حکومت کی جانب سے ڈیرے ڈالنے کا حکم دیا گیا۔[1] حیدر نے ان کو صلح کی گفتگو شروع کرنے اور اس مقصد

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۲۱۵

کے لیے ڈپرے (DUPRE) کو ان کے لشکر گاہ بھیجنے پر مجبور کردیا لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ فوجی اعتبار سے حیدر کی حالت بہت خراب تھی۔ مدراس میں اس وقت ۲ ہزار سپاہی، چار سو یوروپی، ایک ہلکا توپ خانہ کرنل کیمپبل، میجر بنجور اور دوسرے تجربہ کار اور پرانے افسر موجود تھے۔ لینگ اپنی فوج کے ساتھ ارکاٹ کی شاہراہ پر تھا اور اسمتھ کی فوج حیدر کی سوار فوج کے بالکل قریب تھی۔ حیدر کی فوج تھک کر چور چور ہو چکی تھی لیکن فوجی اعتبار سے صورت حال چاہے غلط رہی ہو لیکن سیاسی اعتبار سے اس کا اندازہ صحیح ثابت ہوا (۱) اور اپنی فوج کی مخصوص کمزوری کے باوجود وہ صلح کا معاہدہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

۳ اپریل ۱۷۶۵ء کو ایک معاہدہ ہوگیا۔ معاہدے کے مطابق ایک نے دوسرے کے مفتوحہ علاقے واپس کردیے سوائے قلعۂ کرور کے، جس پر حیدر کا قبضہ باقی رہا۔ حیدر یہ دلیل دے سکتا تھا کہ کرور بھی مفتوحہ علاقوں کی بازیابی و بحالی میں شامل ہے کیونکہ وہ میسور کی سلطنت سے پہلے الگ کرلیا گیا تھا۔ معاہدے کی یہ بھی ایک شرط تھی کہ دونوں فریقوں میں کسی پر حملے کی صورت میں وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور دشمن کو مار بھگائیں گے۔ معاہدے کی زبان و بیان کے سلسلے میں تھوڑی سی دقت ہوئی کیونکہ نہ تو نواب ارکاٹ اور نہ حیدر علی ایک دوسرے کو مناسب خطابات دینے پر آمادہ تھے۔ یہ مشکل اس وقت دور کی جاسکی جب نواب ارکاٹ نے انگریزوں کو کرناٹک پائیں گھاٹ کا معاملہ طے کرنے کا اختیار دے دیا۔ بمبئی بھی معاہدے میں شامل کرلیا گیا اور ساحل پر حیدر کے جہازوں کے عوض مدراس کی حکومت نے کولار کے اپنے ذخیرے حیدر کے حوالے کردیے۔ (۲)

۱۷۶۷-۶۹ء کی پہلی میسور اور انگریزوں کے درمیان جنگ اس لحاظ سے کافی دلچسپ تھی کہ پہلی بار اس میں انگریزوں نے ایک ہندوستانی طاقت سے صلح کی درخواست کی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حیدر نے ایک کارٹون بنانے کا حکم دیا تھا جس میں گورنر اور اس کی کونسل کے ممبران اس کے سامنے گھٹنے ٹیکے جھکے ہوئے تھے۔ اس میں دکھایا گیا تھا کہ حیدر ڈپرے کی ناک کو جو ہاتھی کی سونڈ کی طرح لمبی دکھائی گئی تھی، پکڑے ہوئے ہے اور اس میں سے گنی اور پگوڈا گر رہے ہیں۔ اس کارٹون میں یہ بھی

---

(۱) یہاں بہر کیف یہ تذکرہ چھوڑے دیتے ہیں کہ "بلیک شہر میں صرف پندرہ دن کی رسد رہ گئی تھی جب صلح کی گئی۔"

ڈپرے کا خط بنام اورمے — سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۲ اپریل ۱۷۶۹ء ص ۲۰۷

(۲) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۲ اپریل ۱۷۶۹ء ص ۲۲۸ — ۲۲۲

دکھایا گیا تھا کہ اس کے ایک ہاتھ میں معاہدہ ہے اور وہ تلوار کو توڑ رہا ہے۔

ایشیائیوں کے معاملے میں یوروپی سپاہی کی برتری کا ایک واضح تصور سینٹ تھام کی جنگ کے وقت سے قائم ہوگیا تھا اور بعد میں ارنی، کاویری پک، پلاس، کنڈور، مچھلی پٹنم، بلویرا، اڈوانالا اور بکسر کی لڑائیوں نے اس خیال کو پختہ کردیا تھا۔ چنانچہ اس مہم میں ان کی ناکامی تشریح طلب ہے۔ با اعتبار تعداد کی فوقیت کے باوجود ہندوستانی افواج یوروپیوں کی مدِمقابل نہ تھیں کیونکہ ان کے جوش وخروش، فوجی تربیت، گولی چلانے کی صلاحیت، مستعدی اور بہتر فن حرب سے ہندوستانی گھبرائے ہوئے تھے۔ ان سب کے مقابل صرف ذاتی بہادری بیکار تھی لیکن اب بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ کا عنصر ختم ہوچکا تھا۔ ہندوستانی حکمراں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ یوروپیوں کے ہاتھوں تربیت یافتہ ہندوستانی سپاہیوں نے اپنے لیے شاندار فتوحات حاصل کی تھیں۔ چنانچہ یہ قدرتی بات تھی کہ حیدر علی جیسے حکمرانوں نے اپنی افواج کی تربیت کے لیے یوروپیوں کو ملازمت میں رکھنا شروع کردیا تھا کیپٹن تھوس مُنل باگل کی جنگ کے بارے میں لکھتا ہے کہ "میں نے حیدر علی کی سیاہ فام (ہندوستانی) فوجوں کی طرح دوسرے سپاہیوں کو بہادر نہیں پایا۔ اس کے تمام پیادوں کی قیادت یوروپی کرتے تھے"۔ حیدر خود اگرچہ اسمتھ کا مدِمقابل نہیں تھا تاہم وہ وُڈ اور لینگ جیسے کمان داروں سے بہت بہتر فوجی قائد تھا۔ اس کے علاوہ اُسے انگریزوں پر اپنی سوار فوج کی وجہ سے بھی برتری حاصل تھی۔ وہ ان پر حملے کرسکتا تھا، ان کے سامان رسد کے قافلوں کا راستہ کاٹ سکتا تھا۔ برطانوی جاسوسی نظام کو درہم برہم کرسکتا تھا۔ شکست کے بعد اس کی پسپائی بھی ڈھنگ سے منظم ہوتی تھی۔ وہ اسمتھ کو ہی پسپائی کا فائدہ اٹھانے سے روک سکتا تھا۔ میدانِ جنگ میں دُشمن کو شکست دینے کے بعد تعاقب دوسری اہم چیز تھی اور انگریزی فوج تعاقب میں بالکل بیکار ثابت ہوئی تھی۔ حیدر نے مرآترکوٹ کے وکیل سری نواس راؤ سے ۱۷۶۸ء میں کہا تھا کہ "تم ایک دن میں چار کوس مسافت طے کرتے ہو اور اپنی جانوں کے خوف سے اس سے زیادہ کر بھی نہیں سکتے۔ چنانچہ میرے پیچھے پیچھے تمام علاقے میں بھاگے بھاگے پھرتے ہو اور اس دوران میں اپنا کام کرگذرتا ہوں"۔[69] ۱۷۶۸ء میں انگریزوں کی ناکامی کی ایک وجہ ان کی سُست رفتاری اور مستعدی کی کمی بھی تھی۔ اسمتھ کی سوار فوج اتنی کمزور تھی کہ وہ حتی الامکان پہاڑی علاقوں میں جنگ سے گریز کرتی تھی۔[1] حیدر کی فوج جس کے سوار دستے بہت

(۱) دی لاتور لکھتا ہے کہ "انگریز سوار فوج کی برتری پورے یوروپ میں تسلیم کی جاتی ہے اور اس کے فوائد گھوڑے کی اچھائی

برتر تھے۔ تیزی سے نقل و حرکت کر سکتی تھی اور انگریزوں سے زیادہ جری تھی۔ حیدر نے اس برتری کا پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا، خصوصاً جنگ کے آخری مرحلے میں تو کوچ کرنا، تھکا مارنا اور پریشانی میں مبتلا کرنا اس کے خاص ہتھیار تھے۔[1] لیکن جس نے سب سے زیادہ برطانوی فوج کو کمزور کیا اور نقصان پہنچایا وہ مدراس کونسل کی مسلسل مداخلت تھی۔ اس پہلو کی بہ آسانی وضاحت کی جا سکتی ہے کہ کہاں فوجی مہم میں غیر فوجی مداخلت نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ آرنلڈ اپنی تصنیف "جدید تاریخ پر ایک تقریر" میں کہتا ہے: کہ" ایک حد ہوتی ہے جہاں تک ایک فنی موضوع پر ایک غیر پیشہ وارانہ فیصلہ نہ صرف مناسب بلکہ بہتر ہوتا ہے لیکن اس حد سے آگے غیر پیشہ ورانہ دخل مضر اور احمقانہ ثابت ہوتا ہے۔ امتیاز بنیادی طور پر کسی کام کو کرنے اور اس کے اچھے یا برے انداز میں انجام دینے کے جائزے کے فرق میں مضمر ہوتا ہے۔ ہم کسی دوسرے کے پیشے میں جو چیز سب سے کم سمجھ پاتے ہیں وہ اس کو عم

(بقیہ پچھلے صفحہ سے) سے زیادہ شہسواروں کی بہتری میں مضمر ہوتے ہیں۔ وہ افسر جو پہلے پہل ہندوستان میں سوار فوج کے دستوں کی ترتیب و تنظیم کے ذمہ دار قرار دیے گئے تھے انھوں نے یہاں بھی ان میں وہی نظم و نسق اور تربیت برقرار رکھنی چاہی اور وقت، جگہ اور اشخاص کے زبردست فرق کو ملحوظ نہیں رکھا۔ انگلستان سے جن رنگروٹوں کو ہندوستان بھیجا گیا وہ زیادہ تر آزاد رو اور برے کردار کے لوگ تھے اور چونکہ کمپنی کسی سپاہی کو برطرف کرنے کا اختیار نہیں رکھتی تھی اس لیے شہسواروں کو زیادہ سے زیادہ جو سزا دے سکتی تھی وہ یہ تھی کہ ان کو پیادہ فوج میں فرض کی انجام دہی کے لیے دیتی چنانچہ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جیسے ہی ایک سپاہی کا تقرر سوار دستوں میں ہوتا تھا دوسرے ہی لمحے وہ پھر اپنے پہلے مقام پر بھیج دیا جاتا تھا۔

(۱) ولسن، مدراس فوج کی تاریخ جلد اول ص ۲۸۰، کرنل اسمتھ کی بار بار درخواست پر جو اقدامات حکومت کی طرف سے کیے گئے وہ حسب ذیل تھے: "نواب سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ وہ مدراس کی حکومت کے برطانوی افسروں کی ماتحتی میں اپنی سوار فوج کے ۲۰ ہزار سواروں کو دے دے۔ یہ دسمبر ۱۷۶۷ء میں کیا گیا، لیکن تنخواہ کی کمی سے پریشان ہو کر یہ تمام فوج ۱۷۶۸ء کی شروعات میں واپس ارکاٹ آگئی۔ ایک بہترین صلاحیتوں کے مالک سپاہی ابراہیم بیگ جس نے شمالی سرکار کی فتح کے بعد ۱۷۶۶ء میں کی ملازمت کر لی تھی کے سوار دستوں کو کرنل وڈ کی ماتحتی میں دے دیا گیا تھا۔ انھوں نے لشکرگاہ چھوڑ دی اور نظام کی اختیار کر لی۔ تب حکومت نے برطانوی شہسواروں کی تعداد سو تک بڑھانے اور ساٹھ سے سو تک غیر ملکی شہسوار اضافہ کرنے کا فیصلہ کیا اور نواب سے پانچ سو اچھے گھوڑے حاصل کیے گئے جن پر منتخب سپاہی سواری کر بس یہی کچھ انتظام ہوا۔

پہنانے کی تفصیلات ہوتی ہیں"۔ جنگی نائبوں کا توڑ تفصیلات میں مداخلت کی ایک مثال تھا جیسے کہ اورمے مخطوط جلد نمبر ۱ میں بیان کرتا ہے کہ" مدراس کی حکومت لائسنس یافتہ لیٹروں کی ایک جماعت ہے جس کا ایماندارانہ تجارت سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ خوابوں کی دُنیا میں سلطنتوں کو خریدتے اور بیچتے رہتے ہیں۔ اسمتھ نے شکایت کی تھی کہ شیولیر دی سینٹ لوبن ایک فرانسیسی قسمت آزمانے کونسل کا اعتماد حاصل کرلیا ہے اور اس نے میسور کے علاقے کو فتح کرنے کا منصوبہ پیش کیا تھا اور اسمتھ کو فوجی نائب کی ہدایات پر عمل کرنا پڑتا تھا جن کو شیولیر (CHEVALIER) کی جانب سے ہدایات ملتی تھیں اس کو ان اقدام میں اس کے شرمناک اور مضحکہ خیز رول کا پورا احساس تھا اور اس نے ان اقدام کے خلاف احتجاج بھی کیا۔ یہی اسمتھ کی واپسی اور وُڈ کے تقرر کی وجہ تھی جس کو وہ ایک شجاع اور ثابت قدم افسر تصور کرتے تھے اور جنوب میں جس کے کارناموں کا اسمتھؔ کی ناکامیوں سے موازنہ کرتے تھے۔ وہ اپنے اس یقین میں اتنے راسخ تھے کہ مل باگل کے معرکے میں جس میں حیدر نے اس کو حقیقتاً شکست دی تھی۔ انھوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ" ہم پوری طرح سے اپنی افواج کی بہادری اور ثابت قدمی کی تعریف نہیں کرسکتے جو انھوں نے میدان جنگ کی مشکلات کے باوجود دکھائی تھی اور حیدر کی پوری فوج سے ٹکر لی تھی"۔(۱) یہ ساری خامیاں تو تھیں ہی، مداخلت کار کونسل کی بددیانتی نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ انھوں نے فوج کی ضروریات ان کے ٹھیکیداروں کے ذریعے فراہم کی تھیں جن کے ساتھ وہ لوٹ مار میں شریک تھے۔ وہ لوگوں سے فی پگوڈا فی بیل ایک ماہ کے لیے کرایہ پر لیتے تھے اور ایک ماہ یا اسی قدر مدّت گذر جانے پر مالک کو یہ اطلاع دیتے تھے کہ جانور تو مر گیا اور پھر اس کو کمپنی کے حسابات میں پوری قیمت پر خرید دکھاتے تھے۔(۲) اس سب کے نتیجے میں اسمتھ کو توپ خانے، گولہ بارود اور ساز وسامان کی نقل و حرکت میں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

مدراس کی حکومت نے اپنی شکست کی وجہ ضروری اخراجات کے لیے مالی وسائل کی کمی قرار دی "جس چٹان سے ٹکرا کر پچھلے سال فرانسیسوں کی کشتی پاش پاش ہوگئی تھی"۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ مناسب اور کافی تعداد میں شہسوار اس لیے نہیں جمع کرسکے کیونکہ انھیں خوف تھا کہ ان شہسواروں کو میدان جنگ میں اتارنے سے پہلے ہی ان کے وسائل ختم ہو جائیں گے۔ نواب ارکاٹ نے اگر بروقت

---

(۱) اورمے مخطوطہ ۱۴۱۔ کرنل وُڈ کے رویّہ کا خاکہ۔ مدراس کے کاغذات سے ماخوذ۔

(۲) دی لاتور ص ۲۶۷

Marfat.com

اپنے تمام اختیارات استعمال کیے ہوتے تو شاید یہ نہ ہوتا۔ اور باتوں کے علاوہ منقسم طاقت کا یہ بھی ایک واضح ثبوت ہے۔" یہ دراصل اپاہجوں کو ایک ایسے شخص سے جنگ کرنے کی دعوت دینا تھا جو اسمتھ کے الفاظ میں "بے پناہ دولت کا مالک تھا اور فوج اور دوسری عام مطلوبہ اشیاء جمع کر سکتا تھا جس پر کسی طرح کی پابندی نہیں تھی اور وہ پورے اختیارات رکھتا تھا۔" (۱)

اس جنگ پر کورٹ آف ڈائرکٹرز کا تبصرہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ انھوں نے لکھا تھا کہ "ہندوستان کی طاقتوں نے جن کو ہمارا نام اور ہمارے ہتھیار خوف زدہ کرنے کے لیے کافی تھے اور جنھوں نے ہماری خوشحالی اور تحفظ میں بڑی مدد کی تھی انھوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ کس طرح ایک دیسی طاقت نے فورٹ سینٹ جارج کے گورنر کو اپنی شرائط ماننے پر مجبور کر دیا۔ ہندوستان میں کمپنی کے مفاد اور اُس کے اثر کو اس قدر دھکا لگا تھا اور اس کو اتنا نقصان پہنچا تھا کہ مدت تک مستقبل کے بہترین صلاحیتوں کے مالک، ثابت قدمی کے پیکر اور بے لوث وفاداری کے پتلے ہمارے ملازم بھی انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے وقار کو ہندوستانیوں اور ہندوستان کے بسنے والی قوموں کی نگاہ میں مناسب حد تک استوار نہ کر پائیں گے۔ ہماری رائے میں تم نے انتہائی مصنوعی انداز سے ہمیں حیدر کے مدِ مقابل لا کھڑا کیا جس کے نتیجے میں بہت بے ڈھنگے طریقے سے یہ جنگ لڑی گئی اور اس کا انجام بھی ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہوا۔"

---

(۱) اسمتھ بنام اورمے، اورمے مخطوطہ جلد ۳۳

Marfat.com

باب ۱۱

مرہٹوں سے تعلقات

۱۷۶۹ء تا ۱۷۷۰ء

۱۰ مارچ ۱۷۷۰ء کی سلیکٹ کمیٹی کی روئداد سے معلوم ہوتا ہے کہ "شمال اور جنوب دونوں میں مرہٹوں کے موجودہ رویّہ سے اور مادھوراؤ کی ذاتی صلاحیتوں، گرم جوشی اور حوصلہ مندی سے ہمیں یہ خدشہ ہو چلا ہے کہ محض چوتھ کی وصولیابی تک ان کے عزائم محدود نہیں ہیں بلکہ پورے پورے جزیرہ نما پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں" یہ شبہ حقیقت پر مبنی تھا۔

کرشنا راؤ بلاّل نے نانا فرنویس کو یہ اطلاع دی تھی کہ حیدر کے خلاف پیشوا کی تیسری مہم جنوب کے کچھ پالیگاروں، چتل ورگ کے سردار اور گوٹی کے حاکم مرار راؤ کی مدد سے حیدر کو مکمل شکست دینے اور ذلیل کرنے کے لیے کی گئی تھی۔(۱) خود پیشوا نے لکھا تھا کہ وہ بشمول کڈپہ اور کرنول کے سرداروں کے تمام پالیگاروں کو جمع کر کے حیدر کو شکست دینا اور دو تین کروڑ روپے کی مالیت کے علاقے کو واپس لینے کا ارادہ رکھتا تھا جو حیدر نے طاقت اور چالاکی کے بل پر چھین لیا تھا۔(۲)

حیدر نے پیشوا کو زبردست صدمہ پہنچایا تھا۔ اس نے اس کے دشمنوں کو اس کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی۔ حیدر نے رگھوناتھ راؤ کے ساتھ نہ صرف یہ کہ خفیہ خط و کتابت جاری رکھی بلکہ ۱۷۶۹ء میں پیشوا کے ساتھ جانوجی بھونسلے کی مصالحت ہو جانے کے بعد بھی پیشوا کے خلاف اس کو بھڑکانے کی کوشش کی۔(۳)

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۱۹۳

(۲) 〃 〃 〃 خط نمبر ۱۹۸

(۳) 〃 جلد نمبر ۲۹ خط نمبر ۲۳۶، جلد ۳۸ خط نمبر ۱۵۱، و ۱۹۸

Marfat.com

لیکن حیدر کے مرہٹہ دائرہ اثر پر منظم غاصبانہ اقدامات کے مقابلے میں بہت معمولی چیزیں تھیں۔ دو سال کا خراج بھی اس کی جانب باقی تھا۔ انگریزوں کے ساتھ دفاعی معاہدہ کرکے وہ اپنے کو طاقتور محسوس کرنے لگا تھا۔ اس کے نسبتی بھائی میر رضا نے جو تین سال قبل مرہٹوں سے جا ملا تھا پھر اس کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ میر رضا اور حیدر دونوں نے مل کر چک بالاپور کے مرہٹہ فوجدار مہماجی سندھیا پر حملہ کیا جس کی محافظ فوج کی تعداد محض ۵۰۰ سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ اس وقت میسور فوج کی طاقت دس ہزار فوجیوں پر مشتمل تھی۔ پہلے مہماجی کڈپہ کی طرف پسپا ہوا اور پھر گوٹی کی جانب لیکن کہیں بھی اسے امداد نہیں ملی۔ تب وہ اننت پور لوٹ آیا۔ اسی دوران تال پل پر جو رکھماجی بھونسلے کے پاس تھا حیدر نے دھوکہ دے کے قبضہ کر لیا۔ اس نے رکھماجی کو گفت و شنید کے لیے بلایا اور گرفتار کر لیا اور اس کے کئی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تب حیدر اننت پور کی طرف روانہ ہوا۔ مہماجی حیدر کی طرف لوٹ آیا۔ گوپال راؤ پٹوردھن نے حیدر کی جارحیت کے خلاف احتجاج کیا اور اسے چک بالاپور تعلقے میں فتنہ و شرارت پیدا کرنے سے روکنے کی کوشش کی۔ حیدر نے جواب دیا کہ "ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہوا تھا کہ چار ماہ کے اندر سرا، ہوسکوٹ اور چک بالاپور تعلقہ مجھے واپس کر دیے جائیں گے لیکن دو سال گذرنے کے بعد بھی اور تمہارے جیسے لائق آدمی کے بیچ میں ہونے کے باوجود ایسا نہیں کیا گیا۔ مہربانی کر کے پیشوا سے درخواست کرو کہ وہ اس غلطی کا ازالہ کر دے۔ بالاپور کا قلعے دار مہماجی سندھیا نے ہمارے کچھ باغیوں اور بدخواہوں کو ملازم رکھ لیا اور ہمارے علاقے میں انتشار برپا کر رہا تھا اس لیے میں نے اُسے نکال باہر کیا۔"[1]

حیدر نے تب گوٹی کے مرار راؤ کے علاقے کی طرف پیش قدمی کی۔ مرار راؤ نے ان حالات کے تحت مناسب یہ سمجھا کہ حیدر کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خوشنودی حاصل کرے۔ حیدر نے اسے تحائف دیے اور سالانہ ۵۰ ہزار روپے کا وعدہ کر کے اُسے ایک معاہدہ کرنے کی ترغیب دی۔[2] اس نے چتل درگ ہرپن ہالی اور دوسرے مقامات سے زبردستی خراج وصول کیا اور ہری ہر کی جانب پیش قدمی کی۔ ہری ہر کے معاملت دار لکشمن ہری نے بھی حیدر کی خدمت میں حاضری دی اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا مناسب خیال کیا۔ تب حیدر سوانور کی طرف بڑھا اور مرہٹوں نے سُنا کہ سوانور کے حکمران نے پوشیدہ طور پر چالیس ہزار ہون (HONS) ادا کیے اور اس سے نجات پائی۔[3]

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۱۷۲

(۲) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۸۲۷

(۳) 〃 〃 خطوط نمبر ۸۳۳، ۸۳۴

Marfat.com

مادھوراؤ نے بہت تنظیم و تربیت کے ساتھ پیش قدمی کی۔ اس نے انتظامات سلیقہ و ترتیب
ے کیے تھے۔ تقریباً ۵۰ ہزار فوج کی موجودگی میں پیشوا مفتوحہ علاقوں کے لیے کافی سپاہی چھوڑ سکتا تھا
متوحہ قلعوں میں سے جن کی حفاظت آسانی سے کی جا سکتی تھی ان میں مرہٹہ محافظ فوج رکھی گئی اور غیر اہم
عوں کو ختم کر دیا گیا تاکہ حیدر ان پر قابض ہو کر ان سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ بیکسو تو اس پر حیرانی کا اظہار
رتا ہے کہ ان قلعوں کو نہ تو کوئی نقصان پہنچایا اور نہ ان کو ڈھایا گیا چنانچہ ان قلعوں نے اپنی رضامندی سے
طاعت قبول کرلی۔[1]

پیشوا کی آمد پر حیدر راناوٹی اور اداگنی کے جنگل کی طرف معہ اپنی پیادہ فوج اور توپوں کے لپا ہو گیا۔
ں نے ۲۵ ہزار سپاہی میر رضا، ٹیپو سلطان، وینکٹ راؤ برگی اور مخدوم علی کے ساتھ چھوڑے اور بیس
زار سپاہی مختلف قلعوں میں پھیلا دیے گئے اور تقریباً ۳۵ ہزار فوجی اس کے ساتھ ہمیشہ رہے۔[2] پیشوا
ے تقریباً دس ہزار کی ایک چھوٹی سی فوج حیدر کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لیے متعین کی۔ اس نے خود
ا پڑاؤ حیدر سے دس کوس آگے سرنگاپٹم کی جانب ڈالا۔ اگر حیدر باہر نکلا تو پیشوا کا ارادہ تھا کہ وہ سرنگاپٹم
طرف پیش قدمی کرے گا اور راستہ کے قلعوں کو فتح کرتا جائے گا۔[3] گوپال راؤ سوانور کے نزدیک اور
یشوا سرنگاپٹم کے قریب خیمہ زن رہے۔ مادھوراؤ سے دو بار معرکے کرنے کے بعد حیدر زیادہ چالاک ہو گیا تھا۔
ں کا بالمقابل جنگ لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس نے ٹیپو کو ہدایت کی کہ وہ جس قدر ممکن ہو چارہ اور
ڑی جمع کرلے اور جو کچھ منتقل نہ کیا جا سکے اسے جلا دے، کنوؤں کو پاٹ دے اور لوگوں کو باخبر کردے
، وہ چھوٹے دیہاتوں سے بڑے فصیل دار شہروں اور قلعوں میں منتقل ہو جائیں۔ باپ کے احکام کی
مکانی تعمیل کے بعد ٹیپو سرنگاپٹم لوٹ آیا۔[4]

جنوری ۱۷۷۰ء میں پیشوا نے بدھیہل، کندی کرے اور چکنے کن ہالی پر قبضہ کرلیا۔ پیشوا کے
فرنامہ کے مطابق فروری میں وہ ترووکیرے کے راستے سے نمنگل پہنچا۔ پیشوا کے ساتھ چتل درگ کا حکمران
ر گوٹی کے مرار راؤ تھے۔ پیشوا نے چند قلعے منہدم کر دیے اور کچھ میں اپنے محافظ دستے متعین کیے۔

---

(۱) بیکسوٹو جلد ۶ ص ۴۵
(۲) ایکھ سنگرہ جلد ۳ مقدمہ
(۳) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۱۸۴
(۴) بیکسوٹو جلد ۵ ص ۱۶۳

تب بھی اس کو بعض میں چتل ورگ کے لوگوں کو اور بعض میں حیدر کے پرانے محافظوں کو کچھ مرہٹہ سپاہیوں کے ساتھ رکھنا پڑا۔ نمنگل کو مسمار کردیا گیا تاہم بلور میں محافظ رکھے گئے[1]۔ حیدر نے بنگلور اور سرنگاپٹم کو مصلح کرلیا تھا جہاں اُسے یہ امید تھی کہ وہ برسات کی آمد تک چار چھ ماہ تک مدافعت کرسکے گا بنگلور اور سرنگاپٹم کے محاصرے میں وقت ضائع کیے بغیر پیشوا نے چک بالاپور اور کولار کی طرف پیش قدمی جاری رکھی۔ بگدی کی طرح اس نے دیون پر قبضہ کرنے کے بعد اسے بھی تباہ کردیا۔ تب وہ چک بالاپور کی طرف بڑھا اور چار دن کے محاصرہ کے بعد اس نے اطاعت قبول کرلی۔ نندی ورگ کا بھی محاصرہ کیا گیا اور جب اس کے فوجدار نے اطاعت کا وعدہ کرلیا تو وہاں بھی کچھ مرہٹہ سپاہی تعینات کیے گئے کولار پر بھی قبضہ کرلیا گیا اور اس کو ڈھادیا گیا۔ مل باگل میں گرفتار کیے گئے تیس آدمی قتل کردیے گئے۔ کیونکہ انھوں نے وینکٹ گری کے میلے میں لوٹ مار کی تھی۔ ۱۰ اپریل کے قریب پیشوا سرنگاپٹم یا بنگلور پر قبضہ کرنے کی کوشش کیے بغیر دیورائے ورگ لوٹ آیا۔ اپنی واپسی کے سفر کے دوران اس نے نجگل کے پہاڑی قلعے پر اپنی نگرانی و رہنمائی میں حملہ کیا۔ قلعے کا دفاع آٹھ دن تک جاری رہا اور پیشوا کے بھائی کے ہاتھ کی کلائی گولی سے زخمی ہوگئی[2]۔ پیکسوٹو جو حیدر کے پڑاؤ میں تھا لکھتا ہے کہ "ہمیں مرہٹوں کی نقل و حرکت کی خبریں اکثر ملتی تھیں اور بعض اوقات یہ بھی سُنا جاتا تھا کہ انھوں نے چند قلعوں پر صرف پندرہ روز میں قبضہ کرلیا تھا اگرچہ یہ قلعے کئی ماہ تک اپنا دفاع کرسکتے تھے"[3]۔

حیدر راد گنی میں تھا۔ وہاں سے وہ تریکرے گیا۔ گوپال راؤ سوانور سے ہری ہر پہنچا۔ حیدر فوجی دستے بھیجنے میں کامیاب ہوگیا جنھوں نے چکنے کن ہالی کی مرہٹہ محافظ فوج پر اچانک حملہ کردیا۔ وہاں گیارہ سو آدمی تھے جن میں ڈیڑھ سو کے لگ بھگ مرہٹہ سپاہی تھے۔ چار سو چتل ورگ کے سپاہی تھے اور بقیہ حیدر کے پرانے محافظ تھے چنانچہ اسے اپنے تین سو آدمی نکال لیے جانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ مرہٹوں کو پکڑ لیا گیا اور اُن کے ناک کان کاٹ لیے گئے۔ کندی کیرے اور دوسر قرب وجوار کے علاقوں کے مرہٹہ سپاہی خوفزدہ ہوگئے اور بھاگ نکلے۔ یہ خبر سنتے ہی پیشوا نے نرسنگھ راؤ ڈھیگوڑے اکلکوٹ کے شاہ جی بھونسلے اور مہاجی سندھیا کو تین سو سوار فوج کے ساتھ چکنے کن ہا

---

(۱) لیکھ سنگرہ جلد نمبر ۳ ۹۷

(۲) ایس۔ پی ڈی جلد ۲۷، خط نمبر ۲۰۶

(۳) پیکسوٹو جلد ۸

Marfat.com

کی جانب روانہ کیا۔ اس نے گوپال راؤ کو ہدایت کی کہ وہ ہری ہر سے مڑ جائے تاکہ اُس کے آدمی خوفزدہ ہو کر بھاگ نہ نکلیں اور وہ حیدر کی نقل و حرکت کی نگرانی کر سکے۔ حیدر کی طرف سے میر رضا کو متعین کیا گیا تھا کہ وہ مرہٹوں کی طاقت و قوت کو دوسری طرف لگائے رہے اور ان تک رسد نہ پہنچنے دے۔ وہ مرہٹوں کے لیے مسلسل پریشانی کا سبب بنا ہوا تھا اور اس کو پکڑنے کی پیشوا کی کوششیں ناکام رہیں۔(۲)

حیدر بہرکیف اپنی ہی مشکلات میں گرفتار تھا۔ اگر اس نے کسی مقام کو واپس لینے کی کوشش کی ہوتی تو وہ گوپال راؤ اور پیشوا کے درمیان پس کر رہ جاتا جو تیز رفتاری سے اُسے گھیر سکتے تھے۔ اگر وہ گوپال راؤ کے خلاف چھوٹے چھوٹے دستے بھیجتا تو وہ بھاگ نکلتا اور مناسب موقع پاتے ہی وہ پلٹ کر اس پر حملہ کر دیتا چنانچہ حیدر نے شب خون مارنے کا فیصلہ کیا۔(۳) لیکن گوپال راؤ بہت ہوشیار تھا۔ وہ خود، نیلکنٹھ راؤ اور پرشورام بھاؤ باری باری سے رات میں نگرانی کرتے تھے لیکن حیدر بھی بہت ہی ترکیبیں جانتا تھا۔ اس کے خبر رسانوں نے یہ افواہ اڑائی کہ وہ سرنگاپٹم کی جانب کوچ کرے گا اور روزانہ اس کا کچھ نہ کچھ سامان جا رہا ہے۔ ایک دن وہ تریکیری سے ذرا پیچھے ہٹ گیا اور گوپال راؤ کو اس افواہ پر یقین آ گیا اور اس نے رات کی نگرانی میں نرمی کر دی۔ تب حیدر نے تقریباً تیرہ ہزار گردی سپاہ، چار ہزار سوار اور ۲۵ توپوں کے ساتھ حملہ کیا۔ پیکسوٹو کا بیان ہے کہ حیدر کی فوج کی تعداد صرف دو ہزار سوار اور چھ ہزار پیادے تھے۔ تیز رفتاری سے وہ مرہٹہ پڑاؤ پر پہنچ گیا۔ اس وقت ایک عجیب واقعہ پیش آیا جو بڑا دلچسپ ہے۔ حیدر کا ایک مسلمان گردی سپاہی مرہٹہ پڑاؤ میں شور مچاتا داخل ہوا کہ حیدر شب خون مارنے آ رہا ہے لیکن مرہٹہ سپاہیوں نے اس کا یقین نہیں کیا اور اس سے مذاق کرنے لگے۔ وہ اس سے کئی گھنٹے تک بحث و مباحثہ کرتے رہے اور آخرکار گوپال راؤ کو جگایا گیا اور اس کو خبر دی گئی۔ گوپال راؤ بڑے مخمصے میں پڑ گیا۔ اگر خبر غلط ثابت ہوئی تو لوگ اس کا مذاق اُڑائیں گے لیکن اگر وہ تیار نہ ہوا تو مغلوب ہو جائے گا۔ مسلمان گردی سپاہی نے گوپال راؤ

---

(۱) وہ اس کے مقبوضات کے مغربی حصے میں شموگہ ضلع میں واقع تھا۔ اودگنی شموگہ کے شمال میں ہے اور تریکیرے اس کے جنوب میں واقع ہے۔

(۲) لیکھ سنگرہ جلد چہارم مقدمہ

(۳) شب خون کا بیان لیکھ سنگرہ کے خط نمبر ۱۹۹ پر مبنی ہے

Marfat.com

کو یقین دلایا کہ وہ کبھی پیشوا بالاجی راؤ کی ملازمت میں رہ چکا ہے اور ان خوشگوار دنوں کی یاد نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ بڑے خلوص سے یہ خبر اس تک پہنچا دے۔ اس نے کہا "اگر یہ خبر غلط ثابت ہو تو مجھے مار ڈالیے گا لیکن آپ ہوشیار ہو جائیے"۔ قبل اس کے کہ گوپال راؤ پوری طرح تیار ہو سکے حیدر کی توپیں گرجنے لگیں اور اس کے تیروں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ یہاں ہم پیکسوٹو کے بیان کردہ شب خون کے واقعہ کو بیان کرتے ہیں:

"تقریباً دو ہزار سوار، چھ سو پیادوں، آٹھ توپوں، سات سو تیر اندازوں، مشعلوں اور سولہ دستی توپوں کے ساتھ حملہ کیا گیا۔ جیسے ہی حیدر کی فوج سامنے نظر آئی دشمن نے ہتھیار سنبھالے اور اپنے خیمے، لشکرگاہ اور بہت سے ناکارہ گھوڑے پیچھے چھوڑ کر بھاگ نکلے اور صبح کی روشنی کا انتظار کرنے لگے شاید چھوڑے ہوئے سامان میں سے کچھ واپس لے سکیں۔ جب ہم لشکرگاہ پہنچے تو ہیں زوروں سے گرجنے لگیں اور راکٹ داغنے والے راکٹوں کی بوچھاڑ کرنے لگے لیکن اس کا اثر سخت اندھیرے کی بنا پر نہیں دیکھا جا سکتا تھا اور بعد میں یہ معلوم ہوا کہ ہم نے لشکرگاہ ہی پر گولہ باری کی تھی۔ اگلی دو بٹالین سخت انتشار کا شکار تھیں اور اگر دشمن نے ان کی مزاحمت کی ہوتی تو وہ گھر جائیں اور سخت نقصان اٹھاتیں۔ دن کی روشنی میں ہم نے دشمن کے سوار دستوں کو اپنے سامنے پایا۔ آسٹن و نی مینز نے دشمن کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ نواب نے پورے توپ خانے سے ایک بلندی سے گولے برسانے کا حکم دیا۔ دشمن ہماری زد سے باہر نکل گئے لیکن ان کا رخ ہماری ہی جانب رہا۔ دشمن کا پڑاؤ لوٹ لیا گیا۔ نواب نے یہ دیکھ کر کہ دشمن انتقام لینے کی تاک میں ہے اپنی فوج کو سہ پہر کے چار بجے تک آرام کرنے کا حکم دیا۔ اس نے ان کو ایک دائرہ بنانے کا حکم دیا جس کے درمیان چھوٹا سا ایک خیمہ اس کے لیے لگایا گیا اور ہمارے پاس جو کچھ کھانے کو تھا اس سے ہم نے اپنا پیٹ بھرا۔ واپسی کا وقت آ گیا۔ مرہٹوں نے پورے راستے ہمارا تعاقب کیا لیکن ہم پر اس کا ذرا بھی اثر نہ پڑا۔ ہم نے مرہٹہ لشکرگاہ سے دو جھنڈے اٹھا لیے، کچھ زندہ گھوڑے پکڑے، بہت سے خیمے اور برتن حاصل کیے۔ قریب دو سو گھوڑے مارے گئے تھے۔ جانی نقصان کم ہوا تھا۔ ہمارے صرف تین آدمی کام آئے۔" مرہٹوں کا اپنے نقصان کے بارے میں بیان ہے کہ ان کے ۵۵ گھوڑے اور ۲۵ آدمی مارے گئے تھے۔ مرہٹوں میں زخمیوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے زیادہ نہ تھی (۱)

---

(۱) پیکسوٹو جلد ۵ پیراگراف ۹۵، ۱۰۵

Marfat.com

لڑائی کا موسم ختم ہو رہا تھا۔ اب پیشوا واپس جا چکا تھا لیکن اس نے ترمبک راؤ پیشیے کو اعلیٰ کمان کے لیے چھوڑا اور اس کی مدد کے لیے گوپال راؤ پٹوردھن اور مرار راؤ کو چھوڑ گیا۔ ترمبک راؤ نااہل جانشین نہیں ثابت ہوا۔

جب ہم ۱۷۶۹ء کی مہم کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مادھو راؤ کا منصوبہ یہ تھا کہ حیدر کو قلعوں پر قبضہ کرنے کا مظاہرہ کر کے فریب دیا جائے اور مناسب موقع پر تیز رفتاری سے اس پر حملہ کیا جائے اور گوپال راؤ کے ساتھ مل کر اُس کو تباہ کر دیا جائے۔ اس صورت میں حیدر دو فوجوں کے درمیان گھر گیا ہوتا۔ وہ اس سے پوری طرح باخبر تھا۔ جب پیشوا انجگل اور دیورائے درگ پر حملہ آور ہوا اس وقت حیدر بنور میں مقیم تھا اس وقت پیشوا اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنا سکتا تھا۔ حیدر نے پیشوا کی نقل و حرکت کو بھانپ لیا اور چپکے سے سرنگاپٹم چلا گیا۔

حالانکہ مادھو راؤ حیدر کو کھلی جنگ میں مکمل طور پر شکست دینے میں ناکام رہا لیکن وہ حیدر کے بہت سے قلعوں پر قابض ہونے میں کامیاب ہو گیا جو اس کی سلطنت کے شمالی حصے میں واقع تھے اور جن کی وجہ سے ترمبک راؤ پیشیے جو موسم برسات میں پیشوا کی جانب سے کمان کا سالار اعلیٰ تھا اس قابل تھا کہ وہ اپنی مہم کا آغاز کر سکتا تھا۔

اس پوری مہم کے دوران حیدر مدافعت ہی کرتا رہا لیکن وہ مرہٹوں کے نئے مقبوضہ قلعوں میں متعین محافظ فوج کو میر رضا کے حملوں کے ذریعے خوف زدہ کرنے کی اُمید رکھتا تھا۔ وہ اندرونی علاقوں میں خود فوجی اقدامات جاری رکھنے اور کم سے کم گوپال راؤ کو شکست دینے کی توقع رکھتا تھا لیکن وہ اپنے اس مقصد میں ناکام رہا۔

Marfat.com

باب ۱۲

مرہٹوں سے تعلقات ۱۷۷۰ء-۱۷۷۱ء

چنکرالی کی جنگ

۱۷۷۰-۱۷۷۱ء کے موسم جنگ جوئی کا آغاز یقیناً مرہٹوں کے حق میں ہوا لیکن شومئی قسمت سے پیشوا اپنی خراب صحت کی بنا پر خود لڑائی میں شریک نہ ہوسکا۔ اس نے پونہ سے کوچ ہی کیا تھا کہ بہت زیادہ بیمار ہوگیا اور اسے اپنی روانگی منسوخ کرنی پڑی۔ بہ ہر حال اس نے اپا جی بلونت اور ملہار راؤ پانسے کی سرکردگی میں دس ہزار فوج ترمبک راؤ کی کمک کے لیے بھیج دی۔(۱)

ترمبک راؤ نے جو پیشوا کی عدم موجودگی میں کرناٹک کے علاقے میں مرہٹہ فوجوں کی رہنمائی کر رہا تھا ستمبر ۱۷۷۰ء کے اواخر میں گرم کنڈا کا محاصرہ کرلیا۔ سید و میاں نے جس کو میر رضا گرم کنڈا کی نگہداشت سپرد کر آیا تھا زبردست مزاحمت کی۔ گوپال راؤ پٹوردھن سرنگاپٹم سے تقریباً ۱۲ کوس کے فاصلے پر اپنی فوج کے ساتھ خیمہ زن تھا۔ اگلی سرحدی چوکی میسور کے دار الخلافہ سے کسی کمک کے آنے میں مانع تھی۔ خود میر رضا حیدر کے لشکرگاہ میں منہ پھلائے بیٹھا تھا۔(۲) اگرچہ محاصرہ ڈھائی مہینے تک جاری رہا لیکن حیدر کی طرف سے کوئی مدد نہ آسکی اور مرہٹوں کی توجہ دوسری طرف مبذول کرنے کی کوششیں بیکار گئیں۔ گوپال راؤ پنگانور و پر اچانک حملہ کرکے میسور کے تین جرنیلوں چندرو جی جادو، بالاجی پنت سید محمد کو شکست دی۔ سید محمد تو کسی طرح نکل بھاگا لیکن باقی دونوں پکڑے گئے۔ گرم کنڈا پر قبضہ

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۲۲۳

(۲) لیکھ سنگرہ خطوط نمبر ۱۰۱۶، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹

Marfat.com

بعد ترمبک راؤ نے کولار اور نل باگل کے درمیان ڈیرے ڈال دیے۔

۱۷۷۱ء کے آغاز میں گوپال راؤ پٹوردھن مرگیا۔ اپنی موت سے کچھ پہلے وہ ادونی اور پھر گنک گری چلا گیا چونکہ اس کی صحت جواب دے گئی تھی اس لیے وہ مراج چلا گیا تھا۔ ترمبک راؤ نے اس کے بڑے بھائی ومن راؤ کو اپنی فوجوں کے ساتھ جلد سے جلد آملنے کی ہدایت کی[۱] اس کو مرکزی فوج دیورائے ورگ میں ملی۔ کولار اور نل باگل کے علاقے سے ٹمکر کی جانب یہ پیش قدمی پیشوا کے حکم سے ہوئی تھی کیونکہ اُس کا خیال تھا کہ اُس کی فوج اور توپوں سے مرہٹہ فوج مستحکم ہوگئی ہے اس لیے اس کو بڈنور کی جانب پیش قدمی کرنی چاہیئے[۲] اس سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ ومن راؤ سے ترمبک راؤ دیورائے ورگ میں کیوں ملا۔ مادھو راؤ کی عدم موجودگی سے مطمئن ہوکر اور اپنی طاقت پر بھروسہ کرکے حیدر ترمبک راؤ کو کھلے میدان میں نبرد آزمائی کے لیے للکار سکتا تھا یا اس کو بنڈور پر حملہ کرنے سے روک سکتا تھا۔ بہ ہر حال اس کا مقصد کچھ بھی رہا ہو وہ اپنے قلعوں سے باہر نکلا۔ شاید اُس نے یہ اندازہ لگایا ہو کہ اپنے عقب میں میسوری فوج کو دیکھ کر مرہٹے بڈنور پر حملے کا خیال چھوڑ دیں گے۔

اسی دوران ترمبک راؤ ٹمکر سے ہبتر چلا گیا۔ حیدر کے پاس آٹھ ہزار عمدہ سوار، پندرہ ہزار گردی سپاہی، دس ہزار کناری پیادے اور ۴۵ توپیں تھیں[۳] ترمبک کی فوج کی تعداد ۴۰ ہزار سوار، دس ہزار پیادے اور ۳۲ پونڈ وزنی گولے پھینکنے والی کم از کم ۳۰ توپیں تھیں[۴] حیدر مگدی پہنچا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ دو ہزار بیلوں کے سینگوں میں مشعلیں باندھ کر مرہٹہ فوج کی جانب ہانک دے۔ اس طرح ترمبک کو فریب دے کر وہ مرہٹہ لشکر کے بازوؤں پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ ترمبک اس کی چال سمجھ گیا ہے تو وہ مگدی جنگل کی جانب پسپا ہوگیا۔ مرہٹہ فوج ہبتر سے تورویکیر چلا آیا۔ حیدر مگدی جنگل سے نکل کر منگل کے قریب میلوکوٹ کے پہاڑوں میں چھپ گیا۔ وہ ایک محفوظ جگہ سے دوسرے محفوظ مقام کو برابر منتقل ہوتے رہنا چاہتا تھا۔ جب ترمبک کو یہ معلوم ہوا تو اس نے کوچ کے دوران

---

(۱) لیکھ سنگرہ خطوط نمبر ۱۰۸۶، ۱۰۸۹

(۲) " " خط نمبر ۱۰۶۹

(۳) یہ مرہٹوں کا تخمینہ ہے۔ اسٹوارٹ کے مطابق حیدر کے پاس چودہ ہزار پیادے اور چھ ہزار سوار تھے لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ حیدر کے پاس ۵۰ توپیں تھیں۔

(۴) اسٹوارٹ مرہٹوں کی کل فوج کی مجموعی تعداد اسّی ہزار بتاتا ہے جو یقیناً مبالغہ آمیز ہے۔

Marfat.com

حیدر پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ حیدر کے عقبی لشکر کا مرہٹہ ہراول دستوں سے ایک مقابلہ ہوا جس میں تقریباً ۱۵ سو میسوری سپاہی کام آئے اور حیدر کے تین سو گھوڑے پکڑے گئے۔ اس یلغار میں مرہٹوں کے لگ بھگ ایک سو آدمی ہلاک یا زخمی ہوئے۔ مرہٹہ فوج حیدر سے تقریباً ایک کوس کے فاصلے پر تھی۔ رات کی تاریکی میں حیدر میلوکوٹ سے مغرب میں ماچی کی طرف منتقل ہو گیا۔ ترمبک کی روئداد کے مطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ "میں نے یہ سُن کر پیش قدمی کی تاکہ اس جگہ کا جائزہ لے سکوں جس کی حفاظت حیدر کی توپیں کر رہی تھیں۔ اس کے چاروں جانب ایک ڈیڑھ کوس تک جنگل پھیلا ہوا تھا۔ ایک بڑے میدان کے اردگرد پہاڑیاں اور اُونچی اُونچی چوٹیاں تھیں۔ اس صورت میں کہ ہمارا دشمن حیدر ہے ہماری توپوں کا میدان تک لے جانا ایک مشکل کام تھا۔ اگر وہ حملہ کر دیتا تو توپوں کے ساتھ پسپائی مشکل ہو جاتی۔ میں واپس چلا آیا۔ وہاں سے ایک راستہ سرنگا پٹم کو جاتا تھا جس پر میں نے نگراں سپاہی متعین کر دیے"۔(۱) مغرب کی جانب سے حیدر پر حملہ آسان اور قابلِ عمل تھا۔ خود حیدر کو اس طرف سے حملہ کا خدشہ تھا وہاں مرہٹہ فوج کا ایک خاصہ بڑا حصہ تعینات کر دیا گیا تھا۔ اور میلوکوٹ کے مشرق میں توپیں پہاڑیوں کی جانب لے جائی گئی تھیں تاکہ حیدر کی فوج پر گولہ باری کر سکیں۔ میسور کی فوج نے مغرب کی طرف پیش قدمی کر کے لگ بھگ نیم دائرہ کی شکل بنا لی تھی۔ حیدر کے سامنے والی پہاڑیوں پر متعین مرہٹہ سپاہیوں نے جزیلوں سے ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی —— وہ بندوقیں بھی وہاں لے گئے تھے۔ جن سے حیدر کو مسلسل پریشان کیا جاتا رہا۔ اس چھیڑ چھاڑ کا واحد مقصد یہ تھا کہ سیدھے مقابلے سے بچ کر اور اپنی فوج کو جوکھم میں ڈالے بغیر حیدر کو اس کی جگہ سے نکال دیا جائے۔ لہٰذا یہ چھیڑ بہت ہی مناسب اور دشمن کو پریشان کرنے والی تھی۔(۲) آٹھ دنوں تک یہی صورت قائم رہی۔ چونکہ حیدر کی رسد کم ہوتی جا رہی تھی اس لیے اس نے سرنگا پٹم لوٹنے کا فیصلہ کیا۔ ۵ رمارچ کی رات کو واپسی شروع ہوئی۔ "مرہٹوں کو فریب میں رکھنے کی غرض سے حیدر نے آگ جلانے کا حکم دیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ معمول کے مطابق رات کا کھانا پکایا جا رہا ہے اور اس نے اپنی فوج کی ایک قطار بنا کر ساز و سامان کے ساتھ کوچ شروع کیا تاکہ تنگ گھاٹی سے اس کی فوج کو گذرنے میں آسانی ہو"۔(۳) حیدر کی نقل و حرکت کی اطلاع مرہٹوں کو کیسے ہو سکتی تھی؟ اسٹوارٹ

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷ خط نمبر ۲۲۶

(۲) ولکس جلد دوم ص ۱۴۱

(۳) اسٹوارٹ کا بیان

کہتا ہے کہ گھاٹی کے دہانے سے پہلی قطار کے سپاہیوں نے مرہٹہ سپاہیوں کے ایک سوار دستوں کو دیکھا اور ان پر گولی چلادی۔ ولکس کا بیان ہے کہ باقاعدہ پیادہ فوج کے سالار اعلیٰ کو شبہ ہوا کہ اس کے دشمن نے ان کو دیکھ لیا ہے یا ان کی ٹوہ لگالی ہے۔ بہر حال اس نے جس عجلت کے ساتھ توپوں کے دہانے کھول دیے وہ ناقابل معافی تھی اور اس میں غداری کا بھی شائبہ تھا کیونکہ اس طرح مرہٹوں کو رات کے کوچ کی اطلاع مل گئی۔ لیکن ترمبک راؤ اس کی دوسری وجہ بتاتا ہے۔ "پہاڑیوں پر متعین مرہٹہ نگراں سپاہیوں نے حیدر کے لشکر گاہ میں مکمل سکوت دیکھ کر اس خلاف معمول بات کی خبر ترمبک راؤ کو دی۔ چنانچہ اس نے کچھ فوج نبور اور کدور کی سمت میں اور آدھی رات کے قریب کرشنا راؤ کو فوج کے ساتھ سرنگاپٹم کی سمت میں بھیجا۔"(۱) اس اثنا میں حیدر تین میل کی مسافت طے کر چکا تھا۔ جب اس نے توپ گرجتے سُنی تو اندازہ لگالیا کہ اگلی صبح معرکہ یقیناً ہوگا چنانچہ اسی کے مطابق اپنے انتظامات کر لیے۔ "اس نے ساز و سامان ایک مربع کی شکل میں ایک جگہ جمع کر لیا۔ تب اس نے اپنی سوار فوج کو تعینات کیا اور زاویوں پر نیزہ بازوں اور تیر اندازوں کو متعین کیا۔ اس طرح اس نے ایک عظیم مربع کی شکل بنالی اور اپنے سوار دستوں کو حکم دیا کہ جو سپاہی اپنی قطار سے نکلے اُسے ختم کر دیں"۔(۲) اسی دوران سرنگاپٹم کو جانے والی شاہراہ پر متعین مرہٹہ سپاہیوں نے ترمبک راؤ کو اطلاع بھیج دی جس نے اپنی فوجیں اکٹھا کرنی شروع کر دیں۔ حیدر سے پہلی جھڑپ کرشنا راؤ کی ہوئی جو کہ سرنگاپٹم کی جانب روانہ کیا گیا۔ یہ لڑائی جب شروع ہوئی تو رات کے چار گھنٹے باقی تھے۔(۳) میسور کی فوج لڑائی کرتی ہوئی مسلسل شاہراہ پر بڑھتی رہی۔ ترمبک وہاں اپنی پوری فوجوں کے ساتھ پہنچ گیا لیکن چونکہ وہ اپنی توپیں نہیں لاسکا تھا اس لیے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ حیدر برابر آگے کوچ کرتا رہا اور وہ چنکرالی پہنچ گیا۔

چنکرالی کا معرکہ:(۴) مرہٹے بہرکیف اس کے بائیں جانب رہے اور برابر پیچھے لگے رہے۔

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط نمبر ۲۲۶

(۲) اسٹوارٹ کا بیان

(۳) ایس پی ڈی جلد ۳۷، خط ۲۲۱

(۴) اورمے مخطوطہ نمبر ۸ ص ۵۴ — ۵۱

۶ مارچ ۱۷۷۱ء کو حیدر اور ترمبک راؤ کے درمیان ہونے والی جنگ کا ذکر کرتے ہوئے اسٹوارٹ لکھتا ہے کہ اس نے اس معرکہ میں حیدر کے چار بٹالین کی قیادت کی تھی۔ معرکہ کے بیان کو مرہٹوں کے بیان سے جو ایس پی ڈی ۳۷ کے اخبارات میں شامل ہے اور کھرے کی ایتہاسک لیکھ سنگرہ جلد چہارم سے موازنہ کیا گیا ہے۔ مرہٹوں نے اس معرکہ کا نام میلوکوٹ کے قریب کے ایک تالاب کے نام پر موتی تالاب کا معرکہ رکھا ہے۔

Marfat.com

وہ چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں تقسیم ہو گئے اور میسور کی فوج سے سو گز کے فاصلے پر چلتے رہے تاکہ گولہ باری جاری رہے۔ یہ دباؤ اتنا شدید تھا کہ میسوری تلملا رہے تھے۔ اسٹوارٹ لکھتا ہے کہ" وہ کامیاب ہوئے باوجود یکہ میں نے اپنے یوروپی سارجنٹوں کو حکم دیا تھا کہ اگر کوئی بغیر حکم کے گولی چلائے تو اس کو ختم کر دیا جائے لیکن اس کا کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ جب ہمارے دو سارجنٹوں نے حکم کی تعمیل کی تو انھوں نے ہمیں مار دینے کی قسم کھائی اور وہ اپنی قسم پوری بھی کر ڈالتے لیکن سوار فوج نے آٹھ دس شرپسندوں کو ختم کر دیا۔ اس طرح ان کی بغاوت ختم ہوئی"۔(۱) مرہٹوں نے بار بار فوج کے عقب میں حملہ کیا۔ ایک بجے مرہٹہ توپ خانہ پہنچ گیا جس میں ۳۰ توپیں ۲۴ پونڈ کے گولے پھینکنے والی تھیں انھوں نے زبردست گولہ باری شروع کر دی۔ حیدر کی فوج چونکہ بہت زیادہ قریب تھی اس لیے بہت زیادہ جانی نقصان ہوا۔ ایک گولہ اونٹوں کی اس قطار پر گرا جو راکٹ لے جا رہے تھے اور بارود کے ایک صندوق پر گرنے سے ان سب کو اُڑا دیا۔ بہر صورت حیدر تیزی سے ایک پہاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا جو اس کے لیے بہت مفید ثابت ہوئی۔ مرہٹوں نے بھانپ لیا اور اپنی تین ٹکڑیاں بنالیں اور بیک وقت فوج کے عقب، میمنہ اور میسرہ پر زبردست حملے کرنے لگے۔ میسرہ جس میں حیدر کے نئے رنگروٹ تھے فوراً ٹوٹ گیا اور وہ جی چھوڑ کر پہاڑی کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے جس میں بہت سے نکیلے پتھر تھے۔ مرہٹے مربع میں داخل ہو گئے۔ حیدر کے سوار دستے مزاحمت کی بجائے مربع کے میمنہ کو روندتے ہوئے بھاگ نکلے۔ عقب پر دونوں جانب سے حملہ ہوا اور وہ ذرا بھی نہ ٹک سکے۔ مرہٹوں کو مکمل فتح ہوئی۔ حیدر مقدمہ میں تھا لیکن جب میسرہ ٹوٹ گیا تو وہ اپنے گھوڑے سے اُتر آیا اور بھیڑ میں پہاڑی تک پہنچا۔" ایک گول پتھر پر کھڑے ہو کر وہ انتہائی غیظ و غضب سے ان گرمجوش لوگوں یعنی مرہٹوں کی فتح کو دیکھتا رہا جو اس کے سپاہیوں پر حملہ کر رہے تھے اور ان کا تعاقب کر رہے تھے۔ اس مرحلہ پر (ایک میسوری پنڈاری) غازی خاں بیدی اس کے سامنے حاضر ہوا اور انتہائی مشکل سے اسے میدان جنگ سے ہٹا لے گیا۔ صرف چودہ سواروں کا ایک دستہ اس کے ساتھ سرنگاپٹم تک گیا"۔(۲)

میسور فوج کا تمام سامانِ رسد کے ذخائر اور تمام توپ خانہ مرہٹوں کے ہاتھ لگا۔ ان کو چالیس پینتالیس توپیں، بیس پچیس ہاتھی اور سات آٹھ ہزار گھوڑے مع ساز و سامان اور خزانے کے

---

(۱) اسٹوارٹ کا بیان

(۲) نشان حیدری ملس ص ۱۹۰

ملے۔ گرفتار ہونے والوں میں میر علی رضا، یاسین خاں اور دوسرے بڑے سردار تھے اور ان کے علاوہ پچاس یوروپی بھی تھے۔ یاسین خاں حیدر علی سے بڑی مشابہت رکھتا تھا اور اس نے اپنے کو نواب بنا کر پیش بھی کیا تھا۔ مرہٹے اس کو گرفتار کرنے کے کئی گھنٹے بعد پہچان سکے اور غالباً اسی وجہ سے حیدر کو بچ نکلنے میں آسانی ہوئی۔

ترمبک راؤ کے داہنے کان پر چھرّے کا معمولی ساز خم ہو گیا تھا۔ میر فیض اللہ جو میسوری فوج کے ساتھ تھا لیکن مورد عتاب اور فوجی کمان سے محروم تھا اپنے چند پیروں کے ساتھ مرہٹوں کی لوٹ مار کے دوران ان کی صفوں کو چیرتا کاٹتا نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

ولکس لکھتا ہے کہ یہ کوئی جنگ ہی نہیں تھی اگرچہ وہ دن حیدر کی ناکامی کا دن تھا۔ تاہم وہ مرہٹوں کی کامیابی کا دن بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ فتح کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے۔ راجدھانی بغیر کسی مدافعت اور مزاحمت کے بالکل خالی تھی اور ایک فوری اور زوردار کوشش حیدر کے لیے مکمل زوال ہو سکتی تھی لیکن مرہٹے اس قدر لوٹ مار اور اس کی تقسیم میں مصروف تھے کہ انھوں نے سرنگاپٹم کے سامنے پہنچنے میں دس دن لگا دیے۔ اس دوران حیدر بھگوڑوں کو جمع کرنے اور دفاع کی تیاریاں مکمل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس سلسلہ میں ہمیں دی لاتور کا ایک بیان ذہن میں رکھنا چاہیے جو مرہٹوں کی ناقابل بیان تضیع اوقات کی تشریح کرتا ہے۔ "چونکہ یہ ہندوستان میں رواج نہیں ہے کہ معمولی سپاہیوں اور چھوٹے فوجی افسروں کو قیدی بنایا جائے اس لیے قیدیوں کا بیشتر حصہ اس کے پاس لوٹ آیا اگرچہ یہ بغیر اسلحہ اور گھوڑوں کے آیا تھا۔ اپنے وسائل کے سبب حیدر نے اپنی فوج کو مختصر سے عرصے میں پہلے سے بہتر بنا لیا جس کے لیے اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس نے مرہٹوں سے اپنے چھینے ہوئے گھوڑے اور بیشتر ساز و سامان بھی خرید لیا لیکن یہ سب ان کی حکومت کی نوعیت کے سبب ہوا تھا کیونکہ وہ جاگیردارانہ نظام پر مبنی ہے اور اس میں ہر شخص کو اجازت ہے کہ وہ اپنے مال غنیمت کے حصے کو جس طرح چاہے اس طرح استعمال میں لائے" (۱) فوجی ترکیب اور حکمت کے لحاظ سے یہ مرہٹوں کی ایک شاندار فتح تھی لیکن اپنے کردار اور فوجی نظام کی خرابیوں کے سبب مرہٹے فتح سے فائدہ نہیں اٹھا سکے۔

ولکس حیدر کی اس شکست کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "حیدر نے شام کو بہت زیادہ

---

(۱) دی لاتور ص ۲۵

شراب پی لی تھی اور نشے کی وجہ سے وہ اچھی طرح سو نہیں سکا"(۱) لیکن وہ پسپائی جو نو بجے رات کو شروع ہوئی یقینی طور پر شام کو ہی ترتیب دی گئی ہو گی لیکن ایک ایسے شخص سے جس کی اتنی شاندار فوجی کارگزاری ہو اور اپنی بے شمار مہموں میں بہت سے شب خون کا ذمہ دار رہا ہو یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اتنا بڑا شرابی ہوگا اور سرنگا پٹم کی جانب اپنی اہم پسپائی شروع ہونے سے پہلے شراب پی لے گا۔ خاصکر جبکہ مرہٹے اس کے پیچھے لگے تھے کہ موقع ملتے ہی وہ اس کی فوج کو کاٹ کر پھینک دیں۔ فوجی تدبیر و حکمت کے لحاظ سے میلوکوٹ اور چینکرائی کا معرکہ حیدر کی فوجی قیادت کی خامیاں ظاہر کرتا ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ عیاشی، شراب نوشی یا بے خوابی سے اس کی توجیہ کی جائے۔

پسپائی کی رات کی افراتفری میں اگرچہ ٹیپو کو کئی بار مقدمۂ لشکر کی قیادت کے لیے بلایا گیا لیکن وہ نہیں مل سکا۔ حیدر نے جو پہلے ہی غصے سے کھول رہا تھا اس کو "انتہائی بے رحمی اور غیر شاہی انداز سے بید لگائے"۔ ٹیپو نے اس پر قسم کھائی تھی کہ وہ اپنی تلوار اس دن نیام سے باہر نہیں نکالے گا اور اس نے اپنی قسم کی لاج رکھی۔ پسپائی کی افراتفری میں وہ ایک مرہٹہ پنڈاری کے بھیس میں نکل بھاگنے میں کامیاب ہوا اور سرنگا پٹم میں اپنے باپ سے جا ملا جو اپنے بیٹے کو کھو دینے کے رنج اور غم سے مغلوب تھا اور قلعے کے شمال مشرق میں واقع ایک مقبرے میں دعا مانگ رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سید محمد نے بعد میں ولکس سے بیان کیا کہ حیدر اور ٹیپو مرہٹوں کی صفوں سے ایک مسافر درویش اور اس کے خدمتگار کے بھیس میں بھیک مانگتے نکل گئے۔

---

(۱) اسٹوارٹ جس کے بیان پر عموماً ولکس انحصار کرتا ہے وہ کسی طرح بھی اس خیال کی تائید نہیں کرتا ہے کہ حیدر نشے سے چور تھا اور اس وجہ سے بد سلیقگی سے کام خراب کر دیا۔

باب ۱۳

مرہٹوں سے تعلقات

۱۷۷۱ء — ۱۷۷۲ء

۶ مارچ ۱۷۷۱ء کو چنکرالی میں حیدر کی شکست فاش سے اس کی فوجی قوت پوری طرح ختم نہیں، ہوئی تھی ۔ جولائی ۱۷۷۲ء تک صلح نہ ہو سکی ۔ اگرچہ حیدر نے کافی قیمتی علاقہ کھو دیا تھا تاہم وہ ہمیشہ کے لیے ختم نہیں ہو گیا تھا ۔ اس کی قوت اور اس کے وقار کو سخت دھکا لگا تھا مگر شکست نے مہمیز کا کام کیا اور اس میں کھوئے ہوئے وقار کو دوبارہ حاصل کرنے کا عزم کیا ۔

مارچ ۱۷۷۱ء سے جولائی ۱۷۷۲ء تک جاری رہنے والی مہم پر ولکس نے بہت ہی سرسری تبصرہ کیا ہے ۔ "اس غم ناک جنگ کے چھوٹے چھوٹے معرکے کردار کی تصویر کشی نہیں کرتے"۔ اس مہم کے سلسلہ میں ناکافی بیان کی وجہ شاید یہ تھی کہ اس مہم سے متعلق مرہٹی دستاویزات تک اس کی رسائی نہیں ہو سکی تھی ورنہ اسے تفصیلات کی اس بھول بھلیوں میں کوئی نہ کوئی راہ ضرور مل جاتی ۔

پیشوا نے ترمبک راؤ کو لکھا تھا کہ وہ سرنگاپٹم کا محاصرہ کرنے کے حق میں نہیں ہے ۔ اس کی رائے تھی کہ ایک کمان دار کے تحت دس ہزار فوج حیدر کے مقابلے کے لیے کافی ہوگی ۔ بقیہ فوج کے ساتھ ترمبک کو بدنور جانا تھا جس کے بارے میں پیشوا کا خیال تھا کہ اس پر دو مہینے میں قبضہ کیا جا سکتا ہے ۔ پیشوا کے خیال میں حیدر کے قبضہ میں باقی بچنے والے تین قلعوں میں سب سے آسان اور قابل تسخیر مقام بدنور ہے ۔ بنگلور اور سرنگاپٹم کا لینا بہت مشکل تھا ۔(۱) لیکن ترمبک نے پیشوا کے منصوبے پر عمل نہیں کیا اس نے سرنگاپٹم کا محاصرہ ایک ماہ اور تین دن تک جاری رکھا ۔ تب اس نے حیدر کی نقل و حرکت پر نظر

---

(۱) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۱۲۳ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۷۷۱ء

Marfat.com

رکھنے کے لیے فوج کا ایک حصہ چھوڑا اور لڑائی کا موسم شروع ہوتے ہی وہ خود لوٹ مار کے لیے بارہ محل، ڈنڈیگل اور کوئمبٹور کے لیے روانہ ہوا۔ وہ شاید سرنگاپٹم کے محاصرہ کو جاری رکھنے کے لیے محمد علی اور اُس کے اتحادی انگریزوں کا تعاون حاصل کرنا چاہتا تھا۔ پانڈیچری میں وکیل بھیجے گئے تھے۔ اس کو ایک ایسے توپ خانے کی ضرورت تھی جس میں یوروپی توپچی ہوں اور جو محاصرہ کے کاموں میں مہارت رکھتے ہوں مدراس کی حکومت کا مرہٹوں کے بارے میں خیال ہے کہ "وہ اپنی برتر و بے شمار سوار فوج کے ساتھ اُن علاقوں کو تاخت و تاراج کر سکتے ہیں جن پر وہ حملہ کرتے ہیں اور وہاں ان کی بہت کم مزاحمت کی جا سکتی ہے لیکن مستحکم اور طاقتور قلعوں کو فتح کرنا ان کے لیے مشکل ہے اور اس کے لیے وہ یوروپیوں کی مدد چاہتے ہیں۔"(۱) غالباً فرانسیسی اس قابل نہیں تھے کہ وہ اس پر راضی ہو جاتے اور ترمبک میسور کے خلاف اپنی مہم جوئی میں انگریزوں کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ چنانچہ اس کے حملوں کے نتائج بار آور نہیں ہوئے لیکن پیشوا کا منصوبہ کامیاب ہو سکتا تھا اور اس پر گرم جوشی اور سرگرمی سے عمل کیا جاتا تو شاید حیدر جولائی ۱۷۷۲ء میں معاہدہ کرتے وقت بدنور حوالے کرنے پر مجبور ہو جاتا۔ ہمیں اس پر کوئی تعجب نہیں کہ پرشورام بھاؤ شنک نے لکھا تھا کہ ترمبک اپنے خاص مفاد کے لیے جنگ کو طول دے رہا ہے کیونکہ وہ نیم شاہانہ حیثیت سے وقت گذار رہا تھا۔ روزانہ موسیقی سُنتا اور تقریباً ۴۰ ہزار فوج اور ان کے پڑاؤ کے خدمتگاروں پر حکومت کر رہا تھا۔(۲)

ایک مبارک دن(۳) ترمبک سرنگاپٹم کے قریب خیمہ زن ہوا اور گولہ باری شروع کر دی۔ اس دوران حیدر نے اپنی فوج کی تعداد دس ہزار تک بڑھالی تھی۔(۴) ترمبک نے حیدر کا میسور سے رسل و رسائل کا سلسلہ منقطع کرنے کی کوشش کی۔ محصور شہر کے مختلف اطراف میں وہ خود، وسن راؤ، پوردھن اور مرار راؤ گھوڑپڑے تھے۔ محاصرہ جاری رہا۔ حیدر نے اِردگرد کے علاقے کو اس طرح تاراج کر دیا تھا کہ اُسے امید تھی کہ مرہٹوں کے پڑاؤ میں قحط پڑ جانے سے وہ لوٹ جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ قرب و جوار کے علاقے

---

(۱) محکمہ فواج انگلستان کو مراسلات مورخہ ۲۸ فروری ۱۷۷۲ء پیرا ۱۴

(۲) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۱۲۷

(۳) چیترا سدھا پرتیپد चैत्र सुधा प्रतिपद فوجی اقدامات کے سلسلہ میں نجوم کا یہ دخل مرہٹوں کے فوجی نظام کی ایک بڑی خامی تھی۔

(۴) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۱۲۲

میں چارہ بھی نہیں تھا۔ مرہٹوں کو تقریباً ۲۰ کوس دور سے گھروں کی چھتوں سے چارہ حاصل کرنا پڑتا تھا۔ کاویری میں سیلاب آنے سے پہلے ترمبک کو روانہ ہونا تھا۔ حیدر نے اس اثنا میں بلاشبہ ایک مرہٹہ سردار آنند راؤ رستے کے ذریعے گفت و شنید شروع کر دی تھی۔ اس نے اپنے علاقوں کی واپسی کی شرط پر تین سال کے اندر ۴۵ لاکھ روپے ادا کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا تھا۔ شرائط مرہٹوں کے لیے ناقابل قبول تھیں۔ حیدر سرنگاپٹم میں اپنے کو مضبوط و مستحکم محسوس کر رہا تھا اور وہ جھکنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔

ایک ماہ اور تین دن بعد ترمبک راؤ پیچھے ہٹ گیا اور سرنگاپٹم سے دس میل شمال مشرق میں موتی تالاب آ گیا۔(۱) اس کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ موسم برسات میں چھاؤنیوں میں قیام کرے اور لڑائی کے دوسرے موسم کے آغاز پر جنوب کی طرف پیش قدمی کرے اور اس پر قبضہ کر لے۔(۲) اس دوران چنا پٹنا مدور سدا گٹا اور دوسرے علاقے جن پر ابھی تک قبضہ نہیں کیا گیا تھا وہ بھی مرہٹوں کے قبضے میں آ چکے تھے۔ حیدر نے جو علی کیدان کی ماتحتی میں اپنے علاقوں کے تحفظ کے لیے ایک فوج کو بھیجا۔ ترمبک نے اس پر راستہ میں حملہ کیا۔ اس کے بہت سے آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے اور وہ قریب قریب اس کے گھیرے میں آ گیا۔ اس نے اپنے زخمیوں کو خود قتل کر دیا تاکہ ان کی چیخ و پکار سے مرہٹوں کو اس کے فرار کی خبر نہ مل سکے کیونکہ زخمیوں نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ انھیں چھوڑے جا رہے ہیں۔ اس بھیانک کام کے بعد وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

موسم برسات کے دوران ترمبک راؤ بنور میں مقیم رہا۔ ستمبر کے آخر میں اس نے حیدر کے ان قلعوں پر قبضہ کرنا شروع کیا جہاں وہ پہلے اپنی محافظ فوج مقرر نہیں کر سکا تھا۔ حیدر کے سفیر اپاجی رام کے ذریعے گفت و شنید جاری تھی۔ ترمبک راؤ کی شرط یہ تھی کہ وہ ساٹھ لاکھ روپیہ ادا کرے اور ارکاٹ پر حملہ کرنے کی صورت میں اس کا ساتھ دے۔ مرہٹہ لیڈر نے کہا تھا کہ "اگر ہم گھاٹ کے زیریں علاقے میں جائیں تو اسے ہمارا ساتھ دینا چاہیے"۔ ترمبک راؤ نے سرنگاپٹم کے قریب کے علاقوں کی واپسی کے لیے اپنی رضامندی ظاہر کر دی مگر چک بالاپور، نندی گڈ اور دوسرے تعلقوں کی واپسی کے لیے اس نے حیدر کو مشورہ دیا کہ وہ پیشوا سے رجوع کرے۔(۳) لیکن حیدر جانتا تھا کہ پیشوا مرنے والا ہے۔

---

(۱) فورٹ سینٹ جارج مورخہ ۲۰ مئی ۱۷۷۱ء
"مرہٹوں نے اچانک اپنا پڑاؤ اٹھا لیا۔ ہم اس کی وجہ رسد اور چارہ کی کمی سمجھتے ہیں"۔
(۲) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۲۸ (۳) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۵۱

اور اس کی موت پر مرہٹہ علاقوں میں افراتفری پھیلنے والی ہے۔ چنانچہ لازمی طور پر گفت وشنید کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

اس مرحلہ پر ترمبک راؤ کو تنجور کے حکمران کی جانب سے مدد کی درخواست موصول ہوئی جس کا نواب ارکاٹ محمد علی نے محاصرہ کر لیا تھا۔ ترمبک کی تو یہ خواہش تھی کہ وہ گھاٹ کے زیریں علاقے میں جائے اور راستے میں حیدر کے علاقوں کو تاراج کرے۔ اس نے دمن راؤ اور دوسرے مرہٹہ سرداروں کو حیدر پر نظر رکھنے کے لیے اور مقبوضہ علاقوں کے تحفظ کے لیے فوج کے ایک حصّہ کے ساتھ چھوڑا۔ ۲۵ ہزار فوج کے ساتھ ترمبک نے تنجور کی طرف پیش قدمی کی جہاں سے محمد علی پہلے ہی واپس ہو چکا تھا[1] تنجور کے راجہ سے ترمبک راؤ کو چار لاکھ ملے اور نواب ارکاٹ سے بھی اسے کچھ رقم ملی[2]۔ ترمبک راؤ نے سُنا کہ ٹیپو اسی جانب میسور کی ایک فوج کے ساتھ چلا آ رہا ہے۔ اسے خدشہ پیدا ہوا کہ ٹیپو نواب ارکاٹ اور انگریزوں کے درمیان کچھ سمجھوتہ ہو گیا ہے چنانچہ اس نے دمن راؤ کو ہدایت بھیجی کہ وہ گھاٹ کے علاقے میں اس سے آ ملے لیکن دمن راؤ کو خبر ملی کہ میسور کی ایک بڑی فوج نے نرائن گڑھ کا محاصرہ کر لیا ہے۔ وہ وہاں تیزی سے پہنچا، ان کو شکست دی اور قلعہ کو مسمار کر دیا۔ تب وہ گھاٹ کے قریب پہنچا اور اترا ورگ میں پڑاؤ ڈالا۔ ٹیپو جتنی تیزی سے ممکن ہو سکا سرنگا پٹم لوٹ گیا۔ ترمبک بارہ محل میں داخل ہوا اور مختلف علاقوں سے اس نے خراج وصول کیا۔ اس نے کوئمبٹور کو بھی لوٹ لیا وہاں وہ دسمبر ۱۷۷۱ء سے فروری ۱۷۷۲ء تک حیدر کے علاقے میں لوٹ مار مچاتا رہا۔ پھر ترمبک راؤ واپس آیا اور بنگلور کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ وہاں سے وہ دودبالاپور کے لیے روانہ ہوا جہاں دمن راؤ بھی اس سے آ کر مل گیا۔ حیدر کی کامیابی کے امکانات حقیقتاً بڑے تاریک ہو گئے تھے کیونکہ اس کے پاس صرف بنگلور سرنگا پٹم اور بڈنور باقی رہ گئے تھے اور مرہٹہ فوج نے اس کے رسل و رسائل کو درہم برہم کر رکھا تھا۔ اب ترمبک نے بڈنور کی فتح اور پورے علاقہ کی تاخت و تاراجی کا منصوبہ بنایا لیکن پیشوا نے اسے لکھا کہ چونکہ اس کے

---

(۱) تنجور کے خلاف محمد علی اور انگریزوں نے ۲۲ر اکتوبر سے ۲۷ر اکتوبر تک کوششیں جاری رکھیں اور جب ایک قابل گذر شگاف پڑ گیا تو نواب اور راجہ کے درمیان ایک معاہدہ صلح ہو گیا۔

(۲) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۱۵ر اپریل ۱۷۷۲ء "ہم تم کو یہ بتانے میں خوشی محسوس کر رہے ہیں کہ نواب کے وکیل نے مرہٹہ قائد سے صلح کر لی ہے اور وہ بالا گھاٹ لوٹ گئے ہیں اور ہم اس پریشانی سے بچ گئے ہیں جس میں ہم اپنے کو محسوس کر رہے تھے"۔ فورٹ سینٹ جارج، ۷ر مارچ ۱۷۷۲ء

Marfat.com

رو بہ صحت ہونے کی کوئی امید نہیں رہی ہے لہذا مہم جلد سے جلد ختم کر دی جائے۔ آخر کار دو ماہ کی گفت و شنید کے بعد معاہدہ ہو گیا۔

مرہٹوں کو حق مل گیا کہ وہ سرا، ہوسکوٹ، دودبالاپور اور کولار پر معہ ان کے ماتحت علاقوں کے قابض رہیں۔ اس میں بنگلور نہیں شامل تھا جس کے عوض ان کو مداگیری کا علاقہ مل گیا تھا۔ گرم کنڈا بھی ان کے قبضہ میں رہنے دیا گیا۔ مرہٹے باقی علاقے واپس کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ حیدر نے ۵۰ لاکھ اور مزید دس لاکھ بطور دربار کے اخراجات ترمبک راؤ اور دوسرے سرداروں کو ادا کرنے پر راضی ہو گیا تھا۔ اس نے ۲۴ لاکھ نقد، ۵ لاکھ جنس کی شکل میں ادا کیا اور بقیہ کے لیے ساہوکاروں کی ضمانت دی۔ یہ مہم جولائی ۱۷۷۲ء میں ختم ہوئی۔ (۱)

حیدر کی زندگی کی یہ بدنام ذلت آمیز مہم بعد میں میسور کی انگریز دشمن خارجہ پالیسی کی بڑی حد تک ذمہ دار بنی۔ جولائی ۱۷۸۲ء میں انگریزوں کے وکیل سری نواس راؤ کے ایک سوال پر حیدر کے طنز آمیز جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نظر میں انگریزوں کے ساتھ معاہدہ کرنا کیا معنی رکھتا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ "جب مرہٹے میرے علاقے میں گھس آئے تو میں نے ان سے مختلف انداز سے کمک بھیجنے کے لیے درخواست کی۔ جواب میں پہلے تو انھوں نے لکھا کہ وہ مدد بھیجیں گے اور پھر کچھ دنوں بعد لکھا کہ انھوں نے یوروپ لکھا اور وہاں سے انھیں ہدایات کی توقع ہے۔ اس پر میں نے انھیں یہ لکھا کہ وہاں سے احکام آنے میں سال بھر یا چھ ماہ لگ جائیں گے اور تب ان کی کمک کا کیا فائدہ ہوگا۔ گورنر کا جواب یہ تھا کہ وہاں سے احکامات آنے تک وہ کچھ نہیں کر سکیں گے اور پھر اس کے بعد کافی وقت گذر جانے پر بھی وہ یہی کہتے رہے کہ وہاں سے ابھی تک انھیں ہدایات ہی موصول نہیں ہوئی ہیں" (۲) سرد مہری کا یہ رویہ پیدا کرنے میں ترمبک راؤ کا خاصا ہاتھ تھا۔ حیدر ان مصیبت اور پریشانی کے مہینوں کو آسانی سے نہیں بھول سکا۔ ترمبک راؤ کی ترکیب کے فوری طور پر نتائج برآمد نہیں ہو سکے۔ انگریزوں نے نہ تو حیدر کے خلاف اتحاد کیا اور نہ حیدر نے انگریزوں کے خلاف۔ تاہم حیدر کی نگاہ میں انگریزوں کی دوستی کی قدر و قیمت واضح ہو گئی تھی۔

---

(۱) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۷۱ مورخہ ۱۸ مئی۔ ولکس کا بیان ہے کہ حیدر نے ۳۰ لاکھ روپیہ کا نصف فوراً اور بقیہ اس کے بعد ادا کرنے کا وعدہ کیا اور صرف ۵ لاکھ بطور درباری اخراجات کے۔ ایس پی ڈی جلد ۳، خط نمبر ۲۲۲ کا بیان ہے کہ حیدر نے ۲۵ لاکھ نقد، ۶ لاکھ بطور جنس اور بقیہ ۱۹ لاکھ سالانہ تین مساوی قسطوں میں ادا کیا۔

(۲) سیلکٹ کمیٹی کی روئداد مورخہ ۲۶ اگست ۱۷۸۲ء

باب ۱۴

مرہٹوں سے تعلقات (۱۷۷۲-۷۶ء)

پانی پت کی جنگ کے بعد کی مرہٹہ سیاسیات میں سب سے زیادہ پریشان کن پہلو رگھوناتھ راؤ کے بے لگام اور غیر محتاط ارادے تھے۔ اس شخص کی سرگرمیوں سے مرہٹہ ریاست کی داخلی تاریخ اور بیرونی تعلقات دونوں متاثر ہوئے تھے۔ اگرچہ کبھی کبھی اس کی شرافت کی رگ بھی پھڑک اٹھتی تھی تاہم وہ اپنے ذاتی مفاد کے لیے بغیر کسی پس و پیش کے تگ و دو کر سکتا تھا اور اس کی فکر نہیں کرتا تھا کہ یہ سودا ریاست کو کتنا گراں پڑے گا۔ حیدر علی کے ساتھ اس کے تعلقات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع سے ہی وہ اس حوصلہ مند میسوری کو اپنے حصول اقتدار کے سلسلہ میں ایک سہارا گردانتا تھا اور ناکامی کی صورت میں وہ اس کے پاس پناہ تلاش کر سکتا تھا۔ ۱۷۶۵ء سے ہی وہ حیدر کے ساتھ دوستی کی پالیسی پر انتہائی سرگرمی سے عمل کر رہا تھا۔ موجودہ حالات میں حیدر محض رگھوناتھ راؤ کی مداخلت ہی کے سبب انتہائی مفید اور قابل قبول معاہدہ کر سکا تھا۔ پیشوا کے خطوط سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایسی موافق شرائط کے حق میں نہیں تھا لیکن رگھوناتھ راؤ کی تحریک کی بنا پر ہی اس نے ان شرطوں کو تسلیم کر لیا تھا۔[1] بعد میں اس کے بارے میں یہ اطلاع ملی کہ اس نے نظام کو حیدر کے ساتھ اتحاد کرنے اور پھر پونا پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس وقت اس کو پیشوا کی مسلسل مخالفت کرنے کے سبب نظر بند کر دیا تھا۔ نظام کے ذہن میں خدشات

---

(۱) دیکھو صفحہ ۵۲

پیدا کرنے کی غرض سے اس نے نظام کو اطلاع دی تھی کہ پیشوا اور بھونسلے اس کے خلاف حملہ کرنے والے ہیں لہٰذا وہ پیش قدمی کر کے حیدر کے ساتھ اتحاد و تعاون کا معاہدہ کر لے[1] مگر مادھو راؤ کے بہترین محکمۂ جاسوسی کے سبب اس خفیہ خط و کتابت کا راز کھل گیا لیکن مادھو راؤ اپنی موت سے پہلے نومبر ۱۷۷۲ء میں رگھوناتھ راؤ کو آزاد کر چکا تھا۔ مرتے ہوئے پیشوا نے اپنے جانشین نرائن راؤ اور اس کے چچا رگھوناتھ راؤ کے سامنے اپنے باہمی تحفظ کے لیے تعاون اور اتحاد کی ضرورت پر زور دیا لیکن دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا اور چھ ماہ بعد رگھوناتھ راؤ پھر جیل میں تھا۔ قید کے زمانے میں اس نے حیدر سے پھر خط و کتابت شروع کی۔ اس خیال سے کہ اس پر شبہ نہ گزرے وہ پہلے حیدر کے وکیل اپاجی رام کو اور اپاجی رام حیدر کو لکھتا تھا مگر پیغام رساں پکڑ لیا گیا اور اپاجی رام کی بھی نگرانی کی جانے لگی۔[2]

نرائن راؤ کے قتل کے بعد جب رگھوبا خود پیشوا بنا تو اس نے حیدر کو خوش کرنے کی پالیسی ترک کر دی۔ کچھ وقت تک تو اس کے اور ریاست کے مفادات ایک ہو کر رہ گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اپنی قید کے زمانے میں اس نے حیدر کے وکیل کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا کہ وہ اس کے آقا کو مرہٹوں کے فتح کردہ تمام علاقوں کو واپس کر دے گا اور صرف سالانہ ۱۵ لاکھ بطور چوتھ لیا کرے گا بشرطیکہ وہ اس کی قید سے رہائی اور پیشوا کے عہدے کے حصول میں اس کی مدد کرے۔ موسٹن کا بیان ہے کہ ۱۷۷۳ء میں وکیل اس معاہدہ پر عمل درآمد کا مطالبہ کر رہا تھا لیکن چونکہ حیدر کا اس نئے انقلاب میں کوئی حصہ نہیں تھا اس لیے اس معاملہ کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟[3]

نرائن راؤ کے قتل کے فوراً بعد رگھوبا نے حیدر اور مرار راؤ گھورپڑے کو بھی لکھا کہ وہ راجہ تنجور کی مدد کریں جس کا محمد علی اور انگریزوں نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ حیدر علی کو لالچ دینے کی غرض سے اپاجی رام کو اپنے آقا کو یہ بتانا تھا کہ وہ اس کے عوض حیدر کو مداگیری، دودبالاپور اور ہوسکوٹ کے قلعے واپس کر دے گا۔ لیکن قبل اس کے کہ یہ پیشکش حیدر تک پہنچتی تنجور دشمن کے حوالے کر دیا گیا۔

رگھوناتھ راؤ جانتا تھا کہ لوگ اس کو پسند نہیں کرتے اور اندر ہی اندر اس کی حکومت کی مخالفت کی جا رہی ہے۔ وہ اندرونی اختلافات کے زخموں پر قومی فتوحات کا مرہم لگانا چاہتا تھا اور چین دو دشمنوں

---

(۱) ایس پی ڈی جلد ۳: خط نمبر ۱۹۲

(۲) موسٹن کی یادداشت مورخہ ۱۲ اپریل ۱۷۷۳ء۔ ایس پی ڈی جلد ۲۷ خط نمبر ۲۳۶۔ موسٹن بس اتنا کہتا ہے کہ اپاجی رام پر ایک نگران متعین کر دیا گیا تھا۔

کے خلاف اس کی فتوحات اس کی عزت میں اضافہ کر سکتی تھیں وہ نظام اور حیدر علی تھے۔ اس نے نظام کو شکست دی تھی مگر شرائط نظام کے اتنی موافق تھیں جن سے یا تو سیاسی سوجھ بوجھ کے فقدان کا اظہار ہوتا تھا یا نظام کو اپنے ساتھ ملائے رکھنے کی شدید خواہش کا۔ تب اس نے یہ منصوبہ بنایا کہ کرناٹک کے علاقے میں مہم کا سلسلہ شروع کرے۔ اس کا عظیم منصوبہ یہ تھا کہ وہ حیدر کو مرہٹہ اضلاع سے نکال باہر کرے اور محمد علی اور انگریزوں کو سزا دے۔ جنوری ۱۷۷۴ء میں جب رگھوناتھ راؤ اس مہم میں مشغول تھا تب اقتدار سے محروم کرنے کی بارہ بھائی (BARA BHAI) سازش کا علم ہوا۔ تقریباً سب ہی اہم وزیر اس کے خلاف متحد ہو گئے تھے۔ ان حالات میں حیدر کی جانب اس کے رویہ میں لچک آنا ناگزیر تھا۔ اس وقت وہ حیدر کو اپنا حلیف بنانے کے لیے کوشاں تھا۔ موسٹن نے ۴ فروری ۱۷۷۴ء کو اپنی ڈائری میں ایک اندراج کیا ہے کہ حیدر نے رگھوبا کے ساتھ معاملات طے کر لیے تھے۔ لیکن یہ یقین نہیں تھا کہ وہ اس کی مدد کرے گا یا نہیں۔ حیدر کا وکیل اپاجی رام کافی ہوشیار آدمی تھا۔ اس نے فوجی دستوں کو واپس ہوتے دیکھ لیا تھا چنانچہ وہ بہت زیادہ رعایت دینے پر آمادہ نہیں تھا۔ کلیان ورگ کے معاہدہ کے مطابق حیدر نے رگھوناتھ راؤ کو پیشوا تسلیم کر لیا تھا اور اس کو ۶ لاکھ سالانہ خراج ادا کرنے پر تیار ہو گیا تھا۔ اپنی تین مہموں کے دوران مادھو راؤ نے جو علاقہ حیدر سے چھینا تھا وہ اس نے واپس کر دیا۔ باجی راؤ بروے کو رگھوناتھ راؤ کے نمائندے کی حیثیت سے حیدر کے دربار میں مقرر کیا گیا۔ فروری ۱۷۷۴ء اور مارچ ۱۷۷۶ء کے درمیان مہاراشٹر میں حالات کی پیچیدگیوں سے فائدہ اٹھا کر حیدر نے سرا، مدگیری، دودبالاپور، ہوسکوٹ، گرم کنڈا، بلاری، کڈپہ اور گوٹی پر قبضہ کر لیا اور کرنول پر خراج عائد کر دیا۔

رگھوناتھ راؤ کو کامیابی کی مبہم سی توقع تھی۔ وہ ترمبک راؤ کو شکست دینے اور گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گیا لیکن بقول گرانٹ ڈف اس کامیابی سے انحطاط پذیر مقصد کو محض وقتی زندگی نصیب ہوئی تھی جسے مادھو راؤ نرائن کی یکم اپریل ۱۷۷۴ء کی پیدائش نے اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ رگھوناتھ راؤ شمال کی جانب واپس ہو گیا اور جب سندھیا اور ہولکر نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تو وہ گجرات کی طرف چلا گیا۔ بعد کے انگریزوں اور مرہٹوں کی تاریخ کے واقعات سب کو معلوم ہیں۔ ۶ مارچ ۱۷۷۵ء کو معاہدہ سورت ہوا۔ اس کے بعد رگھوبا نے حیدر کو ایک خط لکھا جس میں تجویز پیش کی تھی کہ "وہ کرشنا کے داہنی کنارے تک تمام مرہٹہ علاقے پر قبضہ کر لے اور اس مقام سے وہ اس کے منصوبے اور مقاصد میں فوجی اور مالی امداد دینے کے لیے تیار

---

(۱) موسٹن کی یادداشت ۔ درخط ۱۴ ستمبر ۱۷۷۴ء

رہے۔ اس کی تعمیل میں حیدر نے اس کو ۱۶ لاکھ روپئے بھیجے"(۱) تاہم گرانٹ ڈف کا بیان ہے کہ حیدر کی امداد صرف اسّی ہزار روپئے تک محدود تھی۔ رگھوناتھ راؤ کے سرنگاپٹم میں نمائندے باجی راؤ بروے نے ہر ممکن کوشش کی تاہم اسے کوئی جلدی نہیں تھی اور وہ صرف اپنے منصوبے کے مطابق اور اپنے حلیف کے جلدبازی کے مشورے کو مانے بغیر آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ بہرکیف باقاعدہ خط وکتابت جاری رہی۔ اس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیدر نے تسلیم کردہ علاقوں کے لیے سند اور اپنی ادا کردہ رقم کے لیے رسید کا مطالبہ کیا تھا۔(۲)

جب انگریزوں نے عارضی طور سے رگھوبا کی حمایت چھوڑ دی اور پونا کی حکومت سے مارچ ۱۷۷۶ء میں پورن دھر کا معاہدہ کرلیا تو رگھوبا نے اس معاہدے کی شرائط تسلیم کرنے سے انکار کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ حیدر کے دربار میں پناہ کی امید رکھتا تھا۔ پورن دھر کے معاہدہ کے بعد وہ سورت میں دو سو آدمیوں کے ساتھ مقیم رہا۔ تب وہ دمن پہنچا اور پرتگالیوں سے پناہ کا طالب ہوا۔ اس نے درخواست کی کہ اس کو وہ پناہ دیں اور اگر یہ نہ ہوسکے تو اس کو بحری راستے سے حیدر کے علاقے میں پہنچادیں۔ رگھوناتھ راؤ کا یہ بھی خیال تھا کہ وہ مالون سے کولہاپور جائے اور وہاں سے بحری راستے کے ذریعے حیدر کے علاقے میں چلا جائے۔(۳)

آخرکار جب انگریزوں نے رگھوبا کی حمایت پوری دیانتداری سے کرنے کا فیصلہ کیا تب بھی رگھوناتھ راؤ انگریزوں سے اپنے اتحاد کی مصلحت کے بارے میں شکوک وشبہات رکھتا تھا۔ گوا کے گورنر نے دسمبر ۱۷۷۸ء میں لکھا تھا کہ "ان ملاقاتوں میں جو میں متواتر رگھوبا کے سفیر سے کرتا رہا ہوں وہ برابر اس بات کا خدشہ ظاہر کرتا رہا کہ اس کے آقا کو یہ شبہ ہے کہ انگریز اس پر بھی نواب بنگال اور نواب سورت کی طرح اپنی بالادستی قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ وہ نہ صرف اس ماتحتی سے بچنا چاہتا تھا بلکہ وہ اپنے آئندہ کے مقبوضات میں اپنا مقام باعزت رکھنا چاہتا تھا اور اس کے لیے وہ ہماری افواج کی پوری ایمانداری سے مدد چاہتا تھا اور اس ریاست سے اتحاد کا خواہاں اور ہمارے حکمراں سے تحفظ کا طالب تھا۔"(۴) چنانچہ رگھوناتھ راؤ حیدر کے تعاون پر اس وقت بھی مصر تھا جب انگریز اس کے لیے اپنی بہترین

(۱) ولکس جلد دوم ص ۱۷۳ (۲) ایس پی ڈی جلد ۳۶ خطوط نمبر ۲۸۳ و ۲۰۵

(۳) لیکھ سنگرہ خطوط نمبر ۱۹۱۸ اور ۲۱۹۶

(۴) ہندوستانی تاریخی دستاویزات کمیشن کی روئداد جلد XI "رگھوبا اور پرتگالیوں کے درمیان چند نامعلوم روابط" (PISSULENCER)

Marfat.com

کوششیں صرف کر رہے تھے۔ مراج تنگ پیش قدمی کرو اور ان پر پیچھے سے حملہ کرو" اس طرح مسلسل اصرار کرنے والے رگھوبا(۱) نے حیدر کو لکھا تھا۔ لیکن جیسے جیسے اس کے امکانات تاریک ہوتے گئے ویسے ویسے حیدر کم سے کم کشادہ دل ہوتا گیا۔ سرنگا پٹم میں رگھوبا کے لوگوں نے شکایت کی کہ حیدر ان کے اخراجات کا بار نہیں اٹھائے گا اور نہ ساہوکار انھیں قرض دیں گے۔

لیکن رگھوناتھ راؤ نے حیدر کا ایک بہت ہی مفید مقصد حل کر دیا تھا۔ چونکہ خانہ جنگی انگریزوں اور مرہٹوں کی لڑائی میں بدل گئی تھی اس لیے پونا کی حکومت سے حیدر کی سودے بازی کی قوت بڑھ گئی تھی۔ چونکہ ہر گزرنے والا سال حیدر اور انگریزوں کے درمیان جنگ ناگزیر بناتا جا رہا تھا حیدر اس حالت میں تھا کہ وہ اپنی ضرورت کی شدت کا اظہار کرتا اور پونا کی حکومت سے درخواست کرتا کہ رگھوناتھ راؤ کے عطا کردہ علاقوں پر اس کا قبضہ تسلیم کرے تاکہ اس کو جلد لڑائی پر آمادہ ہونے کی ترغیب مل سکے۔ اِس سودے بازی میں وہ کامیاب ہوگیا۔ مادھو راؤ کی موت، نرائن راؤ کے قتل اور بارہ بھائی اور رگھوبا کے درمیان جھگڑوں نے نہ صرف حیدر کو مرہٹوں کے حملوں سے اس کو نجات مل گئی تھی بلکہ اسے مرہٹوں سے اپنے کھوئے ہوئے علاقوں کو واپس لینے اور کورگ اور مالابار کو پھر فتح کرنے کا موقع بھی ہاتھ آگیا تھا

کورگ سے حیدر کے تعلقات اُس کی بدنور کی فتح کے بعد ۱۷۶۳ء میں شروع ہوئے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ کورگ کسی حد تک بدنور کے اکیری خاندان پر انحصار کرتا تھا اور حیدر اس سلطنت پر قبضہ کر لینے کے بعد کورگ پر حکمرانی کا دعویٰ کر سکتا تھا لیکن بدنور کی فتح کے بعد حیدر نے جو کچھ کیا وہ یہ تھا کہ منگلور تعلقہ میں سولیا علاقے پر کورگ کے حق کے بارے میں اس نے معلومات حاصل کیں۔ اسے بتایا گیا کہ بدنور کے حکمران سوم شیکھر نایک کے دور میں کورگ کے حکمراں دودا ویرپا نے اس زمین کے کچھ حصّہ کو خریدا تھا اور کچھ کو بطور تحفہ پایا تھا۔ یلوساویرا کا ضلع بھی ایک متنازعہ علاقہ تھا۔ دودا ویرپا(۲) نے اس ضلع کے لیے میسور کے حکمراں چکادیوواڈیر سے جنگ کی تھی۔ پھر ایک مصالحت ہوگئی تھی جس کے تحت کورگ کو یہ ضلع مل گیا تھا اور میسور کو مالگذاری کا ایک حصّہ ملتا تھا۔ حیدر نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ علاقے جن کے لیے مالگذاری کورگ کا حکمراں میسور کو ادا کرتا تھا اس کے سپرد کر دیے جائیں۔ چکاویرپا نے مطالبہ تسلیم کر لیا اور یہ علاقے میسور کے حوالے کر دیے لیکن حیدر اتنی آسانی سے مطمئن ہو جانے والا نہیں تھا۔ کورگ نے مالابار کے لیے رسل و رسائل کا بہترین ذریعہ تھا۔ مالابار کی مہم پر جانے سے پہلے اس نے ۱۷۶۵ء میں میر فیض اللہ

---

(۱) ہندوستانی تاریخی دستاویزات کمیشن کی روداد جلد VI رگھوبا اور پرتگالیوں کے درمیان چند نامعلوم روابط۔ (۲) دیکھو اگلے صفحہ پر۔

Marfat.com

کورگ بھیجا۔ لیکن کئی بار کے مقابلوں میں میر فیض اللہ کو شکست کا اعتراف کرنا پڑا اور وہ واپس لوٹ آیا اس پر حیدر نے کورگ کے حکمراں سے صلح کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور اس کو اچنگی ضلع دینے کا بھی وعدہ کیا بشرطیکہ وہ تین لاکھ پگوڈا ادا کرنے پر راضی ہو جائے۔ کورگ کا حکمراں ان شرطوں پر راضی ہوگیا مقررہ رقم کی ایک چوتھائی ادا کردی اور اپنے دلوائی کو بطور یرغمال فیض اللہ خاں کے پاس بھیج دیا لیکن ضلع حوالے نہیں کیا گیا کیونکہ چکاویرپا کا انتقال ہوگیا تھا اور مدوراجہ اور مدیا (۲) کے جانشین بن گئے تھے اور جنھوں نے مشترک طور پر عنان حکومت سنبھال لی تھی۔ انھوں نے فیض اللہ خاں سے وعدہ کیے ہوئے علاقے کی سپردگی کی درخواست کی۔ فیض اللہ خاں نے تین لاکھ کے بقیہ کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جس کا ان کے پیشرو نے وعدہ کیا تھا۔ حکمرانوں نے اس پر جواب دیا۔ حالات جو رخ اختیار کر رہے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رقم بھی لینا چاہتا ہے اور علاقوں پر بھی اپنا قبضہ برقرار رکھنا چاہتا ہے چنانچہ دوسری بار لڑائی چھڑ گئی۔ فیض اللہ خاں کی آدھی فوج کام آگئی۔ جب اس نے منگلور کی طرف پسپائی کی کوشش کی تو اس کا زیادہ تر ساز و سامان کورگ کے حکمرانوں کے ہاتھ لگا۔ ان شکستوں

---

(۲) پچھلے ص سے: کورگ کے راجاؤں کا حسب ذیل نسب نامہ رائس کی میسور اور کورگ گزیٹیر جلد دوم سے لیا گیا ہے۔

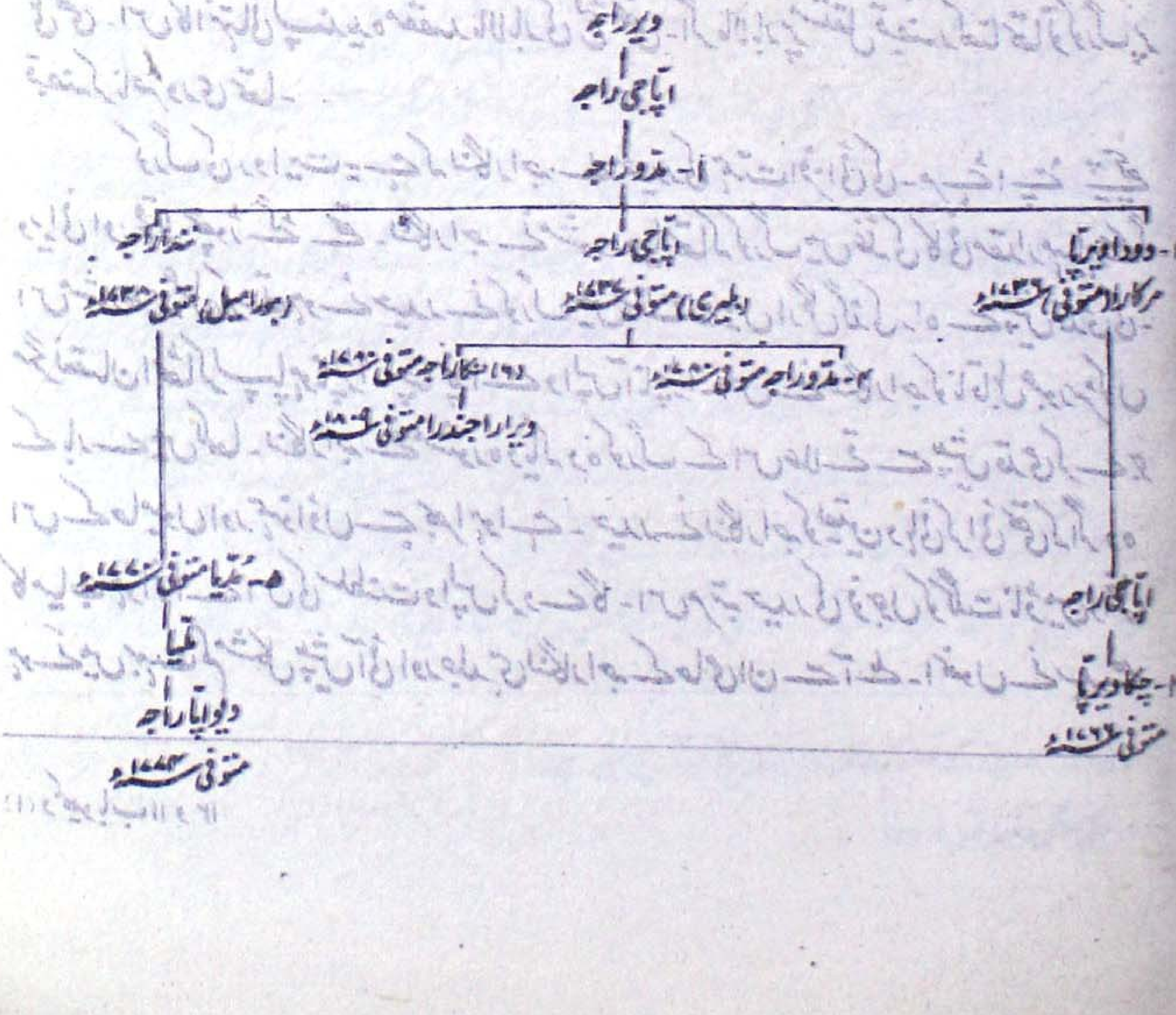

کی خبر پاکر حیدر نے صلح کی تجویز رکھی اور ۵۰ ہزار پگوڈا جس کی ادائیگی پہلے ہی ہو چکی تھی ان کے عوض اچنگی کے علاوہ دوسرے دو اضلاع ان کے حوالے کر دیے۔ اس نے میسور اور کورگ کے درمیان سرو کو سرحد قرار دیا۔ یہ ۱۷۶۸ء کا واقعہ ہے۔ حیدر دوسرے علاقوں میں درپیش خطرات کے پیش نظر اس علاقے میں امن چاہتا تھا۔ اس سے اس کے صلح کے اس رویہ کی وضاحت ہوتی ہے جو اس کے معمول کے خلاف تھا۔

مدّاراجہ اور مدّیا کا یکے بعد دیگرے ۱۷۷۰ء میں انتقال ہوگیا۔ اس وقت کورگ جانشینی کے جھگڑے کی آماجگاہ بن گیا۔ لنگاراجہ اپنے بھتیجے کو تخت پر بٹھانا چاہتا تھا جبکہ ملیا اپنے بیٹے کے سر پر تاج شاہی رکھنا چاہتا تھا۔ ملیا غالب ہوا اور خود اپنے نام سے حکومت کرنے لگا۔ اس نے لنگاراجہ پر اس قدر شدید دباؤ ڈالا کہ اس نے اپنے بھتیجوں سمیت میسور میں پناہ لی۔ اس نے حیدر کو خط لکھا تھا اور پھر دربار میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فطری بات تھی کہ حیدر کورگ کے حکمران خاندان میں پھوٹ پڑنے سے بہت خوش ہوا لیکن اس وقت وہ مرہٹوں سے موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا۔[1] ۱۷۷۲ء میں مرہٹوں کی واپسی، مادھو راؤ کی موت اور نرائن راؤ کے قتل کے بعد اب اسے قسمت آزمائی کرنے اور اپنے بلند منصوبوں اور عزائم کو پورا ہونے کی فرصت ملی تھی۔ اس کا انتہائی پسندیدہ مقصد مالابار کی فتح تھی۔ اگر مالابار پر مستقل قبضہ رکھنا تھا تو کورگ پر قبضہ کرنا ضروری تھا۔

کورگ کی روایت یہ ہے کہ لنگاراجہ نے حیدر کی ہمت افزائی کی۔ مرہٹے اپنے پیچھے ویرانی اور قحط چھوڑ گئے تھے۔ لنگاراجہ نے مشورہ دیا تھا کہ کورگ میں غلّہ کی کافی مقدار مہیا ہو سکے گی۔ اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے حیدر نے کورگ میں ۱۷۷۳ء میں ارگل گڈ کی راہ سے پیش قدمی کی۔ مگر نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ چنانچہ اسے واپس آنا پڑا۔ اس نے لنگاراجہ کو ناقابل عبور سڑکوں کے بارے میں لکھا۔ لنگاراجہ نے مشورہ دیا کہ وہ کورگ کے اس علاقے سے پیش قدمی کرے جو اس کے حامیوں اور ہمنواؤں سے بھرا ہوا ہے۔ حیدر نے لنگاراجہ کو یقین دہانی کرائی تھی کہ اگر وہ کامیاب ہوا تو اسے اس کی سلطنت واپس کر دے گا۔ اس مرتبہ حیدر کی فوجوں کو گگت ناڈ میں داخل ہونے میں بہت کم مشکل پیش آئی اور جلد ہی لنگاراجہ کے حامی ان سے آملے۔ انھوں نے سیدھے

---

(۱) دیکھو باب ۱۱ و ۱۲

مرکارا کی بابت پیش قدمی کی۔ دیوا پا راجہ کوہیم کی طرف بھاگا جہاں وہ لوٹ لیا گیا۔ اس وقت بھی اپنے کو غیر محفوظ کرتے ہوئے وہ مرہٹہ علاقے کی جانب بھاگا اور جب ہری ہر پہنچا تو اسے حیدر کے آدمیوں نے گرفتار کر لیا اور اسے سرنگا پٹم بھیج دیا جہاں وہ اپنے بیٹوں سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

لنگا راجہ کے ۲۴ ہزار روپے سالانہ ادا کرنے کی شرط پر کورگ کو واپس کر دیا گیا۔ لیکن اسے مجبور کیا گیا کہ وہ سولیا، میلوسوارا اور دوسرے دو اضلاع جو پہلے حیدر نے ۷۵ ہزار روپے کے بدلے حوالے کیے تھے میسور کے سپرد کر دے۔ امن و صلح کے عوض اسے وائی ناڈ کے ایک حصہ کو لینے کی اجازت دے دی گئی۔ لنگا راجہ ۱۷۸۰ء میں مر گیا۔ اس کے لڑکے چونکہ نابالغ تھے اس لیے حیدر نے پورے کورگ پر قبضہ کر لیا اور مرکارا میں ایک مسلمان محافظ فوج متعین کر دی۔ شہزادے میسور کے حسن ضلع میں بھیج دیے گئے۔ حیدر نے اعلان کیا کہ جب یہ شہزادے بڑے ہو جائیں گے اور کاروبار سلطنت سیکھ لیں گے تو ان کی سلطنت ان کے حوالے کر دی جائے گی۔ کورگ کا سابق خزانچی سراسیا انتظام حکومت کا نگراں بنایا گیا۔(۱)

حیدر پہلے ہی سرا، مداگیری، چنارائے ورگ، گرم کنڈا، ہوسکوٹ اور دود بالاپور پر دوبارہ قابض ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن دو اہم مقامات بلاری اور گوٹی پر ابھی قبضہ کرنا باقی تھا۔ بلاری کا حکمران دودا پانایک ادونی کے حکمران بصالت جنگ کا وفادار تھا لیکن ۱۷۶۹ء میں وہ حیدر کا وفادار بن گیا تھا اور ادونی کے حکمراں کو خراج ادا کرنا وہ اپنے لیے ضروری نہیں سمجھتا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ اس نے کسی کو بھی خراج نہیں ادا کیا تھا۔ اس پر بصالت جنگ کے دیوان دیوی چند اور لالی کے زیر قیادت ادونی کے فرانسیسی دستوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ ولکس کے بیان کے مطابق حیدر کے نمائندوں نے اس کو ترغیب دی تھی کہ وہ حیدر سے مدد کی درخواست کرے۔ یہ نمائندے ہمیشہ مشکوک رول ادا کرتے تھے لیکن مرہٹہ اخبارات کے مطابق(۲) اور میکنزی مخطوط کے مطابق بھی رائے ورگ کے حکمران کرشنا اپا نایک نے حیدر کے سامنے یہ تجویز رکھی تھی اور وہ سرنگا پٹم سے بلاری تیزی سے سفر کرتا ہوا پہنچ گیا تھا۔ وہ محاصرہ کرنے والی فوج کے عقب پر جھپٹا۔ دیوی چند مارا گیا اور لالی بڑی مشکل سے

---

(۱) کورگ سے حیدر کے تعلقات کا یہ بیان تاریخ کورگ پر مبنی ہے۔

(۲) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۵۳۹

Marfat.com

نکل بھاگا۔ حیدر جانتا تھا کہ بلاری کا حکمراں تسلیم اطاعت کرنے پر آمادہ تھا اتفاقاً حملہ بہت کامیاب رہا اور حیدر نے تمام ساز و سامان پر قبضہ کر لیا۔ اس نے تمام راستوں کو اپنی صحیح حالت میں پایا۔ بلاری کے حکمراں کے پاس راہ فرار اختیار کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔[1] حیدر نے بلاری کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ بصالت جنگ نے حیدر کو تین لاکھ روپئے دے کر معافی حاصل کر لی[2]۔ رنمو سحمد خاں والیٔ کرنول نے بھی تین لاکھ ادا کیے[3]۔ تب حیدر نے گوٹی کا محاصرہ کر لیا۔

گوٹی پر قبضہ بہت اہمیت کا حامل واقعہ تھا۔ تنگ بھدرا کے جنوب میں تنہا گوٹی کا حکمراں مرار راؤ ایک آزاد حکمراں تھا اور جو حیدر کے لیے ایک خطرہ بن سکتا تھا۔ کرنول سے حیدر نے اسے پیغام بھیجا تھا کہ وہ چینکرائی کی مرہٹہ فتح کے مال غنیمت میں سے اپنا حصہ واپس کرے[4] ترمبک راؤ کی جانب سے عطا کردہ توپیں اور مقامات بھی واپس کرے اور اپنے گھوڑوں کے چارے اور رسد کے بدلے ایک لاکھ ادا کرے۔ مرار راؤ نے اس کی ہتک اور بے عزتی کی اور اس کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ حیدر نے اپنی زندگی نایک کے معمولی سے عہدے سے شروع کی تھی جبکہ خود اس نے مرہٹہ سلطنت کے سپہ سالار کی حیثیت سے اپنے عہد کا آغاز کیا تھا۔ اس پر حیدر نے گوٹی کی جانب پیش قدمی کی۔ قلعہ والوں نے تقریباً تین ماہ تک مزاحمت کی۔ مرار راؤ کو قدرتاً یہ امید تھی کہ اسے حیدر آباد یا پونا سے کمک ملے گی۔ ناما فرنویس نے اپنی بھرپور کوشش کی لیکن بیکار۔ مراج اور کولہاپور کے درمیان تقریباً ۴۰ ہزار سپاہی خیمہ زن تھے لیکن مرار راؤ کی مشکل کشائی کے لیے جانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ایک مصنف نے بڑے غصے سے لکھا ہے کہ یہ ایک آدمی کا کام نہیں تھا بلکہ بارہ بھائی کا کام تھا اور عدم مقصدیت کی بھی وجہ تھی۔ بلاری سے حاصل شدہ فرانسیسی توپوں اور سرنگاپٹم کے ایک توپ خانے نے آگ اگلنی شروع کی لیکن گوٹی کا قلعہ اتنا مضبوط و مستحکم تھا کہ صرف قحط یا غداری سے ہی پسپا ہو سکتا تھا۔ شہر اور قلعہ کے ذیلی حصوں پر بہر کیف حملہ کا خاصا

---

(۱) میکنزی مخطوطہ (مقامی دستاویزات جلد ۴۴ کیفیت بدر وار و) سے ہمیں بلاری پر قبضہ کا حسب ذیل بیان ملتا ہے:

"ایک اندرونی کشاکش کی بنا پر بلاری کے کرباریوں کو شہر سے نکال دیا گیا تھا۔ وہ ارکیری اور ادونی چلے گئے اور بلاری پر حملہ کرنے اور قبضہ کرنے میں مغلوں کی مدد کی۔ رائے درگ کے سماتمنک کرشنا آپا نایک نے بلاری پر مغلوں کے قبضہ کی خبر حیدر کو بھیجی۔ حیدر آیا اور اسے فتح کر لیا۔ وودا آپا اپنے چند پیروؤں کے ساتھ بلاری سے نکل بھاگا۔ رائے درگ کے کرشنا آپا نایک کو اپنے اصلی تعلقوں کے ساتھ بلاری کی دیکھ بھال بھی سپرد کی گئی۔"

(۲) لیکو سنگرہ خط ۱۶۹۳ (۳) لیکو سنگرہ ۱۷۹۶ء ص ۱۷

اثر پڑا مگر عظیم چٹان جس پر قلعہ کا بالائی حصہ واقع تھا اس پر حملہ کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ اگر محاصرہ جاری رہتا تو گوٹی کو شاید کمک مل جاتی۔ یہ حیدر کے ذہن میں سب سے اہم خیال تھا۔ جب مرار راؤ کو پانی کی فراہمی تقریباً ناممکن ہوگئی تو اس نے سات لاکھ نقد اور دوسرا قیمتی ساز و سامان دینے اور پانچ لاکھ کے لیے یرغمال دینے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔

میر رضا جو گفت و شنید کا نگراں تھا۔ حیدر کے لشکرگاہ میں نقد، قیمتی ساز و سامان اور چھ یرغمال بھی لے کر آیا۔ ان میں سے ایک گوٹی کے ایک سابق سپہ سالار یونس خاں جس کا ۱۷۶۸ء میں انتقال ہوگیا تھا، کا ایک کم سن لڑکا تھا۔ حیدر نے اس کے ساتھ اتنے اچھے اخلاق اور نرمی کا برتاؤ کیا کہ نوجوان آدمی اس میں بہہ گیا اور اعتماد کے جوش میں یہ سمجھے بغیر کہ وہ فریب کھا رہا ہے اس نے حیدر کو بتایا کہ اس کا آقا ان شرائط پر ہرگز تیار نہ ہوتا اگر پانی کی فراہمی رُک نہ گئی ہوتی۔ اس پر حیدر کی ہدایت کے بموجب مال غنیمت کا تخمینہ لگانے والوں نے تاخیر کردی اور اطلاع دی کہ تمام رقم بشمول نقد اور قیمتی ساز و سامان کے صرف ۵ لاکھ روپے کی قیمت کے برابر تھی۔ حیدر نے اعلان کردیا کہ گفت و شنید ختم ہوگئی اور یہ جان کر کہ ذخیرہ میں پانی نہیں رہا ہے اس نے پھر سے محاصرہ شروع کردیا۔ مرار راؤ کو اب غیر مشروط اطاعت کرنی پڑی۔ اسے اور اس کے بیٹوں وینکٹ راؤ اور نرسنگھ راؤ کو قیدی بنالیا گیا۔ وہ کمبل ورگ بھیج دیے گئے جہاں مرار راؤ جلد ہی مرگیا۔ گھورپڑے خاندان کے دوسرے افراد میسور کی جیل میں زندگی کے دن کاٹتے رہے۔(۱)

۱۷۷۶ء میں گوٹی کے زوال کے بعد تنگ بھدرا کے جنوب میں واقع وہ تمام علاقہ حیدر کے قبضے میں آگیا جو مرہٹہ اثرات کے ماتحت تھا۔ گوٹی کے زوال پر راناڈے کا تبصرہ قابل ذکر ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "تنجور کا بھی وہی انجام ہوا جو گوٹی کے دوسرے مرہٹہ مقبوضہ کا ہوا تھا اور اسی ایک غلطی کی بنا پر یہ انجام ہوا۔ وہ غلطی یہ تھی کہ اس نے وفاق سے اپنے کو الگ کرلیا تھا اور خود مختار ہونا شروع کردیا تھا۔ اس علاقے کی کہانی سے یہی سبق ملتا ہے اور یہی مرہٹہ طاقت کی کمزوری کا راز ہے۔ وہ جب متحد و موافق ہوتے ہیں تو طاقتور ہوتے ہیں اور جب ان میں پھوٹ ہوتی ہے تو آزادی بھی برقرار نہیں رکھ پاتے ہیں۔" (۲)

---

(۱) گوٹی کے زوال کے سلسلہ میں میرا بیان لیکھ سنگرہ پر مبنی ہے۔

(۲) راناڈے، مرہٹہ طاقت کا عروج ص ۲۵۴

Marfat.com

بہرکیف اگر یہ تبصرہ تنجور کے سلسلہ میں صحیح بھی ہے تو اس کا اطلاق گوٹی پر نہیں ہوتا ہے۔ ۱۷۶۱ء تک مرار راؤ بلاشک و شبہ ایک آزاد و خود مختار حکمراں معلوم ہوتا ہے لیکن مادھو راؤ کی تخت نشینی کے وقت سے مرار راؤ کے زیر حکومت گوٹی نے وہی کام انجام دیا جو اس کو مرہٹہ ریاست نے حوالے کیا تھا اور وہ یہ تھا کہ اس نے ایک ایسے علاقے میں جہاں مرہٹہ اقتدار کو ایک حریف قوت کے حملے کا خطرہ تھا ایک سرحدی اور پہلی چوکی کا کام انجام دیا۔ گوٹی کا زوال مرہٹہ ریاست میں اختلافات اور قیادت کی کمی کے سبب ہوا تھا۔ تین طویل مہینوں تک مرار راؤ نے اپنے محدود وسائل کے ساتھ جنگ جاری رکھی لیکن تب بھی اسے بچانے یا مدد پہنچانے کے انتظامات نہیں کیے گئے۔ اس سے صرف مرہٹہ وفاق کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔

Marfat.com

باب ۱۵

مرہٹوں سے تعلقات (۸۶-۱۷۷۶ء)

حیدر نے رگھوبا کی حمایت کی تھی۔ پونا کی وزیروں کی جماعت نظام کو اپنا ہمنوا بنا لینے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ حیدر کی بلاری اور گوئی کی فتوحات، ادونی کے ساتھ اس کے سلوک اور شمال کی طرف اس کی مسلسل پیش قدمی نے نظام اور پونا دربار کو اس کے خلاف متحد کر دیا تھا۔ قبل اس کے کہ کوئی منصوبہ تیار کیا جاتا یا جنگ کی تیاریاں مکمل کی جاتیں حیدر پہلے ہی سے حرکت میں آچکا تھا۔ اس نے سری پت راؤ اور کرشنا راؤ شموگہ کو تنگ بھدرا کی سمت میں مرہٹہ علاقے میں خلفشار پیدا کرنے کے لیے بھیجا۔[1] وہ ہری ہر اور رٹہل پہنچے اور اپنی توجہ لکشمیسور کی طرف مبذول کی۔ ان کے پیچھے میر رضا تقریباً آٹھ ہزار فوج کے ساتھ آیا۔ اس نے بنکاپور پر قبضہ کیا۔ میر رضا کے بعد حیدر وہاں بنفس نفیس پہنچا اور ضلع کے پالیگاروں سے خراج وصول کیا۔ لیکن اسی وقت اسے خبر ملی کہ انگریزوں اور پونا وزارت کے درمیان ایک معاہدہ (معاہدہ پورن دھر مارچ ۱۷۷۶ء) ہوگیا ہے اور گجرات سے مرہٹہ فوجیں جنوب کی سمت بڑھ رہی ہیں۔ کٹھ پتلی راجہ مر گیا تھا اور سرنگاپٹم میں کچھ گڑبڑ شروع ہوگئی تھی۔ مالابار کے نائروں نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ حیدر میر رضا کو تقریباً آٹھ ہزار فوج کے ساتھ بنکاپور میں چھوڑ کر جون میں سرنگاپٹم لوٹ گیا۔ میر رضا ایک وقت میں تو لوٹ مار کرتا اور آگ لگاتا دھارواڑ تک پہنچ گیا۔ اگرچہ وہ بھی سرنگاپٹم طلب کر لیا گیا تھا تاہم ان کے حملے اس معنی میں کامیاب رہے تھے کہ ان سے لوگوں کو یہ یقین ہوگیا کہ اس لوٹ مار سے مرہٹے ان کو کوئی تحفظ نہیں دے سکتے۔ حیدر

---

(۱) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۸۶

Marfat.com

کے وہ نمائندے جو وہاں چھوڑے گئے تھے جون سے اکتوبر ۱۷۶۶ء تک خراج وصول کرتے رہے۔ اور اس میں ان کو کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ پونا دربار اس وقت تک کوئی مہم ترتیب نہیں دے سکا تھا۔ حیدر علی کی اطاعت کا کاشتکاروں کو کوئی الزام نہیں دیا جا سکتا تھا۔ کٹور کر ڈیسائی کے ساتھ چار لاکھ پر معاملہ طے ہو گیا تھا۔

اس پورے عرصے میں مرہٹہ دربار ایک دھوکے باز کو دبانے میں مصروف رہا جس نے اپنے کو سداشیو راؤ بھاؤ بنا کر پیش کیا تھا۔ اب جماعت وزراء کے قائدین نے نظام کے ساتھ یہ طے کیا کہ نظام کے جنرل ابراہیم خاں دھونسہ اور مرہٹہ جنرل ہری پنت دونوں مشترکہ طور پر حیدر کے خلاف اقدام کریں اور مفتوحہ علاقہ کو پونا حکومت اور نظام کے درمیان برابر برابر بانٹ لیں۔(۱) لیکن ہری پنت نے اپنی افواج کی تنخواہیں تین ماہ سے ادا نہیں کی تھیں۔ وہ اپنی تنخواہوں کی ادائیگی کے لیے شور مچا رہے تھے اور ہری پنت اس قابل نہیں تھا کہ وہ سفر شروع کر سکتا۔ کونہر راؤ اور رینڈ وانگ راؤ نامی پٹوردھن سرداروں نے پونا حکومت کو اطلاع دی کہ وہ دس ہزار فوج کے ساتھ پیش قدمی کریں گے۔(۲) ان کا کہنا تھا کہ یہ بڑی شرم کی بات ہے کہ میسوریوں کو دھاروار کا محاصرہ کرنے کی چھوٹ دے دی جائے۔ ہری پنت ان کے بعد آ سکتا ہے اور ابراہیم خاں دھونسہ کے ساتھ مل کر فتوحات اور حوصلہ مندانہ منصوبے کو عملی جامہ پہنا سکتا ہے۔(۳)

پٹوردھن سرداروں، کونہر راؤ اور رینڈورنگ راؤ کے علاوہ دوسرے مرہٹہ سرداروں نے بھی اس مہم میں حصہ لیا۔ وہ کرشنا راؤ پانسے، سوارام گھورپڑے (مرار راؤ کا بھتیجا) منولی کے نیلکنٹھ راؤ شندے، نرگند کے ڈیسائی اور دھاروار ضلع کے دوسرے سردار تھے۔ جیسے ہی مرہٹوں نے پیش قدمی کی حیدر کو دھاروار کا محاصرہ اٹھانا پڑا۔ وہ بنکاپور چلے گئے لیکن تقریباً تین ہزار پیادے دھاروار کے جنگلوں میں چھپے رہے۔ اور کسانوں کو برابر پریشان کرتے رہے۔ دسمبر ۱۷۶۶ء میں مرہٹوں نے دوبارہ ہبلی پر قبضہ کر لیا۔

سرہٹی کا حکمران مرہٹوں سے نفرت کرتا تھا اس لیے وہ حیدر کی مکمل فتح کا خواہاں تھا۔ اس نے حیدر سے کمک کی درخواست کی جوان سرداروں کو مغلوب کر سکے۔ حیدر نے محمد علی کمیدان کو تقریباً سات ہزار تربیت یافتہ پیادوں اور تین ہزار سواروں اور نو توپوں کے ساتھ بھیجا۔ حیدر کے دربار میں رگھوبا کا نمائندہ

---

(۱) او OR ۱۸۶۵ صفحہ ۱۹

(۲) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۹۳۶!

(۳) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۹۶۱

باجی راؤ بروے وہاں کچھ مرہٹہ فوج کے ساتھ کمیدان کے تعاون کے لیے موجود تھا۔ پٹوردھن علاقوں کو آزاد کرنے کی شدید خواہش میں پنڈورنگ راؤ بہت آگے بڑھ آیا تھا۔ کمیدان پوری حفاظت سے بنکاپور لوٹ آیا تھا۔ جنگل اس کی حفاظت کر رہے تھے اور سرہٹی کا حکمراں اس کو معلومات پہنچا رہا تھا۔ بنکاپور میں محمد علی کمیدان کے پاس سات ہزار سوار دس ہزار پیادے اور گیارہ توپیں تھیں [1] جبکہ پٹوردھنوں کی فوج سانسی سے چار کوس کے فاصلہ پر تھی۔ محمد علی کمیدان اس جگہ پہنچ گیا جو سرہٹی کے حکمراں کی ملکیت تھا اور جو اس کے ساتھ تھا۔ مرہٹہ فوج نے میسوری فوج سے دو کوس کے فاصلہ پراوشی کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ شب خون کے خطرہ کے پیش نظر پنڈورنگ راؤ ایک کوس کے فاصلہ پر اقامت پذیر ہوا اور پوری طرح خبردار اور ہوشیار رہا۔ اس نے میسوریوں پر صبح حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ فوج کے زیادہ محتاط اور تجربہ کار سالاروں کے احتجاج کی پرواہ کیے بغیر وہ سانسی کے لیے روانہ ہوا۔ کمیدان نے تقریباً چھ ہزار تربیت یافتہ سپاہی اور چھ توپیں جھاڑیوں میں چھپا کر گھات میں لگا رکھی تھیں۔ سانسی کے قلعہ کے دونوں جانب اس نے دو حصوں میں ساڑھے تین ہزار سوار متعین کر رکھے تھے۔ بقیہ فوج سرہٹی کے حکمراں کے زیر قیادت قلعہ میں موجود رہی۔[2] مرہٹے صرف سوار دستوں کو دیکھ سکتے تھے اور پیادے ان کی نظروں سے اوجھل تھے۔ جیسے وہ آگے بڑھے ان کی صفوں پر گولیوں کی ایک زبردست بوچھاڑ ہوئی۔ سوار دستوں اور پیادوں نے ایک مشترکہ اور متحدہ حملہ کیا۔ پٹوردھن سپاہی بھاگ نکلے اور بھاگتی فوج اتنی افراتفری کا شکار تھی کہ اس کو روکا نہیں جا سکتا تھا۔ کونہر راؤ مارا گیا اور پنڈورنگ راؤ زخمی ہو کر گرفتار ہوا اور یہی حال شیوراؤ گھورپڈے کا بھی ہوا۔ سرداروں میں تنہا کرشنا راؤ پانسے تقریباً تین چار ہزار سواروں کے ساتھ بچ نکلنے میں کامیاب ہوا۔ پنڈورنگ راؤ قید کی حالت میں مرگیا۔ دوسرے قیدیوں کو چار سال بعد ایک کثیر رقم لے کر رہا کیا گیا۔ شیوراؤ گھورپڈے کو بہرحال رہا نہیں کیا گیا۔

پونا کی حکومت نے محسوس کیا کہ اب صورت حال پر قابو پانے کے لیے ان کو کچھ کرنا چاہیے۔ ہری پنت اب بھی تیار نہیں تھا۔ پرسورام بھاؤ کو جو کہ اس وقت کولہاپور میں تھا ہدایت کی گئی کہ وہ میسوریوں کے خلاف دھاروار اور بنکاپور کے علاقے میں پیش قدمی کرے۔ وہ ۲۲ جنوری ۱۷۷۸ء کو منولی پہنچا۔ سانسی کے بھگوڑوں اور کولہاپور کے سپاہیوں کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی۔ وہ منولی میں جمع ہوئے۔ چونکہ بھاؤ

---

(۱) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۱۹۶۱

(۲) 〃 خط نمبر ۱۹۶۸

کے پاس کافی رقم نہیں تھی چنانچہ اس کے سپاہیوں نے مرہٹہ علاقے تک میں لوٹ مار شروع کر دی۔ اتنی فوج کے ساتھ محمد علی کمیدان کے ساتھ مقابلہ کرنا ناممکن تھا۔ میسوریوں نے دھاروار کا محاصرہ کر لیا تھا۔ جو منولی سے ۲۴ کوس کے فاصلے پر تھا۔ منول سے ایک پہاڑی راستہ گھنے جنگلوں سے ہو کر دھاروار جاتا تھا۔ اس کو منولی باڑی کہا جاتا تھا۔ دوسری چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیاں بھی تھیں لیکن فوج کے معہ سازوسامان کی نقل وحرکت کے لیے صرف یہی راستہ مناسب تھا۔ باڑی کے مغرب میں واقع قلعے مرگوڈ، اکوڑی دودواڈ مرہٹوں کے قبضہ میں تھے۔ دودواڈ سے دھاروار صرف دس میل کے فاصلے پر تھا۔ پرسورام بھاؤ کا کام ان قلعوں کی حفاظت کرنا تھا۔ اس کے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ وہ میسوریوں کو دھاروار کا محاصرہ اٹھانے پر مجبور کرے، جنگل پر قبضہ کرنے سے روکے اور اس وقت تک رکا اور جما رہے جب تک ہری پنت نہ آجائے اور تب پھر جارحانہ حملے کرے۔

پانچ ہزار سپاہی اکوڈی میں رکھنے کا فیصلہ کیا گیا تاکہ دودواڈ تک کے علاقے کی حفاظت کرے اور محمد علی کی فوجوں کی نگرانی کرے۔ پنڈاریوں کو ہبلی بھیجا گیا۔ دھاروار جیسے مضبوط قلعے کے محاصرہ کے لیے جبکہ مرہٹے اتنے قریب ہوں محمد علی کو ایک فوج کی ضرورت تھی جو ان کا مقابلہ کرے اور ایک فوج لشکرگاہ کی حفاظت کرے اور ایک فوج مورچوں پر تعینات کی جائے۔ چونکہ اس کے پاس ان سب کاموں کے لیے کافی فوج نہیں تھی اس لیے وہ لوٹ آیا۔ اس نے اپنی کچھ توپیں اور سامان بنکاپور بھیج دیے تھے لیکن یہ دیکھ کر کہ بھاؤ نے حملہ نہیں کیا وہ ان کو واپس ہبلی لے آیا اور وہاں وہ بہت ہوشیار وخبردار رہا۔ پنڈاری کبھی کبھی لکشمیسور تک گھس جاتے تھے اور میسوری بریدا اور پنڈاری ایک دوسرے کو لوٹتے رہے۔ ان جھڑپوں کی بنا پر کوئی بڑی جنگ نہ ہو سکی۔ اگرچہ بھاؤ کو خدشہ تھا کہ منولی سے چارہ حاصل کرنے میں اسے خاصی مشکل پیش آئے گی لیکن وہ زیادہ دور تک نقل وحرکت نہیں کر سکا کیونکہ اس نے منولی کے قریب ہی رہنے کا فیصلہ کیا تاکہ کمیدان کے جنگل پر قبضے کی صورت میں وہ کوچ کے لیے تیار رہے۔ محمد علی کو برابر کمک پہنچ رہی تھی۔ بھاؤ نے پونا اور رمراج کو کمک کے لیے لکھا تھا لیکن ابھی تک اسے کوئی مدد نہیں ملی تھی۔ گجرات سے مرہٹہ فوجیں جولائی ۱۷۷۶ء میں لوٹ آئی تھیں لیکن ان کے حسابات ابھی تک طے نہیں پا سکے تھے۔ وارنا کے دوسری طرف کولہاپور کی فوجیں ان علاقوں میں لوٹ مار کر رہی تھیں۔ بھاؤ کی فوج میں یہ افواہ گشت کر رہی تھی کہ حیدر نے کولہاپور کے لوگوں کو تین لاکھ ہن اس لیے دیے تھے کہ وہ مرہٹوں کو دھاروار اور بنکاپور کے علاقے پر حملہ کرنے سے روکے رہیں۔ اس علاقے میں فوجیں بھیجنا ضروری تھا۔

بھاؤ کو منولی میں اور کمیدان کو ہبلی میں پڑاؤ ڈالے رہنا پڑا۔ کمیدان نے منولی باڑی پر اچانک حملہ

کر کے قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے جنگل کے مشرقی جانب چار ہزار سپاہی لے کر مرہٹوں کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لیے بھیجے۔ بھاؤ روزانہ باڑی پار کر کے ایک خاص فاصلہ تک اس خیال سے جاتا تھا کہ مرہٹوں کی نقل و حرکت کی نگرانی کر سکے اور وہاں پیدا ہونے والی اچھی فصل سے اپنے گھوڑے، کے لیے چارہ مہیا کرے۔ وہ اپنے دشمنوں کے سامنے اپنے سکون و اطمینان کا مظاہرہ بھی کرنا چاہتا تھا۔ مرہٹوں کو ترغیب دینے کی غرض سے کمیدان دس یا بارہ کوس بنکاپور کی طرف پیچھے ہٹ آیا۔ وہ بھاؤ کو غافل کر کے اچانک شبخون مارنا چاہتا تھا۔ جب بھاؤ اگرگل میں مقیم تھا اس نے ۲۲ر مارچ کی رات کو اس پر بارہ ہزار تربیت یافتہ پیادوں سات ہزار سواروں اور توپوں کے ساتھ حملہ کیا لیکن بھاؤ کو آسانی سے دھوکا نہیں دیا جا سکتا تھا۔ وہ پہلے سے جانتا تھا کہ حملہ ہونے والا ہے۔ اس کی ایک جھڑپ ہوئی اور اپنے ساز و سامان سمیت پھر وہ باڑی کی دوسری جانب پسپا ہو گیا۔ بھاؤ نے منولی میں اور کمیدان نے اگرگل میں پڑاؤ ڈال دیا۔ بھاؤ برابر اسے پریشان کرتا رہا اور کمیدان کو مسلسل خدشات گھیرے رہے۔ یہاں تک کہ اسے ہبلی لوٹ آنا پڑا۔ بھاؤ اپنی چھوٹی سی فوج کے ساتھ جو کچھ کر سکتا تھا وہ اس نے کیا۔ کتّور کا حکمران اور نوگل کنڈ کا سردار دونوں حیدر کے ساتھ نہیں مل سکے۔ منولی باڑی پر مرہٹوں کا قبضہ رہا۔[1]

ہری پنت اور حیدر (جولائی ۱۷۷۸ء) ——— ہری پنت بھاؤ کی مدد کے لیے آیا لیکن چونکہ اس کی فوج کی تنخواہیں بقایا تھیں اس لیے اس کے سپاہی حکم عدولی پر آمادہ تھے اور اس سے قبل کہ مرہٹہ فوج حرکت میں آئے سپاہیوں کی تنخواہوں کی ادائیگی ضروری تھی۔ رام چندر نرائن ہیری کر سے قرض حاصل کیا گیا اور فوجوں کو ایک لاکھ روپیہ ادا کر دیا گیا۔ پرسورام کی فوجوں کی تنخواہ بھی چار ماہ سے باقی تھی۔ پونا دربار نے ہری پنت کو دو لاکھ روپیہ بھیجا۔ اس خدشہ سے گھبرا کر کہ غیر مطمئن سپاہیوں کی واپسی کی وجہ کر شنا تنگ بھدرا کے علاقے میں مرہٹہ طاقت انتشار کا شکار ہو گی اس لیے انھوں نے آئندہ اور رقم بھیجنے کا وعدہ کیا۔

ہری پنت کی فوجیں سرہٹی میں ۱۹ر جولائی کو پہنچیں۔ نوگلنڈ کے سردار نے بطور خراج ۶۵ ہزار روپے ادا کیے اور اس وصولیابی کے بعد بھاؤ اپنی فوجوں کے ساتھ ۲۹ر جولائی کو سرہٹی پہنچا۔ انھوں نے مل کر پٹنہ پر قبضہ کر لیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ کی اندرونی افواج کو امید تھی کہ سانسی اور بنکاپور میں موجود حیدر کی فوجوں کی طرف سے امداد آئے گی۔ ۳۱ر اگست کو قلعہ پر حملہ کیا لیکن اس پر قبضہ کرنے میں ناکام رہا۔ دوسرے

---

(۱) اتہاس سنگرہ خطوط ۱۹۹۸، ۲۰۰۴، ۲۰۱۲، ۲۰۴۱، ۲۰۵۸، ۲۰۶۷

Marfat.com

دن اس نے پھر حملہ شروع کیا اور قلعہ پر قبضہ ہوگیا[1]۔ سانسی کے علاوہ اس علاقے کے تمام اہم مقامات پھر مرہٹوں کے ہاتھ لگ گئے۔ پرسورام نے سرہٹی کے حکمران کے آخری اہم مقبوضہ سانسی کی طرف پیش قدمی کی جو حیدر کا پٹھو اور حلیف تھا اور ہری پنت نے سوانور سے خراج وصول کرنے کے لیے پیش قدمی کی۔ اب انھوں نے سنا کہ حیدر نے چتل ورگ کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ چتل ورگ کے حکمران نے اپنے وزیر پرشوتم کو ہری پنت کے پاس مدد حاصل کرنے کے لیے بھیجا تھا لیکن خود ہری پنت مشکلات میں اپنے کو گھرا ہوا محسوس کر رہا تھا کیونکہ اسے یہ یقین نہیں تھا کہ اس کے سپاہیوں پر اس کا اختیار مستحکم ہے۔ مرہٹوں کی جانب سے کوئی یقین دہانی نہ ملنے پر چتل ورگ کے حکمران نے حیدر سے گفت و شنید شروع کی جو اصرار کر رہا تھا کہ وہ چودہ لاکھ بطور نذرانہ ادا کرے اور اس کی فوج کے لیے مددگار دستے دے۔ چتل ورگ کا حاکم قسطوں میں ادا کرنے پر راضی ہوگیا لیکن چتل ورگ کے سکوں کی قیمت کے سلسلہ میں دونوں میں اختلاف تھا۔ حیدر کے نزدیک چتل ورگ کے سکوں کی قیمت نصف تھی۔ یہ سن کر کہ مرہٹہ سالار ابھی واپس نہیں گئے ہیں حاکم چتل ورگ نے کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا اور پھر لڑائی شروع ہوگئی[2]۔ چتل ورگ کے حاکم نے بار بار دھاوے کیے اور حیدر کی فوج کے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا لیکن حیدر ذرا نہیں گھبرایا۔ اسی دوران وہ پونا دربار سے لکشمن راؤ وستے کے ذریعے گفت و شنید کرتا رہا۔ اس کی تجویز تھی کہ دونوں سلطنتوں کے درمیان تنگ بھدرا کو سرحد مان لیا جائے۔ اس نے تین سال کے بقایا خراج کی ادائیگی اور رینڈو رنگ راؤ جس کو سانسی میں گرفتار کر لیا گیا تھا اس کی رہائی کا وعدہ کیا لیکن مرہٹہ دربار کا مطالبہ تھا کہ تنگ بھدرا کی دوسری جانب کا تمام علاقہ واپس کیا جائے اور مرار راؤ کو رہا کیا جائے مگر اس معاملہ میں حیدر سخت تھا اور جھکنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ چنانچہ گفت و شنید ختم ہوگئی[3]۔

ہری پنت کی فوجوں کی تنخواہ کی بقایا رقم بہت بڑھتی رہی۔ پونا دربار ادائیگی نہ کر سکا جس کا اس نے وعدہ کیا تھا۔ بھاؤ نے سانسی اور مصری کوٹ پر قبضہ کر لیا۔ تب مرہٹہ سالاروں نے سنا کہ چتل ورگ کے حاکم سے شرائط طے کر لینے کے بعد حیدر تنگ بھدرا کی طرف بڑھ رہا ہے لیکن چونکہ دریا میں سیلاب آیا ہوا

---

(۱) لیکھ سنگرہ خطوط ۲۱۵۶، ۲۱۶۲

(۲) ″ ″ خط نمبر ۲۱۴۸

(۳) ″ ″ خط نمبر ۲۱۵۶

تھا۔ اس لیے اس کے عبور کرنے اور اچانک حملہ کرنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ بھاؤ نے رام چندر ہیر یکر کو ساڑھے چار لاکھ کے بدلے دھاروار اور کوپل دے دیے۔ سوانور کے خراج کی رقم تین لاکھ پندرہ ہزار روپئے مقرر ہوئی تھی۔[1] حاکم چتل ورگ سے شرائط طے کرنے کے بعد حیدر ہری ہر سے ۵ کوس آگے بڑھ آیا۔ دونوں فوجیں سیلاب کے آنے کا انتظار کر رہی تھیں۔ چتل ورگ کے حاکم نے مرہٹہ امداد ملنے کی امید میں معاہدہ صلح کی شرائط توڑ دیں۔[2] اس نے مرہٹہ سالار (ا) کو لکھا کہ وہ ان کے اخراجات برداشت کرنے کے لیے تیار ہے۔

رگھوناتھ راؤ کے نمائندے اباجی مہادیو اور تلاجی پوار غداری کے بیج بونے میں لگے ہوئے تھے۔[3] وہ بنکاپور میں تھے۔ انھوں نے بڑی فیاضی سے رشوتیں دیں اور بعض سلمداروں کو خراب کرنے کے بعد بگاڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہری پنت کو شبہ تھا مگر اس کو اس کا کوئی صحیح علم نہ تھا۔ کھرے لکھتا ہے کہ اس مہم میں تیس پینتیس ہزار سپاہی شامل ہوئے جن میں سے نصف سے زیادہ جاگیرداروں کے تھے۔ لیکن وہ بھی اپنے آدمیوں کی تنخواہ نہیں دے سکے تھے۔ اگر فی سوار بیس روپئے ماہ کے حساب سے چار ماہ کی مہم کے دوران اخراجات کا میزان ۲۸ لاکھ تک پہنچا لیکن وہ چودہ لاکھ تیس ہزار روپئے سے زیادہ نہیں کر سکے تھے۔[4]

سوار دستوں کے علاوہ پیادے اور توپ خانہ بھی تھا جس کے اخراجات چار ماہ میں ۱۲ لاکھ روپئے کے قریب ہوتے۔ مجموعی طور سے فوج ۲۶ لاکھ روپئے کی مقروض تھی چنانچہ فوج میں بڑی بے اطمینانی پھیلی ہوئی تھی اور حیدر کے نمائندوں کو بڑی زرخیز زمین ملی تھی جس میں وہ غداری کے بیج بو رہے تھے۔

چتل ورگ کے حاکم نے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ تنگ بھدرا کو گنگ ناتھ کے مقام سے عبور کریں گے تو وہ ان کے پہلے پڑاؤ پر ان کو ایک لاکھ ۲۵ ہزار روپئے ادا کرے گا۔ اسی وقت ہری پنت کو پونا سے ۴½ لاکھ روپئے موصول ہوئے۔ ہری پنت اور بھاؤ نے اپنی فوجوں کے ساتھ گنگ ناتھ کے مقام پر

---

(۱) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۲۱۶۵

(۲) 〃 〃 خط نمبر ۲۱۵۶

(۳) 〃 〃 خط نمبر ۲۱۵۳

(۴) دو لاکھ پونا سے، ۴½ لاکھ بھاؤ کا حاصل کردہ قرض ۴½ لاکھ دھاروار اور کوپل تعلقوں کا، ۶۵ ہزار نو گنڈ سے خراج اور تین لاکھ ۱۵ ہزار سوانور سے خراج۔

Marfat.com

تنگ بھدرا کو ۲۴ نومبر کو عبور کیا۔ اس پر حیدر اپنے پڑاؤ سے ہری ہر کی طرف ۵ کوس بڑھا۔ جب اسے اطلاع ملی کہ مرہٹے چتل ورگ جا رہے ہیں تو وہ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ چتل ورگ کے والی نے مرہٹوں سے ان کی مدد کے عوض ۵ لاکھ روپئے کی رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن بھاؤ اس وقت بیمار تھا اور شدید پیچش اور بخار میں مبتلا تھا۔ یہ ایک بڑی مجبوری تھی۔ راستے پہاڑوں اور جنگلوں سے ہو کر گذرتے تھے اور ان میں اس کے تمام سامان حرب کے ساتھ ہو کر پیش قدمی کرنا بہت مشکل تھا۔ چنانچہ ہری پنت نے ایک دوسرا راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ بلاری ہو کر جانا چاہتا تھا جہاں اسے امید تھی کہ نظام کے سالار دھونسہ سے اس کی ملاقات ہوگی اور تب وہ میدانی راستے سے چتل ورگ کی طرف بڑھے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے کوچ کا رُخ ہمپی کی طرف کر دیا۔[۱]

وہ علاقہ بھی سواروں کے لیے مناسب نہ تھا۔ حیدر مرہٹہ فوج کی پشت پر تقریباً پانچ دس کوس کے فاصلے پر ۱۲ ہزار سوار، ۳۰ ہزار پیادوں اور توپوں کے ساتھ لگا ہوا تھا۔[۲] وہ تعاقب میں لگا ہوا تھا اور حملہ کرنے کے لیے کسی فوجی نقطۂ نظر سے مناسب اور آسان مقام کی تلاش میں تھا۔ مرہٹوں نے محسوس کیا کہ پلٹ کر حملہ کرنا ان کے لیے مشکل ہے کیونکہ پہاڑی راستے میں سواروں کی نقل و حرکت بڑی دقت طلب تھی۔ مرہٹوں نے سونڈر باڑی کو عبور کر لیا اور ادونی کے میدانوں میں آگئے۔ حیدر نے ان سے ۱۵ کوس کے فاصلے پر دروجی میں اپنا پڑاؤ ڈالا۔ مرہٹوں نے اپنے لشکر گاہ کا ساز و سامان رام ورگ میں رکھا اور فوج نے پڑاؤ راروی میں ڈالا۔ مرہٹے وہاں ۱۵ دن کے لیے ٹھہرے تھے۔ بھاؤ کو اپنی بیماری سے اتنا افاقہ ہو گیا تھا کہ وہ اپنے دستوں کی کمان پھر سے سنبھال سکتا تھا۔ مرہٹوں کو نظام کے سالار دھونسہ کی آمد کی توقع تھی اور ان کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ دونوں مل کر مشترکہ فوج کے ساتھ چتل ورگ کی طرف پیش قدمی کریں گے۔ دھونسہ نے لکھا تھا کہ "میرے آنے سے پہلے دشمن سے مقابلہ مت کرو"۔ لیکن اس کی آمد کے امکانات پہلے کے مقابلے میں اور بھی تاریک ہو گئے تھے۔ مرہٹے بڑی مشکل میں پھنس گئے تھے۔ حیدر نے فوج کا ایک بڑا حصہ دروجی میں متعین کیا اور دوسرا بلاری سے ۷ کوس کے فاصلے پر نرگوڈ میں تعینات کیا۔ مرہٹے دو فوجیوں کے بیچ میں پھنس گئے تھے۔ امدادی دستے بھی بڑی مشکل سے ان تک پہنچ سکتے تھے۔ ہری پنت کا منصوبہ تھا کہ وہ اپنے تمام ساز و سامان کو تنگ بھدرا کے پار بھیج دے اور جب تک دھونسہ نہ آجائے تب تک مرہٹوں کا

---

(۱) لیکھ سنگرہ خط نمبر ۲۱۹۰

(۲) 〃 〃 〃 〃

Marfat.com

روایتی طریقۂ جنگ یعنی گوریلا جنگ جاری رکھی جائے۔

جب ہری پنت کا سامان دریا کے دوسری جانب منتقل کیا جا رہا تھا تو حیدر نے (پہلی جنوری ۱۷۷۸ء) واچانک حملہ کر دیا۔ ایک چھوٹا سا دستہ اس سامان کی حفاظت کے لیے گیا جو آ رہا تھا۔ وہ چاروں جانب سے گھیر لیے گئے۔ وہ بہرکیف مرکزی فوج سے آ ملنے میں کامیاب ہوئے اگرچہ گووندراؤ مارا گیا اور مہاجی اور نندراؤ زخمی ہو گئے۔ مرہٹہ فوج نے ایک حلقہ سا بنا لیا تھا تاکہ تنگ بھدرا کے دوسری جانب بازار کو حفاظت کے ساتھ منتقل کیا جا سکے۔[1] ہری پنت اور بھاؤ کو اپنی صفوں میں غداری کا شبہ تھا۔ انھوں نے حملہ نہ کرنے کا فیصلہ کیا لیکن آہستہ آہستہ وہ پسپا ہو گئے تاہم دونوں فوجیں راردی کے قریب تقریباً ایک دوسرے کی نظر میں تھیں۔ ہری پنت جانتا تھا کہ مناجی سندھیا حیدر کے ساتھ اشتراکِ عمل کر رہا تھا حقیقت میں مناجی سندھیا حیدر کے خط کے ساتھ پکڑا لیا گیا تھا۔ اس کو سزا دینے کے لیے ہری پنت اور پرسورام نے اس کے پڑاؤ پر اچانک حملہ کیا لیکن مناجی نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کی بیوی اور خوشدامن پائی گئیں اور اس کا پڑاؤ لوٹ لیا گیا۔ مناجی حیدر سے زیورات اور کپڑوں کے علاوہ ایک لاکھ ہن پائے تھے جس میں سے ۵۰ ہزار ہن وہاں پائے گئے۔ جسونت رائے منے مناجی کا ایک شریک کار توپ سے اڑا دیا گیا۔[2] ایک جمعدار گروی بھی قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ نے مرہٹہ لشکر گاہ کے دوسرے سرداروں میں خوف و ہراس پیدا کر دیا کیونکہ جب کچھ دن بعد دو بڑے مرہٹہ سرداروں مہاداجی راجی بھونسلے اور نیلکنٹھ راؤ مورت کو کسی جرم میں پکڑا گیا تو ان کو مقدمہ کے لیے پونا بھیج دیا گیا۔ ہری پنت کو اپنی پسپائی جاری رکھنی تھی اور اس کی سوار فوج حیدر کے حملوں سے بڑی کامیابی سے حفاظت کر رہی تھی۔ تنگ بھدرا عبور کرنے کے بعد مرہٹوں کی ملاقات نظام کے جنرل دھونسہ سے ہوئی لیکن دھونسہ مکمل طور پر ناقابل اعتماد ثابت ہوا۔[3] یا تو حقیقتاً وہ بزدل (چوزہ سینہ) تھا یا نظام کی مذبذب پالیسی کی بنا پر وہ حملہ کرنے سے گریز کر رہا تھا۔ یہ دکھانے کے لیے کہ وہ مرہٹہ نظام کے اتحاد کی پرواہ نہیں کرتا حیدر نے تنگ بھدرا کے شمالی کنارے پر واقع مرہٹہ علاقوں میں لوٹ مار کرنے کے لیے اپنے دستوں کو بھیجا۔ اس نے کوپل کے علاقے میں تمام مقامات پر لوٹ مار مچائی۔ ڈمبلگر لیسائی سے ایک لاکھ ہن وصول کیا اور لکشمیسور کے پرگنے میں اپنے تمام علاقے واپس لے لیے۔ اس کے فرزند

---

(۱) لیکھ سنگرہ خطوط نمبر ۲۲۲۰ اور ۲۲۲۱

(۲) " " " ۲۲۲۸ اور ۲۲۳۱

(۳) " " خط نمبر ۲۲۳۴

ٹیپو نے دس ہزار چیدہ سواروں کے ساتھ دھارواڑ پر حملہ کیا۔ ہری پنت نے وہاں تین ہزار محافظ فوج چھوڑی تھی لیکن ٹیپو نے شہر اور ٹکسال کو خوب لوٹا۔ قبل اس کے کہ اس کو پسپائی پر مجبور ہونا پڑے اور مرکزی فوج سے جا ملے واپسی سفر میں وہ ہبلی پر دھمکیاں دے کر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ دھونسہ کی سست رفتاری، مرہٹہ علاقوں میں اس کی لوٹ مار اور تیزی اور مستعدی میں اس کی ناقابل انکار لاپرواہی یا عدم توجہی نے بھی ہری پنت کی فوج کو مفلوج کر دیا۔[1] چنانچہ ہری پنت نے پونا کی حکومت سے کمک طلب کی۔ مرابا اور ہولکر نانا فرنویس کے خلاف سازشیں کر رہے تھے جو کمک بھیجنے پر راضی نہیں تھا۔ لیکن اس کو ہری پنت کی کمک کے لیے اپا بلونت کو پانچ ہزار فوج بھیجنے کے لیے راضی کر لیا گیا۔ مرہٹوں نے سنگھتاپور کے قریب دریا کو عبور کرنے اور چتل ورگ کے حکمران کی ایک بار پھر امداد کو جانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن دھونسہ نے قطعی انکار کر دیا۔ اس نے کہا تھا کہ "اگر تم عبور کرنے کے لیے اصرار کرو گے تو میں واپس چلا جاؤں گا"۔[2] بھاؤ اور پنت نے اسے لکھا تھا کہ "اگر وہ عبور کرنے سے انکار کرے تو وہ اسے ایک دشمن سمجھ کر برتاؤ کریں گے۔" آخر کار وہ ساتھ دینے پر راضی ہو گیا۔ ۲۴ مارچ ۱۷۸۶ء کو انھوں نے دوسری بار پھر دریا عبور کیا۔[3] لیکن دس یا بارہ دن بعد وہ پونا میں مرابا کی سازشوں کو ختم کرنے کے لیے واپسی پر مجبور ہو گئے۔ بھاؤ اور تانتیا کو نانا کے خطوط ۵ اپریل کو ملے اور ۱۶ اپریل کو وہ واپس ہوئے۔

نانا کا ایک چچا زاد بھائی مرابا فرنویس وزرا کی کونسل کا ایک اہم رکن تھا۔ ہولکر کی مدد سے وہ اپنی بالادستی منوانے اور نانا کو پورن دھر کی طرف جانے پر مجبور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مرابا رگھوبا کے اقتدار کی بحالی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ لیکن نانا ایک چالاک شخص تھا۔ چونکہ کولہاپور کا سردار رگھوبا کی حمایت میں انتشار پھیلا رہا تھا مہاداجی سندھیا کو اس کے خلاف بھیجا گیا۔ نانا کا منصوبہ یہ تھا کہ ہری پنت اور مہاداجی میرچ میں جمع ہوں اور اس کے اقتدار کی بحالی کے لیے پونا پر چڑھائی کریں۔ ظاہری طور پر یہ کہا گیا تھا کہ وہ کولہاپور میں حیدر کے خلاف فوج کشی کے لیے جمع ہوں گے۔ اس سوچے سمجھے منصوبے نے حیدر اور مرابا دونوں کو دھوکہ میں رکھا۔ نانا نے اپنا پرانا مقام حاصل کر لیا تاہم حیدر کو آزاد چھوڑ دیا گیا کہ وہ نہ صرف چتل ورگ کے حکمران کو مطیع بنائے بلکہ تنگ بھدرا اور کرشنا کے تمام درمیانی علاقے پر اپنا تسلط جمائے۔ گرانٹ ڈف کا بیان ہے کہ

---

(۱) لیکھ سنگرہ خطوط نمبر ۲۲۵۰، ۲۲۵۱، ۲۲۵۴

(۲) 〃 〃 خط نمبر ۲۲۵۱

(۳) 〃 〃 خط نمبر ۲۲۶۲

Marfat.com

ہری پنت نے حیدر کو بیوقوف بنا کر اپنی واپسی کے عوض اس سے ایک کافی رقم اینٹھ لی تھی جو دوسری وجوہ کی بنا پر نہایت ضروری تھی لیکن اس خیال کی کسی بھی ہمعصر مراٹھی دستاویز سے تصدیق نہیں ہوتی ہے۔

حیدر کے سامنے اب کھلا میدان تھا۔ اس نے کرشنا تنگ بھدرا کے دوآبے میں تمام اہم مقامات پر یکے بعد دیگرے قبضہ کر لیا۔ صرف دھارواڑ نے کافی عرصے کے لیے مزاحمت کی۔ نرگنڈ، سرہٹی اور دل کے ڈلیسائیوں نے برضا و رغبت اطاعت کرلی اور اپنے اپنے متعلقہ علاقوں میں اپنے مقام پر اس وعدہ پر برقرار رہے کہ وہ حیدر کو معمول کے مطابق سالانہ خراج ادا کرتے رہیں گے۔ ان میں سے ہر سردار کو بطور نذرانہ سالانہ خراج کے مساوی رقم ادا کرنی تھی۔ بعد میں سوانور کے پٹھان سردار کے گھرانے میں حیدر نے شادی کر کے روابط قائم کر لیے۔ چتل ورگ کے پالیگار کا دوسری بار محاصرہ کر لیا گیا۔ اس مرتبہ اس کے لیے کوئی چارہ نہیں تھا کیونکہ اس کی ملازمت میں مسلمان فوجیوں کو ورغلا لیا گیا تھا۔ پالیگار نے اطاعت تسلیم کرلی اور اپنے خاندان کے ساتھ قیدی بنا کر سرنگاپٹم بھیج دیا گیا۔ ایک نائر چیلا شیخ ایاز کو وہاں گورنر کی حیثیت سے متعین کیا گیا۔ میر صاحب کو کڈپہ کے خلاف مہم پر بھیجا گیا۔ چتل ورگ پر قبضہ کے بعد حیدر اس سے آملا۔ شدید مصائب و پریشانیوں سے پریشان ہو کر پٹھانوں نے کچھ مزاحمت کے بعد سر اطاعت خم کر دیا۔ اس طرح کڈپہ کو ریاست میں شامل کر لیا گیا۔ پٹھان نواب سڈھاوٹ چلا گیا لیکن اس کی حیثیت متزلزل تھی اور سوائے اطاعت کرنے کے اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ قیدی بنا کر سرنگاپٹم لے جایا گیا۔

اس طرح حیدر کی فتوحات کی کہانی پایہ تکمیل تک پہنچتی ہے۔[1] جیسے کہ ایک فرانسیسی دستاویز بیان کرتی ہے کہ "نسبتاً آہستہ تاہم مستقل مزاجی کے ساتھ قدم اٹھا کر اس نے ایک نئی قوت حاصل کرلی تھی۔ اس کامیابی میں خوش قسمتی نے بھی اس کا ہمیشہ ساتھ دیا۔ حیدر کا موازنہ ایک ایسی لہر سے کیا جا سکتا ہے جو اپنے راستے کی تمام چیزوں کو بہالے جاتی ہے یا تباہ کر دیتی ہے"۔[2] شمال میں تنگ بھدرا تک اور تنگ بھدرا اور کرشنا کے درمیان کے علاقوں کو اس نے اس وقت اپنی سلطنت میں شامل کیا تھا۔ مرہٹہ طاقت اندرونی جھگڑوں کی بنا پر مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔ جب مرہٹہ ریاست نے اس کی ان تمام جارحیتوں کو تسلیم کر لیا تو حیدر نے اپنے عروج اور خوشحالی کی انتہائی بلند منزل کو چھو لیا۔

---

(۱) او آر ۱۸۶۵، ورق ۲۲ - حیدر جو ہمیشہ قسمت آزمائی کرتا رہتا تھا سوچتا تھا کہ اگر وہ امن کے زمانے میں فوجوں کو تنخواہ دیتا رہا تو وہ پیسے کی بربادی کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

(۲) ہندوستانی تاریخی دستاویزات کمیشن کی روداد جلد ۱۲ مضمون کے اے نیلکنٹھ شاستری۔

Marfat.com

حیدر علی

جنوبی ہندوستان پر دو عوامل نے سیاسی صورت حال پر اثر ڈالا تھا۔ اوّل تو میسور اور مرہٹوں کے درمیان بڑی گہری رقابت تھی۔ دوسرا سبب انگریزوں کا رویہ تھا جنھوں نے حیدر کو "اپنا فطری دشمن" قرار دے دیا تھا۔ ایک فرانسیسی دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ "اپنی شاطرانہ پالیسی کی بنا پر انگریزوں نے علیحدگی کو بڑھاوا دیا تھا اور ان دو طاقتوں (مرہٹوں اور میسور) کے درمیان جنگ برقرار رکھی تھی۔ دو حریف طاقتوں کے درمیان اتحاد محض گفت و شنید کے ذریعے پیدا کرنے کے لیے ایک عام پالیسی سے زیادہ کی ضرورت تھی۔"(۱) اس کے بعد سے حیدر کے کردار کا مطالعہ انگریزی اقتدار کے خلاف ایک محاذ کے طور پر کرنا چاہیے جس کا موقعہ خود انگریزوں کی حکمت عملی کی حماقت نے فراہم کیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی انگریزوں سے پہلی جنگ ۱۷۶۷ء میں ہوئی تھی لیکن یہ سوچنے کی کوئی وجہ نہیں کہ اس نے اس وقت انگریزی طاقت کو اپنے لیے ایک ناقابل تسخیر دشمن سمجھا ہو۔ برخلاف اس کے یہاں اپنے علاقائی اور روایتی رقیب و حریف مرہٹوں کے خلاف انگریزوں کی مدد حاصل کرنے کی شدید خواہش ملتی ہے۔ ۱۷۷۵ء تک وہ انگریزوں سے بددل نہیں تھا۔ اس نے غالباً غلط نہیں کہا تھا کہ "میں نے اپنی زندگی کے کئی برس اس خوش فہمی میں گذار دیے کہ انگریز ایک عظیم قوم ہے"۔ اس نے محمد علی کے سفیروں کو بتایا تھا کہ جنگ غالباً ناگزیر بن گئی ہے۔ ایک مرتبہ جب یہ فیصلہ ہوچکا تھا تو مرہٹوں سے صلح کرنا دوسرا اقدام تھا بشرطیکہ مرہٹے اس پر اپنی رضامندی ظاہر کرتے۔ حکمت عملی کا انقلاب جس کے لیے نانا فرنویس کا انتظام و انصرام ذمہ دار تھا۔ صورت حال کا لازمی اور منطقی نتیجہ تھا لیکن ہمیں بہر حال نانا صاحب کی حکومت کو اس کے لیے خراج تحسین پیش کرنا چاہیے کہ اس نے روایتی دشمنی کے کمزور اور بچکانہ احساسات سے اپنا پیچھا چھڑا لیا تھا اور بدلی ہوئی سیاسیات اور حکمت عملی کو سمجھا تھا۔

---

(۱) ہندوستانی تاریخی دستاویزات کمیشن کی روداد جلد ۱۳ مضمون اے کے نیلکنٹھ شاستری۔

Marfat.com

باب ۱۶

انگریزوں سے تعلقات ۱۷۶۹-۷۵ء

ولکس حیدر کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ واقعات کے سلسلے میں جذباتیت کا شکار نہیں ہوتا تھا۔[1] ۱۷۶۹ء سے ۱۷۷۵ء کے دوران جو معاملات پیش آئے اس کے نتیجے میں حیدر علی نے طے کر لیا تھا کہ اسے انگریز دشمن اتحاد میں شمولیت کر لینی چاہیئے اور اس سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا کہ کچھ اسباب کی بنا پر اس کی مخالفت حق بجانب تھی۔ ۱۷۶۹ء کے جس معاہدہ کے تحت میسور کے ساتھ انگریزوں کی پہلی جنگ ختم ہو گئی تھی۔ اس کی دوسری دفعہ میں یہ کہا گیا تھا کہ اگر فریقین میں سے کسی ایک پر حملہ کیا گیا تو وہ اپنے اپنے علاقوں کا تحفظ کریں گے اور دشمن کو باہر نکالنے کے لیے ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔[2] اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دفعہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے بڑی پریشان کن تھی کیونکہ اُسے جارحانہ اتحاد کے نتیجے میں جنگی مشکلات کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہ تھا مگر اب جبکہ معاہدہ ہو چکا تھا تو اس قسم کا استدلال اس پر عمل درآمد ہونے میں بطور عذر پیش نہیں کیا جا سکتا تھا البتہ اس کے نتائج کے سلسلے میں یہ بات کہی جا سکتی تھی۔ یہ امر مسلم تھا کہ حیدر علی اس معاہدہ کو اپنے دفاعی منصوبے کا سب سے اہم حصہ سمجھتا تھا کیونکہ مرہٹوں کی طرف سے کسی وقت بھی حملہ ہو سکتا تھا۔ پیشوا مادھو راؤ کی دانشمندانہ قیادت کے تحت مرہٹہ ریاست پانی پت کی ہولناک جنگ کے اثرات سے سنبھل چکی تھی اس سے پہلے بھی ۱۷۶۵ء اور ۱۷۶۷ء میں دو بار

---

(۱) ولکس تاریخ میسور جلد دوم ص ۳۷۹

(۲) فوجی مشاورتیں جلد ۲۳، ۱۷۶۹ء ص ۲۳۱ – مشاہدہ یہ تھا کہ "ہم ان مشکلات کو اچھی طرح سمجھتے تھے جن میں ہم مبتلا ہو سکتے تھے لیکن اس کے بغیر کسی امن کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔"

Marfat.com

مادھوراؤ کے خطوں کا مقابلہ کر چکا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کا خطرناک دشمن پھر اس کے علاقوں پر حملہ آور ہوگا اور اس بات کی کوشش کرے گا کہ اس کے زیادہ تر علاقے پر مستقل قبضہ جمائے[1]۔ چنانچہ مرہٹوں کے خطرہ اور مادھوراؤ کی صلاحیتوں کے پیش نظر حیدر علی بغیر مدد کے کامیابی کی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ ۱۷۶۹ء کا یہ معاہدہ اس کی خارجہ پالیسی کا سنگِ بنیاد تھا۔

جنوری ۱۷۷۰ء میں جب مادھوراؤ اپنی میدانی افواج اور تربیت یافتہ محافظ دستوں کے ساتھ میدان جنگ میں اترا تو حیدر علی نے انگریزوں سے مدد حاصل کرنے کے لیے اپنے وکیل کو بھیجا۔ اُدھر مادھوراؤ نے بھی اپنا وکیل مدراس بھیجا لیکن فورٹ سینٹ جارج کی حکومت نے یہ طے کیا کہ ہمیں غیر جانبدار رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس سلسلے میں اس نے بنگال کی حکومت کو جو خط لکھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا ۱۷۶۹ء کے معاہدہ کا نہ کوئی وجود ہے اور نہ اس کی بنا پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ انھوں نے لکھا تھا کہ اگر حیدر علی کی مدد کی بھی گئی تو اس سے مرہٹوں کی طاقت کم نہیں ہوگی بلکہ اس سے کرناٹک مرہٹوں کے حملوں کی آماجگاہ بن جائے گا اور اگر حیدر علی کے خلاف مرہٹوں کی مدد کی گئی تو وہ میسور ریاست کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے جو اور بھی خطرناک ہوگا۔ اِس کے علاوہ اگر حیدر علی، کو یہ معلوم ہوگیا کہ انگریز مرہٹوں کو مدد دینے پر راضی ہیں تو وہ ان کے ساتھ معاملات طے کرے گا اور پھر کرناٹک پر اس کا غصہ اترے گا چنانچہ "سب سے بڑا خدشہ یہ ہے کہ کہیں ان کے درمیان معاملات طے نہ ہو جائیں"[2]۔ انھوں نے یہ خدشہ بھی ظاہر کیا کہ اگر اس موسم کے ختم ہونے سے پہلے جو مہم جوئی کے لیے نہایت سازگار ہے، یہ مہم ختم ہوگئی تو عین ممکن ہے کہ مرہٹے کرناٹک میں داخل ہو جائیں۔ لہٰذا وہ اس قسم کے مختلف بہانوں سے گفت وشنید کو طول دیتے رہے۔ مدراس کی حکومت کو یہ توقع نہیں تھی کہ یہ مہم زیادہ عرصہ تک جاری رہے گی۔ اتفاق سے مادھوراؤ بیمار ہوگیا لیکن اس کے باوجود اس نے اپنی جگہ ترمبک راؤ کو مقرر کرکے مہم جاری رکھنے کی تاکید کی۔ ترمبک راؤ مرہٹہ فوجوں کی قیادت کرنے میں مادھوراؤ کا اہل جانشین ثابت ہوا۔ مورخہ ۱۶ مارچ ۱۷۷۱ء کو خگرال میں حیدر کو مکمل شکست ہوئی۔ جنگ کے فوراً بعد اس نے کمپنی کی مدد کے لیے درخواست بھیجی اور اس کے عوض کمپنی، مدراس پریسیڈنٹ اور ہیسٹنگز کو گراں قدر تحائف دینے کی پیشکش کی بشرطیکہ اس کی درخواست قبول کرلی جائے لیکن اُسے کوئی جواب نہیں

---

(۱) تفصیلات کے لیے دیکھیے باب ۶ و ۷

(۲) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد ۱۷۷۰ء خط سینٹ جارج کی طرف سے مورخہ ۱۳ فروری ۱۷۷۰ء

صرف بمبئی کی حکومت نے حیدر کی درخواست پر پانچ سو جوانوں کے لیے ہتھیار بھیج دیے۔ یہ تباہ کن جنگ معرکۂ چنگرال کے بعد پندرہ ماہ تک جاری رہی۔ اس کے بعد صلح کا معاہدہ ہوا اور اس طرح مرہٹہ میسور جنگ جون ۱۷۷۲ء میں ختم ہوئی۔(۱)

جنگ کے دوران مدراس کی حکومت نے اپنے فوجی دستے ترچناپلی اور ویلور بھیج دیے، جس سے یہ ظاہر کرنا تھا کہ اگر حملہ کیا گیا تو ہم اس کے مقابلے کے لیے تیار ہیں۔ اس طرح وہ دونوں فریقوں کی توقعات اور خدشات کو برقرار رکھنا چاہتی تھی۔(۲) لیکن جب انھیں اس بات کا علم ہوا کہ مرہٹے میسور ریاست کو مستقل طور پر اپنے تسلط میں رکھنا چاہتے ہیں تو ان کے رویے میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی ورنہ یہ علاقے مرہٹوں کے خطے اور تباہ کاریوں سے نہ بچ سکتے تھے۔ اس وقت مدراس کی حکومت کو یہ احساس ہوا کہ اس طرزِ عمل سے وہ خود بدعہدی کا الزام اپنے سر لے رہی ہے۔

نواب ارکاٹ مرہٹوں کے مقابلے میں کسی دوسرے کی مدد کرنے پر راضی نہیں ہوا تھا۔ اس نے ۱۷۶۹ء کے معاہدہ کی شمولیت سے بھی انکار کر دیا بلکہ جیسے جیسے جنگ طول پکڑتی گئی وہ مرہٹوں کی امداد کرنے پر آمادہ ہونے لگا۔ مدراس کی حکومت اپنی پالیسی کے مطابق یہ بہتر سمجھتی تھی کہ وہ حیدر کی مدد کرے۔ مورخہ ۱۲ر جون ۱۷۷۱ء کو مدراس حکومت نے لکھا کہ "حیدر اب تک امداد کے لیے ہم سے تقاضا کر رہا ہے جو ہمارے بس میں نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کرناٹک کے وسائل اور محاصل نواب کے قبضے میں ہیں اور وہ ہم پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ ہم میسور کو زیر کرنے کے لیے مرہٹوں کے ساتھ تعاون کریں اور پھر اس منصوبے کو ارکاٹ میں حکومت برطانیہ کے نمائندے سر جان لنڈ کی بھرپور تائید حاصل ہے"۔(۳) معاہدۂ پیرس کی گیارھویں دفعہ کے مطابق نواب حکومت برطانیہ کے تحفظ میں آگیا تھا۔ ۱۷۷۱ء کے اواخر میں بمبئی کی حکومت نے اونور کے ریزیڈنٹ سبالڈ کو حیدر سے یہ معلوم کرنے کی ہدایت کی تھی کہ اس کو مدد دینے کے سلسلے میں جو اخراجات ہوں گے آیا وہ ان کے لیے مناسب رقم جمع کرنے کے لیے تیار ہے۔ فورٹ سینٹ جارج کی حکومت نے مورخہ ۱۲ر دسمبر ۱۷۷۱ء کو لکھا تھا کہ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ "اگر یورپ سے ہمارے پاس اس کی مدد کرنے کے لیے متوقع احکام آجاتے ہیں تو وہ ہم کو کتنی رقم اور کس قدر رسد مہیا کرے گا"۔(۴) ان دستاویزات

(۱) تفصیلات کے لیے دیکھیے باب ۱۱، ۱۲

(۲) سلیکٹ کمیٹی کی روئداد ۱۷۷۰ء سینٹ جارج کا خط مورخہ ۱۵ر اپریل ۱۷۷۰ء

(۳) " " " مورخہ ۱۲ر جون ۱۷۷۱ء

(۴) " " " ۳ر فروری ۱۷۷۲ء

Marfat.com

کا مطالعہ کرتے وقت جو ۱۷۶۹ء کے معاہدہ کی خلاف ورزی سے متعلق ہیں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مدراس کی حکومت کسی بھی مرحلے پر معاہدہ کی شرائط پر عمل پیرا نہیں ہونا چاہتی کیونکہ ایسا کرنے سے اس کی حیثیت حملہ آور کی سی ہو جاتی تھی اور وہ اس سے بچنا چاہتے تھے۔ جنگ کے دوران (جنوری ۱۷۷۱ء سے جون ۱۷۷۲ء تک) مدراس کی حکومت نے کچھ ایسا رویہ اختیار کیا جو معاہدہ کی خلاف ورزی کے مترادف تھا۔ نواب ارکاٹ اور حکومت برطانیہ کے نمائندے سر جان لنڈ نے حیدر کی شکست کے لیے مادھوراؤ کا ساتھ دینے کا مشورہ دیا تھا۔ ولکس کا بیان ہے کہ "حکومت نے نواب کی مخالفت کی وجہ سے معاہدہ پر عمل کرنا ناممکن سمجھا لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی طے کر لیا کہ وہ حیدر کو جس کے دفاع کی ذمہ داری اس نے قبول کی تھی، تباہ نہ ہونے دے گا چنانچہ اس نے حیدر اور مرہٹوں دونوں کو اس مراسلے کے جواب کا انتظار کرنے کا مشورہ دیا جو انھوں نے اپنے افسروں کو انگلینڈ میں بھیجا تھا۔"(۱) مدراس حکومت کے اس رویے کو حق بجانب قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس منفی رویے کے حق میں کہا جاتا ہے کہ پیچیدہ سیاسی نظام نے حیدر سے کیے گئے وعدوں کے ایفاء کرنے میں کچھ شدید رکاوٹیں پیدا کر دی تھیں لیکن اگر ان تمام امور پر حیدر کے نقطۂ نظر سے غور کریں تو صورت حال اس کے برعکس نظر آئے گی۔ جب کوئی معاہدہ کیا جاتا ہے تو فریقین سے معاہدے کی شرطیں قبول کرنے کی توقع کی جاتی ہے کیونکہ معاہدہ کرتے وقت دونوں فریق معاہدے کے تمام پہلوؤں اور جملہ دستوری مشکلات پر غور کر چکے ہوتے ہیں۔ اس طرح دیکھا جائے تو اس رویے سے بین ریاستی تعلقات پر اثر انداز ہونے والے بنیادی اصولوں کی بھی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ زخم پر نمک چھڑکنا اسے کہتے ہیں کہ ۲۴ ماہ کی اس طویل جنگ میں دفاعی معاہدہ کے باوجود مدراس کی حکومت پوچھتی تھی کہ اگر اس کی مدد کی جائے تو وہ اسے کتنی رقم اور کس قدر رسد دے گا اور پھر کچھ عرصے کے بعد اطلاع دی جاتی ہے کہ برطانوی حکومت نے فریقین میں سے کسی کی بھی مدد کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔

۱۷۶۹ء کے معاہدہ کی اس خلاف ورزی نے حیدر کو انگریزوں سے متنفر کر دیا تھا۔ مزید برآں سامان جنگ کی فراہمی سے متعلق انگریزوں کے رویہ نے تعلقات میں اور بھی تلخی پیدا کر دی تھی۔ مدراس حکومت کی جانب سے ۱۷۶۹ء کا معاہدہ کرنے کے بعد بمبئی کی حکومت نے دو آدمیوں کو ایک اور معاہدہ کرنے کے لیے بھیجا تاکہ ساحلی علاقوں میں کمپنی کے مفاد کے جو معاملات طے ہونے باقی تھے انھیں بھی طے کر لیا جائے۔ ۱۷۷۰ء میں اس معاہدہ کے تحت یہ طے پایا کہ انگریز اونور میں سیاہ مرچ اور صندل کی لکڑی کا ایک کارخ

---

(۱) ولکس جلد دوم ص ۲۱۵

Marfat.com

لگائیں گے اور ان اشیاء کی خرید و فروخت کے کل حقوق کمپنی کو حاصل ہوں گے اور اس کے عوض میں دی جانے والی رقم (جس کا تعین معاہدہ میں کیا گیا تھا) یا جو رقم کمپنی کو منظور ہوگی وہ توپوں، شورے، جست اور نقد رقم کی شکل میں ادا کی جائے گی۔ اس معاہدہ کے مطابق حیدر نے جنگی سامان کے لیے بار بار درخواست کی۔ ۱۷۷۳ء میں کورٹ آف ڈائریکٹرز نے اس معاہدہ کو رد کر دیا۔ نامنظوری کی اطلاع ملنے پر بمبئی کی حکومت نے فوجی سامان کی فراہمی سے گریز کرنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں قدرتی طور پر حیدر فرانسیسیوں کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اسے نہایت فیاضی کے ساتھ مطلوبہ سامان فراہم کرنے لگے۔ بمبئی کی حکومت کا نظریہ تھا کہ مطلوبہ اشیاء کچھ حد تک مہیا کی جائیں کیونکہ فرانسیسی ان گراں قیمت اشیاء سے کافی منافع کما رہے تھے اور ساتھ ہی سیاسی مشوروں میں ان کا دخل بڑھتا جا رہا تھا(۱) مارچ ۱۷۷۵ء میں فورٹ سینٹ جارج کی حکومت نے حکومت بنگال کو اس کے دکن کے مقبوضہ علاقوں کی صورت حال کا خلاصہ لکھ کر بھیجا۔ انھوں نے لکھا کہ حیدر کے پاس ایک وسیع اور گراں قدر علاقہ ہے۔ اس کی حکومت نہایت عمدہ ہے۔ وہ ایک کثیر اور عمدہ تربیت یافتہ فوج رکھتا ہے اور اس کو تین کروڑ کے قریب محصول ملتا ہے۔ مادھو راؤ کی موت اور نرائن راؤ کے قتل سے مرہٹوں میں جو انتشار پیدا ہو گیا ہے اس نے اس سے فائدہ اٹھا کر وہ تمام علاقے پھر واپس لے لیے ہیں جو کبھی مرہٹوں کے حوالے کر چکا تھا۔ فرانسیسیوں نے اسے فوجی ساز و سامان فراہم کیا ہے اور فرانسیسی قسمت آزما اس کی ملازمت اختیار کرنے لگے ہیں۔(۲) درحقیقت اس شکایت کا انگریزوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کیونکہ وہ خود حیدر کی فرانسیسی نواز پالیسی کے ذمہ دار تھے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ۱۷۷۱ء میں جب مرہٹے حیدر کے علاقوں میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے تو انھوں نے اس کے سامنے اپنے تمام اختلافات طے کرنے اور صلح کرنے کی تجویز پیش کی تھی اور شرط یہ رکھی تھی کہ وہ کرناٹک پر حملہ کرنے میں ان کا ساتھ دے۔ ممکن ہے کہ یہ پیشکش خلوص پر مبنی رہی ہو۔ حیدر نے انگریزی حکومت کو ان تجاویز کی اطلاع دی اور اس بات پر اپنی آمادگی ظاہر کی کہ اگر انگریز مصالحت کی کوشش کریں تو وہ محمد علی سے اپنی ذاتی پرخاش بھول سکتا ہے۔ اس نے اپنے سفیروں کو اختیارات دیے تھے کہ اگر انگریز فوری اور مؤثر امداد کے لیے رضامند ہو جائیں تو وہ بیس لاکھ روپے کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ بارہ محل، سلیم اور اتور کے صوبے ان کے

---

(۱) خفیہ روئداد مورخہ ۸ مارچ ۱۷۷۵ء

(۲) " " " ۱۳ مارچ ۱۷۷۵ء ص ۲۹۸

Marfat.com

حوالے کرنے کا وعدہ کرلیں اور آخر میں سفیروں کو ہدایت کی تھی کہ ان تمام پیشکشوں کی منظوری کی صورت میں وہ صاف طور پر اعلان کردیں کہ پھر ہم فرانسیسیوں کی امداد طلب کرنے پر مجبور ہوں گے۔ (اکتوبر ۱۷۷۱ء) (۱)

انگریزوں نے مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۷۷۳ء کو تنجور پر اچانک قبضہ کرلینے میں محمد علی کی مدد کی۔ حیدر علی نے یہ خیال کرکے کہ اس قبضے سے محمد علی اور مرہٹوں کے درمیان منافرت پیدا ہو جائیگی ایک بار پھر انگریزوں اور والئی ارکاٹ سے مصالحت کے لیے ایک معاہدہ کرنے کی کوشش کی۔ جس کے لیے اس نے اپنے نائبوں کو ان کے پاس بھیجا۔ اس نے تجویز کی کہ انگریزوں، محمد علی اور حیدر کی جانب سے ۱۷۶۹ء کے منسوخ شدہ معاہدہ کی تجدید کی جائے۔ جب بمبئی کی حکومت نے سلیسی کے جزیرہ پر قبضہ کرلیا اور اس کے نتیجے میں مرہٹوں سے جنگ ناگزیر ہوگئی تو حیدر کو پھر امید ہوگئی کہ نواب ارکاٹ اور فورٹ سینٹ جارج اراکین کونسل اور پریسیڈنٹ اس کی پیشکش کو قبول کرلیں گے (۲) لیکن محمد علی گفت و شنید کو طول دیتا رہا۔ بالآخر اس نے مجوزہ تجویز کو کچھ نئی ترمیمات کے ساتھ بشرطیکہ ان کو قبول کرلیا جائے، ماننا منظور کرلیا۔ اس دوران

---

(۱) ولکس تاریخ میسور جلد دوم ص ۲۱۹

(۲) خفیہ روئدادیں مورخہ ۱۳ مارچ ۱۷۷۴ء ص ۲۲۵، ۲۲۶

حیدر نے حسب ذیل شرطوں کی تجویز رکھی تھی: "اس صورت میں کہ مغل (خاص طور پر نظام سے مراد ہے) یا مرہٹے میری حکومت کے علاقوں میں پیش قدمی کریں تو ان کو وہاں سے نکالنے اور دفع کرنے کے لیے مناسب فوج ایک قابل سپہ سالار کے زیر قیادت بھیجی جائے جو میرے ساتھ مل کر فوجی اقدام کرے اور اس صورت میں کہ مغل یا مرہٹے نواب والئی جاہ کے علاقوں یا انگریزوں کے علاقوں میں حملہ آور ہوں تو میں بھی دشمنوں کے خلاف اقدامات کرنے کے لیے اپنی فوج بھیجوں گا جو ان کے ساتھ مل کر دشمنوں کو مار بھگائے گی۔ دشمنوں کے ساتھ صلح کا فیصلہ کیا جائے یا جنگ کا' میں، نواب اور انگریز ایک ذہن ہو کر سوچیں اور متحدہ اقدام کریں خواہ وہ جنگ جاری رکھنے کے سلسلے میں ہو یا صلح کرنے کے سلسلے میں۔ فوجوں کے اخراجات اس طرح ادا کیے جائیں کہ ایک یوروپی سپاہی کو پندرہ روپیے ماہانہ۔ دیسی سپاہیوں کو ساڑھے سات روپیے ماہانہ اور افسروں کو ان کی خدمات حاصل کرتے وقت اسی حساب سے تنخواہ دی جائے گی جو مجھے بتائی جائے گی۔ میری فوج کے ہر سوار کی تنخواہ پندرہ روپیے اور ہر سپاہی کی تنخواہ ساڑھے سات روپیے ماہانہ ہوگی اور افسروں کی تنخواہ وہ ہوگی جو میں لکھ کر بھیجوں گا۔

جو اشیاء ایک دوسرے کے علاقے سے دوستی کے ناطے مطلوب ہوں گی وہ ایک دوسرے کی رعایا سے بغیر کسی استحصال یا جبر کے خریدی جائیں گی۔ اگر مغل یا مرہٹہ سردار ہمارے درمیان غلط فہمیاں پھیلانے کی غرض سے خط و کتابت کریں تو وہ

(بقیہ اگلے ص پر)

Marfat.com

بلراشٹر میں اندرونی اختلافات پھوٹ پڑے - محمد علی ان حالات کا جائزہ لے رہا تھا - اس کا اندازہ تھا کہ مرہٹوں کی جانب سے فی الحال کوئی خطرہ نہیں ہے چنانچہ اس نے معاہدہ کی تفصیل میں سرد مہری کے ساتھ کام لیا - علی نواز اور فتح علی محمد علی کے دونوں سفیروں نے مختلف بہانوں سے حیدر علی کی توجہ ہٹانی شروع کردی اور آخر کار حیدر نے انھیں ایک رسمی خط کے ساتھ واپس بھیج دیا - ان میں سے ایک سفیر کا بیان ہے کہ " انھوں نے معاہدہ کو انجام پہنچانے کی امید میں سات ماہ ضائع کردیے - حیدر علی یہ سوچ کر کہ نواب دوستی کا خواہاں نہیں ہے بلکہ وہ صرف اس وجہ سے ریاکاری برت رہا ہے کہ اُسے مخالف

(بقیہ پچھلے ص سے)

یعنی انگریز اور نواب) ان کے مطابق کوئی اقدام نہ کریں گے بلکہ وہ کاغذات میرے پاس بھیج دیں اور میں ان کے پاس بھیج دوں اور وہ مجھے لکھیں گے تو میں اس کے بارے میں یہاں سے مشورہ دوں گا - اس سے ہمارے باہمی خلوص میں اضافہ ہوگا اور ہمارا اتحاد زیادہ مضبوط ہوگا -

معاہدہ کی ان دفعات کی ضمانت خدا کی ذات، خدا کے رسول اور قرآن کریم کی قسم جلیل پر ہوگی -

نواب نے حسب ذیل شرطیں تجویز کی تھیں :

" اس صورت میں کہ مرہٹے یا کوئی اور دشمن میرے علاقے میں آجائے تو مذکورہ بالا شخص (حیدر مراد ہے) اپنی مناسب فوج ایک اعلیٰ افسر کے زیر کمان بھیجے گا جو میری فوجوں اور انگریز کمپنی کی فوجوں کے ساتھ مل کر اور اتحاد کے ساتھ کام کرے گا تاکہ دشمن کو میرے علاقوں سے نکالا جائے اور مار بھگایا جائے - اسی طرح اگر کوئی دشمن مذکورہ بالا شخص کے علاقے میں گھس آئے تو میں اپنی فوج ایک اعلیٰ سپہ سالار کے زیر کمان بھیجوں گا جو اس کی فوج سے مل کر اور اس [illegible] ون کے ساتھ اس کو نکال باہر کرے گا - فوج کی تنخواہ دونوں جانب پندرہ روپے ماہانہ ہر سوار کو اور ساڑھے سات روپے ہر سپاہی کو دی جایا کرے گی - اور افسر کی تنخواہ اس وقت طے کرلی جایا کرے گی جب ان کی خدمات حاصل کی جائیں گی اور امدادی فوج کے ساتھ ان کو بھیجے جانے کا مشورہ کیا جائیگا -

" ایک دوسرے کے علاقے سے سامان تجارت حاصل کرنے کے سلسلہ میں یہ ضروری ہے کہ پہلے ان کی تفصیلات بھیج دی جائیں "

" اگر مرہٹے یا اور کوئی سردار ہمارے درمیان اختلاف پیدا کرنے کے لیے خط و کتابت کرے تو اس پر کوئی فریق عمل نہیں کرے گا اور جو ان کے پاس سے تحریریں آئیں گی ان کے بارے میں ایک دوسرے کو مطلع کردیا جائے گا "

ایک دوسرے کے دشمنوں کی رعایا کو کوئی تحفظ نہیں دیا جائے گا اور وہ لوگ جو نفرت کے سبب بھاگ گئے تھے " دوبارہ واپس کردیے جائیں گے "! ہمیں اس معاہدہ پر انگریزوں کے تبصرہ کو بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے " نہیں معلوم کہ اس قسم کے کسی معاہدہ سے نواب یا کمپنی کو کوئی فائدہ ہوسکتا ہے اگرچہ اس کا براہ راست امن کے استحکام سے تعلق ہے تاہم حیدر علی خاں کی حمایت کرنے میں ہمیں اپنی اپنی باری میں مختلف جنگوں اور دور دراز کے معرکوں میں شامل ہونا پڑے گا "! (حیدر علی کے ایک مرسلہ خط کی نقل)

Marfat.com

کارروائی کا موقع مل جائے، ہوشیار ہوگیا اور اس نے طے کر لیا کہ اسے اپنے بل بوتے پر اقدامات کرنے چاہئیں[1]
حیدر خود بھی بڑا صاف گو تھا۔ اس نے علی نواز خاں کو بتایا تھا کہ ۱۰ ماہ سے وہ نواب کی دوستی کے لیے کوشاں
رہا مگر نواب نے کوئی توجہ نہ دی۔ اگرچہ انگریزوں نے رگھوناتھ راؤ کی مدد کی تاہم ان کو اس حقیر مدد سے کیا فائدہ
وہ پونا کی فوج کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ پونا حکومت کے لوگ نرائن راؤ کے بیٹے کے مقابلے میں
میرے اتحاد و تعاون کے زیادہ متمنی ہیں اور انھوں نے میرے پاس اپنے اہم سفیر بھیجے ہیں۔ اب انھیں جلد
معلوم ہو جائے گا کہ ہمیں کیا قبول ہے"۔[2] ان سفیروں نے واپس جاکر بتایا کہ حیدر اب کڈپہ، کرنول اور ادونی
پر قبضہ کرے گا اور اس کے بعد وہ کرشنا کے جنوب میں تمام علاقے پر اپنا تسلط جمائے گا۔ وہ انگریز
دشمن اقوام مثلاً فرانسیسیوں اور ڈچ سے اتحاد کرے گا۔ اس کے علاوہ وہ مرہٹوں سے بھی اچھے
تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے بعد محمد علی اور انگریزوں سے برسرِ پیکار ہوگا۔[3]

۱۷۶۹ء سے حیدر نے حتی المقدور یہی کوشش کی تھی کہ وہ انگریزوں اور محمد علی کے ساتھ دوستی
کے تعلقات قائم کرے لیکن جب اسے یہ یقین ہوگیا کہ ایسا ناممکن ہے تو وہ دوسری طرف جھک گیا۔
انگریزوں کی خام حکمت عملی اور محمد علی کی ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ تھا جس نے حیدر کو مرہٹوں اور فرانسیسیوں
کی گود میں لے جاکر بٹھا دیا تھا اور اس طرح ۱۷۷۹ء اور ۱۷۸۲ء کے درمیان انگریزوں کے لیے نئی
مشکلات پیدا ہوگئیں۔ جب ہم انگریزوں اور حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی دشمنی کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں ۱۷۶۹ء
سے ۱۷۷۵ء تک کے حالات و واقعات کو ذہن نشین رکھنا چاہیے۔ حیدر کے پاس بلاشبہ
انگریزی حکومت کے خلاف شکایت کی جائز وجوہ موجود تھیں۔

---

(۱) خفیہ روئداد مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۷۷۵ء علی نواز خاں کی زبانی بیان۔

(۲) " " " " " " " "

(۳) " " " " " " " "

Marfat.com

باب ۱۷

کنارا اور مالابار۔ مغربی ساحل پر یورپی طاقتیں

بحری بیڑہ

حیدر نے بدنور ۱۷۶۳ء اور سنڈا ۱۷۶۴ء میں فتح کیا تھا۔ ان فتوحات سے انورو (ہنوور) منگلور، بھٹکل ر پیرو (سداسیوگڈ) کی بندرگاہیں اس کے قبضے میں آگئیں۔ سنڈا کا حکمران جب وہاں سے نکالا گیا تو اس نے گوا ں پرتگالیوں کے پاس پناہ لی جنھوں نے اسے ۱۲ ہزار ذرافین (XERAFINS) کا وظیفہ دیا جو بعد میں بڑھا کر بیس ہزار کر دیا گیا۔ پرتگالیوں نے پہلے اسے بندونا کے ایک خستہ حال گاؤں میں رکھا تھا۔ پھر گوا کے قریب اسے دیہی مکان میں رکھا جس کا پرتگالیوں نے برسوں تک اس کے ساتھ اچھا سلوک اس لیے کیا تھا کہ کہیں وہ حیدر یا مرہٹوں سے نہ جا ملے اور پونڈا، کنکونا اور سنگلیم پر اپنے حق ان کو منتقل نہ کردے جس سے فائدہ اٹھانے کے وہ خواہشمند ہوں[1]۔

ہونا ور، منگلور، بھٹکل اور سداشیوگڈ پر بھی قبضہ کرنے کے بعد حیدر نے اپنا سمندری بیڑا تیار کرنے کا ارادہ کیا۔ انگریز اور پرتگالی اپنے اپنے بیڑے رکھتے تھے جس پر ان کی طاقت کا بہت زیادہ انحصار تھا۔ یہاں تک کہ پیشوا کا بھی اپنا جہازی بیڑہ تھا۔ بیڑے کے بغیر حیدر سواحل سمندر پر ان بحری طاقتوں کے رحم وکرم پر ہوتا چنانچہ اس نے مغربی سواحل پر ایک بحری اسلحہ خانہ بنانے کا ارادہ کیا اور جنگی جہاز بنانے کا ایک منصوبہ تیار کیا۔ پرتگالیوں کے مطابق ۱۷۶۵ء میں حیدر کے پاس ۳۰ جنگی جہاز اور خاصی تعداد میں نقل وحمل کے جہاز تھے[2]۔

---

(۱) پرتگالی دستاویزات جلد ۲، ص ۴۰

(۲) سین، ہندوستانی تاریخ کے مطالعے۔

Marfat.com

حیدر علی

جنوری ۱۷۶۶ء میں مادھوراؤ کے ساتھ معاہدہ کرنے کے بعد حیدر اب اپنی سلطنت کی توسیع کے نئے میدان تلاش کرنے کی سوچنے لگا۔ اس نے مالابار کو فتح کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس خطرناک مہم کا بیڑا اٹھانے سے پہلے اس نے مرہٹوں کی نگرانی کے لیے باسوپٹنا میں ایک مشاہد فوج کو تعینات کیا جو تین ہزار سواروں، چار ہزار باقاعدہ پیادوں، اور دس ہزار دستگی ہرکاروں پر مشتمل تھی۔ وہ خود کنار اپہنچا تاکہ مالابار کی جانب پیش قدمی کرے۔ منگلور میں چار دن کے قیام کے بعد فوج نے اپنا کوچ شروع کیا۔ پیدل فوج کے ساتھ ساتھ ایک سمندری بیڑا بھی آگے بڑھ رہا تھا۔ پیکسوٹو بیڑے کی تفصیل یوں بیان کرتا ہے: "وہ اسی جہازوں، ۱۳ چوکور بادبانی جہازوں اور کئی جنگی کشتیوں پر مشتمل تھا۔ اس کے علاوہ بہت سی دخانی کشتیاں اور دریا پار رسد اور سامان لے جانے کے لیے چھوٹی چھوٹی کشتیاں بھی تھیں۔ ولندیزوں کا بیان پرتگالیوں سے ذرا مختلف ہے۔ ان کے مطابق بیڑے میں دو بڑے جہاز، سات چھوٹے جہاز اور چالیس کشتیاں تھیں۔ اس کے علاوہ پچاس سے زیادہ دوسرے جہاز سامان سے لدے تھے۔ بیڑے کے دو کماندار تھے۔ ایک مسلمان تھا جو جہازوں پر تمام چیزوں کی ہدایات دیتا تھا۔ جہازرانی اور متعلقہ فرائض کی کمان ایک یوروپی کماندار سٹانٹ کے سپرد تھی۔[1] مالابار کی مہم میں حیدر کے بیڑے نے سب سے زیادہ مؤثر کام کیا۔ اس نے فوجوں کا کالی کٹ تک ساتھ دیا اور ان کو ضروریات بہم پہنچاتا رہا۔ وہاں سے بیڑے کا بیشتر حصہ منگلور لوٹ آیا اور چھوٹی کشتیاں اور جہاز دریا پار کرنے کی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے موجود رہے۔

مالابار کی فتح شاید حیدر کی سب سے زیادہ سخت اور پریشان کن یلغار تھی۔ یہ فتح ممکن نہ ہوتی اگر جنگجو طبقے یعنی نائروں میں سخت نااتفاقی نہ ہوتی۔ حیدر جو آگے چل کر فاتح بننے والا تھا، اس کے لیے سب سے زیادہ پریشانی کا سبب اس علاقے کی جغرافیائی حالت تھی۔ ساحلی علاقہ میں دو میل کی ریتیلی پٹی کے بعد منظر ایک دم بدل جاتا ہے اور گھاٹ کی حدود تک میدان اٹھنا شروع ہوتا ہے۔ پہلے تو سرخ پہاڑوں کے نیچے سلسلے ہیں جن کے درمیانی حصوں میں دھان کے کھیت اور ان کے اردگرد ناریل کے باغات ہیں، آگے بڑھ کر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر گہری گھاٹیاں اور گھنے جنگل ہیں جہاں سے پہاڑ اونچے ہونے شروع ہوتے ہیں۔ مزید مشکل یہ ہے کہ ان کے ڈھلوان گھنے جنگلوں سے ڈھکے ہوئے ہیں اور مغربی گھاٹ کے اونچے اونچے پہاڑوں پر سے اُن کے دامن میں پھیلے ہوئے میدان بخوبی دیکھے جا سکتے ہیں۔ گھاٹوں کا سلسلہ اوسطاً پانچ ہزار فیٹ بلند ہے۔ وہ ساحل سے قریب بیس میل کے فاصلے پر کالی کٹ کے پہلو بہ پہلو دلول مالا یا کوہان نما پہاڑیوں تک متوازی چلے گئے

---

(۱) پیکسوٹو جلد ۳، پیرا ۵۳ – وہ سوائے فوجوں کو لے جانے یا اتارنے کے وہ مسلمان کماندار کے احکام کا پابند نہیں تھا۔

Marfat.com

ہیں ۔ وہاں مشرق کی طرف یہ اچانک مڑ جاتے ہیں اور وادی بلیبر کے اردگرد شمال کی جانب ذرا جھک کر اندر کی جانب پال گھاٹ کے تنگ راستے کے شمال میں پیچھے کی طرف ہٹتے جاتے ہیں ۔ اس تنگ راستے کے جنوب میں ٹین مالاؤں (TEN. MALAS) یا جنوبی پہاڑیوں میں ان کی بلندی شروع ہو جاتی ہے ۔ ان میں سے بعض چار پانچ ہزار فیٹ بلند ہیں اور ایک بار پھر وہ مہیب انامالاؤں (ANAMALAS) کی شکل میں بلند ہو جاتے ہیں[1] ۔ زیادہ تر ندیاں اپنے دہانے سے صرف چند میل تک ہی جہاز رانی کے قابل ہیں ۔ اس کے علاوہ خشکی پر بھی نقل و حرکت میں انتہائی دشواری تھی ۔ پہیئے دار سواریاں تقریباً مفقود تھیں ۔ اور بیل بھی استعمال نہیں کیے جاتے تھے ۔ گھوڑے ملتے ہی نہ تھے ۔ شاہراہوں کا وجود نہ تھا اور سڑکیں محض پتلی پگڈنڈیاں تھیں جو دھان کے کھیتوں سے گذرتی تھیں "۔ جنوب مغربی مانسون کے زمانے میں جون اور ستمبر کے درمیان اس قدر بارش ہوتی کہ دریاؤں کو پانی پہنچانے والے چھوٹے چھوٹے سے نالوں کے کنارے بہہ کر سبز دھان کے کھیتوں کو جھیلوں میں بدل دیتے تھے ۔ اگرچہ شمال مشرقی مانسون میں اکتوبر اور دسمبر کے درمیان بارش اتنی زیادہ نہیں ہوتی تھی جتنی جنوب مغربی مانسون میں ۔ تاہم کافی ہوتی تھی ۔ گھاٹ کے ڈھلوانوں پر سال بھر میں تین سو انچ بارش ہونا عام بات تھی ۔ اس لیے لڑائی کا موسم بہت زیادہ طویل نہیں ہو سکتا تھا اور دشمن سال کے بیشتر حصہ میں حملہ سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا تھا ۔ مالابار کی فتوحات سے پہلے حیدر کا کورگ پر قبضہ کرنے کا کوئی خیال نہیں تھا ۔ حالانکہ اس کا پریم وڈی گھاٹ کے ذریعے مالابار سے راستہ جڑا تھا اور نہ ہی اس کا قبضہ مالابار وائی ناڈ پر تھا جس کا راستہ پریا درے کو جاتا تھا ۔ تمراسری درے سے میسور کو اور کراگ گھاٹ سے نیلگری ضلع کو راستہ جاتا تھا لیکن پالا گھاٹ کا تنگ راستہ (۲۰ میل عریض) جو کوئمبٹور کے میدانوں تک لے جاتا تھا ۔ اندرون ملک سے فوجوں کی نقل و حرکت کے لیے بہت ہی اہم تھا، خصوصاً جب تک کہ کورگ فتح نہیں ہوا تھا ۔ رسل و رسائل کی یہ مشکلات حیدر کی فوج کی نقل و حرکت کی راہ میں حائل تھیں ۔

مالابار کی سیاسی صورت حال حوصلہ مند میسوری حملہ آور کے حق میں بڑی معاون ثابت ہوئی جس کی بنا پر وہ قدرتی مشکلات پر غالب آسکا ۔ ایک وقت میں شمالی مالابار کولاتری کے زیر حکومت متحد تھا جس کا علاقہ کوہ ڈیلی سے دریائے کوٹہ تک پھیلا ہوا تھا لیکن نا اتفاقی بہت بڑھ گئی تھی اور شمالی مالابار میں افراتفری اور انتشار پھیلا ہوا تھا "۔ وہ ریشہ دوانیوں، سازشوں، ذاتی مفادوں اور باہمی رقابتوں کا ایک اتھاہ سمندر" بن چکا تھا ۔ کولاتریوں کی حکومت اب صرف چرکل کے شہر تک محدود ہو کر رہ گئی تھی ۔ مسلمان حکمران علی راجہ

---

(۱) مدراس گزیٹر، مالابار اور انجنگو جلد اول از انز و ایونز

کنانور کا حاکم تھا۔ کداتند حکمران ماہی اور کوٹہ دریاؤں کے درمیانی علاقے کا حکمران تھا۔ سماوی دریا کے شمال میں کداتند خاندان کی ایک شاخ حکومت کر رہی تھی۔ کوٹیم تعلقہ کچھ تو ایر دولناڈ نمپاروں اور کچھ پرانا ڈیا کوٹیم راجاؤں کے قبضہ میں تھا۔ کولاتری خاندان کے کچھ غیر مطمئن افراد نے کسی وقت بڈنور کے حکمران کو مداخلت کرنے کی دعوت دی تھی اور حیدر نے اپنی پیش قدمی کے دوران یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ کولاتریوں کے خلاف بڈنور کے ۲ لاکھ پگوڈا کا مطالبہ وصول کرنے آیا ہے[1]

برک نے ان نائروں کو جو مغربی ساحل کے فوجی اور جاگیردار امرا کے طبقے میں تھے مصر کے مملوکوں کا ہم پایہ قرار دیا ہے۔ جاگیردارانہ نظام، انتشار و افراتفری پیدا کرتا ہے اور مالابار اس اصول سے مستثنیٰ نہ تھا۔ کنانور میں مسلمان حکمران علی راجہ تھا جو سمندر کا آقا کہلاتا تھا۔ وہ اپنے برائے نام حاکم چرکل کے حکمران کے پہلو میں ایک کانٹا تھا۔ جب حیدر نے بڈنور فتح کر لیا تو وہ حیدر سے منگلور میں ملا اور مالابار میں حیدر کا نمائندہ بن گیا۔[2] پیکسوٹو کا بیان ہے کہ علی راجہ نے حیدر کو بتایا تھا کہ وہ مالابار کو آسانی سے فتح کر سکتا ہے اور وہاں اسے کثیر دولت ملے گی۔ حیدر نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ کنانور جا کر اپنی فوجیں جمع کرے اور کافی مقدار میں گولہ بارود مہیا کرے۔[3]

ولندیزیوں کے بیان کے مطابق حیدر کی فوج کی تعداد ۱۲ ہزار تھی جس میں دس ہزار سوار اور چار سو پچاس یوروپی بھی شامل تھے۔ وہ اپنے ساتھ چار ماہ کی رسد لے گیا تھا اس کا راستہ تھا منگلور سے منجیسور، کومل اور مونٹ ڈیلی۔ جہازی بیڑا فوج کے ساتھ ساتھ تھا۔ حیدر غارت گری، لوٹ مار، آتشزدگی اور قتل کرتا ہوا پیش قدمی کرتا رہا۔ بیلیاپٹم میں پانچ سو نائروں نے ایک دن تک قلعہ کی مدافعت کی لیکن توپ خانے کی گولہ باری کامیاب رہی اور نائر بھاگ نکلے[4] چھوٹی کشتیوں نے ہلکا ساز و سامان دوسری طرف پہنچا دیا۔ نائروں نے چرکل کے قلعہ کو چھوڑ دیا جس پر جلد ہی علی راجہ نے قبضہ جما لیا۔ کداتند حکمران نے جو فرانسیسیوں کے بہت زیادہ زیر اثر تھا نواب کی مزاحمت کی۔ چرکل سے میسوری فوج نے کوٹیم پر قبضہ کرنے کے لیے کوچ

---

(۱) مدراس گزیٹیر ملابار اور انجنگو

(۲) پیکسوٹو دفتر ۳، پیرا ۶۰

(۳) 〃 〃 〃 اس نے حیدر کو تحفے میں چار سو روپے کی مالیت کی ایک چاندی کی میز اور کالی کٹ سے خرید کردہ ایک نیا جہاز پیش کیا۔

(۴) پیکسوٹو دفتر ۳ پیرا ۵۱، ۹۳

Marfat.com

کیا۔ ان کو دریائے انجر کنڈی عبور کرنا تھا۔ دریا کے کنارے کافی بلند تھے اس لیے توپ خانے اور گھوڑوں کو بے کافی دقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اس کے مقابلے میں نائروں کی تعداد ۳۰ ہزار تھی۔ حیدر نے تمام قسم کی ۲۶ توپوں کو چڑھا دیا۔ جیسے ہی انھوں نے گولہ باری شروع کی نائر پسپا ہو گئے۔ تقریباً ایک ہزار نائر مارے گئے، کچھ جنگلوں میں بھاگ گئے اور کچھ نیل چری اور ماہی بھاگ گئے۔

حیدر نے تب چار مبیاروں کے علاقے کی طرف کوچ کیا۔ فیض اللہ خاں کے نوجوان بھائی گل محمد خاں کو علاقے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ دستہ پچاس یوروپی سواروں، ہلکے پیادوں کی چار رجمنٹوں، کچھ دوسرے سواروں، دو توپوں اور ٹوپاسوں کی ایک رجمنٹ پر مشتمل تھا۔ نائر اپنی بستیوں کے پیچھے چھپ گئے۔ انھوں نے دیسی بندوقوں سے ایک زبردست بوچھاڑ کی۔ نائروں نے تین حملے ناکام کر دیے۔ لالہ میاں کے زیر قیادت میسور فوج کو کمک پہنچ گئی۔ انھوں نے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ وہ پسپا ہو رہے ہیں پانچ سو بہترین سواروں کو جھاڑیوں میں چھپا دیا۔ نائر پلٹ پڑے اور ان کے ۲۰۰ آدمی مارے گئے۔ اور تقریباً اتنے ہی زخمی ہوئے۔ گل محمد خاں کے دو سو سپاہی کام آئے۔ یہ لڑائی ۱۶ مارچ ۱۷۶۶ء کو ہوئی۔ اگلے دن پوری فوج نے کالی کٹ کے زمورن کے خلاف کوچ کیا۔ سوار فوج آگے آگے کھلے علاقے کو تباہ و برباد کرتی چل رہی تھی۔

جنوبی مالابار میں اگرچہ زمورن کا اقتدار تھا لیکن نائر جو یہاں کے جاگیردار اور فوجی طبقہ امراء میں تھے وہی اہم کردار ادا کرتے تھے جو وہ شمال میں انجام دیتے تھے۔ حیدر کو اس علاقے کی معلومات حاصل کرنے کے لیے علی راجہ جیسے کسی کارندے کی ضرورت نہیں تھی۔ کالی کٹ کے زمورن نے ۱۷۵۶-۵۷ء میں پال گھاٹ کے راجہ کے علاقے کو فتح کرنے کی کوشش کی تھی۔ حیدر تب ڈنڈیگل کا فوجدار تھا۔ پال گھاٹ کے راجہ نے حیدر سے مدد کی درخواست کی تھی اور حیدر نے مخدوم علی کی زیر سرکردگی دو ہزار سوار اور پانچ ہزار پیادے اور پانچ توپیں بھیج دی تھیں۔ اس وقت مخدوم علی نے تقریباً ساحل سمندر تک پیش قدمی کی تھی جس کی وجہ سے زمورن کو پیچھے ہٹنا پڑا تھا، پال گھاٹ کے راجہ کے اضلاع واپس کرنے پڑے تھے اور بارہ لاکھ روپئے بطور تاوان جنگ ادا کرنے کا عہد کیا تھا۔ تاوان جنگ ادا نہیں کیا گیا تھا اور حیدر اس وقت اس قابل تھا کہ اس کو وصول کر لیتا۔ زمورن ۱۷۵۸ء میں مر گیا تھا۔ اس کا جانشین کوچین پر قبضہ کرنے کے فکر میں ٹراونکور ریاست سے مخاصمت لے بیٹھا تھا جس کو مرتنڈ ورما نے مضبوط و مستحکم کر دیا تھا اور آخر کار اسے اس کے جانشین رام ورما سے ۱۷۶۲ء میں صلحنامہ تیار کرنا پڑا(۱)

(۱) پانیکر: مالابار میں ولندیزی

Marfat.com

اس سے پہلے کہ زمورن ان جنگوں کے اثرات سے سنبھل پاتا اس پر طوفان ٹوٹ پڑا۔ نائروں نے مستحکم جگہوں کا فائدہ اٹھا کر ثابت قدمی سے جنگ کی۔ بہت سے لوگوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھروں کو نذر آتش کر دیا۔ کچھ ایک نے اپنے خاندانوں کو اندھے کنوؤں میں ڈال کر ان کو گھاس پھوس سے پاٹ دیا اور ان میں آگ لگا کر خود بھی آگ میں کود گئے۔ ونکٹ راؤ برکی کو ایک دستے کے ساتھ زمورن کو پکڑنے کے لیے بھیجا گیا۔ اس نے تیزی سے پیش قدمی کی اور زمورن کو گھیر لینے میں کامیاب ہو گیا اور آخر کار زمورن کو اپنے آپ کو اس کے حوالے کرنا پڑا[1]۔ زمورن کو امید تھی کہ راٹے ورگ کے حکمران کی طرح اسے بھی قابل قبول شرائط پیش کی جائیں گی۔ کالی کٹ پر حیدر کا قبضہ ہو گیا اور اس نے زمورن کو یہ یقین دلایا تھا کہ وہاں امن قائم کرنے اور سرداروں کی سرکوبی کے بعد کالی کٹ اسے واپس لوٹا دیا جائے گا۔ اس نے زمورن کو بطور ایک ماتحت حلیف کے علاقائی سالمیت کا یقین دلایا تھا لیکن زمورن کے بھتیجے اور اس کے ہونے والے وارث نے پھر بھی مزاحمت جاری رکھی۔ نائروں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ وہ کئی جگہ اس کے مقابلے پر آیا۔ حیدر نے اس کے خلاف کئی بڑے سوار دستے بھیجے۔ حقیقت میں حیدر تو اب تک تمام علاقے کو اپنی سلطنت میں ملانا چاہتا تھا۔ اس کے جنرلوں میں سے ایک حفیظ اللہ خان کو شکست ہو گئی اور اس کے تین سو سپاہی اور دو کپتان مارے گئے ——— جن میں سے ایک انگریز تھا۔ حفیظ اللہ کو واپس طلب کیا گیا اور سخت لعنت ملامت کی گئی اور وہ شرم کے مارے کچھ دن بعد مر گیا۔ زمورن اپنے بھتیجے کو مزاحمت سے روکنے میں کامیاب ہوا اور نہ ہی وہ اپنے عہد کے مطابق رقم کی ادائیگی کر سکا۔ اس نے سوچا کہ حیدر اس کے لوگوں پر ادائیگی کے لیے دباؤ ڈال رہا ہے۔ یہ سوچ کر کہ اس کی حیثیت ایک قیدی سے کم نہیں ہے زمورن نے چار پانچ پٹھانوں کی مدد سے گھر کے سامان پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا لی اور جل کر مر گیا۔ دی لاتور کے بیان کے مطابق زمورن کی خودکشی کا سبب وہ لعنت، ملامت اور مذمت تھی جس کا اظہار اس کے بھتیجے اور کوچین و ٹراونکور کے راجاؤں نے اپنے خطوں میں کیا تھا[2]۔

زمورن کا بھتیجا اور اس کا خاندان کرنگانور چلا گیا[3]۔ بہر کیف ولندیزیوں نے کرنگانور کے سردار کو غیر جانبدار رہنے کا مشورہ دیا۔ زمورن کے علاقے کی فتح وسط اپریل کے قریب مکمل ہو گئی تھی جیسا کہ ولندیزی

---

(۱) پیکسونو (۲) دی لاتور ص ا۔

(۳) ولندیزی دستاویز نمبر د۔ زمورن کے خاندان نے ۱۵ ہاتھیوں سمیت ریاست کرنگانور کے ایک پگوڈا میں پناہ لی۔

Marfat.com

کارخانے داروں کے ۱۳ اپریل ۱۷۶۶ء کے خط سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ خط انھوں نے کرنگانور سے کوچین بھیجا تھا۔ کالی کٹ میں حیدر نے انتظامِ سلطنت کے قواعد وضوابط مرتب کیے۔ اس نے اسے وسعت اور ترقی دی۔ اپنے قبضہ کو مستحکم کرنے کی غرض سے اس نے علاقے کے مختلف حصوں میں مزید چوکیاں قائم کیں اور ان میں اناج اور بارود کے ذخیرے جمع کیے۔ رضا علی کی زیر قیادت تین ہزار کے باقاعدہ پیادوں کے ایک دستے کو اس نے مالابار میں متحرک دستے کی خدمات پر مامور کیا۔ علی راجہ کے موپلوں کی مدد سے وہاں امن وامان برقرار رکھنا تھا۔ مالابار کی شہری حکومت مدنا کے سپرد کرکے حیدر کوئمبٹور لوٹ آیا۔

اُسے کوئمبٹور آئے ابھی ۲۵ دن ہوئے تھے کہ مالابار میں بغاوت کی خبر آئی۔ حقیقت میں مالابار ابھی پورے طور پر مطیع نہیں ہوا تھا۔ مدنا کے محاصل کے سلسلہ میں اقدامات مالابار کے رسوم و رواج کے خلاف تھے اور انھوں نے بحران میں اضافہ کر دیا۔ یہ توقع کرنا کہ جنگجو نائر اتنی آسانی سے اطاعت قبول کرلیں گے محض خام خیالی تھی۔ زمورن شہزادے کرنگانور سے تقریباً ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ شمال پہنچے۔ اُن کے لشکر کی تعداد جلد ہی پانچ ہزار ہوگئی۔ انھوں نے پونا سے چار پانچ میل مغرب میں اپنا مورچہ قائم کیا۔ شمال کالی کٹ، کوڈاتند، کواتری اور کوئیم کے سرداروں نے تقریباً ۲۵ ہزار آدمی جمع کر لیے۔ علی راجہ کا علاقہ ضبط کر لیا گیا اور جو قلعے حیدر نے تحفظ کے لیے تعمیر کیے تھے ان کو دریاؤں میں سیلاب آجانے کی وجہ سے کمک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ کالی کٹ میں مقیم فوج سے بھی اس کا تعلق ٹوٹ گیا تھا۔ اس وسیع بغاوت کی خبر حیدر کو کوئمبٹور میں ملی۔ پونانی میں اس کے نمائندے ایک پرتگالی جہاز راں کے ذریعے یہ خبر اس تک بھیجنے میں کامیاب ہوگئے جو ایک بانس کی کشتی میں سوار تھا اور صرف رات کو سفر کرتا تھا(۱)۔

آمد و رفت کی مشکلات اور دھان کے کھیتوں کے پانی سے بھرے ہونے کے باوجود حیدر نے مالابار واپس جانے کی تیاری شروع کر دی۔ اس نے موسم برسات کے شباب میں اپنے کوچ کو شروع کیا۔ پیادہ سپاہیوں کو اپنے ساتھ کمبلوں کے سوا اور کچھ نہیں لے جانا تھا، نہ نقارے اور جھنڈے لے جانے تھے گھوڑوں پر زینیں بھی نہیں تھیں اور جس طرح گھوڑے بار سے آزاد تھے اسی طرح سوار بھی تھے۔ یہاں تک کہ خود نواب کے پاس بھی کوئی زین نہیں تھی۔ فوج کے ساتھ بازار بھی نہیں تھا البتہ گولہ بارود اور رسد لے جا رہے تھے۔ دس ہزار پیادوں، تین ہزار سواروں، تین سو وردی پوشوں اور بارہ توپوں کے ساتھ کوچ شروع ہوا۔ تین ہزار کے متحرک

---

(۱) پیکسوٹو دفتر IV ولندیزی دستاویز نمبر ۸

Marfat.com

دستہ کو جس کو حیدر نے مالابار میں چھوڑا تھا نائروں نے توتا اور پونانی دریا کے سنگم پر تقریباً بیکار اور ناقابل بنا دیا تھا جہاں سے نہ وہ آگے بڑھ سکتا تھا اور نہ پیچھے ہٹ سکتا تھا۔ پونانی تعلقے میں پوئیاں گڈی کے مقام پر نائر شہزادوں کو حیدر نے جا گھیرا۔ انھوں نے اپنے لشکرگاہ کے اردگرد خندقیں کھودی تھیں اور توپ خانے سے لیس ایک دمدمہ تعمیر کیا تھا۔ اگرچہ پہلا حملہ ناکام رہا مگر آخرکار اس مقام پر قبضہ کر لیا گیا اور نائروں کو مکمل شکست ہوئی کیونکہ نائر کچھ خاص مقامات پر چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں گوریلا جنگ کرنے کے اہل تو تھے لیکن وہ ٹھنی ہوئی لڑائیوں میں ایک عمدہ تربیت یافتہ فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ پیکسوٹو جو مالابار کی مہم میں حیدر کے ساتھ گیا تھا تحریر کرتا ہے کہ "نائر سو سپاہیوں کے مقابلے میں پانچ سواروں سے خوفزدہ ہو جاتے تھے۔ کئی بار سو سے زیادہ مسلح نائر صرف ایک سوار کے سامنے سے بھاگ نکلے۔ مالابار بادشاہوں کے پاس گھوڑے نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی کبھی ان پر سواروں نے حملہ کیا تھا"۔[1] منظم مزاحمت اب تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ حیدر نے منجری کو اپنا صدر مقام بنایا جو موپلوں کے کٹر علاقے میں واقع تھا۔ وہاں سے اس کی فوجیں آگ اور تلوار اپنے جلو میں لیے نکلیں۔ مدنا اور راجہ صاحب نے نائر اضلاع کی غارتگری کے لیے دو فوجیں بنائی تھیں۔ انھوں نے تمام نائروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہاں تک کہ عورتوں اور بچوں کو بھی نہ چھوڑا۔[2] پکڑے جانے والے قیدیوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔ ایک جوان اور تندرست نائر کے سر کا عوضانہ پانچ روپئے، بوڑھے آدمی کے سر کا معاوضہ چار روپئے اور عورت اور بچے کے سر کا تین روپئے معاوضہ دیا جاتا تھا۔ سپاہی لوگوں کو زندہ لانے کے لیے زیادہ کوشاں تھے کیونکہ سروں کو لے جانے کے مقابلے میں آدمیوں کو لے جانا آسان تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک گاؤں میں تقریباً چار ہزار آدمیوں نے خودکشی کر لی۔ جو لوگ زندہ پکڑ لیے گئے تھے حیدر نے ان کے لیے اپنی سلطنت کے دوسرے علاقوں میں رہائش کا ایک منصوبہ بنایا۔ تجربہ کامیاب نہیں رہا۔ ان تمام اقدامات میں تقریباً ایک مہینہ لگا۔ حیدر نے تب مالابار سے کوچ کیا۔ اس نے مدنا کو کوئمبٹور میں اور راجہ صاحب کو پال گھاٹ میں تعینات کیا جہاں انھوں نے مالابار اور کوئمبٹور کے درمیان رسل و رسائل کا سلسلہ قائم کرنے کے لیے ایک قلعہ تعمیر کیا۔ مدنا مالابار کے شہری انتظام اور راجہ صاحب

---

(۱) دی لاتور (ص ۶۸) کہتا ہے کہ "حیدر ہندوستان کے تمام لوگوں کی صلاحیتوں سے پوری طرح باخبر تھا اس لیے اس کو اپنی فتح کا یقین تھا اور اس نے اپنی توقعات اپنی سوار فوج سے وابستہ کر رکھی تھیں۔

(۲) پیکسوٹو دفتر IV

فوجی انتظام کے ذمہ دار بنائے گئے۔

جنوبی مالابار کو فتح کرنے کے بعد حیدر کی یہ قدرتی خواہش تھی کہ کوچین اور ٹراونکور کو بھی اپنے تسلط میں لائے۔ ولندیزیوں کی طاقت کمزور ہوگئی تھی۔ ٹراونکور کے مشہور راجہ مرتندا ورمانے (۱۷۲۹-۵۸ء) ان کو کولچل کے مقام پر ۱۷۴۱ء میں شکست فاش دی اور مالابار کی فتح کے ولندیزی خواب کو چکنا چور کر دیا تھا۔ چنانچہ اب مالابار کے حریف دعویدار شہزادوں کی جانب ان کا رویّہ خوف اور غیر جانبداری پر مبنی تھا جو بعد میں میسور کے حکمران کی جانب "غلامانہ ماتحتی" کے رویّہ میں تبدیل ہوگیا۔[1] کوچین اور کرنگانور میں ولندیزی اب بھی زبردست طاقت تصور کیے جاتے تھے۔ ان علاقوں میں ان کے جہاز اور قلعے موجود تھے اور اب تک ان کی کوئی کمزوری ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ حیدر ولندیزیوں سے دوستی کا بہت خواہاں تھا اور اس کی وجوہ ظاہر تھیں۔ اسے توقع تھی کہ شاید وہ انگریزوں کے خلاف اس کے کسی کام آسکیں۔ ولندیزیوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ان کے ساتھ راجہ ٹراونکور اور راجہ کوچین کو دوستی جاری رکھنے کی اجازت دی جائے ان کے لیے نواب نے خود اظہار کیا تھا۔ گفت وشنید میں حیدر کے وزیر نے ولندیزی سفیر کو مشورہ دیا تھا کہ وہ صرف کوچین کے تحفظ کے لیے درخواست کرے کیونکہ وہاں کمپنی کا خاص مفاد وابستہ تھا مگر وہ ٹراونکور کا ذکر نہ کرے کیونکہ وہ حیدر کے لیے قابلِ قبول نہ ہوگا۔ ولندیزی سفیر اس پر راضی ہوگیا۔ دوسری جانب حیدر نے ولندیزی سفیر کو یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ راجہ کوچین کو خوفزدہ نہیں کرے گا بشرطیکہ راجہ اس سے معاملات طے کرنے کے لیے اپنے سفارتی نمائندوں کو اس کے پاس بھیجے۔[2] ٹراونکور کے سلسلہ میں ولندیزی حیدر سے صرف ایک مقصد کے تحت بات کرنا چاہتے تھے اور وہ یہ تھا کہ انھوں نے سیاہ مرچ کے لیے کثیر رقوم ٹراونکور کو دی تھیں۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ حیدر کے ٹراونکور پر قبضہ کرنے کی صورت میں ان کی رقم محفوظ رہے۔ جہاں تک کوچین اور کرنگانور کا سوال تھا وہ تا مقدور حیدر کا مطالبہ ماننے کو تیار تھے لیکن کوچین اور کرنگانور کے سلسلہ میں حیدر کے اپنے سردار اور حکمران کا ولندیزیوں پر پورا انحصار تھا۔[3]

ٹراونکور کے مرتندا ورمانے ولندیزیوں کو شکست دی تھی اور برہمن امرا نے ایک رضاکار امدادی فوج اور فلیمنگ ڈی لینائے (FLEMNIG DE LANNOY) ایسے غیر ملکی ماہرین کی مدد سے مالابار کے

---

(۱) پانیکار مالابار اور ولندیزی

(۲) ولندیزی دستاویزات نمبر ۵ و نمبر ۱۳

(۳) 〃 〃 〃 〃

ساحل پر ٹراونکور کو سب سے بڑی ریاست بنا دیا تھا لیکن ہمیں اس کی سیاسی سوجھ بوجھ یا اس کی وطن پرستی کے بارے میں زیادہ خوش فہمی نہ ہونی چاہیے۔ اپنے دشمنوں کی طرف سے بہت دباؤ پڑنے کی صورت میں ایک وقت میں اس نے کرناٹک کے مغل گورنر کی مدد چاہی تھی۔ ولندیزیوں کے خلاف اس نے ڈوپلے تک رسائی حاصل کی تھی۔ یہ صرف اس کی اپنی تیز رفتار فتوحات تھیں جنھوں نے اس کو بچا لیا تھا ورنہ اس کے اتحادیوں نے ٹراونکور پر اپنی گرفت مضبوط کر لی ہوتی۔ حیدر اپنی ڈنڈیگل کے فوجداری کے زمانے ہی سے ایک ایسا اچھا سپاہی مشہور ہو گیا تھا جس کے پاس وسائل تھے اور وہ ٹراونکور کے کام آ سکتے تھے بشرطیکہ اس کی حمایت حاصل ہو جاتی۔ شمالی ٹراونکور میں اپنے باغی سرداروں کے سخت دباؤ سے مجبور ہو کر مرتنداورما نے اسے اپنی مدد کے لیے درخواست کی لیکن بڑی تیزی سے امن و امان قائم ہو گیا۔ مرتنداورما کی اس احمقانہ اور وطن دشمنانہ تجویز نے حیدر کو موقع فراہم کر دیا۔ وہ اسے مدد و تعاون دینے پر تیار تھا لیکن مرتنداورما اپنی بات سے پھر گیا کیونکہ اس کے سرداروں نے پہلے ہی اطاعت قبول کر لی تھی۔ حیدر نے ہرجانے کا مطالبہ کیا جو ادا نہیں کیا گیا۔ ٹراونکور کی طرف اس کے سخت رویّہ کی شاید یہی وجہ ہے۔ اس کے علاوہ ٹراونکور کو دبائے بغیر وہ مالابار میں اپنے کو محفوظ نہیں سمجھ سکتا تھا۔ مرتنداورما کے جانشین راما ورما کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مالابار کی روایتی شجاعت کا پیکر تھا۔ جب حیدر نے اس سے دو لاکھ سکہ رائج الوقت اور دس ہاتھیوں کا مطالبہ کیا تو اس نے اس کو غیر معقول مطالبہ کہہ کر ماننے سے انکار کر دیا(۱)۔ وہ محمد علی اور انگریزوں کے اور قریب ہو گیا۔ ٹراونکور کے حکمران نے یہ معلومات بھی فراہم کی تھیں کہ نواب کی جانب سے حملہ ہونے کی صورت میں ولندیزی کمپنی اس کی مدد کرے گی یا نہیں۔ بہر کیف ولندیزی رویّہ کچھ حوصلہ افزا نہ تھا۔ حیدر کے متوقع حملے کے خلاف جو موثر ترین کارروائی راما ورما نے کی وہ ٹراونکور کی مشہور دفاعی حد بندی کی تکمیل تھی جس کو ڈی لینائے کی تعمیر کردہ اس طویل سرحد کی حفاظت آسانی سے کی جا سکتی تھی۔ ترپوندرم میں انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے نمائندے جارج پاؤنے نے اس دفاعی سرحد کے بارے میں مدراس کی حکومت کے نام اپنے ایک خط ۱۷۹۰ء میں یوں لکھا تھا کہ "وہ مغرب سے مشرق کو جاتی ہے اور اناملائی پہاڑوں تک پھیلی ہوئی ہے جہاں وہ اس کی ایک چوٹی پر ختم ہوتی ہے۔ وہ سرحد تقریباً ۱۶ فیٹ چوڑی اور ۲۰ فیٹ گہری ایک خندق پر مشتمل ہے اور اس کے کنارے پر بانسوں کی ایک گھنی باڑھ ہے۔ چھپنے کے لیے ایک پشتہ، ایک عمدہ مورچہ اور اونچی جگہوں پر برج بنے ہیں جو ایک دوسرے

---

(۱) ولندیزی دستاویزات نمبر ۵ اور نمبر ۱۳

Marfat.com

سے تقریباً ملے ہوئے ہیں ۔ سرحد کے ایک داخلی دروازے سے دوسرے دروازے تک صرف شمال کی جانب سے باقاعدہ راستوں کے ذریعے ہی اس پر حملہ کیا جا سکتا ہے"۔(۱)

حیدر ٹراونکور پر حملہ کی تیاری کر رہا تھا ۔ اس کو یقین تھا کہ نائروں نے ٹراونکور میں پناہ لے لی ہے۔ اور وہاں سے اس کے علاقے میں آ کر وہ بدامنی پھیلاتے رہتے ہیں لیکن حیدر علی کے متوقع حملے کے خلاف راما ورما کے دفاعی اقدامات نے ٹراونکور کی فتح کو ایک مشکل اور پیچیدہ مسئلہ بنا دیا تھا ۔ اس مہم پر نکلنے سے پہلے حیدر نے انگریزوں اور نظام کے درمیان ایک معاہدہ ہونے کی اور مادھوراؤ کے دوسرے حملہ کی خبر سنی۔ چنانچہ اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے اسے اپنی ساری توجہ لگانی پڑی ۔ مادھوراؤ کی واپسی کے بعد انگریزوں اور میسور کی پہلی جنگ ہوئی اور اس کے فوراً بعد مادھوراؤ کا تیسرا حملہ ہوا ۔ بہرحال ۱۷۶۹ء میں حیدر نے ٹراونکور کی شمال مغربی جانب میں مغربی گھاٹ کے قریب واقع سات گاؤں گدالور، کمبم، پڈوپٹی، انومندلاپٹی، پچنور، جکیان کوٹائے اور نصف اٹم پلیم کو تاخت و تاراج کر ڈالا ۔ ان علاقوں کو ۱۷۶۶ء میں مرتنڈا ورما نے فتح کیا تھا"۔(۲) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیدر ٹراونکور پر حملہ کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دے گا لیکن ایک حقیقت پسند ہونے کی وجہ سے وہ اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا کہ حالات، دوسری جگہ زیادہ توجہ دینے کے قابل ہیں ۔ چنانچہ ٹراونکور کو تھوڑی سی مہلت مل گئی ۔

جب حیدر اپنی دور دراز مہموں میں مشغول تھا جن میں بعض اوقات اُسے شکستوں کا بھی سامنا کرنا پڑا تو نائروں میں آزادی کی امید پیدا ہو چلی ۔ انھوں نے حیدر کے کئی قلعے چھین لیے اور مالابار میں حیدر کے نائب مسلسل چوکنے رہنے لگے ۔ تب انگریزوں کی منگلور کی مہم کا آغاز ہوا جو ابتدائی مرحلہ میں تو کامیاب رہی لیکن انجام کار ناکام رہی ۔ اس کی مشکلات نے اسے مالابار کو نظر انداز کرنے پر مجبور کر دیا ۔ اسے اس بات کا یقین تھا کہ وہ جب ان مشکلات سے نجات پائے گا وہ اس کو دوبارہ فتح کر لے گا ۔ مدنا نے سرداروں کو مطلع کیا کہ حیدر مالابار چھوڑ دے گا بشرطیکہ سردار صرف وہ اخراجات ادا کر دیں جو اس سلسلہ میں ہوئے ہیں۔ مالابار کے سرداروں نے یہ رقم ادا کر دی ۔ ولکس کے بیان کے مطابق یہ سودا آزادی کے ایک خواب

---

(۱) ٹراونکور کے ریزیڈنٹ کا خط بحوالہ پانیکار۔

کرنگانور میں ولندیزی ریزیڈنٹ نے مورخہ ۳ جون ۱۷۶۹ء کو لکھا تھا کہ ٹراونکور کے حکمران کا دوائی جنگلات کے درخت کٹوانے میں منہمک تھا۔ تاکہ دریا سے کرنگانور تک ایک دفاعی سرحد بنائی جائے۔

(۲) ٹراونکور کے ڈائرکٹر آف ریکارڈز سے موصول شدہ ایک اقتباس۔

Marfat.com

کا تھا۔(۱) پیکسوٹو کا بیان ہے کہ زمورن سے حیدر نے ۱۲ لاکھ روپے وصول کیے اور ۸ مارچ ۱۷۶۹ء کو اس کی سلطنت واپس کر دی گئی۔(۲) یہ ہمیں ان رقوم کا ایک تخمینہ فراہم کرتا ہے جو دوسرے سرداروں نے ادا کی ہوں گی۔ مالا بار میں حیدر کے فوجی دستے کاٹ دیئے گئے ہوتے لیکن اس ترکیب سے وہ اپنے آپ کو نہ صرف بحفاظت تمام نکال لائے بلکہ دولت بھی اپنے ساتھ لائے تاہم حیدر نے اپنی گفت و شنید میں پال گھاٹ اور کنانور کو چھوڑ دیا تھا۔ ان مقامات کے بارے میں یہ اندازہ کیا گیا تھا کہ مستقبل میں ان مقامات کو نزاع کا موضوع بنایا جا سکے۔

۲۰ اگست ۱۷۷۳ء کو نرائن راؤ کے قتل اور مرہٹہ حملہ کے خاتمہ کے بعد حیدر نے مالا بار کو دوبارہ فتح کے سلسلہ میں اپنے منصوبہ پر بلاشبہ عمل شروع کر دیا۔ اس کی بازیابی کو آسان کرنے کے لیے اس نے کورگ اور روائی ناڈ پر قبضہ کر لیا۔ اس سے قبل اس کی فوج کو مالا بار جانے کے لیے یا تو بڈنور اور شمالی کنارا کے راستے یا کوئمبٹور اور پال گھاٹ کے خلا کے راستے سے جانا پڑتا تھا۔ اب اس کی سلطنت سے ایک براہ راست راستہ کھل گیا تھا۔ حیدر نے کورگ کے صدر مقام پر جو سرنگا پٹم اور منگلور کے راستہ میں واقع تھا مرکارا کا قلعہ تعمیر کیا۔ نائر سردار آپس میں اس قدر بٹے ہوئے تھے کہ وہ ایک متحدہ مزاحمت نہیں کر سکتے تھے۔

حیدر کے دو افسر سیو صاحب اور سری نواس راؤ برگی وائی ناڈ کے راستے بڑھے اور کالی کٹ پر حملہ آور ہوئے جس نے جلد ہی ہتھیار ڈال دیے۔ متحدہ نائر سرداروں پر دو طرف سے حملہ ہوا۔ ان کو پسپا ہونا پڑا۔ زمورن اندرون ملک کے کسی پہاڑ میں روپوش ہو گیا۔ دوسرے سرداروں نے بھی پہاڑ شگافوں اور دراڑوں میں پناہ لے لی۔ زمورن جو جنوب کی جانب پیچھے ہٹا تھا ٹراونکور جانا چاہتا تھا اس کو ولندیزیوں نے کرنگانور میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ ٹراونکور کا حکمران زمورن کو پناہ دے کر اپنے آپ کو ان مصائب میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن نگرانی کے باوجود وہ بچ نکلا۔ اس نے دو کشتیاں لے کر ٹراونکور میں چترلہ کے مقام پر جا اترا۔ جہاں اُسے قید کر لیا گیا۔ کرنگانور اور کوچین کے حکمرانوں نے حیدر سے صلح کرنے میں عجلت دکھائی اور اس کو کثیر رقوم ادا کیں۔ کوچین نے دو لاکھ روپے ادا کیے اور کرنگانور نے دو قسطوں میں ۵ لاکھ روپے ادا کیے اور تین ہاتھی دیے۔ کرنگانور میں حیدر کے آدمیوں نے زمورن کے چچ

---

(۱) ولکس جلد دوم ص ۱۶۱

(۲) پیکسوٹو دفتر چہارم

Marfat.com

ہوئے مشہور خزانوں کو تلاش کرنا چاہا جن کا بڑا چرچا تھا لیکن حقیقت میں بہت کم ہاتھ لگا - بہر حال ولندیزیوں کا تخمینہ ہے کہ حیدر کی اس مہم میں زبردستی وصول کیے جانے والے خراج کی دس لاکھ روپئے کی رقم اور نوے ہاتھی تھے[1] ٹراونکور نے حیدر کو ناخوش نہ کرنے کی کوشش کے باوجود اسے کچھ نہ ادا کیا - یہ افواہ بہت گرم تھی کہ حیدر موقعہ پاتے ہی ٹراونکور میں گھس جائے گا - نائر سرداروں نے اپنی ماتحتی کی شرائط طے کرلیں اور سری نواس راؤ برکی کو صوبے کا گورنر بنا کر تعینات کر دیا -

مالابار ساحل پر پرتگالیوں سے حیدر کے تعلقات بعض اہم خصوصیات کے حامل ہیں - سنڈا کے حکمران نے اپنی سلطنت سے محروم ہونے کے بعد ۱۷۶۴ء میں گھاٹ کے نشیب میں واقع پونڈا، کنکونا، کیپ راموس، سنگیم، پیرو (سدا سیوگڈ) اور دوسرے اہم مقامات پرتگالیوں کے حوالے کر دیے - چنانچہ توقع یہ تھی کہ اب حیدر ان مقامات کو پرتگالیوں سے بزور شمشیر حاصل کرنے کی کوشش کرے گا - گوا میں پرتگالی بھی اس خطرے کو محسوس کر رہے تھے - حیدر پیرو (سدا سیو گاڈ) پر قبضہ کرنے میں کامیاب رہا - نیز اس نے راس راموس کا محاصرہ کر لیا - پرتگالیوں کے پاس اس کے دفاع کے لیے کافی فوج تھی - ان کو یہ بھی خوف تھا کہ حیدر انجی دیوا جزیروں پر بھی حملہ کرے گا جن کے دفاعی انتظامات کو اور مستحکم کر لیا گیا تھا - ڈی لاتور بتاتا ہے کہ اس کے زیر کمان فرانسیسی افسران نے پرتگالیوں سے لڑنے سے انکار کر دیا[2] اور حیدر کو ان سے صلح کرنی پڑی کیونکہ وہ فرانسیسی انجنیروں کی مدد کے بغیر ان علاقوں پر قبضہ کرنا اس کے لیے ناممکن تھا - ڈی لاتور کے بیان کے مطابق ایک پرتگالی دستاویز سے کچھ حد تک اس بات کی تصدیق ہوتی ہے - وزیر داخلہ (سکریٹری آف اسٹیٹ) فرانسسکو اگزیویر ڈی مڈونکا فرتادو (FRANCISCO XAVIER DE MEDONCA FURTADO) کو مطلع کیا گیا تھا کہ "یہ نیا بادشاہ سنڈا کی پوری سلطنت فتح کرنے کے بعد ایک عظیم لشکر کے ساتھ راس راموس کو فتح کرنے آیا - میں اس کا دفاع کرنے پر مجبور ہو گیا - خدا کا فضل ہے کہ میں اس میں کامیاب رہا - شاہی افواج کی شہرت و نیک نامی نے دشمن کو قلعہ کے قریب تک آکر واپس جانے پر مجبور کر دیا"[3] اس طرح حیدر کو مجبور ہو کر پرتگالیوں سے صلح کرنی پڑی - تاہم پیرو (سدا سیو گڈ) اس کے پاس برقرار رہا - پیشوا مادھو راؤ اور حیدر علی دونوں اپنی نبرد آزمائی کے دوران پرتگالیوں کی خوشامد کرتے رہے - پیشوا نے

---

(۱) ولندیزی دستاویزات نمبر ۱۳

(۲) ڈی لاتور ص ۹۵

(۳) پرتگالی دستاویزات جلد ۵

Marfat.com

پرتگالیوں کی جانب سے مدد قبول کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا اور یہ تجویز کی کہ پیشوا اور پرتگالیوں کے بیڑے مل کر مالابار میں حیدر کی تمام بندرگاہوں پر حملہ کریں اور اس کے لیے اس نے پیشکش کی کہ وہ فوجیوں کی تنخواہوں کے علاوہ پرتگالیوں سے چھینے ہوئے شمالی علاقے انھیں واپس کر دے گا۔ اور مستقبل کی فتوحات حلیفوں میں برابر برابر تقسیم کر لی جائیں گی۔ حیدر نے اپنی جانب سے پرتگالیوں کو اپنے جنرل فیض اللہ خاں کے ذریعے اپنی فوج کی خدمات پیش کی تھیں (۱) گفت و شنید کے بارے میں یہ پرتگالی بیان ہے۔ پرتگالی بہر حال اپنی غیر جانبداری برقرار رکھتے رہے۔

مالابار میں حیدر کے مقبوضات میں پرتگالی تجارت اچھی خاصی تھی۔ حیدر کی جنوبی کنارا کی فتح سے پہلے ان کا ایک کارخانہ منگلور میں تھا جس کو ایک توپ خانے اور محافظ فوج سے انھوں نے لیس کر رکھا تھا۔ منگلور اور کنارا کی دوسری بندرگاہوں میں پرتگالی رعایا آزادی سے تجارت کرتی تھی۔ بدنور نے ان کو چاول کی قیمت میں تھوڑی سی رعایت دے رکھی تھی اور اس سلطنت میں پرتگالی مشنری آزادی اور حفاظت سے داخل ہو سکتے تھے۔ پرتگالی سیاہ مرچ کی کافی تجارت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ حیدر کے علاقوں سے چاول برآمد کرتے تھے کیونکہ چاول ان کی بنیادی خوراک تھی اور ان کی مقامی پیداوار چھ ماہ سے زیادہ کے لیے بھی کافی نہیں ہوتی تھی۔ پرتگالیوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لیے حیدر نے ان کا کارخانہ واپس کر دیا اور منگلور میں ان کو تجارتی حقوق عطا کر دیے لیکن ۱۷٦۸ء میں جب انگریزوں نے منگلور پر حملہ کیا تو بیان کیا جاتا ہے کہ پرتگالیوں نے اپنے کارخانے کے ذریعے ان کو آزادی سے داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ جب انگریزوں نے دفاع کی خندق پر قبضہ کر لیا تو گورنر شیخ علی نے پرتگالی کپتان کو انگریزوں پر گولی چلانے کا حکم دیا اور دھمکی دی کہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں اسے گرفتار کر لیا جائے گا اور اس کے کارخانوں کی فصیلوں کو تباہ کر دیا جائے گا لیکن کنہا کسماد نے جو کارخانے کا نگران تھا، کارخانے کے گورنر کے خلاف مدافعت کے لیے بہت سے ہندوستانیوں اور پرتگالیوں کو ملازم رکھا تھا

(۱) پرتگالی دستاویز جلد ۷ — ایک فرانسیسی دستاویز سے ہمیں ایک ایسی اطلاع ملتی ہے جس کی کسی دوسرے ماخذ سے تصدیق نہیں ہوتی ہے۔ "مولندین، بونسول ڈی مارتس اور سنڈا کے حکمرانوں نے پرتگالیوں سے مل کر اپنی افواج کا ایک اتحاد بنا لیا تھا تاکہ حیدر علی خاں کو روکا جا سکے۔ گوا کی سرحد سے کافی دور ایک مقام پر حیدر علی کی فوجوں اور اتحادی فوجوں کے درمیان ایک بحری جنگ ہوئی جس میں نواب کو نقصان عظیم ہوا۔"

Marfat.com

اس نے انگریزوں کو مطلع کیا کہ وہ کس رُخ سے بحفاظت حملہ کریں اور ساتھ ہی ان کو اپنی مدد کا پورا یقین لیکن جب انگریزوں نے قلعہ اور بندرگاہ فتح کر لی تو انھوں نے کہنا کسماؤ سے اس کے سپاہی اور ملازم ن لیے اور اسے پرتگالی پرچم اتارنے پر مجبور کر دیا۔ اس کو اس کے عہدے سے برطرف کر دیا گیا اور گوا دیا گیا۔[1]

پرتگالیوں نے حیدر کو دوسرا صدمہ پہنچایا۔[2] ان کو خوف پیدا ہوا کہ انگریز پیرو (سداسیوگڈ) پر قبضہ کی کوشش کریں گے جو نواب کا تھا اور انھوں نے سنا کہ انگریزوں اور مرہٹوں کے درمیان اتحاد کی اور بندرگاہوں کی ممکن تقسیم کی تجویز تھی۔ ان کا خیال تھا کہ پیرو کا انگریزوں یا مرہٹوں کے ہاتھوں میں جانا تباہی کے مترادف ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے انگریزوں کو پریشان کرنے کی غرض سے پیرو پر قبضہ کرنے ک مذموم کوشش کی۔ یہ ایک ایسی ناروا بات تھی جس پر ناراض ہونے کا حیدر کو پورا حق حاصل تھا۔ حیدر حقیقتاً پرتگالیوں سے دوستی قائم رکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ پرتگالیوں کی معذرت و عذرخواہی پر نے شیخ علی کو ایک حکم بھیجا جس کے تحت ان کو منگلور میں اپنا کارخانہ قائم کرنے کا حق مل گیا۔ بحالی کا کام ہو گیا اور منگلور میں ان کے کارخانے سے ان کو XERAFINS ۱۲۲۵۳ کی آمدنی ہوئی۔ حیدر نے پرتگالی یوں کو ان کی تمام قدیم آزادی بھی عطا کر دی تھی اور نئے معاہدہ کی ایک شق میں یہ ضمانت دی تھی کہ ی بھی دیسی شخص کے رضاکارانہ عیسائیت قبول کرنے پر سرکار کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔[3] حیدر ایک قدم اور بڑھایا اور ان پانچ پادریوں کو رہا کر دیا جن کو اس نے انگریز نواز رویہ کی بنا پر گرفتار کر لیا تھا۔

لیکن ۱۷۶۸ء میں حیدر نے یہ تمام مراعات منسوخ کر دیں۔ اس نے پرتگالی تجارتی جہاز روک لیے، کے سامان کو ضبط کر لیا اور ان کے عملے کو گرفتار کر کے سڑکوں اور پلوں وغیرہ کی تعمیر پر لگا دیا۔[4] اس نے ور کے کارخانے کے پرتگالی پرچم کو اتار دیا، کارخانے داروں اور پرتگالی محافظ فوج کو بھی قید کر کے ان دپ خانے پر قبضہ کر لیا۔ کچھ برس گذر جانے کے بعد اس نے پرتگالی سفیر کو باریابی کی اجازت بخشی۔ تب انگریزوں کے خلاف نبرد آزما تھا۔ اس نے پرتگالیوں سے اپنی شکایات بیان کیں، ان کو انگریز نواز قرار

---

(1) پرتگالی دستاویز نمبر ۱۳

(2) 〃 〃 ۱۷

(3) 〃 〃 ۳۱

(4) 〃 〃 ۳۲

دیا اور مراعات کی بحالی کی شرط کے طور پر انگریزوں کے خلاف ایک دفاعی معاہدہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس ک
کمان میں ایک دوسرا تیر بھی تھا۔ سنڈا کا جلاوطن حکمران گوا میں مرگیا تھا۔ اس کے نابالغ بیٹے کے اتالیق
کو جیت لیا گیا تھا اور حیدر نے کمسن حکمراں کو اس کے آبائی علاقے واپس کرنے کی تجویز رکھی تھی۔ ARTINHO
DE MELOE CASTO نے گوا کے گورنر کے نام اپنے خط میں اس پر یوں تبصرہ کیا ہے: "حیدر کے ا
دعووں پر یقین کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ آدمی اپنی عقل کھو دے" یقیناً حیدر کمسن شہزادے کو ا
کے مقبوضات واپس کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ سنڈا کے کمسن بادشاہ کے اس کی حفاظت میں ہو
سے اس کو یہ بہانہ آسانی سے مل جاتا کہ وہ اپنے زیر ولایت نابالغ کے لیے سنڈا کا وہ علاقہ بھی فتح کرنے
لیے گوا پر حملہ کر رہا ہے جو پرتگالیوں نے بانٹ لیا تھا۔ بہرکیف کمسن شہزادے کو پرتگالی علاقے سے باہ
جانے دیا گیا۔ چونکہ یورپ میں پرتگالیوں اور انگریزوں کے درمیان ایک معاہدہ اتحاد تھا اس لیے پرتگ
حیدر سے انگریزوں کے خلاف کوئی جارحانہ اتحاد نہیں کرسکتے تھے لیکن مارٹینو دی میلو کاسٹو حسب
تبصرہ کرتا ہے کہ "ہم کو منگلور کی مدافعت کی ذمہ داری کو تسلیم کرلینا چاہیے تھا۔ اور چونکہ ہم وہاں جمے
تھے اس لیے ہمیں معاہدے کی پابندی سے قطع نظر بھی یہ کرنا چاہیے تھا۔ ۱۷۶۸ء میں ایسا نہ کرکے ہم
خیانت و دھوکہ دہی اور کم ہمتی کا مظاہرہ کیا تھا جب ہمارے پرتگالیوں نے ان کو اپنے کارخانے کے را
کی اجازت دے دی تھی اور اس کے دفاع کے بہانے سے پیرو کے قلعے پر غداری سے حملہ کیا تھا۔
قابل نفرت غداری کی وجہ سے ہم کو وہ تحقیر و تذلیل برداشت کرنی پڑے گی جو حیدر علی خاں نے پر
قوم پر لاد دی ہے"۔[1]

مغربی ساحل پر ولندیزیوں کے ساتھ[2] حیدر کو بہت کچھ کرنا تھا اور اسے توقع تھی کہ وہ انگریزو
خلاف ان کی مدد حاصل کرسکے گا۔ ۱۷۶۳ء میں سری لنکا جاتے ہوئے حیدر کا ایک سفیر کوچین پہنچا او
سری لنکا کے سفر کا انتظام کرنے پر ولندیزی تیار ہوگئے۔ ولندیزیوں نے کنارا میں اپنے حقوق کی جا
کی توجہ مبذول کرانے کے لیے اس سے فائدہ اٹھایا تھا۔ جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حیدر کولاٹ
کرنے کا فیصلہ کرچکا ہے تو ولندیزیوں نے حیدر کو اس کی فتوحات پر مبارکباد دیتے ہوئے اپنے حقوق ک

---

(۱) پرتگالی دستاویز نمبر ۳۲

(۲) " " نمبر ۵ اور ۱۳ اور کوچین سے آمدہ خطوط۔ مورخہ ۱۵ راکتوبر، ۱۷ رنومبر، ۱۸ دسمبر ۱۷۶۵ء، ۳
۳ راکتوبر، ۳۱ راکتوبر، ۲۸ رنومبر اور ۱۲ ردسمبر ۱۷۶۵ء

Marfat.com

کی توجہ مبذول کرائی اور ان رقوم کا تذکرہ کیا جن کو وہ وہاں کے سرداروں اور علی راجہ کو پیشگی دے چکے
لیکن جب تک حیدر کی حدود سلطنت کنارا کے پار تک نہیں بڑھی تھیں وہ حیدر کو اسلحہ اور گولہ بارود
ہم کرنے پر بہت زیادہ تیار نہیں تھے۔ چونکہ کنارا کی واحد پیداوار چاول تھی اور ولندیزی کمپنی سورت اور
ین کے درمیان مزید دفاتر قائم کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔ اس لیے ولندیزیوں نے اپنے زبردست
سی سے زیادہ دوستی اور خیر سگالی پیدا کرنا مناسب خیال نہیں کیا لیکن حیدر کی مسلسل پیش قدمی دیکھ کر
یزیوں کا رویہ بدل گیا۔ اب تک کنانور کے ولندیزی گورنر نے جو بہت محتاط تھا حیدر کو ناراض ہونے کا موقع
یا۔ اس نے کولاسٹری کے پرنس ریجنٹ کی جانب سے بھی کوئی درخواست نہیں کی تھی کہ کہیں اس سے
ر ناراض نہ ہو جائے میسور کا حکمران ولندیزیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کا خواہش مند تھا
اس نے وہ رقوم بھی ادا کرنے پر اپنی رضامندی دے دی تھی جو ولندیزی کمپنی نے سیاہ مرچ کے لیے
گی دی تھی۔" اگرچہ اس نے فرانسیسیوں اور انگریزوں سے اسی سلسلہ میں انکار کر دیا تھا۔" ولندیزیوں کو ان
موجودہ حقوق کی برقراری کی یقین دہانی کرائی گئی تھی لیکن حیدر کی جوابی تجاویز بہت اہمیت کی حامل نہیں۔ اس
ہا تھا کہ اُسے یہ معلوم ہوا ہے کہ ولندیزیوں کے محمد علی خاں سے اختلافات ہیں جو جنگ کا سبب بن سکتے
ں۔ اس نے تجویز رکھی کہ وہ اس صورت میں ان کی تیس ہزار فوج اور پورے بحری بیڑے کے ساتھ ان کی
د کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ بھی اس کی وقت پر مدد کریں۔ ولندیزیوں نے ان پابندیوں کو نظر انداز کیا۔ یہ توقع
ط تھی کہ ولندیزی محض حیدر سے تعلقات خوشگوار رکھنے کے لیے انگریزوں سے جنگ کریں گے۔

ولندیزی حکمت عملی یہ تھی کہ کسی دوسری طاقت کو آزردہ کیے بغیر حیدر کو خوش رکھا جائے۔ انھوں نے
یدر کو سری لنکا کے بلند قامت ہاتھی، کالی کٹ میں اس کے جہازوں کی تعمیر کے لیے بڑھئی اور لوہار اور فوجی
سامان بھی فراہم کیا تھا لیکن کالی کٹ میں حیدر کا گورنر سردار خاں ولندیزی دعوی کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں
تھا کہ کرنگانور کا سردار ان کا ماتحت راجہ ہے بلکہ سردار خاں نے کرنگانور پر حملہ بھی کیا تھا جس میں اس کو
کست ہوئی تھی۔ ولندیزیوں نے شکایت کی کہ" اس کا رویہ ایک ایسے دشمن کی طرح ہے جس نے اعلانِ جنگ
ر دیا ہو۔"(1)

سردار خاں کی یہ نقل و حرکت ٹراونکور کو دھمکی دینے کے لیے تھی۔ شمالی کوچین غارت کر دیا گیا اور تری چور کے قلعہ پر قبضہ کر لیا گیا لیکن
ٹراونکور کی سرحدوں نے مزید پیش قدمی روک دی اور اگلے کئی برس ایک معاہدہ اتحاد کرنے اور ساحل کے قریب ولندیزی علاقے
سے آزادانہ گذرنے کے لیے بیکار گفت و شنید کرنے میں ضائع ہو گئے۔ گزیٹیر مالابار اور انجنگو اضلاع۔

دوسری بار جب حیدر انگریزوں سے نبرد آزما تھا تو یوروپ میں ولندیزی بھی انگریزوں سے برسرِ پیکار تھے۔ حیدر نے نیگا پٹم میں ولندیزیوں کو امداد بھیجی۔ اس نے ولندیزیوں کے ساتھ کورومنڈل ساحل پر قریبی تعلقات قائم کرنے اور ان کی دوستی برقرار رکھنے کے لیے ایک معاہدہ بھی کیا۔ مالابار کے ساحل پر حیدر نے فوجی مدد دینے کی پیشکش بھی کی لیکن انھوں نے عملی فوجی مدد قبول کرنے سے احتراز کیا۔ انھوں نے کہا کہ "ٹراونکور کا بادشاہ ولندیزیوں کا ایک قابل اعتماد حلیف ہے اور کرنگانور کے قلعہ میں ایک زبردست محافظ فوج ہے۔ کوچین کا راجہ بھی بھروسے کے لائق ایک حلیف ہے۔ ہمیں آپ کی فوجی مدد کی ضرورت نہیں ہے جو آپ نے اتنی کرم فرمائی سے پیش کی ہے۔" وہ بہرکیف کرنگانور اور دوسرے مقامات کے سلسلہ میں میسور کی حکومت کے ساتھ اپنے اختلافات طے کرلینا چاہتے تھے۔ ولندیزی جتنی اس کی مدد کر سکتے تھے وہ انھوں نے اطلاعات اور فوجی ساز و سامان کی فراہمی کی شکل میں کی تھی۔ ان کے اور زیادہ تعاون کی راہ میں انگریزوں کا بحری اقتدار حائل تھا۔ نومبر ۱۷۸۱ء میں حیدر نے ولندیزی حکام کو ۲۴ پونڈ والی توپوں کی فراہمی کے لیے لکھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ ان کے ۲۴ پونڈ والی توپیں ہیں ہی نہیں البتہ وہ دو ۱۸ پونڈ والی توپیں مع سو عدد گولوں کے فراہم کرسکتے ہیں لیکن انگریزی جنگی جہازوں کے قریب ہونے کی بنا پر حیدر کو خود ان کے لانے کے انتظامات کرنے ہوں گے۔

اس سے ہماری توجہ حیدر کی بحری طاقت کے مطالعہ کی جانب مبذول ہوتی ہے۔ ہم پہلے ہی ۱۷۶۶ء کی مالابار مہم کے وقت حیدر کی بحریہ کی طاقت اور اس مہم میں اس کی گرانقدر خدمات کا ذکر کرچکے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کنانور کے علی راجہ نے جزائر مالدیپ کو فتح کرلیا تھا اور اس کے راجہ کو اندھا کردیا تھا۔ اس بربریت کی بنا پر حیدر نے اس کو اپنے بحریہ کی کمان سے محروم کردیا تھا[1] جس کی بنا پر وہ مالدیپ کو فتح کرسکا تھا۔ اس کی جگہ سٹانیٹ کو مقرر کیا تھا۔ موپلے بہترین جہازران تھے اور وہ حیدر کے تعمیر کردہ جہازوں کے بہترین عملہ ثابت ہوئے لیکن مشکل کمان کی تھی۔ بیکوٹو کے مطابق بحری بیڑے کے دو کماندار سٹانیٹ اور لطیف علی بیگ تھے۔ ۱۷۶۸ء میں جب بمبئی کی حکومت نے جہازوں کا ایک بیڑا چار سو یوروپی سپاہی اور سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد سے لدا پھندا مالابار ساحل پر حیدر کے بندرگاہوں پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا تو حیدر کی بحری طاقت بالکل ختم ہوگئی۔ برطانوی جہاز اونور کے سامنے نظر آئے۔ لطیف علی بیگ کو سٹانیٹ پسند نہیں پسند کرتا تھا چنانچہ وہ موقع پاتے ہی دو جہازوں، دو GIABS اور دس GALLIVATS کے ساتھ

---

(۱) دی لاتور ص ۶۳

Marfat.com

انگریزوں سے جا ملا۔ اگرچہ بری علاقے میں انگریزوں کی مہم قطعی ناکام رہی البتہ حیدر کی بحری طاقت ختم ہوگئی۔ ولکس اور لو LOW انگریز کماندار کی غداری کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ وہ لطیف بیگ کی نگہداشت سے بہت نالاں تھے۔ لطیف بیگ پہلے سوار فوج کا افسر تھا۔ ولکس بہر حال یہ تسلیم کرتا ہے کہ یہ غداری ایک سابقہ معاہدہ کے مطابق رونما ہوئی تھی[1]۔ ہم کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ کسی ہندوستانی حکومت میں ملازم ایک یورپی افسر کی غداری (بقول جسونت راؤ ہولکر دغا بازی) اٹھارہویں صدی کے ہندوستان میں ایک استثناد کی بجائے ایک عام قاعدہ اور اصول تھی۔ ایس این سین کا خیال ہے کہ حیدر نے لطیف علی بیگ کو ایک مشترکہ کماندار اس لیے مقرر کیا تھا کہ وہ انگریز پر پورا بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔

اپنی پہلی ناکامی سے مایوس ہوئے بغیر حیدر نے اپنی بندرگاہوں میں ایک بار پھر ایک نئے تجربے کی تشکیل میں اور سامان سے اس کو لیس کرنے میں لگ گیا۔ ولیم ٹاون شینڈ نے اونور سے اکتوبر ۱۷۶۵ء میں یہ اطلاع بھیجی تھی کہ اونور میں حیدر کے کاریگر اتنی تیزی سے کام کر رہے ہیں جتنی تیزی سے ممکن ہے۔ جہاز سازی کے منصوبہ[2] میں حسب ذیل چیزیں شامل تھیں:

ایک GRAB ——————— ½۱۰۳ فیٹ پینڈا

〃 〃 ——————— ½۵۶ 〃 〃

〃 〃 ——————— ۵۴ 〃 〃

〃 〃 ——————— ۹۸ 〃 〃

〃 〃 ——————— ۶۲ 〃 〃

ایک GALLIVAT ——————— ۵۲ 〃 〃

۱۷۶۶ء کی پرتگالی اطلاعات کے مطابق حیدر دوسری بار ایک عظیم بیڑا تیار کر رہا تھا۔ اس نے تمام ساحلی مقامات پر جہاں اس قسم کا کام ہو سکتا تھا بحری جہاز بنانے کے احکام جاری کر دیے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے کولن ڈاٹنا مار کو ٹیز گوا کے ایک مشہور جہاز ساز کو بہت مناسب اور موافق پیشکش کی تھی۔ لیکن محب وطن جہاز ساز نے اپنی ریاست کی خدمت کرنے کے پیش نظر اس پیشکش سے گریز کیا تھا[3]۔

---

(۱) ولکس جلد دوم ص ۸۵

(۲) خفیہ روئداد مورخہ ۱۲ فروری ۱۷۶۶ء۔ اونور سے مرسلہ خط مورخہ ۳ اکتوبر ۱۷۶۵ء

(۳) پرتگالی دستاویز نمبر ۲۱

Marfat.com

حیدر علی

اس نے ۱۷۶۳ء میں کالی کٹ میں اس کے جہاز تعمیر کرنے کے لیے ولندیزیوں سے بجاروں اور لوہاروں کی مانگ کی تھی۔ دسمبر ۱۷۶۶ء میں اس کے پاس تین ستونوں والے آٹھ جہاز تھے جو ۲۸ سے ۴۰ توپیں لے جا سکتے تھے اور ان کے علاوہ کئی کم ٹن وزنی جہاز اس کے پاس تھے۔ خلیج بھٹکل میں اس نے ایک عظیم زبردست گودی کی تعمیر شروع کی تھی جہاں شدید جوار بھاٹے میں بھی اس کا بحری بیڑا آسانی سے لنگر انداز ہو سکے۔ اس نے تاجروں کے لیے ایک بڑے احاطے کی تعمیر کا بھی منصوبہ بنایا تھا۔ اس نے اس عظیم منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا کام ایک ولندیزی جوز از لیبرز نامی کے سپرد کیا۔ تخمیناً اس کی کل لاگت ۱۷ لاکھ پگوڈا تھی۔ بہرکیف منصوبہ پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا کیونکہ وہ حد سے زیادہ پُر امنگ تھا۔ ۱۷۸۰ء میں سر ایڈورڈ ہیُس نے ملابار گودی میں داخل ہو کر دو جہاز ایک بڑا GRAB، تین KETCHIS اور بہت سی چھوٹی کشتیاں جو وہاں لنگر انداز تھیں تباہ کر دیں۔ اس طرح حیدر کی دوسری بحریہ تشکیل کرنے کی کوشش بھی ناکام رہی۔(۱)

تنگ بھدرا پر جہاز رانی شروع کرنے کی حیدر کی کوشش کا ذکر کرتے ہوئے BUCHANAN کہتا ہے کہ "مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حیدر کے آٹھ ٹن وزنی ہلکے جہاز بالکل بیکار پائے گئے۔ بہرکیف یہ کوشش یا تبصرہ حیدر کی ذکاوت پر کوئی شبہ نہیں ہے لیکن وہ جہاز رانی کی تمام اقسام سے دور ایک علاقے میں پلا بڑھا تھا اور اس کو اس کا کچھ پتہ ہی نہ تھا لیکن اس سے حیدر کی دُور اندیشی پر شبہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس نے ایسے علاقے میں تربیت پائی تھی جو جہاز رانی سے دور تھا۔ چنانچہ اس کو یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ کون سی کشتیاں کارآمد ثابت ہو سکتی ہیں اور نہ ہی یہ پتہ تھا کہ کون سی مشکلات ان کی افادیت میں حارج ہو سکتی ہیں"۔ جہاز رانی سے عدم واقفیت کی وجہ سے حیدر کو بحریہ کی تعمیر کے سلسلہ میں مشکلات کا سامنا رہا۔ اس کے تکنیکی ماہرین یوروپی قسمت آزما تھے جن سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ جوش اور تندہی سے اس کا کام کریں گے۔ یہ سوچنا بھی بیوقوفی تھی کہ حیدر اتنی جلدی ایک ایسا بیڑا بنا سکتا ہے جو انگریزوں کی برابری اور ان کا مقابلہ کر سکے۔ اگر اس کو امن کا نسبتاً ذرا لمبا اور دراز زمانہ مل جاتا تو وہ اپنی سرگرمی اور جوش اور وسائل کے ساتھ یقیناً اچھی ترقی کرتا اور انگریزوں سے اچھا مقابلہ کرتا لیکن ہوا یہ کہ بحریے کا تجربہ شروع کرنے کے چار ہی سال بعد پہلا معرکہ ہوا اور دوسرا معرکہ محض پانچ یا چھ سال کی تیاری کے بعد پیش آیا جہاں پرتگالی، ولندیزی اور فرانسیسی ناکام رہے۔ وہاں وہ آسانی سے کامیابی کی توقع نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی اسے ضروری مہلت مل سکی۔

---

(۱) "لو LOW، ہندوستانی بحریے کی تاریخ جلد اول - سین ہندوستانی تاریخ کے مطالعے ص ۵۴، ۱۴۶

باب ۱۸

انگریزوں سے روابط ۷۹-۱۷۷۵ء

۱۷۷۵ء میں حیدر نے محمد علی کے سفیروں کو مطلع کیا تھا کہ چونکہ ان کا آقا اس کی دوستی کا خواہاں نہیں ہے اس لیے یہ حیدر کا فرض ہے کہ وہ ہوشیار رہے اور جو کچھ کرنا ہو اپنے بل بوتے پر کرے۔[1] اس کے بعد ہر سال محمد علی حیدر کی تیاریوں اور اس کی جانب سے ایک یقینی حملے کی خبر دیتا رہا لیکن ان کی پیش گوئیوں کا مدراس کونسل مضحکہ اڑاتی اور ان بار بار کی تنبیہات کو وہ محض غلط خطرے کی گھنٹی تصور کرتے تھے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس نے بالکل تیاری نہیں کی۔

مگر حیدر اپنی دھن کا پکا تھا۔ اس نے نہ اپنے رویہ پر پردہ ڈالا اور نہ ہی اپنی تیاریوں کو پوشیدہ رکھا۔ مہاراشٹر میں انتشار و ابتری نے مرہٹوں کے سالانہ حملوں سے نجات دے دی اور اس کو زناگری اور بلاری پر قبضہ کرنے کا موقع فراہم کر دیا۔ اب یہ ہر شخص پر ظاہر ہو گیا تھا کہ وہ آئندہ مرار راؤ سے گوٹی، بسالت جنگ سے ادونی اور کرنول کو اس کے فوجدار سے چھین لے گا۔ یہ سردار و حکمراں قدرتی طور پر پریشان تھے اور انگریزوں کے ساتھ ایک معاہدہ کرنے کے خواہاں تھے۔ محمد علی کی دلیل تھی کہ "ضائع کرنے کے لیے ذرا بھی وقت نہیں ہے کیونکہ اگر حیدر نے کڈپہ پر قبضہ کر لیا اور پڑوسی سرداروں کو اطاعت پر مجبور کر دیا تو اس وقت اس کو روکنا ناممکن ہوگا"۔[2] اس نے انگریزوں کو کافی متنبہ کر دیا تھا تاہم جب

---

(۱) خفیہ روداد یں ۲۳ اکتوبر ۱۷۷۵ء: علی نوار خاں کا زبانی بیان

(۲) گورنر و انچ کے نام نواب کے ایک خط مورخہ ۴ دسمبر ۱۷۷۵ء کا ترجمہ

Marfat.com

حیدر نے گوٹی کا محاصرہ کر لیا تو انگریزوں نے مرار راؤ کی حمایت میں اُنگلی بھی نہ اٹھائی۔ ایک طویل محاصرہ کے بعد حیدر نے اس پر قبضہ کر لیا اور مرار راؤ اور اس کے خاندان کو جیل میں ڈال دیا۔ تین برس بعد جب حیدر اور مدراس کے گورنر کے درمیان الزامی خطوط کا تبادلہ ہو رہا تھا گورنر نے لکھا کہ "اگر مجھے شکایت کرنے کی اجازت دی جائے تو مرار راؤ کو ختم کر کے تم نے مجھے کافی اسباب فراہم کر دیے ہیں۔ وہ ہمارے دوست اور حلیف کے طور پر ۱۷۶۹ء کے معاہدہ میں شریک تھا۔ تم نے کڈپہ اور کرنول کے زمینداروں کے خلاف اقدام کر کے ہمیں شکایت کا موقعہ دیا ہے اور بسالت جنگ کے بارے میں بھی سن رہا ہوں کہ تم اس کے خلاف بھی منصوبے بنا رہے ہو۔"(۱) فورٹ سینٹ جارج کی حکومت کو اس بات کی سخت شرمندگی تھی کہ انھوں نے حیدر کو مرار راؤ کو مغلوب کر لینے کی اجازت دے دی۔ اسی لیے وہ بسالت جنگ کی حمایت میں انتہائی سرگرمی اور جوش کا مظاہرہ کر رہی تھی اور اس کی بنا پر نظام کو برگشتہ کر رہی تھی۔ اس طرح وہ ایک فروگذاشت کا کفارہ ایک نئے جرم کے ارتکاب سے کر رہی تھی۔ لیکن تاریخ کے اعتبار سے بسالت جنگ کا واقعہ بعد میں آتا ہے۔

مئی ۱۷۷۸ء کے اواخر تک مرہٹے اپنے مسائل میں اُلجھے رہے۔ اس وقت حیدر کا انگریزوں سے بھڑنے کا ارادہ بھی ہوتا تب بھی اسے اس کا موقع نہ ملتا۔ اس وقت حیدر علی اور انگریز دونوں میں جزوی باہمی اتحاد پیدا ہو گیا تھا کیونکہ دونوں ہی جماعت وزراء کے خلاف رگھوناتھ راؤ کی حمایت کر رہے تھے یہ یقیناً ایسا موقع تھا جو اس کو انگریزوں کا ایک قریبی حلیف بنا سکتا تھا لیکن واقعات کا رُخ انگریزوں کے لیے بالکل ناموافق تھا۔ فورٹ سینٹ جارج کے پریسیڈنٹ اور کونسل نے لکھا کہ "حیدر نے ایک مُدت دراز تک درخواست کی بلکہ وہ اس حکومت کے پیچھے پڑ گیا کہ اس کے ساتھ ایک پائدار اتحاد کر لیا جائے لیکن ایسے کسی اتحاد سے پیدا ہونے والی عارضی مشکلات کے مدنظر جو بہر صورت ایک دوسرے کی باہمی امداد و تعاون کے معاہدہ پر مبنی ہوتا اس اقدام کی راہ میں اب تک رکاوٹیں حائل ہوتی رہیں اور نتیجہ کے طور پر حیدر نے اپنی مشکلات اور پریشانیوں سے مجبور ہو کر دوسری غیر ملکی قوموں خصوصاً فرانسیسیوں کی مدد حاصل کی ایک ایسے وقت میں جب ہماری مدد اس کے لیے مفید ہو سکتی تھی۔ حیدر کی بار بار کی پیشکش کو قبول کرنے میں ہماری رو و کد نے ہمارے لیے اس کا تعاون حاصل کرنا یا اس کا کم سے کم غیر جانبدار بنے رہنا مشکل بنا دیا ہے۔"(۲)

---

(۱) خفیہ روداد یں مورخہ ۱۳ مئی ۱۷۷۹ء

(۲) " " ۱۰ اگست ۱۷۷۸ء

Marfat.com

انگریزوں سے روابط

بمبئی کونسل اور اس کے پریسیڈنٹ نے اپنے ایک خط مورخہ ۹ مئی ۱۷۷۸ء کو یہ تجویز رکھی کہ حیدر علی کے دربار میں ایک ریزیڈنٹ مقرر کیا جائے تاکہ ولندیزی اور فرانسیسی منصوبوں پر نگاہ رکھی جا سکے اور ان کا تدارک کیا جا سکے۔ فرانسیسیوں اور ولندیزیوں نے حیدر علی کے دربار میں اپنے ریزیڈنٹ مقرر کر رکھے تھے لیکن اس معاملہ میں بھی تھوڑی سی مشکل تھی کیونکہ یہ ضروری تھا کہ محمد علی کو اس پر راضی کیا جائے۔ بنگال سے مدراس جانے والے ایک خط میں درج ہے کہ "ہماری آپ سے درخواست ہے کہ اس کو تقرری کے سلسلہ میں ہم خیال بنانے کی کوشش کریں اور اس سے پیدا ہونے والے کسی اختلاف کو دور کریں"۔ مدراس کی حکومت نے فطری طور پر یہ دلیل دی کہ کرناٹک اور سواحل پر کمپنی کے مقبوضات کے سلسلہ میں حیدر کے دربار میں رہنے کے لیے ایک ذہین شخص کو بھیجا جائے"۔(۱)

لیکن اب انگریز اور فرانسیسی ایک دوسرے کے ساتھ نبرد آزما تھے اور انگریزوں اور میسور کے تعلقات میں اس نے ایک پیچیدہ صورت پیدا کر دی۔ اگر انگریزوں نے ۱۷۷۸ء میں پانڈیچری پر قبضہ کر کے اپنی بالادستی منوانے کے لیے جنگ کا آغاز نہ کیا ہوتا تو حیدر جو پہلے ہی سے فرانسیسیوں کی طرف زبردست میلان رکھتا تھا غالباً ابتدا ہی سے ایک فیصلہ کن رویہ اختیار کرتا۔ انگریزوں کے اتنے زیادہ دشمنوں کے درمیان حیدر کو غیر جانبدار رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ انگریز اپنی جنگی بالادستی برقرار رکھتے اور کسی بھی حادثہ کے لیے پوری طرح تیار رہتے۔ لیکن تالیگاؤں کی تباہ کن پسپائی اور وارگاؤں کے معاہدہ نے مغربی محاذ پر انگریزوں کی کمزوری عیاں کر دی اور حیدر کا رویہ سخت ہو گیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اسے پوری طرح علم تھا کہ حکومت مدراس کی تیاری بہت کم ہے۔ مدراس کی حکومت معاملات کے اس پہلو سے بالکل ناواقف نہ تھی۔ ۱۷۷۸ء کے آغاز میں ہی پریسیڈنٹ اور فورٹ سینٹ جارج کونسل نے لکھا تھا کہ "ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ موجودہ انتظام کے تحت ہر بٹالین کے ایک ہزار آدمیوں کو کم کر کے سات سو کر دیا جائے اور اپنی بٹالین بڑھائی جائیں جس کی بنا پر ہم نواب کے قلعوں میں جو اس وقت ہمارے مقبوضہ ہیں محافظ فوج متعین کر سکیں گے اور فوری اطلاع پر ہم دو یورپی بٹالین، توپ خانے کی تین بٹالین اور سپاہیوں کی نو بٹالینوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں اتر سکیں لیکن بغیر پیسے کے نہ تو فوجیں رکھی جا سکتی ہیں اور نہ فوجی معرکے انجام دیے جا سکتے ہیں اور اس معاملہ میں ہم کو ڈر ہے کہ ہم ناکام رہیں گے۔ پندرہ سو یورپیوں اور بارہ ہزار کالے سپاہیوں کی فوج جس کی تنخواہ ہمارے خزانے سے ادا کی جائے لوگوں کو مرعوب کرنے کے لیے کافی ہے

---

(۱) خفیہ روئدادیں مورخہ ۲۵ جون ۱۷۷۸ء

Marfat.com

اور ممکن ہے کہ انھیں کرناٹک کے چین وسکون کو غارت کرنے کی کوشش کرنے سے باز رکھے"۔(۱) لیکن محض تشخیص ہی تو علاج نہیں۔ مذکورہ بالا حکومت نے فروری ۱۷۷۹ء میں لکھا کہ "یہ یقین ہے کہ جہاں تک وسائل کا تعلق ہے ہم اس حالت میں نہیں ہیں کہ کسی بھی طاقتور حملے کا چاہے وہ حیدر علی کی طرف سے ہو یا فرانسیسیوں کی جانب سے دفاع کر سکیں"۔(۲) تب بھی شاید حیدر انگریزوں سے جنگ کرنے کے لیے آزاد نہ ہوتا اگر رگھوبا سندھیا کی قید سے نکل کر نہ بھاگا ہوتا اور اس نے جنرل گوڈرڈ کے پڑاؤ میں پناہ نہ لی ہوتی۔ اس واقعہ نے پونا کی جماعت کے وزراء کو حیدر کی جانب اپنا رویہ بدلنے اور انگریزوں کے خلاف ایک جارحانہ معاہدہ کرنے پر مجبور کر دیا۔

ماہی کی انگریزی مہم کو ایک ایسا واقعہ تصور کیا جاتا ہے جس نے دوسری انگریز میسور جنگ کو جلدی آنے میں مدد کی۔ ماہی ایک فرانسیسی مقبوضہ تھا جس کی راہ سے حیدر کو فوجی ساز و سامان فراہم کیا جاتا تھا۔ جب بریتھ ویٹ کے زیر کمان مہم بھیجی گئی تو حیدر کے وکیل نے مدراس پریسیڈنٹ کو رسمی طور پر باخبر کیا کہ اس کا آقا ماہی اور مالابار کے ساحل کے دوسرے مقامات و بستیوں کو اپنے زیر حفاظت تصور کرتا ہے۔ حیدر نے خود بھی لکھا تھا کہ "میرے علاقے میں انگریزوں، ولندیزیوں، پرتگالیوں اور فرانسیسیوں کے کارنامے ہیں اس کے علاوہ وہاں بہت سے ایسے تاجر ہیں جو میری رعایا سمجھے جاتے ہیں۔ اگر کوئی بھی ان تاجروں کے خلاف کوئی پیش قدمی کرتا ہے تو میں بلاشک وشبہ ان کی مدد کے لیے مؤثر طریقے اختیار کروں گا"۔(۳) انگریزی حکومت سے توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ اس سلسلہ میں متفق ہو جاتی۔ بہرحال یہ مصلحت کا ایک مسئلہ تھا اور مدراس کی حکومت نے منطقی لحاظ سے دلیل دی کہ "ہمارے سامنے یہ ایک سوال ہے کہ آیا ماہی کے خلاف مہم کو جسے ہم شروع کر چکے ہیں، جاری رکھنا ہمارے لیے مناسب اور مفید ہوگا۔ ہمیں اس میں مزید ایک خطرہ نظر آتا ہے کہ ایسے وقت فوج کو کرناٹک سے باہر بھیجنا مشکل ہے لیکن ہمارے اقدامات سے جو فائدے حاصل ہو سکتے ہیں ہم ان سے بھی اچھی طرح باخبر ہیں۔ ہمیں صرف یہی موقع نظر آتا ہے کہ ہم اپنی آخری شکست کے پیدا کردہ نقصان دہ اثرات کو دور کر سکیں۔ اس موقع پر بزدلی اور کمزوری کے اظہار سے ان اثرات کو تقویت ملے گی اور وہ جڑ پکڑ جائیں گے اور شاید کسی دوسری مہم سے پیدا شدہ شکست سے

---

(۱) خفیہ روندادیں مورخہ ۲۰ جنوری ۱۷۷۸ء

(۲) ،، ،، ۱۸ مارچ ۱۷۷۹ء

(۳) ،، ،، حیدر علی کا خط بنام گورنر

Marfat.com

زیادہ یہ شکست ہمارے نقصان کا موجب ہوگی - آخری بات یہ ہے کہ ہماری افواج کی واپسی کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ نیل چری ہماری بستی پر قبضہ ہو جائے گا جو بذاتِ خود اہم نہیں ہے لیکن وہ دیسی حکمرانوں کی نگاہ میں فرانسیسیوں کی ایک اہم فتح ہوگی اور غالباً ان لوگوں کو ان کی کھل کر حمایت کرنے پر آمادہ کردے گی جو ابھی تک تذبذب میں ہیں "(۱) ماہی ۱۹ مارچ ۱۷۷۹ء کو انگریزوں کے قبضہ میں آگیا باوجودیکہ حیدر کی فوجوں نے اس کے دفاع میں مدد کی تھی اور قلعے پر حیدر کا پرچم لہرا رہا تھا - لیکن یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ بالفرض اگر انگریز حیدر کے احتجاج کی بنا پر ماہی سے لوٹ جاتے تو بھی جنگ نہ رکتی کیونکہ فرانسیسی جنگ کے علاوہ دوسرے اسباب بھی تھے جنھوں نے اس کو ناگزیر بنا دیا تھا -

دوسرا واقعہ جو دوسری انگریز میسور جنگ کی تعمیل کا سبب بیان کیا جاتا ہے وہ فورٹ سینٹ جارج کی حکومت کا بسالت جنگ کی غیر مشروط مدافعت کا معاہدہ تھا - واقعات مختصراً یوں بیان کیے جا سکتے ہیں: نظام علی کا ایک بھائی بسالت جنگ ادونی، گنٹور اور دوسرے مقامات کی جاگیر کا مالک تھا - اس کے بارے میں شبہ کیا جاتا تھا کہ وہ بہت کٹر فرانسیسی نواز ہے اور بسالت جنگ کے انتقال پر نظام علی اور انگریزوں کے درمیان معاہدہ کی بنا پر گنٹور انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہبہ کر دینا تھا - بنگال کی حکومت کی جانب سے مدراس حکومت کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ بسالت جنگ کے دربار سے فرانسیسی اثرات دور کرنے کے اقدام کرے - اگرچہ نظام علی تک رسائی حاصل کی گئی تاہم دسمبر ۱۷۷۸ء تک مزید قدم نہیں اٹھائے گئے - جب فورٹ سینٹ جارج کی کونسل اور پریسیڈنٹ نے بسالت جنگ کی سلسلہ جنبانی کے نتیجہ میں تجویز رکھی کہ اس کی زندگی میں گنٹور کی ایک سرکار بنا دی جائے اور اس کی ملازمت سے فرانسیسی سپاہیوں کو الگ کرنے کے لیے اس کے علاقوں کے تحفظ کی خاطر کمپنی کے دستوں کو ان کی جگہ مقرر کیا جائے"(۲) فرانسیسیوں کو مات دینے کے شوق سے انھوں نے بسالت جنگ سے متعلق دوہری معلومات حاصل نہ کیں - بسالت جنگ کے دوسرے مقبوضات کے دفاع کی یہ ڈھیلی شرط ہی تھی جس نے مشکلات پیدا کر دیں - حیدر کی پیش قدمی سے ہونے والے خطرات کے مدنظر ادونی اور رائے چور کو مدد دینے کے لیے فورٹ سینٹ جارج کی حکومت نے یوروپی توپ خانے کی ڈیڑھ کمپنی، دو پیادہ کمپنیوں اور سپاہیوں کی چار بٹالینوں کو روانگی کا حکم دیا لیکن اس فوج کا راستہ جو تقریباً سڑک کے فاصلہ کے لحاظ سے دو سو میل تھا کڈپہ اور کرنول کے

---

(۱) خفیہ روئداد مورخہ یکم مارچ ۱۷۷۹ء ص ۲۷، ۳۲۶

(۲) " " ۲۰ مارچ ۱۷۷۸ء ص ۲۱۵

Marfat.com

صوبوں سے ہوکر دو طاقتوں یعنی حیدر اور نظام علی کے علاقوں سے گذرتا تھا اور ان علاقوں سے ایک فوج کے گذرنے کی نہ تو ان کو اطلاع دی گئی تھی اور نہ اجازت طلب کی گئی تھی۔ چنانچہ یہ نظام علی اور حیدر علی نے بظاہر ان پیش قدمیوں کو ناپسند کیا اور انھوں نے اپنی تمام کوشش اس پر لگا دیں کہ بسالت جنگ گنٹور سرکار کو اپنے ہاتھوں میں رکھے اور فوجوں کے کوچ کو روک دے۔ نظام نے تو اپنے بھائی کے سامنے یہاں تک تجویز رکھی کہ اپنے اس ضلع کو حیدر کو کرایے پر دے دے اور حیدر نے اس کو خوفزدہ کرنے کے لیے اس علاقہ پر ایک طاقتور فوج کے ساتھ حملہ کیا اور اس کو مکمل فتح کی دھمکی دی اگر اس نے کمپنی سے اپنے معاہدہ کو نہ توڑا۔ بسالت جنگ طاقتور حکمران کی خواہش کے سامنے جھک گیا اور کوچ کو منسوخ کر دیا گیا"(۱) لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس ناقابل یقین کوتاہ اندیشی نے حیدر کو انگریز دشمنی میں اور کٹر کر دینے کے علاوہ نظام کو بھی ان سے برگشتہ کر دیا۔ وجوہ کی تلاش کوئی مشکل نہیں۔" ہندوستان کی تمام شاہی حکومتوں میں تمام بھائی مسند کے دعوے دار ہوتے ہیں۔ بادشاہت کی حمایت حکمران کے چند بڑے فوجی نوکر کرتے ہیں اور کچھ ان کی آپسی رقابت و حسد سے بھی اسے تقویت پہنچتی ہے وہاں رقابت و حسد کی وجوہ موجود تھیں کیونکہ بسالت جنگ ایک حکمران خاندان کا شہزادہ تھا اور نواب اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتا تھا جب تک انگریزی فوجیں اس کے ساتھ تھیں۔ ایک مناسب جاگیر کی فراہمی اور ذاتی تحفظ کی ضمانت اس کو دی جا سکتی تھی لیکن جب تک ایک جماعت اس کے ساتھ تھی۔ نواب کے غرور کی تسکین یا اس کے شبہات کا ازالہ بہت مشکل تھا۔ ادونی میں ہمارے قدم جمانے پر حیدر کو کچھ کم حسد نہ تھا۔ کیونکہ وہ اس علاقہ کو ایک شکار سمجھتا تھا اور اسے پہلے ہی موقعہ پر ہڑپ کر لینا چاہتا تھا"(۲) چنانچہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام کارروائیوں کے دوران سب سے زیادہ ناعاقبت اندیشانہ قدم تھا اور بلاشبہ وہ بڑی حد تک نظام علی اور حیدر کے رویّہ کو سخت و شدید کرنے کا ذمہ دار تھا۔ حیدر کے ساتھ انگریزوں کے طریقۂ کار نے اس کو مزید برگشتہ کر دیا۔ بعد میں اس نے انگریزی وکیل سری نواس راؤ کو بتایا کہ ان تین برسوں کے دوران اس نے ارکاٹ میں اپنے وکیل بناجی پنت کو ہزار بار لکھا کہ وہ امن برقرار رکھنا چاہتا ہے لیکن ہر دن اُسے خبر ملی کہ ڈنڈیگل کی سرحد پر ایک نیا جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس نے دھمکی دی کہ وہ کرناٹک میں داخل ہو جائے گا، تمام علاقے کو تباہ و برباد کر دے گا اور سب کچھ جلا کر خاکستر کر دے گا لیکن جوب

---

(۱) خفیہ روئداویں مورخہ ۲۰ مارچ ۱۷۸۱ء ص ۱۶۴

(۲) " " " ۱۴ فروری ۱۷۸۱ء ص ۲۴۰

Marfat.com

انگریزوں سے روابط

میں مدراس کی حکومت نے محمد علی سے اور محمد علی نے مدراس کی حکومت سے استفسار کیا۔

حیدر نے حسب ذیل الفاظ میں فورٹ سینٹ جارج کی حکومت کے خلاف اپنی شکایات ایک بار پھر دوہرائیں: "آپ کی حدود میری حدود سے ڈنڈیگل سے لے کر کڈپہ تک ملحق ہیں اور آپ کی جانب سے میرے علاقے میں مسلسل شورشیں برپا کی جاتی رہی ہیں نیل چیری کا حاکم میرے ماتحت نائروں کو تحفظ دیتا ہے اور اپنے کارخانوں میں ان کے خاندانوں کو پناہ دیتا ہے۔ جستہ، بارود، آتشی اسلحوں سے ان کی مدد کرتا ہے اور میرے علاقے میں بدامنی پھیلاتا ہے۔ جب آپ اس بے اصولے ڈھنگ سے کام کر رہے ہیں اور آپ کے درمیان کون سا معاہدہ برقرار ہے یا ہم میں سے کس نے اس کی خلاف ورزی کی ہے"۔(۱)

آئیے ہم حیدر کی خارجہ پالیسی کے اصولوں کا جہاں تک انگریزوں کا تعلق ہے ایک جائزہ لیں۔ ابتدائی برسوں میں فرانسیسیوں سے اس کے قریبی تعلقات نے اس کے دل میں انگریزوں کی طرف سے کد پیدا کر دی تھی۔ ۱۷۶۰-۶۱ء کے انتہائی اہم سال میں انھوں نے تعلقات بہتر بنانے کے لیے کوئی اقدام نہیں کیے۔ جب انھوں نے نظام سے مل کر حیدر کے خلاف اچانک اتحاد کر لیا تو اس کو تعجب بھی ہوا اور تکلیف بھی لیکن اس نے ان کی بساط انھیں پر الٹ دی۔ اس نے نظام کو اپنا ہمنوا بنا لیا اور ان کو الگ تھلگ کر دیا اور عین مدراس کے دروازوں پر ان سے اپنی شرطیں منوالیں۔ بہرکیف ایک حقیقت پسند ہونے کے ناطے اس نے یقیناً یہ محسوس کیا ہوگا کہ انگریزوں کے ساتھ ایک دفاعی معاہدہ اس کی خارجہ پالیسی کا سب سے اہم مہرہ ہے۔ نظام بالکل ناقابل اعتماد تھا اور کسی بھی طرح سے وہ ایک مضبوط سہارا نہیں تھا۔ مرہٹے اس کے سب سے بڑے دشمن تھے جنھوں نے دوبارہ شکست دی تھی اور اس سے گراں قیمت علاقے چھین لیے تھے۔ ان حالات میں انگریزوں کی فوجی طاقت مرہٹوں کے خلاف ایک دفاعی معاہدے کی شکل میں استعمال کی جا سکتی تھی لیکن تیسرے مرہٹہ حملے نے اُسے یقین دلا دیا تھا کہ انگریزوں کے وعدوں پر بالکل بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ مدراس کی حکومت فریبی اور بالکل ناقابلِ اعتماد تھی تب بھی اس نے محمد علی کو رجھانے اور پھر سے گہری دوستی قائم کرنے کی کوشش کی۔ اسے احساس تھا کہ مرہٹہ خطرہ کا اور کسی طریقے سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا لیکن محمد علی اور انگریز اس کی پہل کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ ان کو ہمنوا بنانے میں ناکام رہنے پر اور ان کی مایوس کن تاخیر، ان کی غداریوں اور حیلوں بہانوں سے تنگ آ کر اس نے ان کی دوستی حاصل کرنے کی بے سُود پالیسی ہمیشہ کے لیے ترک کر دینے کا فیصلہ کر لیا لیکن یہ اس کے لیے ناممکن تھا کہ وہ جنوب میں ہونے والے واقعات سے اپنا دامن بچا سکتا اور تعلقات کا دو طرفہ پل بنا سکتا۔ ایک پُونا کی طرف اور دوسرا مدراس کی طرف۔ ایک بار جب یہ ظاہر ہو گیا کہ انگریز مرہٹوں

(۱) خفیہ روئدادیں مورخہ ۸ مارچ ۱۷۸۱ء ص ۶۰۷

Marfat.com

کے خلاف اس کے ساتھ دفاعی اتحاد کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو اُسے سمجھنا پڑا کہ مستقبل میں اس کے خلاف
ان کے ایک جارحانہ اتحاد کر لینے کا امکان ہے۔ یہ امکان ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہیئے اور پہلی انگریز مر
جنگ نے اس کے لیے ایک سنہرا موقع فراہم کیا۔ جیسے کہ کورٹ آف ڈائرکٹرز نے اپنے مراسلے میں
بیان کیا تھا کہ " اس کی طاقت خطرناک حد تک پہنچ گئی تھی اور وہ بڑی حوصلہ مند اور غیر معمولی قابلیت رکھ
اس کے پاس اسباب بھی بہت اور مختلف النوع تھے اور اس کا اقتدار اس کے علاقوں کے ہر حصہ میں
مضبوطی سے قائم ہو گیا تھا۔ ان تمام وجوہ کی بنا پر وہ ہندوستان کے سیاسی نظام میں سب سے
اہم شخص بن گیا تھا"۔(۱) مرہٹوں نے صورت حال کو بہتر طور پر سمجھنے کا ثبوت دیا اور وہ قدرتی طور پر ا
کی طرف زیادہ مائل ہو گئے۔ اس طرح حیدر کے دل سے شدید مرہٹہ دشمن رویہ ختم ہو گیا اس کے بعد ج
کم و بیش ناگزیر ہو گئی تھی۔ اس کی سب سے بڑی مشغولیت انگریزوں کو ختم کرنا تھا۔ حیدر کو یقین
تھا کہ اس کے لیے اسے مرہٹوں کے ساتھ اور اگر ممکن ہو تو نظام کے اتحاد کے ساتھ اور اگر ضروری ہو
ان کی مدد کے بغیر بھی انگریزوں کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جیسے کہ اس نے بعد میں ایک انگریز
سفیر کو بتایا تھا کہ وہ کرناٹک سے انگریزوں کا نام و نشان مٹا دینا چاہتا تھا اور یہ اس کی زندگی کا نصب العین
بن گیا تھا۔ لہٰذا اس کا ہر فوجی، سیاسی اور فکری اقدام اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لیے ہوتا تھا"۔(۲)

انگریزوں کا ماہی پر قبضہ کرنا، بسالت جنگ کا قضیہ، سرحدی جھگڑے، مالابار میں اختلافات
سب نے اسے برانگیختہ کر دیا تھا اور غالباً اس کے ذہن میں انگریز دشمن رجحان شدید کر دیا تھا لیکن حید
نے اپنے جذبات کو اپنی پالیسی پر اثر انداز نہیں ہونے دیا جیسا کہ ولکس نے لکھا ہے کہ " ہر چیز
قدر و قیمت کا اندازہ اس کی افادیت سے لگایا جاتا تھا"۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ بعد میں حیدر کو اپنی پالیس
تبدیلی پر پچھتاوا ہوا تھا۔ اگر یہ بات درست ہے تو ہمیں یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی عار نہیں کہ اس سے ب
اور مؤثر حکمت عملی اس وقت ممکن ہی نہیں تھی۔

---

(۱) فوجی محکمہ۔ انگلستان سے مراسلات مورخہ ۳ اپریل ۱۷۸۰ء

(۲) فارسٹ انتخابات جلد دوم روئدادیں مورخہ ۲۶ اگست ۱۷۸۲ء

باب ۱۹

حکمت عملی کا پس منظر ۸۲-۱۷۷۹ء

دکن اور جنوبی ہند میں جو چار طاقتیں دل چسپی رکھتی تھیں وہ حیدر علی، نظام، مرہٹے اور انگریز تھے ان میں سب سے زیادہ کمزور اور سب سے کم جنگ جو نظام علی تھا جسے جنگ سے بہت کم فائدہ ہو سکتا تھا اور جو حتی الامکان متضاد مفادات کے جھگڑوں میں غیر جارحانہ حکمت عملی اختیار کرنا چاہتا تھا۔ مرہٹہ ریاست بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا ایک ڈھیلا ڈھالا وفاق تھا جن کے حکمران اگر متضاد نہیں تو مختلف مقاصد ضرور رکھتے تھے اور مختلف پالیسیوں پر عمل کرتے تھے۔ ان کا اقتدار بہر حال مختلف حدود میں مغربی ساحل سے مشرقی ساحل تک اور دریائے گنگا سے دریائے کرشنا و تنگ بھدرا کے پار تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کے وسیع اثرات اور ان کے مرکزی مقام نے ان کو بنگال، بمبئی اور مدراس کی انگریزی حکومتوں کے لیے اور نظام اور حیدر علی کے لیے ایک خطرہ بنا دیا تھا۔ حیدر کی طاقت کا استقلال و استحکام انگریز اور مرہٹوں دونوں کے خلاف تحفظ پر منحصر تھا۔ اس نے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ اس کے وسائل دو محاذوں پر جنگ کے لیے ناکافی ہیں اور انگریزوں کے خلاف جنگ میں کامیابی کی پہلی شرط یہ ہے کہ مرہٹوں سے اتحاد کیا جائے یا کم سے کم ان کو غیر جانبدار ہی رکھا جائے۔ اس کی خوش قسمتی سے اس وقت کے حالات اس کے موافق تھے جو مرہٹہ میسور اتحاد کی شکل میں رونما ہوئے۔ یہ مہتم بالشان سیاسی حکمت عملی کا یہ عظیم انقلاب ہندوستانی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے اگرچہ بالآخر یہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔

پونا دربار میں رگھوناتھ راؤ کی ساکھ ختم ہو چکی تھی کیونکہ یہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ اس کی روش کا ردِ عمل پھوٹ، نقصان اور بے عزتی تھا۔ نانا فرنویس برسرِ اقتدار آگیا اور اگرچہ کچھ پہلے ہی اس نے

Marfat.com

سکھارام باپو اور مراباپھڑنویس جیسے حریفوں سے چھٹکارا پایا تھا تاہم جون یا جولائی ۱۷۷۸ء تک اس کا اقتدار مستحکم ہوگیا تھا اور وہ مرہٹہ خارجہ پالیسی کا نگران بن چکا تھا۔ اس نے مفاد کے ربط کو برقرار رکھنے میں پیشوا کا کردار انجام دیا تھا جس نے مرہٹہ وفاق کو ایک رشتہ میں پرو رکھا تھا۔ یہ فطری بات تھی کہ انگریز رگھوناتھ راؤ جیسے موم کی ناک والے حکمران کو زیادہ ترجیح دیتے۔ شاید یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ مغربی ہند میں وہ کردار انجام دے گا جو میر جعفر نے بنگال میں اور محمد علی نے کرناٹک میں انجام دیا تھا۔ رگھوناتھ راؤ کی کمزوری ۱۷۷۶ء میں اس وقت ظاہر ہوگئی تھی جب بمبئی کی حکومت اور رگھوناتھ راؤ کے درمیان ہونے والے معاہدہ کو بنگال کی حکومت نے رد کر دیا تھا اور جب جماعت وزراء سے پورن دھر کا معاہدہ کیا گیا تھا۔ رگھوناتھ راؤ نے یہاں تک پیشکش کی تھی کہ وہ انگریزوں کو پورا کونکن حوالے کرنے، گھاٹ کے مختلف دروں میں سے کسی ایک کو انگریزی فوجوں کے قبضہ میں دینے اور اس کو مرہٹہ سلطنت میں واقع جاگیروں سے سردیش مکھی وصول کرنے کا حق دینے پر تیار تھا۔[1] رگھوبا کی حمایت میں بمبئی کی حکومت کی گرمجوشی کا عقدہ اس سے کھلتا ہے۔ ہیسٹنگز نے لکھا تھا کہ "ان کے جذبات اس کے مفاد کی تائید کرتے ہیں اور وہ مفاد حقیقت میں خود ان کا اپنا ہے۔"[2] حیدر آباد میں متعین انگریزی نمائندے نے لکھا تھا کہ "عالیجاہ پونا کی حکومت پر رگھوناتھ راؤ کو متصرف کرنے کی ہماری کوشش کو شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ ان کے مقبوضات پر ہمارے حملہ کا پیش خیمہ ہے۔ اس کا خیال ہے کہ مرہٹہ سردار کے ساتھ ہمارے تعلقات ان کے خلاف جنگ وجدل کے مرادف ہیں۔"[3]

ہیسٹنگز نے خود بھی شاید محسوس کر لیا تھا کہ رگھوبا اتنا نامقبول تھا کہ وہ دوبارہ اقتدار نہیں حاصل کر سکتا تھا، یا اقتدار برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔ بہرکیف ناگپور کا مدھوجی بھونسلے اس کا اپنا امیدوار تھا۔ مرہٹہ معاملات میں مداخلت کے بارے میں اس کی اور بمبئی کی حکومت میں صرف اس قدر اختلاف تھا کہ کٹھ پتلی کس کو بنایا جائے۔ اسے علم تھا کہ مرہٹہ وفاق میں شگاف ہو چکا ہے۔ ناگپور کے بھونسلوں نے دیدہ و دانستہ اپنے کو پیشوا کے دشمنوں کی صفوں میں شامل کروالیا تھا۔ وارن ہیسٹنگز کے پرائیویٹ سیکرٹری ایلیٹ کو ۱۷۷۸ء میں ایک معاہدہ کی گفت و شنید کے لیے بھیجا گیا تھا لیکن راستے میں ہی وہ مر گیا۔ جنوری ۱۷۷۹ء میں گفت و شنید

---

(۱) گرانٹ ڈف جلد دوم ص ۳۲۳

(۲) " " " ۳۶۱

(۳) ایم ایم سی مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۷۷۹ء ص ۱۳۰۱، ۱۳۰۷

Marfat.com

حکمت عملی کا پس منظر

پھر سے ویدھرسٹن کے ذریعہ شروع کی گئی لیکن مدھوجی پونا کے ساتھ جنگ نہیں کرنا چاہتا تھا وہ برطانوی پیشکش کو محض سودے بازی کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ ہیسٹنگز نے اپنی غلطی جلد ہی محسوس کرلی اور منصوبے کو ترک کر دیا جسے گرانٹ ڈف نے "نامنصفانہ، نامناسب، پیچیدہ اور غیر دانشمندانہ" قرار دیا ہے۔

نانا فرنویس نے مرہٹہ ریاست کی جانب انگریزی حکمت عملی میں پنہاں خطرہ کو چاہے وہ بمبئی کی طرف سے ہو یا کلکتہ کی طرف سے محسوس کرلیا۔ جس قدر اس نے مرہٹہ ریاست میں کٹھ پتلی دعویداروں کو کھڑا کرنے کی برطانوی کوششوں کا سدِباب کیا اتنا ہی وہ مرہٹہ ریاست کے استحکام کے لیے برطانوی خطرے سے مزید واقف ہوتا گیا۔

پونا میں ایک فرانسیسی قسمت آزما سینٹ لوبن کی موجودگی سے خوف اور شبہ اور گہرا ہوتا گیا۔ وہ نومبر ۱۷۷۷ء میں وہاں پہنچا تھا۔ انگریز فرانسیسیوں کے اس منصوبہ سے خوفزدہ رہتے تھے کہ کہیں وہ ہندوستان میں اپنی طاقت کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش نہ کریں اور اس وقت یورپ میں دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کشیدہ تھے۔ پیشوا کی جانب سے گورنر جنرل کو اطلاع دی گئی کہ "فرانسیسی سفیر اس کی درخواست پر نہیں آیا ہے بلکہ اپنے فرمانروا کے حکم پر آیا ہے جس کی وجہ سے وہ عزت کا حق دار تھا۔ لہٰذا وہ آسانی سے نکالا نہیں جا سکتا چنانچہ اس وقت تک انتظار کرنا پڑے گا جب تک کہ وہ اپنی روانگی کے لیے خود درخواست نہ کرے۔"[1] لیکن انگریزی حکومت کے خدشات اس وضاحت سے دُور نہیں ہوئے۔ فرانسیسیوں سے جنگ شروع ہو جانے کا خدشہ روز بروز بڑھتا جا رہا تھا[2] اور اس کے لیے کرنل لزلی کی قیادت میں ایک فوج بری راستے سے بھیجی گئی تاکہ وہ بمبئی حکومت کی فوجوں کو تقویت پہنچائے۔ مارچ ۱۷۷۸ء میں لزلی نے جمنا پار کی اور مرہٹہ علاقوں سے گذرا۔ برطانوی نمائندے نے دربار پونا اور سندھیا کو بھی پروانہ راہداری کے لیے درخواست دی تاکہ کوچ میں آسانیاں ہو جائیں۔ پیشوا نے جواب دیا کہ "گورنر جنرل کو چاہیئے تھا کہ پہلے اسے اپنی اس خواہش سے مطلع کرتے کہ وہ انگریزی افواج کے ایک حصہ کو بھیجنا چاہتے ہیں اور اس کی جانب سے جواب موصول ہونے پر اس کے راستے کا تعین کرتے۔ زمانہ قدیم سے کمپنی کی فوجیں بری راستے سے کبھی

---

(۱) جی۔پی۔جی جلد ۵ نمبر ۹۰۲۔ اس فرانسیسی نے آخرکار پونا ۱۲ر جولائی ۱۷۷۸ء کو چھوڑا۔ بہرصورت نانا فرنویس کے اقتدار پر محفوظ طریقے سے حاوی ہو جانے کے بعد یہ سوچنے کی کوئی وجہ نہیں کہ فرانسیسیوں کی مرہٹہ حکومت کی طرف سے کوئی ہمت افزائی ہو رہی تھی۔

(۲) ۷ر اگست ۱۷۷۸ء کو بنگال کی حکومت کو جنگ کی سرکاری طور پر اطلاع ملی۔

Marfat.com

نہیں گذری ہیں۔ انگریزی فوج کے لیے یہ بہتر ہوتا کہ اس نے اپنی منزل مقصود بھوگی کے لیے قدیم راستہ اپنایا ہوتا (١) لیکن ہیسٹنگز نے جواب میں لکھ بھیجا کہ" وہ فوجوں کو واپس بلانے پر راضی نہیں ہو سکتا کیونکہ بمبئی والوں کو ان کی ضرورت ہے۔ (٢) کرنل لزلی نے قلعوں میں محافظ فوج متعین کی اور مرہٹہ علاقے میں رقوم و اشیاء وصول کیں۔ اس نے پونا کی حکومت کو برانگیختہ اور چوکنا کر دیا جس کو دوسری اور شکایات بھی تھیں۔ مثلاً یہ کہ معاہدۂ پورن دھر کی ایک شق پر بھی عمل نہیں کیا گیا تھا در انگریزوں نے رگھوناتھ راؤ کو پناہ دی تھی اور پیشوا کے علاقوں میں انتشار برپا کرنے کی کوشش کی تھی۔ (٣) لہذا اب جنگ ناگزیر ہو گئی تھی۔

یکم جنوری کو پانچ ہزار آدمیوں پر مشتمل ایک انگریزی فوج نے رگھوناتھ راؤ کی معیشت میں پونا کی جانب پیش قدمی کی۔ وہ اس کے بیس میل کی حدود تک آگئی لیکن ایک برتر فوج کی موجودگی کی وجہ سے اُسے پسپا ہونا پڑا اور ١٤ر جنوری کو اسے معاہدۂ وارگاؤں پر دستخط کرنے پڑے۔ فوج کو یرغمال چھوڑ کر واپس جانے کی اجازت دے دی گئی اور رگھوناتھ راؤ نے اپنے آپ کو مہادجی سندھیا کے حوالے کر دیا۔ معاہدہ کو بمبئی کی حکومت نے رد کر دیا اور کرنل لزلی کا جانشین کرنل گوڈرڈ فروری کے اختتام سے پہلے سورت پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ معاہدۂ پورن دھر کی بنیاد پر فرانسیسیوں کے خلاف کچھ مزید تحفظات کے ساتھ ایک نئے معاہدہ کے لیے گفت و شنید از سرِ نو شروع کی گئی (٤) لیکن بمبئی کی حکومت نے اعلیٰ حکومت کی منظوری سے فتح سنگھ گائیکواڑ کی حمایت کرنے کا ارادہ کیا۔ مرہٹہ معاملات میں مداخلت کی برطانوی پالیسی نئی راہوں کی تلاش میں تھی اور مرہٹوں میں اختلاف اور پھوٹ سے فائدہ اٹھانے کے لیے وہ کسی موقعہ کو کھونا نہیں چاہتے تھے۔ دوسری جانب مرہٹوں نے اپنی فتح سے ہمت پا کر سیلسٹ (SALSETTE) کے تخلیہ کا مطالبہ کیا۔ نظام کا یہ رویّہ

---

(١) C.P.C.V ١٠٨٠ (٢) C.P.C.V ١٢٢٧ (٣) جان اپٹن کی روانگی کے بعد سرچیر تعطل کا شکار تھا اور پونا میں تھامس موسٹن نے نانا فرنویس کو اطلاع دی تھی کہ بمبئی کے گورنر کے حکم کے بغیر وہ اس کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا C.P.C.V ١٢٢٢. (٤) اس تمام وقت میں پونا کی حکومت انگریزوں اور مرہٹوں کی پکی دوستی قائم ہو جانے کی توقع کر رہی تھی اور حیدر علی کے خلاف اپنی پوری فوج کو بھیجنے کو سوچ رہی تھی۔ رگھوناتھ راؤ کے مہادجی سندھیا کی حراست میں ہونے کے سبب شاید ان کا یہ احساس تھا کہ انگریزوں کے پاس جنگ شروع کرنے کا اب کوئی بہانہ نہیں ہے لیکن ان کی حکمت عملی سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لڑائی کے امکانات سے بھی پوری طرح باخبر تھے۔ وہ حیدر کے ساتھ خط و کتابت بھی کر رہے تھے انھوں نے اس سے پیشکش کی بقایا کا مطالبہ کیا تھا اور اس کو انگریزوں کے خلاف اتحاد کرنے کی دعوت دی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ پونا کے وزراء کی طرف سے ایک خط موصول ہونے کے فوراً بعد حیدر نے تبصرہ کیا تھا کہ غالباً انگریزوں کے سر پر بدبختی کا بادل پھٹنے والا ہے۔ C.P.C جلد ٦ نمبر ٧

Marfat.com

ان کی طرف دوستانہ تھا اور اس کا مشیر اعلیٰ معین الدولہ مرہٹہ نواز تھا۔ وہ برار کے حکمران مدھوجی بھونسلے پر اس کے دیوان دیواکر پنڈت کے ذریعہ خاصا اثر رکھتا تھا۔ اس مرحلے پر رگھوناتھ راؤ اپنے نگرانوں کو فریب دے کر بڑوچ کی جانب فرار ہوگیا اور ۱۲ جون کو گوڈرڈ کے لشکرگاہ میں پہنچ گیا۔ انگریزوں نے اس کا استقبال کیا اور اس کو شاہانہ نذر دی اور فیاضانہ وظیفہ مقرر کیا۔ مرہٹوں نے اس کو حوالے کرنے اور سیلسیٹ کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ اس نازک مہینوں جولائی سے ستمبر ۱۷۷۹ء کے درمیان پیدا ہونے والی صورت حال کو بعد میں مدھوجی بھونسلے نے اس طرح بیان کیا: "جب رگھوناتھ راؤ مہادجی سندھیا کی قید سے فرار ہوگیا اور سورت میں کرنل گوڈرڈ کے پاس جا پہنچا تو اتفاق سے اس وقت دیواکر پنڈت پونا میں موجود تھا۔ پیشوا کے وزیر نے اس کو بتایا کہ اس کو بیک وقت دو دشمنوں کا سامنا تھا۔ ایک حیدر علی جو جنوب میں اس کے علاقوں پر غاصبانہ تسلط جماتا جا رہا تھا اور دوسرے انگریز تھے جو رگھوناتھ راؤ کی حمایت میں لڑ رہے تھے انھوں نے اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے بارے میں اس کی رائے پوچھی۔ پنڈت نے ان کو بتایا کہ ان کو انگریزوں کے ساتھ دوستی کرنی چاہیے اور دونوں کو مل کر حیدر علی کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ وزیر اس پر راضی ہوگیا اور فوراً کرنل گوڈرڈ کے ساتھ گفت و شنید شروع کردی گئی لیکن وہ ناکام ہی رہی۔ دوسرا کوئی راستہ نہ دیکھ کر اس نے اپنے پرانے دشمن حیدر علی سے سمجھوتہ کرلیا۔"(۱) ۱۷۷۹ء کے مانسون کے ختم پر گوڈرڈ نے بمبئی حکومت کو مرہٹوں، نظام اور حیدر کے درمیان ہونے والے ایک خام وفاق کی اطلاع دی۔ ستمبر ۱۷۷۹ء میں نواب ارکاٹ نے بھی اس اتحاد کے بارے میں لکھا کہ "نظام حیدر کے ساتھ ایک سمجھوتہ کر رہا ہے اور پونا کے وزیر کے ساتھ اس کا اتحاد ہے۔"(۲) اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ کس نے پہل کی تھی۔ بعد میں ہیسٹنگز نے نظام علی کو سرزنش کی کہ "اسی کی درپردہ اجازت اور تحریک سے مرہٹے اور حیدر علی متحد ہوگئے تھے۔"(۳) لیکن یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ اس نے پیشوا کی طرف خود قدم بڑھائے ہوں۔ محمد علی کے کارندوں اور نمائندوں کی یہی اطلاع تھی۔ مرہٹوں نے کچھ مدت تک کوئی قطعی جواب نہیں دیا کیونکہ انھیں توقع تھی کہ انگریز ان کی شرائط کو قبول کرلیں گے لیکن جیسے ہی ان کو معلوم ہوا کہ بمبئی کی حکومت ان کی شرائط تسلیم نہ کرے گی انھوں نے جلدی کی اور حیدر کی پیشکش قبول کرلی۔ سرنگاپٹم میں متعین مرہٹہ سفیروں کے مراسلات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اتحاد ماہ اسوج (ستمبر/اکتوبر) میں پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا۔(۴)

---

(۱) C.P.C جلد ۶ (۲) C.P.C جلد ۵ نمبر ۱۶۰۷ (۳) C.P.C جلد ۶ نمبر ۶۳

(۴) اتہاس سنگرہ ۱۷۸۰ء نمبر ۶۸

Marfat.com

نانا فرنویس کا دوسرا مدّعا نظام کو شامل کرنا تھا۔ اس کو اس وقت انگریزوں سے کچھ شکایات تھیں جنھیں شمالی سرکار کی پیش کش کی دست برداری کے لیے ملا۔ اس حکومت کے مطالبے نے (جون ۱۷۶۹ء) بسالت جنگ سے اُن کے معاہدے (اپریل) اور بعد میں حیدر اور نظام کے علاقوں سے کرنل ہارپر (HARPER) کی فوج کے کوچ نے شدید کر دیا تھا۔ مدراس کی حکومت نے گنٹور سرکار نواب ارکاٹ کے حوالے کر کے نظام کو اور مشتعل کر دیا تھا۔[1]

خود نظام نے صورت حال کو اس طرح بیان کیا تھا: "پونا کے حکمرانوں کے میرے ساتھ تعلقات ہیں مدھوجی بھونسلے میرا حلیف ہے اور وہ پونا کے حکمرانوں اور حیدر نایک کے ساتھ ہے جو انگریزوں کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں اور ابھی جلد ہی پونا کے وزیروں کے ساتھ جنھوں نے معاہدہ کیا ہے وہ بھی ہمارے ساتھ تمام معاملات پر متفق ہیں"۔[2] لیکن حیدر نظام کی طرف اچھی طرح مائل نہیں تھا۔ اس نے شکایت کی کہ جب وہ انگریزوں سے لڑ رہا تھا تو نظام نے اسے دھوکہ دیا۔ صرف دو سال پہلے دھونسہ نے اس کے علاقے پر حملہ کیا تھا اور غارتگری مچائی تھی اور اس کے چند مالدار آدمیوں کو اغوا کر لے گیا تھا جو اب بھی قیدی تھے۔ پیشوا کے نمائندوں اور سندھیا کے وکیل نے یہ دلیل دی تھی کہ جنوبی ہند کی تین طاقتوں کے اتحاد کی صورت میں فتح یقینی ہوگی۔ تاہم حیدر نے یہ کہا تھا کہ اگر نظام نے ان کے ساتھ اشتراک نہ کیا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ انگریزوں سے اشتراک کرے گا۔[3] مگر آخر کار وہ بھی راضی ہو گیا۔ نظام نے ہالینڈ کو ۱۷۸۰ء میں بتایا تھا کہ اس کا وفاق میں سب سے بڑا حصّہ بھونسلے کی شمولیت ہے۔ "راجہ برار پونا وزارت کی جانب سے موصول ہونے والی امداد کی درخواست پر ان اشتراک کے لیے تیار ہو گیا اور اس سے یہ جاننے کے لیے درخواست کی کہ ایسا کرنے میں اس کو اپنے مقبوضات کے لیے کوئی خطرہ تو نہیں ہے۔ عالیجاہ نے اچھی طرح غور و خوض کر کے اعلان کیا کہ اگر برار کے راجہ نے ہمارے خلاف پیش قدمی کی تو اس کی ریاست کو اس کی طرف سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا"۔[4] یہ سوچنا غلط ہوگا کہ نظام اس حکمت عملی میں مرکزی حیثیت

---

(۱) نواب ارکاٹ نے لکھا ہے کہ "یہ نظام علی کی طاقت کے باہر ہے کہ مرہٹوں کی مخالفت میں انگریزوں کا ساتھ دے اور اگر اس کے ساتھ کوئی اتحاد ہو بھی جائے تو یہ انگریزوں کو مرہٹوں سے جنگ کرنے سے روک بھی نہیں سکتا۔ C.P.C.7 نمبر ۱۶۰۷

(۲) C.P.C.7 (۳) اتہاس سنگرہ ۱۷۸۰ نمبر ۴۹ (۴) انگریزوں کے ساتھ اپنی خط و کتابت میں نظام نے ایک مرحلہ پر یہ دعویٰ کیا تھا کہ وفاق کے قیام کے سلسلہ میں وہ مُشیرِ اعلیٰ رہا ہے لیکن ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں غلطی نہ ہوں کہ اس نے یہ دعویٰ اس امید پر کیا تھا کہ برطانوی حکمت عملی پر اس کا پسندیدہ اثر مرتب ہو گا۔ جہاں تک مرہٹوں اور حیدر کے سمجھوتے کا تعلق ہے اس میں نظام کا کوئی تعلق نہ تھا۔

رکھتا ہے جو وفاق کے قیام کا سبب بنی۔

لڑائی چھڑنے کے بعد نظام کی سرد مہری اس نتیجہ کی تائید کرتی ہے۔ منصوبہ یہ تھا کہ نظام چکاکول اور راجہ منڈری پر حملہ کرے، حیدر مدراس پر، مدھوجی بنگال پر اور مرہٹے انگریزوں کا مقابلہ مغربی ساحل پر کریں۔ لیکن ہیسٹنگز کا ایک دوستانہ خط نظام کے نام عین وقت پر پہنچ گیا۔ اس نے گورنر جنرل کو لکھا کہ "آپ کے خط کے آنے میں کافی تاخیر ہوئی اور اس دوران مدراس کونسل اور اس کے گورنر کی زیادتی بڑھتی گئی۔ میں ان سے اس کا مناسب انتقام لینے والا ہی تھا کہ آپ کا خط موصول ہوا اور اس کے مضمون کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد میں نے اپنی تیاریاں ختم کر دیں"۔(۱) گنٹور اسے بحال کر دی گئی اور پیشکش کا وعدہ کر لیا گیا۔ لیکن اگرچہ نظام نے عملی طور پر اتحاد سے قطع تعلق کر لیا تھا مگر وہ حیدر کے خلاف انگریزوں کے ساتھ اشتراک نہیں کر سکتا تھا۔ وہ رگھوناتھ راؤ کے اقتدار کی بحالی سے اب بھی خوف زدہ تھا اور اس وقت وہ بہت خوش ہوا جب گوڈرڈ کو اپریل ۱۷۸۲ء میں گھاٹ سے پسپا ہونا پڑا۔ وہ غیر جانبدار رہا اور اگر نہ بھی رہتا تو کسی طرف بھی اس کی امداد کچھ زیادہ مددگار نہ ہوتی۔ ہالینڈ نے (۱۳ ستمبر ۱۷۷۹ء کو) اطلاع دی کہ اس کی ساٹھ ہزار سواروں کی سوار فوج کمزور اور غیر تربیت یافتہ اور اس کے پیادے جن کی تعداد آٹھ ہزار کے قریب تھی، عام چپراسیوں سے بھی کم خدمت کے لائق تھے اور اس کی تیاریاں اتنی ناقص تھیں کہ اس نے حیدر آباد کی فصیلوں پر ایک بھی توپ نہیں نصب کی تھی۔(۲) لیکن ہیسٹنگز وفاق کے ایک اور مذبذب رکن مدھوجی پر اس کے اثر سے واقف تھا۔ ہیسٹنگز مشرقی ساحل کو انگریزوں کے لیے محفوظ دیکھنا چاہتا تھا۔

مدھوجی بھونسلے اس پر دل سے راضی نہیں تھا اگرچہ وہ تخریب و انتشار کی کافی طاقت رکھتا تھا۔ "مڈناپور سے جلیسر تک پھیلے ہوئے برطانوی بنگال کی وسیع جنوبی سرحد پر کم سے کم ۵ لاکھ مسلح آدمی درکار تھے۔ جن کے بغیر اس کو ہلکے سواروں اور پنڈاری لٹیروں سے محفوظ نہیں رکھا جا سکتا جو ناگپور سے ذرا سا اشارہ ملنے پر کسی حصے میں بھی لوٹ مار مچا سکتے تھے۔ سرحد کی ایسی خلاف ورزی چاہے جتنی مختصر اور فوجی اثرات کے لحاظ سے چاہے جتنی غیر مؤثر ہوتی بنگال کے جنوبی اضلاع کے محفوظ امن و امان اور معاشی زندگی کو بے انتہا نقصان پہنچا سکتی تھی"۔(۳) اس نے ۳۰ ہزار آدمیوں پر مشتمل ایک فوج اپنے بیٹے چمناجی کے زیر کمان کٹک

---

(۱) C.P.C.۷ ۱۹ر جنوری ۱۷۸۰ء

(۲) M.M.C یہ نظام کی اہمیت کا احساس تھا جس نے مدراس حکومت کو مشتعل کرنے والا بنا دیا تھا لیکن ہیسٹنگز بہتر طور پر سمجھتا تھا۔

(۳) پونا ریزیڈنسی کی خط و کتابت، ناگپور کے معاملات، مقدمہ

کی طرف اکتوبر ۱۷۷۹ء میں سچ مچ بھیج دیا لیکن فوج کی رفتار سست تھی۔ وہ کٹک مئی ۱۷۸۰ء میں پہنچی جکو
نے کلکتہ، بردوان، مدناپور کے برطانوی افسروں کے نام احکامات جاری کیے کہ کٹک میں مرہٹہ لشکر گاہ کو
رسد اور دوسری ضروری اشیاء فراہم کریں اور ان کے کارندوں کی ان کی فراہمی میں مدد کریں۔[1] ہیسٹنگز نے
اس کو تین لاکھ اکتوبر ۱۷۸۰ء کو اور تیرہ لاکھ اپریل ۱۷۸۱ء کو ادا کیے چنانچہ اس کے مطابق چمناجی نے بنگال
پر حملہ نہیں کیا بلکہ دھنکنل کے راجہ کے خلاف الٹ پڑا جبکہ کرنل ہف پیرس (HUFH PEARSE) نے
بنگال سے پولی کٹ کی طرف پیش قدمی کی۔ اپنے راستہ میں پیرس کو ناگپور کے کارندوں اور نمائندوں سے
ضروریات کا سامان اور دوسری مدد ملتی رہی۔ مدھوجی نے نہ صرف پیرس کو ایک ایسے علاقے سے آزاد
سے گزرنے کی اجازت دے دی جہاں محض ضروریات کا روک لینا اس کے بڑھتے قدموں کو روک دینے
کے لیے کافی ہوتا[2] بلکہ اس کے لیے اس نے جنگلات بھی صاف کرا دیے۔ نانا فرنویس نے بیکار میں مدھو
کے سامنے منڈلا کے عطیہ کا امکان پیش کیا جس کو وہ بہت پسند کرتا تھا بشرطیکہ وہ انگریزوں کے خلاف جنگ
کرے۔[3] غالباً حیدر بھونسلے کے کردار کو زیادہ بہتر طور پر سمجھتا تھا۔ اس نے اس کی جانب سے یقین
کا مطالبہ نہیں کیا تھا لیکن اس نے صرف تنہا سندھیا کے تعاون کی درخواست کی تھی جس نے بنگال
پر حملے کے آزادانہ منصوبے کی تجویز رکھی تھی۔ مدھوجی کی عملی طور پر غداری نے پونا کے وزراء کو پریشان
حالت میں مبتلا کر دیا اور انھوں نے سیاجی کے سابق دیوان بھوانی شیورام کو بیس ہزار آدمیوں کے ساتھ
بنگال کے خلاف بھیجنے کا بھی خیال کیا۔[4]

---

(۱) دیکھو روئداد ۱۷۸۰ء ۲۲ جون ص ۹۵۰-۹۵۲

(۲) پیرس نے لکھا "میں ایک ایسے علاقے سے گذر رہا ہوں جو اتنا غیر معروف ہے جیسے وہ چین کے اندرونی علاقے میں وا
وہ ایسا علاقہ ہے جیسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ DAME NATUE کی دکان کے حصوں اور ٹکڑوں سے بنا ہوا اور جس میں
ریت اور اونچی نیچی چٹانوں کے اور کھاری پانی اور مہلک ہواؤں کے اور کچھ نہیں ملتا۔" فلی مور، ہندوستانی دستا
کا جائزہ جلد اول ص ۴۰، ۵۱

(۳) C.P.C اس نے اس کو اپنی روانگی کی ایک شرط نہیں قرار دیا تھا کہ مدھوجی بھونسلے اور ہر لکر سے یقین د
کرائیں لیکن وہ مرہٹہ وفاق کے دوسرے تمام اراکین میں سندھیا کی جانب سے یقین دہانی پر ضرور اصرار
تھا۔

(۴) C.P.C.V ۲۹۰ ۵ مارچ ۱۷۸۱ء

Marfat.com

حکمت عملی کا پس منظر

نانافرنویس حیدر کے تعاون کا اتنا مشتاق تھا کہ وہ مراعات دینے پر راضی ہوگیا۔ رگھوناتھ راؤ کے دیے ہوئے عطیوں کی منظوری دے دی گئی۔ جس کا عملی لحاظ سے مطلب یہ ہوا کہ حیدر کی شمالی سرحد کرشنا تک وسیع ہوگئی تھی۔ ان قطعات کے لیے حیدر کو سال بھر میں صرف گیارہ لاکھ ادا کرنے تھے اور مرہٹوں نے اپنے بقایا خراج کا دعویٰ بھی ترک کردیا۔ عہدنامہ (جنوری ۱۷۸۰ء) یا دستاویز معاہدہ نے یہ صراحت کردی تھی کہ اس وقت ادا کردہ رقوم کا اندراج سال آئندہ کے لیے کیا جائے گا جو وسط اپریل سے شروع ہونے والا تھا۔[1] اور مشترکہ مقصد کے حصول کے لیے کثیر فوجی اخراجات کے پیش نظر مرہٹہ حکومت نے بقایا خراج کا اپنا مطالبہ بھی چھوڑ دیا۔ انگریزوں کو امید نہیں تھی کہ مرہٹے اس قدر چھوڑنے پر تیار ہو جائیں گے اور جب نواب ارکاٹ کے ذریعے اتحاد کی پہلی خبر پہنچی تو مدراس کی حکومت نے اعلان کیا کہ "خبر رسانی کا غذات میں جن تفصیلات کا ذکر ہے وہ اتنی ناقابلِ یقین ہیں کہ ان پر ہم زیادہ بھروسہ نہیں کرسکتے"۔[2] لیکن سرنگاپٹم میں مرہٹہ سفیر نے بہت مسرت کا اظہار کیا اور اس نے اپنے جوش کی حالت میں لکھا کہ "معاہدہ کوئی چھوٹی چیز نہیں ہے۔ ہم مشترکہ طور پر ایک خطرناک مہم کا بیڑا اٹھانے جارہے ہیں۔ ایسا سمجھوتہ اور ایسی دوستی آنجہانی پیشوا (مادھوراؤ) کے عہد میں نہیں قائم ہوسکتی تھی"۔[3]

لیکن یہ مراعات محض انگریزوں کے خطرے کو روکنے کے لیے دی گئی تھیں اور اس کی مشکل ہی سے توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ ذہنی تحفظات و شرائط کے ساتھ نہیں دی گئی تھیں۔ جیسے ہی حالات بہتر ہوئے نانا کو یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ دی ہوئی رعایتیں واپس لے لے۔[4] شمال میں جنگ مرہٹوں کے لیے موافق نہ تھی۔ برطانوی

---

(۱) اتہاس سنگرہ خط نمبر ۴۹ ۱۷۸۰ء (۲) فورٹ سینٹ جارج ۲۹ نومبر ۱۷۷۹ء

(۳) " " جلد ۱۹ خط نمبر ۱۳۲ مورخہ ۲۲ مئی ۱۷۸۰ء۔

(۴) ویدھرسٹن نے پونا سے جنوری ۱۷۸۰ء میں تحریر کیا "وزیر نے ہری پنت سے اس خط کے مضمون پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا جو حیدر نے اس کے دربار میں اپنے وکیل لچھمن راؤ استیا کے ذریعے بھیجا گیا تھا اور جس کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ پہلے خط میں پیش کردہ تجویز سے بہت زیادہ مختلف تھا۔ ہری پنت کی پیش کردہ دلائل کے جواب میں کہ اس غلطی کا ازالہ غالباً اگلے خط میں کردیا جائے گا وزیر نے ذرا گرمی سے اپنی بے اطمینانی کو دہرایا اور اس نے اعلان کیا کہ وہ حیدر کی اس درخواست کو کبھی نہیں منظور کرے گا کہ استیا اس کی خدمات کے لیے اپنی جاگیر میں ایک فوج تیار کرے۔ جو غالباً کرناٹک کی سمت میں دریائے کرشنا کے کناروں پر واقع ہے لیکن اگر اس نے اسے پسند کیا تو اس کے ایسا کرنے کے ارادے کی خبر کو شائع عام کردے گا۔

فوجیں سندھیا کے علاقوں کے قلب تک جا گھسیں اور اس کو کرنل موئر (MUIR) کے ساتھ اگست ۱۷۸۱ء میں گفت وشنید شروع کرنے پر مجبور کر دیا۔ سندھیا کے ساتھ ایک معاہدہ ۱۳ اکتوبر کو پایا اور سندھیا نے پُونا کی حکومت اور انگریزوں کے درمیان ثالثی کرانے کا وعدہ کر لیا۔[1] معاہدہ کی شرائط نور الدین محمد اور پنڈت نرسنگھ راؤ پونا میں حیدر کے وکیلوں کو معلوم ہو گئیں اور انھوں نے فوراً بلا تاخیر حیدر کو مطلع کر دیا۔ انگریز حیدر کے خلاف مرہٹوں کی امداد یا کم سے کم ان کے ساتھ الگ ایک معاہدۂ صلح کرنا چاہتے تھے۔ نانا فرنویس نے واضح طور پر قسمیہ کہا کہ پیشوا حقیقت میں حیدر کا دشمن تھا لیکن چونکہ ان دونوں کے درمیان معاہدۂ اتحاد تھا اور حیدر کی جانب سے ابھی تک اس کی خلاف ورزی نہیں ہوئی تھی لہذا "یہ عزت و وقار اور عوام کے اعتماد کے خلاف تھا کہ اس کے خلاف جنگ شروع کر دی جائے اس لیے حسب ذیل منصوبہ ہی اس کی سمجھ میں آیا ہے جو انگریز اور مرہٹہ ریاست دونوں کے خیالات کا جواب دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ فوری طور پر ایک عام معاہدہ کر لیا جائے جس میں حیدر بھی شامل ہو اور تب اس صورت میں پیشوا تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو گا۔ اور حیدر کے خلاف انگریزوں کا ساتھ دینے میں آزاد ہو گا"۔[2]

ویدھرسٹن کے ساتھ اپنی گفتگو میں نانا نے کسی بھی معاہدۂ صلح میں حیدر کی شمولیت کو ضروری شرط قرار دیا۔[3] لیکن اس نے برطانوی پیشکش کو حیدر پر دباؤ ڈالنے کے لیے استعمال کیا۔ حیدر کے وکیل نور الدین سے اس نے مہادجی کے ثالثی کو قبول کرنے کے اپنے ارادے کا اظہار کیا اور حیدر کو ایک معقول صلح کرنے پر مجبور کرنے کے لیے انگریزوں کے ساتھ اشتراک کرنے کی بھی دھمکی دی۔[4] لیکن اس نے یہ بھی کہا کہ وہ حیدر تنگ بھدرا کے شمال میں واقع علاقوں کا تخلیہ کر کے اور اس کے جنوب میں پالیگاروں پر اپنے وعدوں کو ترک کر کے اس کو روک سکتا ہے۔ ایسی صورت میں جنگ جاری رہے گی۔ فطری بات تھی کہ حیدر گفت وشنید کو طول دینا چاہتا تھا۔

---

(۱) اس وقت میدان میں کوئی صلح کرانے والے تھے۔ گوڈرڈ نے ویدھرسٹن کو فروری ۱۷۸۱ء میں پونا بھیجا۔ سر آئر کوٹ، مسر ایڈورڈ ہیز، میکفرسن اور میکارٹنی نے پیشوا کے نام ایک خط تحریر کیا اور اسے محمد علی کے وکیل کے پاس بھیج دیا جس میں صلح کی خواہش کا اظہار کیا گیا تھا۔

(۲) ویدھرسٹن کا خط بنام میکارٹنی مورخہ ۲۶ فروری ۱۷۸۲ء

(۳) " " " " " "

(۴) ولکس جلد دوم ص ۳۶۴

Marfat.com

۱۷ مئی ۱۷۸۲ء کو معاہدہ سلبائی (SALBAI) عمل میں آیا جس کا حکم اور ضامن مہادجی سندھیا تھا۔ اور کلکتہ میں ۶ جون کو اس کی تصدیق ہوگئی۔ شق نمبر ۹ اور ۱۰ کا مفہوم کچھ یوں تھا: "پیشوا تسلیم کرتا ہے کہ جیسے ہی نواب حیدر علی اس کے ساتھ معاہدہ کرے گا اس کو ان علاقوں کو چھوڑنے پر مجبور کیا جائے گا جو بدامنی کا شکار ہیں اور جو انگریزوں اور اس کے حلیفوں سے چھینے گئے ہیں اور ان کو کمپنی اور نواب محمد علی خاں کے حوالے کردیا جائے گا۔ حیدر علی خاں کو انگریزوں اور اس کے حلیفوں کے ان تمام علاقوں کو چھوڑنے پر مجبور کیا جائے گا جس پر اس نے ۹ رمضان ۱۱۸۱ھ کو پیشوا کے ساتھ معاہدہ ہونے تک کی مدت کے دوران قبضہ کیا ہوگا۔ انگریز اس صورت میں یہ اقرار کرتے ہیں کہ جب تک حیدر علی خاں اس کے بعد ان کے اور ان کے حلیفوں کے خلاف جنگ کرنے سے احتراز کرے گا اور جب تک وہ پیشوا سے دوستی برقرار رکھے گا وہ کسی طرح بھی اس کے خلاف کوئی معاندانہ کارروائی نہیں کریں گے۔"

"پیشوا اپنی جانب سے اور اپنے حلیفوں نواب نظام علی خاں، رگھوجی بھونسلے اور نواب حیدر علی خاں کی جانب سے بھی اقرار کرتا ہے کہ وہ انگریزوں اور ان کے حلیفوں کے ساتھ ہر لحاظ سے دوستی برقرار رکھے گا۔"(۱) معاہدۂ سلبائی کی شرائط سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جیسے مرہٹوں کا ایک ماتحت تھا۔

لیکن پونا کی حکومت نے مہر تصدیق ثبت کرنے میں تاخیر کردی۔ گرانٹ ڈف کے خیال میں اس کی وجہ سلیسٹ کی بحالی کی امید کی طرف تھی لیکن غالباً اس کا مقصد حیدر کو نرم پڑنے پر آمادہ کرنا تھا۔ حیدر کی پریشانی بجا تھی۔ مرہٹوں اور انگریزوں میں معاہدہ نظام کی وابستگی کو تقریباً یقینی بنا دیتا۔ اس کا امکان ہے کہ نانا نے پہلے ہی اس کے خلاف نظام کے ساتھ معاہدہ کرنے کو سوچا ہو تاکہ کھوئے ہوئے مرہٹہ علاقوں کو واپس لیا جا سکے۔ یہ بھی ناممکن نہیں ہے کہ وہ حیدر کی اس کامیابی سے بھی فائدہ اٹھانا چاہتا جو وہ مشرقی ساحل پر فرانسیسیوں کی مدد سے انگریزوں کے خلاف حاصل کرلیتا۔ وہ انگریزوں کی اس سیاسی چوک سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا جو ان سے تصدیق معاہدہ کے تبادلے کی تاریخ نہ مقرر کرکے سرزد ہوئی تھی۔

ستمبر ۱۷۸۲ء میں حیدر نے اپنے وکیل سوبھا رام کو قیمتی تحائف کے ساتھ نظام کے پاس بھیجا اور

---

(۱) AITCHISON III

بعد میں وکیل سری نواس راؤ پنڈت حیدر راور لسبی کی طرف سے خطوط لے کر پہنچا۔ نظام کے نزدیک اس عظیم فرانسیسی کی بہت عزت تھی وہ اس کے دربار میں تقریباً ایک روایتی شخصیت بن گیا تھا اس نے نظام کو خبر بھیجی کہ وہ مورلشیس ایک بیڑے کے ساتھ پہنچ چکا ہے اور ایک فوج انگریزوں کے خلاف حیدر کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کے لیے جلد ہی ہندوستان کے لیے روانہ ہونے والی ہے حیدر نے اپنے وکیل نرسنگھ راؤ کو سندھیا کے پاس بھی بھیجا اور گرانٹ ڈف کے مطابق تعاون کے عوض فیاضانہ امداد کی پیشکش کی۔ اس میں شک ہے کہ آیا ان تجاویز سے واقعات کے رُخ میں کوئی تبدیلی آتی لیکن حیدر اچانک ۷ دسمبر کو وفات پا گیا اور پونا کی حکومت نے ۲۰ دسمبر کو معاہدہ کی بسرعت توثیق کر دی بخت خاں کی موت نے سندھیا کے لیے دہلی میں امکانات کا دروازہ کھول دیا کہ وہ انگریزوں کی غیر جانبداری سے فائدہ اٹھا سکے۔ مرہٹہ حکمت عملی کا اندازہ تھا کہ ٹیپو معاہدہ سلبائی کو تسلیم کرلے گا لیکن ٹیپو نے مرہٹوں کے ماتحت کی حیثیت میں ظاہر ہونا پسند نہیں کیا۔ ۱۱ مارچ ۱۷۸۴ء کے منگلور کے معاہدہ میں معاہدہ سلبائی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

مرہٹوں کے ساتھ اپنے سلوک میں حیدر اپنے آپ کو فریب دیتا نظر آتا ہے۔ وہ اور مرہٹے دونوں انگریزوں سے جنگ کرنے کے الگ الگ وجوہ رکھتے تھے اور ان کا اتحاد ایک دوسرے کے مفاد میں تھا ان حالات میں ایک حلیف سے ایک ایسے علاقے کو طلب کرنا جس کو نہ تو فتح کر سکتا تھا اور نہ اس پر اپنا تسلط برقرار رکھ سکتا تھا ایک ایسا قدم تھا جو وفادارانہ تعاون یا مستقل دوستی کو جنم نہیں دے سکتا تھا

باب ۲۰

دُوسری میسور۔ انگریز جنگ
پلور کی فتح

حیدر اب جنگ کا فیصلہ کر چکا تھا اور اس نے اپنے ارادوں کو چھپایا نہیں۔ اس نے گرے (GRA کے ساتھ جو فروری ۱۷۸۰ء میں صلح کی ایک سفارت پر آیا تھا بالقصد ذِلّت آمیز سلوک کیا۔* ن نجومیوں کی بنائی ہوئی ساعت کے مطابق ۲۸ مئی کو اس کی فوج کے دستے سرنگاپٹم سے روانہ ہوئے۔

---

* گرے کی رپورٹ: ——— آپ کے ۱۴ جنوری کے احکام کی تعمیل میں میں سرنگاپٹم گیا جہاں میں ۷ فروری کو پہنچا۔ نواب حیدر علی خان پنی مرضی سے ان لوگوں کو آزاد کر دیا جن کی رہائی کے لیے مجھے درخواست کرنے کی ہدایت کی گئی تھی چنانچہ میرے لیے صرف تب شکریہ ادا کرنا رہ تھا.... جب میں شکریہ ادا کر چکا تو اس موقع کو غنیمت جانا اور میں نے نواب سے دوستی اور خیر خواہی کے ان جذبات کا اظہار کیا جو فورٹ سینٹ جارج وومت اور برطانوی قوم کے دل میں عالیجاہ کے لیے موجود ہیں۔ لیکن مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ اس موضوع پر میرے ادعا کے جواب میں ہدوں کی متوقع خلاف ورزی پر طنز کیا گیا اور برطانوی قوم پر معاہدہ کی قطعی و صریح خلاف ورزی کا الزام عائد کیا گیا۔ نواب کے ان جذبات کے یدہ اور ناخوش کُن اظہار کے باوجود میں اس امید پر سرنگاپٹم میں ٹھہرا رہا کہ شاید وضاحت کرنے کا کوئی مناسب موقع مل جائے لیکن مجھے مایوسی کا منہ کھنا پڑا کیونکہ اس نے مجھے دوبارہ ۱۹ مارچ تک اپنی خدمت میں حاضری کی اجازت نہیں دی اور اس وقت بھی اس نے مجھے خاص طور سے صرف ست کی اجازت دینے کے لیے طلب کیا تھا۔ میں یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوں کہ دربار میں میرا استقبال نہ تو دوستانہ تھا اور نہ عزت و احترام کے ساتھ۔ ن خلقی اور شائستگی کے ایک دو اظہار کے مقابلے میں سرد مہری اور بے گانگی کا اظہار کہیں زیادہ کیا گیا اور میں یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ موخر الذکر یہ قصداً کیا گیا اور جان بوجھ کر برتا گیا۔ M.M.C یکم اپریل ۱۷۸۰ء ص ۴۳۹ — ۴۳۸

حیدر علی

اور دوسرے دن وہ خود بھی روانہ ہوگیا۔ بنگلور میں ۲۲ دن قیام کرنے کے بعد اور اپنی فوج کو جمع کرکے اس نے اپنا کوچ جاری رکھا۔(۱)

حالانکہ اس کے ارادے اور تیاریوں کا دنیا کو علم تھا تاہم حکومت اور اس نے غفلت میں نہ تو اپنی افواج ایک جگہ جمع کیں اور نہ محافظ افواج کو کمک بھیجی۔ ویلور سے کرنل لینگ نے ۱۰ر جولائی کو اور چار دن بعد کرنل کیٹنگ نے امبور سے اطلاع دی کہ میسور کی فوج روانہ ہو چکی ہے۔ لیکن کوئی مؤثر قدم نہیں اٹھایا گیا۔ برطانوی فوجیں منتشر رہیں۔ مرکزی افواج میں دو ہزار سپاہی کرنل کوسبی (COSBY) کے زیر کمان ترچناپلی میں تھے۔ ڈیڑھ ہزار آدمی ڈیڑھ ہزار آدمی کرنل بریتھ ویٹ (BRAITH WAITE) کے زیر قیادت پانڈیچری میں، دو ہزار آٹھ سو سپاہی کرنل بیلی (BAILLIE) کے زیر کمان گنٹور میں اور تقریباً پانچ ہزار سپاہی سر ہیکٹر منرو (HECTOR MUNRO) کے تحت مدراس میں تھے۔(۲) سرحدی چوکیوں اور شہروں کی قلعہ بندی کمزور تھی اور مدافعت بھی اچھی نہ تھی۔ حیدر کی طرف سے حملہ کے خطرے کے باوجود انگریزوں کی خاموشی نے اس کو اور دوسرے مشاہدین کو حیرت میں ڈال دیا۔ حیدر نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ "انھوں نے کچھ بھی انتظام نہیں کیا تھا۔ جب میں نے ان کے علاقے میں حملہ کرنے کے لیے اپنی تمام افواج اکٹھا کرلیں تو ان کی صلاحیت و لیاقت کی ہلکی سی جھلک بھی نہیں دکھائی دی"۔(۳) حیدر کے فرانسیسی سپاہیوں میں سے ایک نے لکھا تھا کہ "انگریز جنھوں نے اپنے فوجی حملوں میں ہوشیاری، مستعدی اور چستی کا مظاہرہ کیا تھا جس نے ایشیا کے تمام حکمرانوں کو حیرت میں ڈال دیا، اس وقت انھوں نے اپنے دشمن کی پیش قدمی روکنے کے لیے ایک آدمی بھی نہیں بھیجا .... حیدر کے ساتھ پہلے مقابلے میں انھوں نے اپنی افواج کو اکٹھا نہ کرکے ناقابل تلافی غلطی کی۔(۴)

---

(۱) نواب حیدر علی خاں کی مہم۔ ترجمہ از سرکار (۲) برطانوی فوج کی تاریخ جلد ۳ ص۔ ۴۴۔ ایشیا میں سابق جنگ جلد اول ص ۱۴۱

(۳) محمد علی کی طرف سے پرواۂ خبر رسانی مورخہ ۲۵ر جولائی ۱۷۸۰ء (۴) نواب حیدر علی خاں کی مہم۔ ترجمہ سرکار ۱۷۸۰ء: ــــــ مدراس حکومت کی ناقابل یقین نااہلی کا ۲۵ر جولائی ۱۷۸۰ء کو گورنر کی جانب سے اس وقت اناکونڈا میں مقیم بیلی کے نام مراسلہ ہدایات سے زیادہ کہیں اور مظاہرہ نہیں ہوتا ــــــ "چونکہ حیدر نے کرناٹک کے خلاف حملے شروع کر دیے ہیں اس لیے ہماری خواہش ہے کہ تمہارے زیر کمان فوجیں شمالی جانب اس کے علاقے میں اس کو تنگ و پریشان کریں۔ اگر تمہیں کڈپہ کے قلعہ کے حالات کے بارے میں اطلاعات جو ان سے تمہیں یہ اندازہ ہو کہ تم اپنی فوج کے ساتھ اس پر قبضہ کر سکتے ہو تو انتہائی مستعدی سے اس مقصد کے حصول کے لیے کوشش کرو اور اگر تمہاری یہ رائے ہو کہ اس پر بھاری توپوں کے بغیر قبضہ نہیں کیا جاسکتا تو تب تک انتظار کرو جب تک کہ بھاری توپیں تمہارے پاس نہ پہنچ جائیں اور اس دوران اپنی فوجوں کو ہماری ہدایات کے مطابق دشمن کو پریشان کرنے کے لیے استعمال کرو جتنا تم اسے پریشان کر فوجی مشاورتیں ۲۴ر جولائی ۱۷۸۰ء۔

Marfat.com

دوسری میسور انگریز جنگ

حیدر نے اس مہم کے لیے ایک بڑی فوج اکٹھا کرلی تھی۔ انتہائی قابل اعتماد اندازوں کے مطابق جو ولکس نے پورنیا سے حاصل کیے تھے اور جو حقیقی اطلاعات پر مبنی تھے ۔ یہ فوج ۲۵ ہزار پیادوں اور ۲۸ ہزار سوار اور اس کے علاوہ تیر اندازوں اور دوسرے فوجیوں پر مشتمل تھی اور جن کی مجموعی تعداد نوے ہزار تھی۔ اس کے علاوہ چند سو فرانسیسیوں پر مشتمل ایک فوجی دستہ جن میں کچھ سوار بھی تھے پوموِرن (PUYMORIN) اور لالی کے زیرکمان تھا اور کچھ توپیں بھی تھیں۔ حیدر کے ساتھ اس کے دو بیٹے ٹیپو اور کریم بھی تھے اور ان میں سے مؤخرالذکر پہلی بار کمان کر رہا تھا۔(۱)

۲۱ر جولائی کو جیسے ہی حیدر نے گھاٹ پار کیے اور چنگما (CHAN GAMA) کے درّے کے قریب میدانوں میں اترا۔ اس نے چار ڈویژنوں میں ۱۵ ہزار سواروں کو الگ کرکے برطانوی محافظ فوجوں پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ انھوں نے بیک وقت پورٹو نوو، کانجی ورم اور ترنا ملی کو لوٹا اور آگ لگادی ۔ دیہی علاقوں میں بے امتیاز اور وحشت آمیز تباہی کے الزام کی ولکس نے تردید کی۔ پہلے تو حیدر نے مدراس اور ویلور اور رسل و رسائل کے راستوں کے اردگرد کے علاقوں تک تباہی و بربادی محدود رکھی۔ بعد میں اس نے ساحل سمندر پر کڈالور اور نیگا پٹم کے آگے تک کے علاقے کو آگ لگادی لیکن اس کا ایک فوجی مقصد تھا اور وہ برطانوی فوجوں کی نقل و حرکت کو ممکن حد تک مشکل بنانا تھا۔

۳۰ر جولائی کو وہ برق رفتاری سے ترنا ملی پہنچا۔ انگریزوں نے ترونا ملالی کے مندر کے چار برجوں میں چڑھ کر اور اُس کی دیواروں پر پانچ توپیں نصب کرکے اس کی مدافعت کرنی چاہی لیکن حیدر کی آمد پر چند گولے پھینک کر انھوں نے اُسے خالی کردیا۔ یہاں کریم حیدر کے ساتھ آملا۔ مشہور تھا کہ وہ اپنے ساتھ پورٹو نوو کا مال غنیمت دو سو اونٹوں پر لاد کر لایا تھا۔ ۶ر اگست کو حیدر چٹپٹ پہنچا جس کی محافظت کے لیے تین سو

---

(۱) MS. EUR. E. ۸۶ — ۱۰۰ یوروپی سوار دستہ، ۶۰۰ پیادے پوموِرن اور لالی کے زیرکمان، ۱۵سو TOPASSES، ۱۲ ہزار باقاعدہ مسلح سوار، چالیس ہزار بے قاعدہ سوار، بیس ہزار سپاہی، تیس ہزار بندوقچی، آٹھ ہزار دیسی ملاح اور ۴۴ توپیں تھیں ——— افواہوں نے حیدر کی فوج کی تعداد کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا تھا اور غالباً برطانوی تخمینہ کی اور کوئی بنیاد نہیں تھی۔

نواب حیدر علی خاں کی مہم ۱۷۸۰ء ——— بیس ہزار سپاہی، بیس ہزار سوار، دس ہزار بیدر (BEDARS)، سولہ ہزار چپراسی (PEONS)، چھ ہزار COMATIS، ڈھائی ہزار پٹھان، چالیس توپیں PIECES OF ORDNANCE، لالی اور پوموِرن کے زیرکمان چار سو پچاس یوروپی بھی تھے۔

Marfat.com

آدمیوں پر مشتمل ایک فوج تھی اور جو بارہ برجوں والی فصیل اور ایک خندق کے عقب سے اس کا دفاع کر رہے تھے۔ اس پر اسی شام قبضہ ہو گیا۔ ایک ہفتہ کی مزاحمت کے بعد ارنی نے بھی ہتھیار ڈال دیے۔ ان تمام شکستوں کا سبب غداری اور بزدلی بتائی جاتی ہے لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان میں سے کوئی زیادہ دنوں تک کیسے مزاحمت جاری رکھ سکتا تھا۔ ارکاٹ کی فوج ایک پریشان بھیڑ تھی۔ موسلا دھار بارش نے حیدر کی پیش قدمی میں رکاوٹ تو ڈالی لیکن اسے روک نہ سکی۔ پھر ڈوبی گڑھ اور چمبر گڑھ کی زوال کی باری آئی اور ۲۰ر تاریخ کو وہ ارکاٹ کے اہم شہر کے سامنے موجود تھا اور اس کے محاصرے کے لیے اس نے مورچے تعمیر کیے لیکن آخر کار انگریزوں نے نقل و حرکت شروع کی اور منرو کی آمد کی خبر سن کر حیدر نے محاصرہ اُٹھالیا۔ ارکاٹ میں ٹیپو جو کاویری کے دور دراز علاقے تک چلا گیا تھا پھر اپنے باپ سے آملا۔(۱)

انگریز جنگ کا پہلا دور اور اس کے ساتھ پہل کی استعداد کھو چکے تھے۔ انھیں کئی قلعوں اور محافظ فوجوں کا نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ آخر کار وہ حرکت میں آئے۔ منرو کا منصوبہ یہ تھا کہ کوبی کی فوج کو حیدر کی رسل و رسائل کے ذرائع کو درہم برہم کرنے کے لیے استعمال کرے۔ بریتھ ویٹ کو پانڈیچری سے چنگل پٹ کی راہ سے مدراس کی طرف بھیجے اور مدراس کے تحفظ کی خاطر بیلی کی فوج اور اپنی افواج کو کانجی ورم میں اکٹھا کرے اور جنگ شروع کرے۔ منرو کے ماتحت کمانڈر لارڈ میکلیوڈ نے اعتراض کیا۔ اس نے فوج کو مدراس کے بالکل قریب اکٹھا کرنے کی بجائے کانجی ورم جیسے کھلے علاقے میں جو میسوری سواروں سے پٹا پڑا تھا فوجی اجتماع کے خطرات کی طرف توجہ دلائی۔ منرو نے جواب دیا کہ "اگر کمیٹی کی رائے میں صرف مدراس اور جگیر کی حفاظت مقصود ہے تو پریسیڈنسی میں یا اس کے قریب فوجوں کے اجتماع کے سلسلہ میں لارڈ میکلیوڈ کی رائے صحیح ہو سکتی ہے۔ لیکن چونکہ صرف مدراس کی حفاظت مقصود نہیں بلکہ اگر ممکن ہو تو حیدر علی کو کرناٹک میں اہم قلعوں پر قبضہ کرنے سے روکنا بھی مقصود ہے لہذا میں نے کمیٹی کے ایک رکن کی حیثیت سے رائے دی تھی اور اب بھی میری رائے ہے کہ فوجوں کو میدان جنگ کے قریب جمع کرنا چاہیے یا اس جگہ جمع کرنا چاہیے جہاں اس مہم کے حملوں کا سب سے زیادہ امکان ہے نہ کہ پریسیڈنسی میں یا اس کے قریب"۔(۲)

اس منصوبہ کے کچھ حصّہ پر کامیابی کے ساتھ عمل کیا گیا۔ بریتھ ویٹ نے شمال میں مدراس کی طرف کوچ کیا اور کرنگلی سے کیپٹن فلنٹ کو سو سپاہیوں کے ساتھ ونڈی واش کو بچانے کے لیے روانہ کیا۔ فلنٹ

---

(۱) نواب حیدر علی خاں کی مہم ۱۷۸۰

(۲) M.M.C. یکم اگست ۱۷۸۰ء، ص ۱۰۷۵، ۱۰۷۹

Marfat.com

ہ پر عین وقت پر پہنچ گیا۔ اور اس کو سپرد کرنے سے روک دیا۔ میلیسن (MALLESON) نے مبالغہ آمیز طابت کے ساتھ لکھا کہ "فلنٹ نے ونڈی واش کے لیے وہی کارنامہ انجام دیا جو پاٹنگر نے ہرات میں ۱۸۳۷ء ں انجام دیا تھا۔ وہ ایک ڈھال تھی جو مدراس کی حفاظت کرتی تھی۔ بریتھ ویٹ نے جب پیش قدمی کی تو ں کو کمک پہنچ گئی اور وہ ۱۱ر اگست کو تین ہزار سات سو آدمیوں کے ساتھ مدراس پہنچ گیا اور غالباً حیدر سے ل ہوگئی جو اس نے دوران کوچ اس پر حملہ نہیں کیا (۱)۔

بیلی کو پہلے یہ احکام بھیجے گئے تھے کہ وہ کڈپہ کی جانب پیش قدمی کرے، اس جانب سے میسور پر حملہ ے اور حیدر کے رسل و رسائل کا سلسلہ درہم برہم کر دے (۲)۔ بہر کیف یہ فیصلہ کیا گیا کہ کرناٹک میں ایک عظیم جی اجتماع بہت عقلمندی ہے اور بیلی کو کانجی ورم میں منرو سے آملنے کا حکم دیا گیا۔ منرو ماؤنٹ سے ۵ ہزار دسو فوجیوں اور ۴۷ توپوں کے ساتھ روانہ ہوا اور ۲۹ر اگست کو کانجی ورم پہنچا لیکن لالی نہایت ہوشیاری ر مستعدی سے اس کی نگرانی کر رہا تھا جس کو حیدر نے اس مقصد سے بھیجا تھا (۳)۔ اس پر حیدر نے ارکاٹ ے اپنے خیمے اکھاڑ لیے اور کانجی ورم سے چند میل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا۔

وہ ۲۵ر اگست کو دریائے کرٹلمبار کے کناروں پر واقع ونیگل پہنچا (۴)۔ دریا خشک تھا لیکن وہ شمالی کنارے

(۱ MS. EUR. F. 87 : جب حیدر ارنی اور چنپیٹ کے درمیان خیمہ زن تھا تو یہ سوچا گیا تھا کہ وہ کرنل بریتھ ویٹ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ "یہ کہنا مشکل ہے کہ حیدر نے اتنا اچھا موقع کیوں کھو دیا کیونکہ اس فوج کے خلاف اس کی کامیابی کی یقینی ہونے کی وجہ تھی جیسے اس کو کرنل بیلی پر فوجی حملہ کرنے میں تھی جب اس سے کرنل فلیچر اور سر ہیکٹر منرو کے دستی بم پھینکنے والے سپاہی آ کر ملے تھے۔"

(۲) چارلس اسمتھ نے نمبر ۳۰ر جولائی ۱۷۸۰ء کی اختلافی روئداد میں لکھا تھا کہ "مجھے انتہائی خلوص سے یہ افسوس ہو رہا ہے کہ کمیٹی کی اکثریت کرنل بیلی کو کڈپہ کے علاقے میں پیش قدمی کرنے کے حکم دینے کے فیصلہ پر جمی ہوئی ہے۔ اس فوج کو واپس نہ بلانے کی صورت میں کرناٹک کے لیے شدید خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔ کڈپہ اور وہ تمام علاقہ بہت اہم نہیں ہے اور حیدر علی اس پر اپنی فرصت کے اوقات میں پھر قبضہ کرے گا۔"

(۳) لالی نے حیدر کو اطلاع بھیجی تھی کہ منرو کو نہ صرف سامان خورد و نوش لانا پڑا تھا بلکہ چارہ اور ایندھن بھی لانا پڑا تھا ——— نواب حیدر علی خاں کی مہم۔

(۴) ۲۴ر اگست کو ان کے بالترتیب مقامات کے مطالعہ سے جب بیلی سینٹ تھامس ماؤنٹ میں مقیم منرو کے پڑاؤ کے ۲۰ میل کی حدود کے اندر گومرا پونڈی میں موجود تھا ولکس یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ فوجوں کا اجتماع آسانی سے کونیٹور میں ۲۶ تاریخ کو ہو سکتا تھا ولکس جلد ۲ صفحہ ۲۶۷ اس خیال کے مطابق یہ اس لیے نہیں کیا گیا تھا تاکہ ایک غلط رائے کو صحیح ثابت کیا جائے کیونکہ میکلیوڈ کی تنقید سے منرو کے پیشہ وارانہ غرور کو ٹھیس لگتی تھی۔

Marfat.com

پر ٹھہر گیا۔ رات کو موسلا دھار بارش ہونے سے دریا میں پانی بڑھ گیا چنانچہ ۳ ستمبر تک حیدر اُسے عبور نہ کر سکا۔ ” جولیت و لعل کی ایک اچھی مثال اور عظیم ثبوت تھا“۔ ۶ تاریخ کو وہ پیرم بوکم[1] پہنچا جہاں پر ٹیپو کی زیر کمان میسور کی سوار فوج نے حملہ کیا لیکن تین گھنٹے کی جنگ کے بعد اس نے انھیں مار بھگایا[2] منرو نے جو وہاں صرف ۱۵ میل دُور تھا توپوں کی گرج سنی اور شمال کی طرف دو میل اور بڑھا۔ حیدر اس سے تھوڑے فاصلے پر اس کی نگرانی کر رہا تھا) اور رُک رُک کر تیر اور گولیاں چلا رہا تھا۔ ۸ تاریخ کو منرو نے مد... حکومت کو لکھا کہ ”کرنل بیلی نے مجھے خبر دی ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ پیرم بوکم کے اپنے پڑاؤ سے کوچ کر... مجھے اس سے جا ملنا چاہیئے۔ میں آج شام اس کے پاس ایک فوجی دستہ بھیجوں گا اور بقیہ کے ساتھ دشمن کی نگرانی کروں گا اور کانجی ورم کی حفاظت کروں گا۔ دشمن ہم سے ڈو میل دُور ہے۔ ہم ایک دوسرے کی نگ... کر رہے ہیں“۔[3] یہ ایک مہلک فیصلہ تھا۔ کانجی ورم کے تحفظ کی خواہش کی بنا پر منرو کو اپنی فوج کو تقسیم کرنا پڑا تھا اور بیلی کو کمک بھیجنی پڑی جو اس کو نجات دلانے کے لیے کافی نہیں تھی اور اس نے محض مصیبت میں اضافہ ہی کیا۔ ولکس تبصرہ کرتا ہے کہ ”تقسیم کی بنیادی اور بے ضرورت غلطی کو تیسری تقسیم کے امکان ... کر دیے تھے کیونکہ مرکزی فوج بہت کمزور ہو گئی تھی اور اس طرح خطرہ بجائے کم ہونے کے بڑھ گیا۔

۸ تاریخ کی شب کو منرو نے اپنے بہترین سپاہیوں میں سے ایک ہزار سپاہی فلیچر کے زیر کمان ... سے اشتراک کرنے کے لیے بھیجا۔ اجتماع ۹ تاریخ کی صبح کو ہوا اور بیلی کے پاس اب تین ہزار تین سو ...

---

(۱) بیان کیا جاتا ہے کہ بیلی نے مدراس کی حکومت کو لکھا تھا کہ وہ ندیا کے دہانے پر اترے گا اور وہاں سے کشتی کے ذریعے اس کو عبور ... جائے گا۔ اس کو اپنے خط کا کوئی جواب نہیں موصول ہوا (ولکس جلد ۲ ص ۲۶۹)۔ پالیلور یا پلور ترپاسور سے ۱۲ میل شمال مغ... میں واقع ہے، پیرم بوکم ترپاسور سے نو میل شمال مغرب میں اور تکلم، پیرم بوکم سے ساڑھے پانچ میل ... ہے۔

(۲) بیلی نے ۶ ستمبر کو تین بجے شام کو مدراس کونسل اور پریسیڈنٹ کے نام لکھا کہ ”میں نے حیدر کی افواج کے ایک حصہ ... اس کے بیٹے ٹیپو کے زیر کمان تھا آج گیارہ بجے سے دو بجے تک مقابلہ کیا اور خوش بختی سے ان کو مار بھگایا“۔ M.C. ۱۷۸۰، ۱۷ الف ص ۱۳۶۱

(۳) M.M.C. 1780 جلد ۱، الف ص ۱۳۷۵۔ خفیہ رسم خط میں اس خط کی تاریخ جو کانجی ورم کے قریب کے پڑاؤ سے ... گیا تھا تعجب انگیز طور پر ۹ ستمبر ۱۷۸۰ء ہے۔ یہ یقیناً نقل کنندہ کی غلطی ہو گی کیونکہ دوسرے خطوط ثابت کرتے ہیں کہ فلیچر ... ۹ تاریخ کی صبح کو آملا تھا۔

Marfat.com

سپاہی اور پانچ سو یوروپی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ فلیچر کا رہنما حیدر کا تنخواہ دار تھا لیکن فلیچر نے عقلمندی سے دُوسرا راستہ اختیار کیا۔ جب معلوم ہوا کہ فلیچر بحفاظت بیلی تک پہنچ گیا ہے تو حیدر کے افسروں نے اور فرانسیسیوں نے اس کو پسپائی کا مشورہ دیا تاکہ میسوری فوج منرو اور بیلی کے درمیان پھنس نہ جائے۔ حیدر نے دفاع کے لیے ضروری پسپائی کے انتظامات کر لیے لیکن اس کو اس کے بہترین محکمہ خبر رسانی کے ذریعے خبر ملی کہ منرو پیش قدمی کی تیاری نہیں کر رہا ہے۔ چنانچہ حیدر نے بیلی پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ ایک خطرناک قدم تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ حیدر نے منرو کے محتاط اور غیر فیصلہ کن رویتے کا بالکل صحیح اندازہ لگا لیا تھا۔

جب اندھیرا ہو گیا تو اس نے بھاری توپیں اور پیادے ٹیپو کے پاس بھیج دیے اور اپنے پاس صرف سوار اور ہلکا توپ خانہ رکھا تاکہ اگر منرو ذرا بھی نقل و حرکت کرے تو وہ اس کی توجہ بٹا سکے۔ چونکہ برطانوی پڑاؤ میں خاموشی چھائی رہی اس لیے ۱۰ کو صبح وہ بھی روانہ ہوا۔ اس نے اچانک حملہ کے خلاف تمام ضروری احتیاطی تدابیر اختیار کیں۔ اس معرکہ کے دوران جو ۱۰ ستمبر کو واقع ہوا منرو کی نقل و حرکت کی تمام صحیح خبریں اُس تک برابر پہنچتی رہیں۔

بیلی نے ۹ تاریخ کی صبح اپنے کوچ کو پھر شروع کیا۔ دو یا تین گھنٹے بعد ٹیپو کے ایک کماندار محمد علی نے عقب پر حملہ کیا اور بیلی اپنے ساز و سامان کی حفاظت کی خاطر رُک گیا۔ یہ قیام صبح تک رہا۔(۱) صبح تک بیلی کے قیام کی وجہ ولکس یہ بتاتا ہے کہ " وہ سامان کا ذرا بھی نقصان اٹھائے بغیر فوج سے آملنا چاہتا تھا اور جو رات کے وقت ممکن نہیں تھا"۔ بہر حال انگریزوں کی سستی نے ٹیپو کو توپیں نصب کر کے سڑکوں پر اپنا تسلط جمانے کا موقع دے دیا۔ جب بیلی نے اپنا کوچ شروع کیا تو اس کے دونوں بازوؤں پر شدید گولہ باری شروع ہو گئی اور محمد علی نے عقب پر اپنا حملہ سخت کر دیا۔ حیدر کی مرکزی فوج بھی اب قریب تھی۔ ۹ بجے صبح بیلی کی دو فوجی گاڑیاں تباہ ہو گئیں اور اس کے پاس صرف لوہے کی سلاخوں کے علاوہ کوئی ہتھیار باقی نہ رہا۔ بیلی نے اپنی فوجوں کو روک دیا اور دستی بم پھینکنے والے سپاہیوں کی ایک کمپنی کو عقب میں چلے جانے کا حکم دیا۔ سپاہیوں نے حکم کو غلط سمجھا اور وہ تیزی سے پسپا ہونے لگے۔ حیدر کے ایک سوار دستے نے سپاہیوں پر حملہ کیا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے یا گاڑیوں اور سامان میں جا چھپے۔ بیلی کی فوج میں کوئی نظم و نسق باقی نہ

---

(۱) کہا جاتا ہے کہ فلیچر اس قیام کے خلاف تھا۔ کچھ افسروں کے پوچھنے پر کہ کرنل بیلی کیوں ٹھہرا ہوا ہے۔ اس نے طنزاً جواب دیا تھا کہ کرنل بیلی ایک شہرت یافتہ افسر ہے اور بلاشبہ وہ اپنے برتاؤ اور رویّہ کی وجوہ رکھتا ہے۔ ایشیا میں سابق جنگ جلد اوّل ص ۱۵۴۔

رہا اور صرف یورپیوں کا دستہ تھوڑی دیر میدان میں جما رہا لیکن ان پر ہر طرف سے گولیوں کی تیز بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ یہ دیکھ کر کہ اب مزاحمت بیکار ہے بیلی نے سفید رومال ہلایا اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کر دیں لیکن اس وقت بھی انتشار جاری تھا اور اکا دکا گولی چلتی رہی۔ اس میں میسوری گھس پڑے اور بہت آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لومورن نے غیظ و غضب اور غلط فہمی کے بعض شکاروں کو بچانے کے لیے مداخلت کی۔ قیدیوں میں بیلی بھی تھا جس کو ایک زخم آیا تھا۔[۱] فلیچر لڑتا ہوا مارا گیا۔ تقریباً پچاس انگریز افسر پکڑے گئے۔ بیلی کی فوج کا نام و نشان مٹ گیا۔[۲] منرو نے جنگ کے نقارے سن لیے تھے۔ اور بیلی کی مدد کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ اگر وہ ذرا تیز رفتاری سے آتا تو شاید شکست نہ ہوتی۔ لیکن جب وہ کچھ میل قریب پہنچا تو خبر ملی کہ سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ لڑائی صرف ۷ بجے صبح سے ۱۰ بجے صبح تک جاری رہی تھی۔[۳]

اس فتح نے حیدر کی بہترین قائدانہ صلاحیتوں کو اجاگر کر دیا یعنی اس کی صحیح خبر رسانی[۴] دشمن کی ذہنی صلاحیتوں کا صحیح اندازہ اور ایک عظیم فتح حاصل کرنے کے لیے خطرہ مول لینے کی اس کی آمادگی ہندوستانی جنگوں میں انگریزی فوج کی شکست ایک نادر کارنامہ تھا۔ حیدر کے ایک فرانسیسی افسر نے لکھا تھا کہ "اس قسم کی شکست کی ہندوستان میں کوئی مثال نہیں ہے"۔[۵] یہ صحیح ہے کہ فوجیں ایک دوسرے کے مد مقابل نہیں تھیں۔ فوج کی تعداد، سوار فوج (انگریزوں کے پاس کوئی سوار فوج نہیں تھی) اور توپ خانہ میں حیدر

---

(۱) بیلی نومبر ۱۷۸۲ء میں جیل ہی میں مر گیا۔

(۲) M.M.C. 1780 جلد ۱، الف ص ۱۴۳۰، ۱۴۳۱

(۳) منرو کو بیلی کی فوج پر بڑا بھروسہ تھا کیونکہ اس کو فلیچر کی کمک مل چکی تھی نیز اس کے پاس فوج کے بہترین فوجی تھے اور ان کی قیادت آزمودہ اور تجربہ کار لوگوں کے ہاتھ میں تھی۔

(۴) "جو کچھ بھی برطانوی لشکر گاہ میں ہوتا تھا حیدر کو اس کی متواتر اور بالکل صحیح خبر ملتی تھی ..... وہ کرنل فلیچر کی روانگی کے وقت اس کی فوج کی تعداد جانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ اس کے پاس کوئی توپ نہیں ہے"۔ ایشیا میں سابق جنگ جلد اول ص ۱۵ اس اتحاد کے بعد جب دو ہرکارے یہ خبر لے کر آئے کہ منرو کی فوج روانگی کی کوئی نقل و حرکت نہیں کر رہی ہے تو لالی کو یہ خیال گزرا کہ شاید وہ میسوری فوج کو دھوکہ دینے کی غرض سے جھوٹ بول رہے ہیں۔ (ایشیا میں سابق جنگ جلد اول ص ۱۵۱) لیکن حیدر کو یقین تھا کہ وہ اپنی خبر پر اعتماد کر سکتا ہے۔

(۵) نواب حیدر علی خاں کی مہم ۱۷۸۰ -

Marfat.com

برتری حاصل تھی اور یہ انگریزوں کی غلطی اور منرو کی سستی تھی جو اس سانحہ کا سبب بنی تھی۔ بہرحال حیدر
ے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اس کو شاندار طریقے پر استعمال کیا تھا۔ اس کا اخلاقی اثر بہت گہرا پڑا۔ فلپ
نسس نے ایک ماہ بعد گاڈفرے کو لکھا تھا کہ "سر آئرکوٹ ساحل کی طرف کرناٹک کی بازیابی کے لیے
ا رہا ہے یا مدراس کو بچانے جا رہا ہے۔ اگر وہ کامیاب ہو جائے تو اس کو خدا کا خاص بندہ سمجھا جائے گا۔"[1]

---

(۱) انڈیا آفس لائبریری میں یورپی مخطوطے جلد ۲ حصہ دوم از کے (KAYE) اور جان اسٹون (JOHN STONE)۔ ص ۵۶۱
ولکس تبصرہ کرتا ہے کہ "اگر ان دونوں فوجوں میں کسی کے کماندار نے ۶ تاریخ کو فوجی تجربے کے عام قواعد و ضوابط سے رہنمائی
حاصل کی ہوتی تو دونوں فوجیں غالباً محفوظ ہو جاتیں اور دونوں نے بروقت اور صحیح طور پر کام کیا ہوتا تو انگریزوں کی بجائے میسوریوں
نے ہزیمت کا منہ دیکھا ہوتا۔"
ولکس اس کارنامے کی اپنی "اگر مگر" سے وقعت گھٹانا چاہتا ہے۔

Marfat.com

باب ۲۱
پلور سے پورٹونووو تک

پلور (پولیلور) کی شکست سے انگریزوں کا وقار بہت گر گیا۔ یہ وقار اور بھی گھٹ گیا ہوتا اگر حیدر فوراً منرو کے خلاف کارروائی کر لیتا یا مدراس کی جانب پیش قدمی کرتا۔ لالی نے حیدر کو منرو کے تعاقب پر آمادہ کرنا چاہا تھا جو سخت خطرہ میں تھا لیکن حیدر کی سستی نے منرو کو بحفاظت لیکن بعجلت پسپا ہونے کا موقع فراہم کر دیا۔[1] اس نے اپنا بھاری توپ خانہ اور سامان کانجی ورم کے بڑے تالاب میں پھینک دیا اور پہلے دن صبح سے شام تک اور دوسرے دن صبح ہونے تک مسلسل سفر کر کے وہ ۱۲ تاریخ کو چنگل پٹ پہنچا۔ یہاں اس سے کوبی دو ہزار آدمیوں کے ساتھ آملا جو ترچناپلی سے آرہے تھے۔ چنگل پٹ میں سامان رسد کی کمی تھی اور ۱۵ تاریخ کو منرو مدراس آپہنچا۔

---

(۱) منرو نے ۱۲ ستمبر کو چنگل پٹ سے لکھا کہ "اس قلعہ پر پہنچنے والی فوجوں نے دو دن صبح سے شام تک پہلے دن اور دوسرے دن صبح کے تڑکے تک برابر کوچ جاری رکھا۔ یہاں چاول نہیں ہے اس لیے انھیں دھان سے چاول نکالنے پڑے۔ براہ کرم اس خط کے ملتے ہی کچھ چاول بھیجیے جو ہم کو ماؤنٹ میں مل جائیں اور کچھ کشتیوں میں سدراس (SADRAS) بھیجیے اس لیے کہ میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کون سا راستہ اختیار کروں گا جب تک کہ دشمن کے لشکر گاہ سے یا اس کے قریب سے ہرکارے دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاع لے کر نہ آجائیں۔ M.M.C. ـ ۷۱ الف ص ۱۳۷۸، ۱۳۷۹

اینوس منرو (INUES MUNRO) کا بیان ——— ساحل کورومنڈل پر جنگ کا بیان ——— کانجی ورم اور چنگل پٹ کے درمیان تقریباً پانچ سو سپاہی یا تو مارے گئے یا زخمی ہوئے۔

Marfat.com

حیدر نے اسے جانے دیا اور صرف ٹیپو کو اسے پریشان کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ خود گول کنڈوں کی جانب روانہ ہوا اور کاویری پک میں اس نے اپنے زخمیوں کے لیے اسپتال قائم کیا۔ بیلی اور چار دوسرے افسروں کو فوج کے ساتھ رکھا گیا اور بقیہ قیدیوں، ۵۵ افسروں اور چار سو تیس فوجیوں کو بنگلور بھیج دیا گیا۔(۱)

ایسا لگتا ہے کہ حیدر غلبہ حاصل کرنا اور لوٹ مار کرنا چاہتا تھا اور قطعی فتح نہیں چاہتا تھا۔ کوٹ نے نومبر میں مدراس میں آنے کے بعد لکھا کہ "مجھے یقین ہے کہ اگر حیدر علی نے اس وقت مدراس کے دروازوں تک اپنی فتوحات جاری رکھی ہوتیں تو وہ اس اہم قلعے پر قابض ہو جاتا لیکن اس نے وہ موقع کھو دیا"۔ ...ن کا خیال ہے کہ "عمر کے اثرات حیدر پر ظاہر ہونے لگے تھے"۔ بہر صورت حیدر نے مدراس پر چڑھائی کرنے کے بجائے ۱۰ ستمبر کو ارکاٹ کا محاصرہ پھر سے شروع کر دیا۔ شہر کا قطر سات میل کا تھا اور اس کی محافظ فوج کمزور تھی کیونکہ وہ صرف ڈیڑھ سو انگریز، ڈیڑھ سو سپاہیوں اور نواب محمد علی کی ڈیڑھ ہزار فوج اور کچھ بے قاعدہ فوجیوں پر مشتمل تھی۔ گہری خندقیں کھودی گئیں اور آخر کار پشتے میں دو شگاف پڑ گئے۔ شہر دشمن کے قبضہ میں آ گیا۔ ارکاٹ کے بہت سے سپاہی اس کے ہاتھ لگے جن کے کچھ خاندانوں نے دشمن سے اپنی قسمت وابستہ ...۔ ۳ نومبر کو سولہ توپوں کے ایک مورچے نے قلعہ پر گولہ باری شروع کر دی۔ مزاحمت بیکار تھی اور کماندار ...ن جان ڈوپنٹ (DUPONT) نے اس شرط پر قلعہ حوالے کر دیا کہ تمام یورپی و دیسی سپاہیوں کو پورے اعزاز کے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے اور افسروں کو مدراس یا چنگل پٹ تک اس وعدے پر پہنچا دیا جائے کہ وہ جنگ میں نہیں لڑیں گے اور ان کو خیمے اور سامان رسد بھی فراہم کیا جائے۔ بقیہ انگریزی فوج ...ی بطور جنگی قیدیوں کے مدراس بھیجا جانا تھا۔ نواب محمد علی کے کچھ افسروں اور ان کے خاندانوں کو بھی مدراس ...یا جانا تھا۔ مجموعی طور پر حیدر نے ان شرائط کو پورا کیا لیکن زیادہ تر دیسی سپاہیوں کو ترغیب دے کر ملا لیا گیا ڈیڑھ سو سپاہیوں میں صرف تیس مدراس پہنچے۔(۲)

...واب حیدر علی خاں کی مہم۔ حیدر کے ساتھی فرانسیسی افسروں کی رائے تھی کہ اگر میسوری حکمران نے منرو کا تعاقب کیا ہوتا تو برطانوی جنرل تو اپنے ہتھیار پھینکنے پر مجبور ہو جاتا اور اپنے کو جنگی قیدیوں کے روپ میں اپنی فوج سمیت پیش کر دیتا۔"

M.M.C. ۲۷ ب ۴ دسمبر ۱۷۸۰ء ص ۲۰۳۲، ۲۰۳۸

ایک فرانسیسی روایات کے مطابق صلح کی بات چیت کرنے والے ممبر کیپٹن ثالث ہنٹ مونٹگری کے کنایاتی انداز اور بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر حیدر ہتھیار ڈالنے کی مجوزہ دفعات کو ماننے پر تیار ہو گیا تھا۔ MS.EUR.E.67 کے مطابق وہ کیپٹن پنڈر گاسٹ (PENDERGAST) تھا لیکن وہ بہت سخت زخمی ہو گیا تھا اور پروانۂ اطاعت پر ڈوپنٹ نے دستخط کیے تھے۔ ولسن، مدراس فوج کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۱۲

(بقیہ اگلے ص پر)

Marfat.com

حیدر نے ارکاٹ کو اپنا صدر مقام بنایا۔ فصیلوں کی مرمت کی اور اس کی قلعہ بندی مستحکم کی۔ اس نے کرناٹک کے دوسرے مقامات پر حملہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی اور وہ سب کے سب خطرہ میں تھے اور ان کا دفاع کمزور تھا۔ جنجی اور کرنت گڑھ نے بغیر کسی مزاحمت کے گھٹنے ٹیک دیے۔ کرنگل اور چدبرم پر نومبر میں قبضہ ہو گیا پرماکولی کا اسی ماہ میں اور ویلور اور وندی واش کا دسمبر میں محاصرہ کر لیا گیا۔ ۱۵ر جنوری کو امبور نے اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کر دیا۔ کیپٹن کیٹنگ کو پوری جنگی اعزاز کے ساتھ قلعہ سے نکلنے اور مدراس جانے کی اجازت دے دی گئی۔ لیکن ولسن کا بیان ہے کہ محافظ فوج کو ارکاٹ جانے پر مجبور کیا گیا جہاں کیٹنگ کو یہ وعدہ کرنے پر مجبور کیا گیا کہ وہ آئندہ مہم میں شرکت نہیں کرے گا اور سپاہیوں کو حیدر کی فوج میں شامل کر لیا گیا۔(۱) ساحل پر ایک فرانسیسی بیڑے کی آمد متوقع تھی اور حیدر ساحل کے ساتھ اپنے رسل و رسائل کے تعلقات قائم کرنے کے لیے کوشاں تھا۔

اسی دوران ۵ر نومبر کو کوٹ کچھ کمک لے کر مدراس پہنچا۔(۲) انگریزوں کی حالت اچھی نہیں تھی۔ بڑے راستوں پر حیدر کی فوج کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ علاقے کے پالیگار اور نواب محمد علی کے افسر بھی جن کو ان کے متعلقہ عہدوں پر برقرار رکھا گیا تھا اس کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ وہ اپنے اور انگریزوں کے درمیان کے تقریباً تمام اہم مقامات عملی لحاظ سے قبضہ کرنے اور ان کو مستحکم بنانے میں کامیاب ہو گیا۔(۳) مانسون نے دریا کے استعمال کو مشکل بنا دیا۔ نظام گنٹور کی بحالی کے بعد بھی اور ناگپور کے بھونسلے کا رویّہ اب بھی غیر یقینی تھا۔ انگریزی فوج کی ہمت پست تھی اور چند سپاہی جن کے خاندان یا رشتے دار حیدر کے قبضہ میں تھے حیدر سے آملے اس لیے کوٹ کا اولین فرض یہ تھا کہ وہ مدراس میں اپنی فوج کو تربیت دے۔ اس نے

(بقیہ پچھلے ص سے (۲))

نواب ارکاٹ کی فوج کے بارے میں کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا لیکن تحریری معاہدہ میں ہم کو حیدر کی مہر کے ساتھ یہ ملتا ہے کہ نجیب خاں ارشد بیگ خاں، اکبر بیگ، ہاشم الدین خاں، ہاشم اللہ خاں کو مع ان کے خاندانوں کے مدراس پہنچانا تھا اور اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ محمد علی کے افسر تھے۔ M.M.C.72 ،۲۰۳۴، ۲۰۳۸

(۱) ولسن II ص ۱۲ "حیدر نے اپنے کو اس بنیاد پر حق بجانب قرار دیا کہ محافظ فوج کے پاس صرف ایک دن کا گولہ بارود رہ گیا تھا جبکہ جنگ کے مطابق کیٹنگ کو اس وقت اطاعت کر لینی چاہیے تھی جب اس کے پاس صرف تین دن کے لیے کافی مقدار رہ گئی تھی۔"

(۲) ۳۳۰ پیادے، سو آدمی فی کمپنی پر مشتمل توپ خانے کی دو کمپنیاں، ۶۳۰ LASE AND، اور چالیس اور پچاس کے درمیان شہری رضا (پیرس کی یادداشت)۔

(۳) SEE PROGS. ۱۸ر دسمبر ۱۷۸۰ء۔

جنوری ۱۷۸۱ء میں لکھا کہ "دشمن کی سوار فوج چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں ہمارے گرد پھیلی ہوئی ہے۔ وہ روزانہ کسی نہ کسی علاقہ میں گھس آتے ہیں۔ کل انھوں نے اتنی جرأت کی کہ وہ شہر کی فصیل پر نصب کی ہوئی توپوں تک آ گئے، انھوں نے دھوبیوں کے تمام عمدہ کپڑے چھین لیے اور فورٹ سینٹ جارج کے باشندوں کے استعمال کے لیے شمال میں چند میل کے فاصلے سے آنے والی سبزیوں اور پالتو جانوروں کے گوشت کی فراہمی کی راہ بھی مسدود کر دی لیکن جب تک میں پیش قدمی کرنے کے قابل نہ ہوں اور فوج کارروائی کرنے کے لیے تیار نہ ہو یہ دانشمندی کے خلاف ہوگا کہ میں کچھ میل تک جاؤں اور اس طرح تھوڑا بہت جو اثر ہے اس کو بھی ختم کر دوں۔"(۱)

بہرحال پرماکولی اور ونڈی واش کو دشمن کے سامنے نہیں جھکنے دیا گیا اور ۱۷ جنوری ۱۷۸۱ء کو کوٹ آٹھ ہزار پیادوں، آٹھ سو سواروں اور ۶۲ توپوں کے ساتھ میدان میں اترا(۲)۔ حیدر نے مستعدی سے ویلور، ونڈی واش اور پرماکولی کا محاصرہ اٹھا لیا اور کوٹ ساحل کے قریب آنے پر مجبور ہو گیا کیونکہ اس کو رسد کی فراہمی سمندر کی راہ سے ہو رہی تھی۔ ایک چھوٹے بحری بیڑے نے اس کا تعاقب کیا۔ اس کا نشانہ پانڈیچری تھا جس نے حیدر کی حمایت کا اعلان کیا تھا۔ ونڈی واش کے فوراً بعد ہی اس کو فرانسیسی بیڑے کی آمد کی خبر ملی اور تیزی سے وہ کرنگل کی جانب الٹے پاؤں لوٹ گیا۔ اس نے مدراس واپس جانے کے سفر کی تیاری کی تاکہ اگر یہ معلوم ہوا کہ حیدر اور فرانسیسی شہر پر حملہ کرنے والے ہیں تو وہ مقابلہ کر سکے۔ کرنگل پر ۲۰ جنوری کو دوبارہ قبضہ ہو گیا اور میسور فوج کے کیے ہوئے دفاعی استحکامات اور مرمت کی کوٹ نے تعریف کی۔ "دفاعی مورچے جو دوبارہ تعمیر کیے گئے ہیں نہ صرف عمدہ بنائے گئے ہیں بلکہ ان کی تعمیر میں اتنی مہارت سے کام لیا گیا ہے جیسے اس کی نگہداشت نجیب الطرفین یوروپیوں نے کی ہو اگرچہ قلعہ میں ایک بھی یوروپی نہیں تھا۔"(۳)

کرنگل میں کوٹ کو خبر پہنچی کہ لڑنے والی فوج کے سات جہازوں اور تین جنگی جہازوں پر مشتمل فرانسیسی بیڑا پانڈیچری کی طرف بڑھ رہا ہے اور اس پر کوئی فرانسیسی فوج نہیں ہے۔ کوٹ نے ایک فوجی دستہ بھیجا جس نے دیکھا کہ بیڑے کو خورد و نوش کا سامان مسولا کشتیوں کے ذریعے پہنچایا جا رہا ہے۔ ان میں تینتیس کشتیاں جلا دی گئیں(۴)

---

(۱) SEE PROGS ۲۵ جنوری ۱۷۸۱ء

(۲) ایشیا میں سابق جنگ جلد اول ص ۱۸۱

(۳) SEE PROGS ۲۰ فروری ۱۷۸۱ء ضمیمہ

(۴) " " ۲۷ اپریل ۱۷۸۱ء - سر آئر کوٹ کا خط مورخہ یکم مارچ ۱۷۸۱ء

Marfat.com

کوٹ کا خیال تھا کہ حیدر ارکاٹ میں ہے لیکن اچانک اسے خبر ملی کہ وہ فوجوں کے ساتھ کڈلور کی جانب بڑھ رہا ہے۔ کوٹ تیزی سے کڈلور کی جانب ۷ فروری کو پہنچا اور تین دن بعد دوسری جنگ کے لیے کوچ کیا جو نہیں لڑی گئی۔(۱) حیدر نے اپنا ارادہ ظاہر نہیں ہونے دیا اور انتظار کرتا رہا کیونکہ فرانسیسی بیڑے کے محاذ ساحل پر ہونے کی وجہ سے اور بری راستوں میں چاروں جانب میسور کے سوار دستوں کے پھیلے ہونے کی وجہ سے کوٹ کو نہ تو بحری راہ سے سامان رسد مل سکتا تھا اور نہ بری راستے سے۔ رسد بہت کم ہوگئی تھی۔ فرانسیسی بیڑا جو کڈلور کی شاہراہ تک بڑھ آیا تھا اب مورشیس کے لیے روانہ ہوگیا۔ مدراس اور سدراس سے چاول سے بھرے جہاز ۱۰ تاریخ کو پہنچے۔ کوٹ نے لکھا کہ "اس وقت تک شہر کے باشندے بھکمری کا شکار ہونا شروع ہوئے تھے اور فاقوں سے مرنے لگے تھے۔ دو دن کی مزید تاخیر نہایت مہلک اور خطرناک ثابت ہوئی۔ کیونکہ فوجوں کے پاس کھانے کے لیے ایک دانہ بھی نہ بچتا۔ میں نے آخری تین دن کی رسد کے بچ رہنے پر یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ مجھے تنجور کے علاقے میں مجبوراً جانا پڑے گا لیکن اب میں اپنے مقام پر رہ سکتا ہوں"۔(۲) ہالینڈ روز نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ "اس مصیبت کے وقت فرانسیسی بیڑا ایڈمرل ڈی اروس (D'ORVES) کی بزدلی یا کاہلی کی بنا پر مفلوج ہوکر رہ گیا تھا اور جس کی پانڈیچری سے آئل نوی فرانس کی جانب روانگی سے حیدر سر آئر کوٹ پر ایک یقینی فتح حاصل کرنے سے محروم رہ گیا تھا۔ یا تو بدانتظامی کی وجہ سے یا بدقسمتی سے فرانسس کے پاس نہ تو کوئی قابل جنرل تھا اور نہ کوئی باصلاحیت ایڈمرل تھا"۔(۳)

اس کے باوجود برطانوی فوج ساحل کے ساتھ لگی ہوئی تھی کیونکہ سامان رسد کی فراہمی کی ضرورت اسی طرح پوری ہو سکتی تھی اور پورا اندرونی علاقہ حیدر کے حملوں کے لیے کھلا ہوا تھا۔ اس نے کڈلور سے پینگا پٹم تک آگے کے تمام علاقہ کو غارت کیا اور جلا کر خاک کر دیا۔ اس کے سوار دستے تروند پورم اور پانڈیچری کے درمیان کے علاقے میں دندناتے پھر رہے تھے۔ مارچ کے وسط تک کڈلور، تنجور اور ترچناپلی کے درمیان واقع تمام اہم مقامات کا یا تو حیدر نے محاصرہ کر رکھا تھا یا ان پر قابض ہوچکا تھا۔ ٹیپو نے تیاگر (تیاگا درگم)

---

(۱) "حیدر نے پہلے یہ مظاہرہ کیا کہ وہ جنگ لڑنا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ تین دن بعد خیمہ لگائے رہا اور ایک مقابلے کے لیے اشتعال دلانے کے لیے وہ سوار دستوں کو بھیجتا رہا۔ جنرل کڈلور کے قریب اپنے سابق مقام پر پلٹ آیا۔" MS.EUR. E.87

(۲) SEE.PROGS ۲۷ اپریل ۱۷۸۲ء ۔ سر آئر کوٹ کا خط مورخہ یکم مارچ ۱۷۸۲ء۔

(۳) ایچ روز ۔ جدید جنگ کا تذبذب ۔ کتاب کا عنوان دقیانوسی محسوس ہوتا ہے۔

Marfat.com

کا محاصرہ کیا جس کے دباؤ میں آکر دشمن ۵ر جون کو معاہدۂ ارکاٹ کی شرائط قبول کرنے پر مجبور ہوگیا۔[1] لالہ میاں نے ناگر کا محاصرہ کر کے اویریلیپم، اریالور اور یلم کوٹا پر قبضہ کر لیا۔ کوٹ کم و بیش کڈلور تک محدود تھا جس سے وہ کبھی کبھی حملہ کرنے کے لیے نکلتا تھا جیسے ۱۶ر اپریل اور ۲۷ر مئی کو اس نے تروونڈ پورم پر کیا تھا۔ ۲۵ر مئی کو سر ایڈورڈ ہفس کی زیر کمان ایک بیڑا اسّی یوروپی اور نو سو سپاہی لے کر بمبئی سے پہنچا تو اسے کمک پہنچی۔[2] حیدر تنجور اور ترچناپلی سے ۱۰ میل دُور واقع للہ گوڈی کی طرف لوٹ آیا۔ اس کی فوج کو چھوٹی چھوٹی کامیابیاں ہوتی رہیں۔ انھوں نے تنجور کے قریب ویناریں ایک انگریزی سرحدی چوکی اور کچھ توپوں پر قبضہ کر لیا اور کیپٹن ہال کے ۵ سو سپاہیوں کے ایک دستے کو تباہ کر دیا جسے وہ ترچناپلی سے غلہ کے قافلوں کی حفاظت لے کر نکلا تھا۔ اس نے اس قلعہ کے محاصرہ کا ارادہ بھی کیا تھا۔

کوٹ کا زیادہ مدّت تک خاموش رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ ۱۶ر جون کو اس نے چدبرم پر حملہ کیا، پیٹھ میں داخل ہوگیا اور پگوڈا پر حملہ کیا۔ پہلے دروازہ پر قبضہ کر لیا گیا لیکن دوسرے دروازے سے سپاہیوں کو دھکیل دیا گیا اور ان کے دو سو آدمی ہلاک یا زخمی ہوئے۔ کوٹ کو پورٹو نووو میں پناہ لینی پڑی اور دوسرے حملے کی تیاری کرنے لگا۔ جب حیدر سو میل کی مسافت تیز رفتاری سے ڈھائی دن میں طے کر کے پورٹو نووو اور کڈلور کے درمیان آپہنچا تو اس نے بڑی مستعدی سے ریت کے ایک تودے پر جو شاہراہ کے اہم مقام پر تھا اپنے مورچے قائم کر لیے۔[3]

کوٹ کا اب اپنے صدر مقام کڈلور سے رابطہ ٹوٹ گیا تھا اور اس کے لیے بہتر یہی تھا کہ قبل اس کے کہ حیدر اپنے مورچے مصلح کر پائے اس پر حملہ کر دے۔ حالانکہ حیدر نے فوج کا ایک بڑا حصہ ٹیپو کے زیر کمان ونڈی واش کے محاصرہ کے لیے بھیج دیا تھا تاہم اس کے پاس ایک بڑا لشکر تھا۔ کوٹ کے تخمینے کے مطابق اس کے پاس ۴۲۰ یوروپی، گیارہ سو TOPASSES، چالیس ہزار سوار، اٹھارہ ہزار تربیت یافتہ پیادے اور ۴۷ توپیں اور دُور مار توپیں تھیں اور ایک بڑی تعداد کدال بردار مزدوروں اور تیر اندازوں کی تھی۔ غالباً یہ تخمینہ مبالغہ آمیز تھا اور پوری فوج غالباً چالیس ہزار سے زیادہ نہ تھی کیونکہ بہت سے ان میں بے قاعدہ

---

(۱) مدراس فوج کی تاریخ جلد دوم ص ۱۲ — ولسن کا دعویٰ ہے کہ ہتھیار ڈالنے کی شرائط کی خلاف ورزی صرف ارکاٹ یا بعد میں کڈلور ہی میں نہیں کی گئی تھی۔ یہ بیان کرنا یہاں مناسب ہوگا کہ اطاعت کی شرائط پر تیاگر میں بھی عمل کیا گیا تھا۔

(۲) MS.EUR.E.87 ص ۳۔ ایشیا میں سابق جنگ جلد اوّل ص ۱۸۶: "سر ایڈورڈ ہفس کی انگریزی بحری دستے اور نقل و حرکت کے سامان کے ساتھ ۱۳ر جون کو آمد"

(۳) MS.EUR .87 ص ۳، ۴، ۵

سوار تھے۔ کوٹ کے ساتھ صرف ساڑھے آٹھ ہزار آدمی تھے (۱)

یکم جولائی ۱۷۸۱ء کو لڑائی ہوئی۔ تقریباً ۵ بجے صبح انگریزی فوج نے سامان کی حفاظت کے لیے ایک دستہ چھوڑ کر پیش قدمی کی۔ سامنے اور داہنے بائیں کی توپوں کی وجہ سے حیدر کی صفیں بہت محفوظ تھیں۔ اس کے داہنے جانب کچھ خندقوں کا ناقابل عبور جال بچھا تھا۔ وسطی حصہ کی حفاظت کے لیے بھاری توپیں تھیں۔ بائیں جانب سمندر کی طرف حیدر نے بیس توپوں کا ایک مورچہ تعمیر کرنا شروع کر دیا۔ جیسے ہی انگریزوں نے پیش قدمی کی وہ توپوں کی زد پر آگئے اور رُک گئے۔ کوٹ نے محسوس کر لیا کہ صرف ایک موقع ہے اور وہ حیدر کے میسرہ کی طرف بڑھنے سے مل سکتا ہے۔ اس نے ۹ بجے صبح دو قطاروں میں بڑھنا شروع کیا۔ آٹھ توپوں کے ساتھ دو بٹالینوں کی ایک فوج نے اپنا تیسرا محاذ بنا لیا تھا اور بائیں بازو کی حفاظت کر رہی تھی۔ سخت گولہ باری کے دوران انگریزوں کو بائیں طرف ایک سڑک مل گئی وہ اس کے ساتھ ساتھ بڑھتے رہے اور چند ریت کے تودوں کے پار وہ حیدر کے میسرہ کی جانب سے نکل گئے جبکہ اس کی توپوں کا رُخ بازو کی طرف تھا وہ ان ریت کے تودوں پر جن پر حیدر قبضہ قائم نہیں رکھ سکا تھا۔ دوسری صف نے قبضہ جما لیا۔ حیدر نے ایک فوج مزو کے بائیں جانب تودوں پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجی لیکن اسٹورٹ کی زیر کمان دوسری قطار نے اُسے پسپا کر دیا۔ بار بار متواتر شدید حملے پسپا کر دیے گئے۔ اپنے عقب کو محفوظ دیکھ کر پہلی قطار نے پیش قدمی کی۔ حیدر نے مزو کے بائیں بازو پر اپنی سوار فوج سے حملہ کیا لیکن توپ خانے اور بندوقوں کی گولہ باری نے حملہ ناکام کر دیا۔ میسور سواروں کو سامان پر قبضہ کرنے کے لیے اردگرد کے علاقے میں بھیجا گیا تھا لیکن کنارے سے لگی ہوئی سراغ رساں بادبانی کشتی نے گولے برسا کر پیچھے دھکیل دیا۔ اپنے بائیں بازو کو پلٹتے دیکھ کر حیدر نے اپنی توپیں پیچھے ہٹا لیں (۲)

---

(۱) کوٹ کی اطلاع کا ماخذ ایک پرتگالی افسر تھا جو حیدر کی ملازمت چھوڑ کر اس سے آملا تھا۔ انگریز جنرل کا تھوڑا سا رجحان یہ بھی تھا کہ وہ اس فوج کی تعداد میں تھوڑا سا مبالغہ کر دیتا تھا جس کے خلاف وہ نبرد آزما ہوتا تھا۔ کڈلور سے مرسلہ کورٹ کے تحریر کردہ خط مورخہ ۱۹ جون ۱۷۸۱ء کے مطابق ٹیپو نے ونڈی واش کا محاصرہ تیس ہزار فوج اور ۱۳ توپوں کے ساتھ کیا تھا۔ حیدر نے اپنی کچھ فوج یقیناً ارکاٹ اور دوسرے مقامات پر چھوڑی ہوگی۔ ولسن کے بیان کے مطابق جس فوج کے ساتھ وہ اس علاقے میں داخل ہوا تھا اس کی تعداد ۸۰ ہزار تھی۔ شاید ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں غلطی نہ ہوں گے کہ پورٹونووو میں حیدر کی مؤثر فوجی طاقت شاید چالیس ہزار تھی۔

SEE. PROGS مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۷۸۱ء۔

(۲) موثر کی نقل و حرکت کی کامیابی پر ختم ہونے والے اس معرکہ کے ابتدائی مراحل کا ذکر کرتے ہوئے کوٹ کہتا ہے: "ہم ایک میل سے زیادہ نہیں

(بقیہ اگلے ص پر)

پلور سے پورٹو نووو تک

یہ جنگ تمام تر فوجی تدابیر کے ساتھ دس بجے صبح سے تین بجے سہ پہر تک جاری رہی - کوٹ کا اندازہ تھا کہ حیدر کو تین ہزار آدمیوں سے زیادہ کا نقصان ہوا ہے ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد سواروں کی تھی“۔ ان میں حیدر کا نسبتی بھائی اور ایک چہیتا جنرل میر صاحب بھی تھا جو زخموں کی تاب نہ لاکر مر گیا تھا انگریزوں کا نقصان چار سو یا پانچ سو کا ہوا لیکن اس میں افسر بہت کم تھے ۔(۱)

برطانوی فوج کا مورخ فورٹسکیو (FORTESQUE) کہتا ہے کہ ”کوٹ کی یہ فتح ان معنوں میں کوئی بڑی فتح نہیں تھی کہ اُس کے پاس انعام کے طور پر نہ توپیں تھیں اور نہ قیدی اور دشمن کی فوج تباہ ہوئی تھی لیکن یہ فتح جنوبی ہند کے لیے نجات کا سبب تھی“۔ میلسن نے اس کو ہندوستان کی فیصلہ کُن جنگوں میں سے ایک قرار دیا ہے اور اس کو حیدر کی لیپزگ (LEIPZIG) گردانا ہے۔ حیدر کی کثیر فوج اب بھی محفوظ اور نقل و حرکت کے قابل تھی - حیدر اب بھی جنگ لڑنے کے قابل تھا اور یہ شکست کسی طرح بھی شکست فاش نہیں تھی - ایک

(پچھلے ص سے آگے) (۲):

گئے ہوں گے کہ ہمارے راستے پر نصب دشمن کے مورچوں کا پتہ چل گیا - میں تقریباً ایک گھنٹہ ٹھہرا رہا - اپنے داہنی جانب راستہ تلاش کرنا ضروری تھا تاکہ آگے بڑھا جا سکے اور دشمن کے مورچوں سے ہونے والی سیدھی گولہ باری سے بھی بچا جا سکے اور ان کے چوکیوں کے بائیں بازو کا رُخ بدلا جا سکے یا ان پر تسلط کیا جا سکے ..... ہم کو ایک زبردست گولہ باری کا سامنا کرنا پڑا - ہم نے اپنی گولہ باری محفوظ رکھی - میں نے داہنی جانب پیش قدمی کرنے کا فیصلہ کر لیا اور نو بجے صبح روانہ ہوا - دو قطاریں ایک دوسرے کے متوازی بڑھ رہی تھیں - اپنی اصلی ترتیب پر آنے کے لیے ان کو صرف سامنے کی جانب رُخ کرنے کی ضرورت تھی - آٹھ توپوں کے ساتھ دو بٹالینوں کو تیسری سمت بنانی تھی اور فوجیوں کے بازوؤں کو دونوں قطاروں کو اس طرح ملانا تھا کہ اس طرف کے کچھ مورچوں سے گولہ باری روکی جا سکے - داہنی جانب ایک قابل گذر سڑک ملی جو حیدر نے ساحل سمندر سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک عظیم مورچہ تک توپیں لے جانے کے لیے تعمیر کی تھی - کام کے مکمل ہونے کے لیے ایک دن اور درکار تھا - اس کی گولہ باری سے پریشان ہوتے ہوئے زخم کھاتے ہوئے ہم اس کے میدان کی جانب بڑھے - سڑک پار کرنے کے بعد مجھے اپنا مقدمہ کم کرنا تھا اور جیسے ہی زمین موافق و ہموار ہوئی وہ پہلی جیسی ترتیب میں آگئیں - ایک موتے (CALDERA) کی باڑھ ہمارے میمنے کی محافظت کر رہی تھی اور بعض ریت کے تودے خوش بختی سے خالی تھے اور وہ میرے منصوبے کے عین مطابق تھے - میں دشمن کے مورچوں کے پہلو میں پہنچ گیا اور وہاں رُک کر سازگار موقع کا انتظار کرنے لگا - جب مجھے یہ یقین ہو گیا کہ میرے عقب کی بلند زمین پر دوسرے دستے نے قبضہ کر لیا ہے تو میں نے پہلے دستے کے ساتھ تیزی سے پیش قدمی شروع کر دی ۔“

(۱) M.M.C. ۵، الف ص ۱۶۸۹ تا ۱۶۹۲

حیدر علی

تدبیری فتح جس کے کوئی اہم حربی اثرات نہ ہوں کوئی فیصلہ کن جنگی واقعہ نہیں تصور کی جاسکتی لیکن اس کی راہ میں شدید مزاحمت پیدا ہوگئی تھی۔ انگریزوں نے پلور (پالیلور) میں کھوئے ہوئے وقار کو کافی حد تک بحال کرلیا۔ ٹیپو کو وندی واش کا محاصرہ اٹھانا پڑا تھا اور حیدر کو تنجور اور ترچناپلی کے علاقے کو خالی کرنا پڑا تھا۔ برطانوی فوج کو دوبارہ اپنی نقل و حرکت کی آزادی مل گئی تھی اور غالباً یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اگر انگریزوں کو پورٹو نوو کی فتح نصیب نہ ہوئی ہوتی تو معاہدہ سلبائی وجود میں نہ آیا ہوتا۔

Marfat.com

باب ۲۲

پورٹونووسے شولنگورتک

پورٹونووکی جنگ نے حیدرکوبے دست وپانہیں کردیا تھا۔اس کے پاس اب بھی کثیر فوج تھی جوحسب موقع جارحانہ یادفاعی حملے کرنے کے لیے تیار تھی لیکن انگریزوں کونقل وحرکت کی کچھ آزادی ضرور مل گئی۔ وہ کوٹ کڈلوراس ارادے سے روانہ ہواکہ ونڈی واش کومدد پہنچائے اور بنگال سے پیرس کے زیرکمان آنے والی کمک کے ساتھ جاملے جونیلور پہنچ چکی تھی۔ جیسے ہی کوٹ نے پیش قدمی کی حیدرجوسرخ پہاڑیوں سے چندمیل کے فاصلے پر پانڈیچری کے قریب پڑاؤڈالے ہوئے تھاجنجی روڈکے ساتھ ساتھ پیچھے ہٹ آیا۔ ارکاٹ میں اس سے ٹیپوآملاجس نے انگریزوں کی آمدپرونڈی واش کامحاصرہ اٹھالیاتھاوہاں سے وہ ارکونم کوروانہ ہواجہاں اس نے حیدرکوآٹھ ہزارسوار، پانچ ہزارپیادے اور ۱۴ توپیں دے کربھیجاکہ وہ لالہ میاں سے جاملے اورپیرس کاراستہ مسدودکردے۔ ۱۰ رجون کولالہ میاں نے پولی کٹ جھیل عبورکی اورارکم پہنچا جوولندیزیوں کاایک جزیرہ تھااورجہاں مدراس کے بہت سے باشندوں نے اپنی قیمتی اشیاءحفاظت کی غرض سے بھیج دی تھیں۔ارکم اورپولی کٹ کولوٹنے کے بعدلالہ میاں سیتاویدوچلاگیا۔جہاں ٹیپوترولورسے آکر ۲۵ رجولائی کوپہنچاوہاں وہ ٹھہرارہااوراسے اچانک یہ خبرملی کہ پیرس ۳ راگست کوکوٹ سے ملنے میں کامیاب ہوگیاہے (۱)

ہوایہ کہ جب ٹیپوایک راستے کی نگرانی کررہاتھاپیرس نے دوسری راہ اختیارکی۔پولی کٹ کی جھیل

---

(1) MS. EUR. E. ۸۰، ص ۹۴ تا ۹۵

حقیقت میں شمال سے جنوب کی جانب تقریباً ۴۰ میل لمبی اور زیادہ سے زیادہ چھ میل چوڑی سمندر کی ایک آبنائے تھی۔ اس کے اور سمندر کے درمیان طویل تنگ خشکی کی پٹی کے دو راستے ہیں ایک جنوبی کنارے پر اور دوسرا شمالی کنارے پر۔ مدراس کو جانے والی شاہراہِ عام جس کی نگرانی ٹیپو کر رہا تھا سمندر سے پندرہ بیس میل کے فاصلے پر جھیل کی مغربی جانب کو واقع ہے لیکن پیرس نے ورگر جا پٹرم پہنچنے کے بعد یہ افواہ اڑائی کہ وہ ارکاٹ کی طرف روانہ ہو رہا ہے۔ ادھر جانے کے بجائے وہ وینکٹ گری کے راجہ کی مدد سے (جس نے انگریزوں سے اشتراک کر لیا تھا اور اس کی فوج ۴۰ ہزار تھی) دونوں پٹیوں کو کشتی کے ذریعہ پار کر کے پولی کٹ پہنچ گیا جو خلیج کے جنوبی سرے پر واقع تھا اور وہاں کوٹ کرنگل، چنگل پٹ اور سینٹ تھامس ماؤنٹ کے راستے سے ہو کر پہنچ گیا تھا۔ اس طرح ۱۲ ہزار سپاہیوں پر مشتمل متحدہ فوج مدراس کی طرف پلٹ گئی۔

اس پر حیدر نے ارکونم سے کانجی ورم کو کوچ کیا اور ٹیپو کو واپس بلا لیا جو وینکٹ گری کے علاقہ کو تاراج کر رہا تھا۔ کوٹ کے پاس ایک طاقتور فوج تھی لیکن وہ نقل و حمل کے وسائل کے لحاظ سے کمزور تھا جو صرف ڈھائی دن کی رسد لے جانے کے قابل تھے[۱] وہ تباہ شدہ علاقے پر بھی بھروسہ نہ کر سکتا تھا۔ ترپاسور میں کچھ غلہ حاصل کرنے کی امید میں جو تین سو باقاعدہ اور نو سو بے قاعدہ فوجیوں پر مشتمل ایک میسوری فوج کے قبضہ میں تھا اس نے اس کا ۱۹ اگست کو محاصرہ کر لیا اور ۲۲ تاریخ کو حیدر کی امدادی فوج کے آنے سے پہلے اس پر قبضہ کر لیا۔ جب اس نے قیدیوں کے تبادلے کی تجویز رکھی تو حیدر نے جو محافظ فوج کے ہتھیار ڈالنے پر بہت برہم تھا جواب دیا کہ "ترپاسور میں گرفتار ہونے والے لوگ غدار اور نالائق ہیں۔ وہ میرے پاس آنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ وہ آپ کے قیدی ہیں اور میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ ہر شخص کو آپ جلدی سے موت کے گھاٹ اتار دیں۔"[۲] کوٹ کو قلعہ میں جو دھان ملا تھا وہ صرف چھ روز چل سکتا تھا اس لیے وہ قیدیوں کو ضمانت پر چھوڑنے پر مجبور ہو گیا کیونکہ وہ ان کو خوراک نہیں دے سکتا تھا۔ رسد کی کمی کی وجہ سے وہ ارکاٹ کا محاصرہ نہیں کر سکا جس کے دفاع کے بارے میں اس نے سنا تھا کہ حیدر نے دس ہزار فوجی اور ۳۰ توپیں بھیجی تھیں۔ اس کے لیے صرف ایک صورت تھی کہ وہ دشمن کو کھلے میدان میں شکست دے اور اسے کرناٹک خالی کرنے پر مجبور کر دے۔ اس کی خوش قسمتی سے حیدر نے اسے موقع فراہم کر دیا۔

---

(۱) اس کے پاس صرف ڈھائی دن کی رسد کے لیے کافی گاڑیاں تھیں اور سپاہیوں کے پاس صرف چار دن کا سامان خورد و نوش تھا۔

(۲) "ترپاسور کی سپردگی کے صرف ایک گھنٹے بعد دشمن کی ایک بڑی فوج سوار و پیادہ پر مشتمل مغربی جانب پہنچی جیسے کہ ان کا قلعہ کو بچانے کا ارادہ ہو"۔ MS. EUR. E. 87 ص ۶۰۔ ولکس جلد دوم ص ۳۲۴

Marfat.com

پورٹو نووو سے شولنگھور سے

۲۴ر تاریخ کو کوٹ نے ترپاسور میں سنا کہ حیدر کی پوری فوج "ترپاسور سے ۶ میل جنوب میں پولیلور کے مقام پر خاص اس جگہ مقیم ہے جہاں ایک سال پہلے بیلی کو اطاعت کرنی پڑی تھی (۱)۔ کوٹ پیرم بوکم کی طرف بڑھا جہاں اسے دشمن کی اگلی ٹکڑیاں ملیں جو لپسپا ہوگئیں۔ پیرم بوکم سے ۲۷ر تاریخ کو صبح تڑکے کوٹ نے کوچ کیا اور داہنی جانب ٹکولم کے قلعہ کو چھوڑ دیا۔ ۹ بجے صبح اس نے حیدر کی فوج کو ڈیڑھ میل آگے دیکھا! انگریز گھنے درختوں کے درمیان ایک راستے پر پیش قدمی کر رہے تھے۔ تیز ہوا ان کے چہروں پر تھپیڑے مار رہی تھی اور خشک زمین سے اتنی گرد اڑ رہی تھی کہ کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ کوٹ بیان کرتا ہے کہ "ہمارے بالکل سامنے داہنی جانب ایک میدان تھا جس میں جابجا جھاڑیاں تھیں اور جابجا پانی کے نالے تھے۔ ہمارے میسرے کی طرف بھی ایک میدان تھا اور یہ وہی جگہ تھی جہاں لفٹیننٹ کرنل بیلی کی فوج کی قسمت کا فیصلہ ہوا تھا۔ اس میدان میں دوسروں کی بہ نسبت زیادہ گہرے نالے تھے" حیدر کی فوج کوٹ کی فوج کے بائیں بازو کے قریب تھی۔ اس کے میسرے کی طرف ایک گاؤں تھا۔ اور میمنہ دوسرے گاؤں سے محفوظ تھا جبکہ سامنے کے حصے کو ٹیپو کے زیر قیادت ایک فوج نے مسدود کر رکھا تھا۔ پہلے کوٹ کا خیال تھا کہ میسور کی مرکزی فوج سامنے ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق اس نے فوج کو ترتیب دی تھی۔ تین بٹالینوں کے ساتھ اس نے ایک گھنے کنج پر قبضہ کیا جو اس مقدمۃ الجیش سے بائیں جانب آٹھ سو گز کے فاصلے پر تھا اس کی تین برگیڈ کی پہلی صف جو منرو کے زیر کمان تھی داہنی جانب اپنی ترتیب جمائی جبکہ اسٹورٹ کے تحت دو برگیڈ کی دوسری صف کسی کو بھی مدد پہنچانے کے لیے رکھی گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ انگریزی فوجیں حیدر کی مرکزی فوج کے سامنے نہیں تھیں بلکہ وہ اس سے ایک خاص زاویے پر کھڑی تھیں۔ جب پہلی صف متعینہ مقام کی طرف بڑھ رہی تھی تو ٹیپو کے توپ خانے کی زد میں آگئی اور اس سرے سے اس سرے تک صفایا ہوگیا۔ پہلی صف کی ترتیب میں تبدیلی ضروری تھی۔ فوجی ایک جنگل میں گھس گئے اور اس کو پار کر کے ایک وسیع میدان میں دوبارہ اپنی تنظیم کی۔ ایک اٹھارہ پونڈ کی توپ کو ایک تالاب کے کنارے تک کھینچ کر لے جایا گیا۔ اس سے برطانوی کمانڈر کو بالادستی حاصل ہوگئی اور دشمن توپوں کی زد پر آگیا۔ ٹیپو پیچھے ہٹ گیا اور مرکزی فوج سے جا ملا۔ دوسری صف کو بھی اپنی صفیں باندھتے وقت میسور کے توپ خانے سے شدید نقصان پہنچا۔ حیدر نے اس مقام پر زبردست گولہ باری جاری رکھی اور کوٹ کے لیے یہ ضروری ہوگیا کہ وہ جگہ پر قابض رہنے کے لیے دوسری صف کی تمام بٹالینوں کو وہاں باری باری بھیجتا

---

(۱) M.M.C. ۱۲ر ستمبر ۱۷۸۱ء ص ۲۴۵۲

"توہم کے اصول کے مطابق حیدر نے کوٹ سے مقابلہ کرنے کے لیے وہی جگہ منتخب کی جہاں اس نے بیلی پر فتح پائی تھی۔

Marfat.com

رہے۔ میسوری پالیگاروں نے بھی کنج پر زبردست گولہ باری جاری رکھی جو کنج کے بائیں جانب جنوبی سمت میں ایک خشک تالاب کے کنارے ڈٹے ہوئے تھے۔ شمالی سرکار کی بٹالینوں کو حکم دیا گیا کہ وہ پالیگاروں کو اس جگہ سے ہٹائیں جو ایک تباہ شدہ گاؤں کی طرف پسپا ہو گئے تھے۔ بٹالینوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان کو پسپا کر دیں۔ لیکن وہ افراتفری اور بدنظمی کا شکار ہو گئیں اور ان کو واپس بلانا پڑا۔ دوسری صف کی بیسویں سپاہی بٹالین بہر حال جمی رہی اور اس نے تباہی سے بچا لیا۔ حالانکہ کنج ایک زبردست گولہ باری کی زد میں آ گیا تھا۔ اپنے میسرہ کی حفاظت کے لیے کوٹ نے اب پہلی صف سے دوسری صف میں ایک بریگیڈ بلا لیا۔ میسور سواروں کے راستہ کے دوسری طرف انگریزی سامان پر حملہ کا خطرہ بڑھ گیا اور بریگیڈ کو بار بار پلٹ کر اس کی حفاظت کرنی پڑی تھی۔ آخر کار توپوں کی گولہ باری نے میسور سواروں کو واپسی پر مجبور کر دیا۔ کوٹ نے اب بخوبی دیکھ لیا کہ حیدر کی مرکزی فوج اس کے بائیں جانب جنوب میں ہے اور اس نے تیسری بار اپنی پہلی صف کی جگہ بدل دی۔ انگریزوں نے پلوری گاؤں پر حملہ کیا جو میسور فوج کے میسرے کی حفاظت کر رہا تھا۔ چھتوں سے گولی برسنے کے باوجود اس نے اس پر قبضہ کر لیا اور مدافعت کرنے والوں کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ کوٹ نے اب اپنی پوری فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ بہر کیف داہنی جانب اس کی پہلی صف دلدلی زمین اور دھان کے کھیتوں کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکی۔ اس کا میسرہ آگے بڑھتا رہا جس کو قریب دیکھ کر حیدر نے اپنی توپ گاڑیوں کو باہم جوڑ دیا اور اپنے فوجیوں کو بلا لیا[1]۔ جنگ کے دوران انگریزی فوج کئی بار سخت خطرے میں تھی۔ کہا جاتا ہے کہ جب منزو نے یہ کہا کہ دونوں فوجوں کے درمیان میدان ناقابل عبور تھا تو کوٹ نے اسے جھڑک دیا۔ "جناب آپ اس وقت مجھ سے گفتگو فرما رہے ہیں جب آپ کو اپنا فرض منصبی انجام دینا چاہیئے۔" دو توپ گاڑیاں اڑ گئیں۔ کم سے کم ایک حملہ افراتفری کا شکار ہوا۔ احکامات میں بھی ابتری پیدا ہو گئی۔ اگر میسوریوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا ہوتا تو کوٹ کی فوج کا بار بار اپنے رُخ کا بدلنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ کوٹ کا ایک ناقد کہتا ہے کہ "اگر دو گھنٹے میں جب ہم انتہائی خطرناک حالت کا شکار تھے دشمن نے اپنی بے شمار سواروں کے ساتھ بائیں جانب سے ہمارے آدمیوں پر حملہ کر دیا ہوتا تو ہم کو شکست کا منہ دیکھنا پڑتا اور تکولم کے میدان انگریزوں کے زخمی اور مردہ جسموں سے بھرے ہوتے جو وحشی فاتح کے وہم اور سفاکی کو اور مشتعل کرتے"[2]۔ لیکن بقول ولکس یہ ایک

---

(۱) نوہم کے اصول کے مطابق حیدر نے کوٹ سے مقابلہ کرنے کے لیے وہی جگہ منتخب کی جہاں اس نے پہلی بار فتح پائی تھی۔

(۲) ایشیا میں جنگ جلد اول ص ۲۰۶ — کوٹ اپنے شکست خوردہ دشمن کی فوجوں کی تعداد میں مبالغہ کرنے کا عادی تھا کہتا ہے کہ پلیلور میں حیدر کے پاس ڈیڑھ لاکھ آدمی تھے (ترپاسور کا مورخہ ۶ ستمبر ۱۷۸۱ء کا مراسلہ) جو ایک بعید از قیاس تعداد ہے۔ شکست خوردہ فوج میں مقتولوں کی تعداد کے بارے میں اس کا تخمینہ میدان میں موجود گھوڑوں کی تعداد پر مبنی تھا۔ ہندوستانی عموماً زخمی ہو جانے والے سپاہیوں کو لے جانے کا خاص طور سے دھیان رکھتے تھے۔

Marfat.com

"مشکوک فتح" تھی۔ کوٹ کا تخمینہ تھا کہ حیدر کے دو ہزار آدمی کام آئے اور اس کے اپنے صرف چار سو بیس آدمی۔ اس جنگ سے انگریزوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوا اور رسد کی کمی نے کوٹ کو ۳۰ تاریخ ترپاسور واپس آنے پر مجبور کر دیا۔ مدراس واپس آنے پر اس نے وسائل نقل و حمل اور رسد کی کمی پر احتجاج کرتے ہوئے استعفا دے دیا لیکن اس کو استعفا واپس لینے پر آمادہ کر لیا گیا اور اس نے پھر میدان جنگ میں اترنا قبول کر لیا اور ۱۲ ستمبر کو ترپاسور سے ویلور کی مدد کے لیے روانہ ہوا۔

اس معرکے سے سبق حاصل کر کے حیدر نے پلور (پلیلور) کے مغرب میں تقریباً ۵ میل کے فاصلے پر شولنگور میں ویلور کو جانے والی شاہراہ پر اپنی فوج جمع کر دی۔ موسلا دھار بارش کوٹ کے سفر میں مخل ہوئی۔ اور ۲۷ تاریخ کو وہ غنیم کی فوج کا جائزہ لینے کے لیے آگے روانہ ہوا۔ اس نے چٹانوں کے ایک طویل سلسلہ میں حیدر کی فوج کے دستوں کو بکھرا ہوا پایا۔ آگے بڑھتے ہوئے اس نے ایک برگیڈ بھیجا جس نے اگلے دستوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا اور اب پہاڑی سلسلہ کی بلندی سے انگریز اپنے دشمنوں کو جنوب میں تقریباً تین میل کے فاصلے پر پوری فوج کے ساتھ دیکھ سکتے تھے۔

حیدر پر ایک بار بے خبری میں حملہ ہو گیا۔ اس کا اندازہ تھا کہ رات کی موسلا دھار سخت بارش کوٹ کو اگلے دن کوچ کرنے میں مانع ہو گی۔ اس کے بہت سے سپاہی نواحی گاؤں میں اس کی تلاش میں گئے تھے اور چوپایوں کو چارے کے لیے ہانک دیا گیا تھا۔ حیدر نے بہرکیف اپنی جگہ بڑی سمجھ داری سے منتخب کی۔ اس کی فوج ایک طویل پہاڑی سلسلہ کے پیچھے پھیلی ہوئی تھی جس کے سامنے تقریباً ۱۵ سو گز تک چپٹی اور دلدلی زمین تھی اور جس کے بیچ میں ایک چھوٹی سی ندی کوام (COOUM) تھی (۱)۔ جہاں کہیں بھی چٹانوں یا چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں پر جگہ ملی توپیں نصب کر دی گئیں۔ کوٹ نے چاہا کہ حیدر کو اپنا رخ بدلنے پر مجبور کر دے "تاکہ اگر کوئی افراتفری اور گڑبڑی کا موقع آئے ہ اپنی چھوٹی سی فوج کے ساتھ اس کا فائدہ اٹھا سکے۔ اس کی ترکیبیں پہلی جنگوں کی ترکیبوں جیسی تھیں یعنی ایک بازو دشمن پر حملہ کرے اور دوسرا بازو اس کی مدد کے لیے تیار کھڑا رہے۔" اس کی پہلی صف دونوں بازوؤں اور عقب کی جانب سے پہاڑیوں اور چٹانوں سے محفوظ تھی لیکن دوسرا برگیڈ بہت آگے بڑھ گیا

---

(۱) MS. EUR. E. ۸۷، ص ۷۳: وہ میدان جس میں معرکہ ہوا ارکاٹ سے شمال مغرب میں تقریباً ۱۰ میل کے فاصلے پر تھا۔ حیدر نے اس طرح ایسی جگہ منتخب کی تھی کہ اگر وہ چاہتا تو جم کر مقابلہ کر سکتا تھا اور اگر چاہتا تو اس راستے کے علاوہ جس سے کوٹ پیش قدمی کر رہا تھا دوسرے راستوں سے فرار ہو سکتا تھا اور انگریزوں کے پہنچنے سے پہلے ارکاٹ یا ویلور پہنچ سکتا تھا۔

Marfat.com

اور سخت گولہ باری کی زد میں آگیا۔ کوٹ نے اسے حکم دیا کہ وہ بغیر رُکے بائیں جانب مڑ جائے۔ اس کے بعد اُس نے پیش قدمی کا اشارہ دے دیا۔ کوٹ کہتا ہے کہ میسوری سواروں نے پلٹ کر "اس ثابت قدمی اور استقلال سے حملہ کیا جس کا انھوں نے کبھی مظاہرہ نہیں کیا تھا"۔ "کوٹ کے آدمی صف توڑنے اور پرے بنانے پر مجبور ہو گئے تاکہ اپنے راستے کی چٹانوں سے بچ سکیں اور بٹالینوں کے درمیانی جگہوں میں حیدر نے اپنے سوار دستوں کو میدان میں اتار دیا لیکن انگریزوں نے سنور ہٹم کے سواروں اور حیدر علی کے اصطبل کے گھوڑوں کے چیدہ دستوں کا انتہائی مستعدی سے مقابلہ کیا انھوں نے اپنی گولہ باری اس وقت تک روکے رکھی جب تک کہ گھوڑے ان کی سنگینوں کی زد پر نہ آ گئے۔ چیدہ دستوں کے دو پرچم چھین لیے گئے اور چھ پونڈ کی اس توپ پر بھی قبضہ ہوگیا جو بیلی سے چھینی گئی تھی۔

اسی دوران دوسری صف پر ٹیپو نے حملہ کیا اور جنگ جاری رہی یہاں تک کہ بعض بٹالینوں کا بارود ختم ہوگیا۔ حریف کے میمنے سے میسرے تک مقابلہ کرنے کے لیے کوٹ نے صف کو سامنے کا رُخ بدلنے کا حکم دیا۔ "دشمنوں کے بائیں جانب پوری فوج مقابلہ کرے اور سامان کے ساتھ ضروری رابطہ قائم رکھے۔ اگر بہت زیادہ ضروری ہو تو وہ اپنے میمنہ سے مدد لے سکتے تھے اور پہلی صف سے پھر مل سکتے تھے"۔ سامنے کے رُخ کی اس تبدیلی کے بعد میسوری فوج منظم نقل و حرکت میں ماہر نہیں تھی چنانچہ اسے انگریزی توپوں سے بہت نقصان پہنچا۔ تقریباً اسی وقت ٹیپو مرکزی فوج کے ساتھ ساتھ کاویری پک کی جانب پسپا ہوگیا۔

انگریزوں کا نقصان ایک ہزار سے زیادہ نہیں تھا۔ حیدر کی فوج کے سات سو پچاس سوار اور چار سو سپاہی میدان میں ہلاک ہوئے۔ کوٹ کا تخمینہ ہے کہ مرنے والوں کی تعداد دو ہزار تھی۔ دوسرے تخمینے کے مطابق یہ تعداد ۱۵ سو اور ایک ہزار تھی۔ ان کے علاوہ کافی بڑی تعداد میں گھوڑوں کا نقصان ہوا تھا۔ ولکس کا یہ بیان جس کا ماخذ مجھے نہیں معلوم ہے کہ حیدر نے پانچ ہزار آدمیوں سے زیادہ کھوئے انتہائی مبالغہ آمیز ہے (۱)

شولنگور میں شکست سے حیدر کے وقار کو بہت گزند پہنچا۔ اس کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ کروٹ نگر اور کل ہستی کے پالیگار اپنی فوجوں کے ساتھ اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ کوٹ نے رسد کی تلاش میں کروٹ نگر کے سردار کے علاقے میں پیش قدمی جبکہ حیدر نے اپنی جانب سے سردار کو سزا دینے کے لیے غارتگر دستے بھیجے۔ کروٹ نگر کے صدر مقام اتی مبجری سے کوٹ نے میکارٹنی کی جنگ کے بارے میں اپنے مراسلات بھیجے۔

---

(۱) حیدر کی فوجی تعداد اور اس کے نقصان کے بارے میں کوٹ کے مبالغہ کرنے کا رجحان شولنگور کی جنگ کے سلسلہ میں ارسال کردہ مراسلات سے بھی واضح ہوتا ہے۔

باب ۲۳
شولنگور سے اناگڈی تک

شولنگور کی جنگ کے بعد لڑائی پرانے بے ترتیب اور غیر فیصلہ کن انداز میں گھسٹتی رہی۔ حیدر کوٹ اور مرکزی انگریز فوج کو کبھی شکست دینے کے قابل نہیں ہو سکا اور اس نے بڑی دانشمندی سے کسی نئے معرکے میں ملوث ہونے سے گریز کیا۔ جب تک انگریز سمندر پر اپنا تسلط قائم کیے ہوئے تھے تب تک نہ مدراس اور نہ اور دوسرے انگریزی قلعوں پر حملہ کرنا ممکن تھا۔ جو کچھ حیدر کر سکتا تھا وہ یہ تھا کہ دشمن کی فوجوں اور خورونوش کے قافلوں، الگ تھلگ سرحدی چوکیوں اور قلعوں پر اچانک حملے کر کے ان کو پریشان اور تنگ کرتا رہے اور جہاں تک ممکن ہو ان کی طاقت کو ساحلی علاقوں تک محدود رکھے۔ یہ کام اس نے بڑی کامیابی سے انجام دیا۔

دوسری جانب انگریز خاص طور پر مدافعت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ساحل پر ان کے مورچے مضبوط تھے اور میدان جنگ میں کوٹ ناقابل تسخیر تھا۔ بہر حال اس کی فوج اتنی بڑی کبھی نہیں ہو سکی جو حیدر کو کمزور شکست دے سکتی اور سوار فوج کی کمزوری اور سامان کی نقل و حمل کی دقت ہمیشہ اس بات میں مانع رہی کہ وہ کسی فتح سے فائدہ اٹھا کر دشمن پر کاری ضرب لگا سکے یا دشمن کو شکست فاش دے کر اس کا فوجی نظام درہم برہم کر کے اسے مکمل پسپائی پر مجبور کر سکے۔ بھاری اور بوجھل باربرداری انگریزوں کی ہمیشہ کمزوری رہی جس کا اثر ان کی رفتار اور جنگی صلاحیت پر پڑتا تھا اور جس کی وجہ سے دشمن کے تعاقب میں رکاوٹ پڑتی تھی۔ حیدر کی فوج اس سے کہیں زیادہ تیز رفتار تھی اور اکثر جنگ میں پہل اسی کے ہاتھ رہتی تھی۔

شولنگور کے بعد حیدر نے کوٹ سے دس میل کے فاصلے پر کاویری پک کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ جب انگریز بھروز کے علاقے میں بڑھے تو لالہ میاں کے زیر کمان میسور کے ایک سوار دستے نے بھروز کے پولم پر حملہ کیا۔

لیکن کوٹ نے لالہ میاں کے پڑاؤ پر اچانک تین رجمنٹوں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اگرچہ سوار دستے بچ کر نکل گئے لیکن وہ اپنے ہتھیار، ساز و سامان اور کچھ گھوڑے اور بیل چھوڑ گئے۔[1]

دلی چری درے کے راستے سے حیدر کو پہنچنے والی رسد کو مسدود کرنے کے لیے کوٹ نے لفٹنٹ کرنل اوون کو چھ بٹالینوں، دو سو سواروں اور بارہ توپوں کے ساتھ بھیجا۔[2] یہ ایسا موقع تھا جس کا حیدر کو ہمیشہ انتظار رہتا تھا اور وہ اوون کے پیچھے تیزی سے روانہ ہوا۔ اوون کو تعاقب کا کوئی علم نہیں تھا۔ اسے اس بات کا اس وقت پتہ چلا جب حیدر کی فوج سامنے نظر آنے لگی۔ ۲۲ر اکتوبر کی صبح جب انگریز ویراکنڈلور درے سے تقریباً ڈیڑھ میل دور تھے میسوری ظاہر ہوئے اور اوون اور درے کے درمیان حائل ہونے کے لیے تیزی سے بڑھنے لگے۔ اوون نے درے تک جلدی پہنچنے کے لیے اپنے خیموں اور سامان کو چھوڑ دیا۔ حیدر کی فوج کا ایک حصہ ساز و سامان کی لوٹ مار میں مشغول ہوگیا لیکن ایک پہاڑی کی چوٹی پر نصب دو میسوری توپوں نے بڑھتی ہوئی انگریز فوج کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک صفایا کر دیا اور توپیں اوپر نصب کر دی گئیں اور میسوری سوار دستوں نے بار بار حملے کیے۔

درے کے داخلی دروازے پر نصب ایک انگریزی توپ خانے نے اس اُمڈتے سیلاب کو روکے رکھا۔ اسی دوران مرکزی میسور افواج پہنچ گئیں اور طرفین کی فوجیں درے میں داخل ہوگئیں جو تین چوتھائی میل چوڑا تھا۔ ایک گڈمڈ معرکہ شروع ہوگیا۔ کیپٹن واکر کی ایک بٹالین پوری طرح تہس نہس ہوگئی۔ واکر خود مارا گیا اور ایک چھ پونڈ والی توپ چھن گئی لیکن کیپٹن مور نے دستی بم اندازوں کی ایک کمپنی کی قیادت کرتے ہوئے اس کو پھر واپس چھین لیا۔ قرب و جوار کی پہاڑیوں سے میسوریوں نے دیسی بندوقوں سے مسلسل گولہ باری جاری رکھی۔ اوون بہر کیف آگے بڑھتا ہی رہا اور دو بجے دن کو وہ زیادہ کھلے ہوئے علاقے میں پہنچ گیا جہاں میسوری فوج کی گولہ باری سست پڑ گئی۔[3] اوون دوپہر کے قریب پہلے ہی ایک افسر کو کوٹ کو اس حملہ سے آگاہ کرنے کے لیے بھیج چکا تھا لیکن جب شام کو کوٹ پہنچا تو حیدر ارکاٹ کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ انگریزوں کے دو افسر مارے گئے اور پانچ زخمی ہوئے۔ ان کے علاوہ تقریباً تین سو آدمی قتل یا زخمی ہوئے۔ یا غائب تھے۔ ان کا حیدر کے نقصان کے بارے میں اندازہ تھا کہ کم سے کم اس کے سات سو آدمی مارے گئے۔[4]

---

(۱) MS. EUR. E. 87 ص ۷۸ (۲) ایشیا میں جنگ جلد اول ص ۲۱۴

(۳) " " ص ۸۰، ۸۲ (۴) " " "

اس کے بعد کرناٹک میں جنگ معمولی محاصروں کی شکل میں تبدیل ہو کر رہ گئی۔ ویراکنڈور سے کوٹ پال پٹ (دبلی پٹہ) لوٹ آیا اور پھر وہ ویلور کی امداد کے لیے روانہ ہوا اور وہاں سے چتوڑ پر حملہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی۔ قلعے کے جنوب میں واقع ایک پہاڑی پر نصب دو بارہ پونڈ والی توپوں نے تباہ کن گولہ باری جاری رکھی۔ گولے قلعے کے اندر گرتے رہے لیکن محصورین نے مزاحمت جاری رکھی۔ پیٹہ پر دشمن کا قبضہ ہوگیا اور محصورین اور دروازے اور فصیلوں کے درمیان صرف تین سو گز کا فاصلہ رہ گیا۔ قلعہ میں ایک شگاف پڑگیا اور کماندار حسین علی بیگ نے اس شرط پر قلعہ حوالے کر دینے کی پیشکش کی کہ محافظ کو ہتھیار، ساز و سامان اور سرکاری مملوکہ ہر چیز کے ساتھ قلعے سے باہر جانے کی اجازت دے دی جائے۔ کوٹ نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور دوسرے دن شگاف ایک گذرگاہ میں تبدیل ہوگیا لہٰذا حملے کا حکم دیا گیا۔ تب قلعدار نے یہ درخواست کی کہ محافظ فوج کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں کی شکل میں ان کے گھروں کو جانے کی اجازت دی جائے "کیونکہ ہتھیاروں کے چھن جانے کی صورت میں وہ فوجی خدمات سے ہمیشہ کے لیے محروم قرار دیے جائیں گے"۔ کوٹ اس امید پر راضی ہوگیا کہ شاید قلعے میں اسے رسد مل جائے۔ محاصرہ چار دن تک جاری رہا تھا۔(۱)

اسی وقت لالہ میاں نے لفٹننٹ پیرسن کے زیر کمان ایک فوج کو تہس نہس کر دیا تھا جو پرنگول کے عامل دار سے مل کر ترووید (ترووید پورم) پر حملہ کرنا چاہتی تھی۔ پیرسن اور عامل دار شیو چدمبر پلے کو قیدی بنا لیا گیا۔(۲)

کوٹ نے پول پٹ اور پولور میں سامان کی حفاظت اور غلہ حاصل کرنے کے لیے کچھ فوجی دستے چھوڑے اور خود ویلور کی طرف پیش قدمی کی۔ جب چتوڑ کا محاصرہ جاری تھا حیدر نے پول پٹ پر حملہ کیا۔ باہری مورچے پر قبضہ کر لیا اور کیپٹن ٹیمپل کو اپنی توپیں اور سامان چھوڑ کر اندرونی احاطے میں لپسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ حیدر نے اس پر حملہ نہیں کیا بلکہ وہ لوٹ گیا کیونکہ کوٹ کو چتوڑ کا محاصرہ اٹھانے پر مجبور کرنے کا اس کا خاص مقصد حل نہیں ہوا تھا۔ بہر کیف اسی دوران ٹیپو اور لالی کو لفٹننٹ برکماٹر پر حملہ کرنے کا حکم دیا گیا جس کو پولور میں بھاری توپ خانے کے ساتھ تعینات کیا گیا تھا۔ برکماٹر نے اپنی توپوں میں دوگنی مقدار میں بارود بھر کر اڑا دیا اور رات میں قلعہ چھوڑ کر شمال کی طرف سرعت کے ساتھ روانہ ہوگیا اور اس کے تعاقب میں میسور سوار چل پڑے۔ اس نے ایلور پولم کا رخ کیا۔ وہاں سے وہ نگری کوٹہ گیا اور تب وہ بمروز خاندان کے ساتھ جا ملا اور بمروز خاندان

---

(۱) ایشیا میں جنگ جلد اول ص ۲۱۴

(۲) 〃 〃 〃 〃

کے ساتھ کل ہستی کے علاقے میں جانکلا جس کو میسوری سواروں نے تاخت و تاراج کیا تھا۔ آخر وہ اپنی بچی کھچی جماعت کے ساتھ مدراس پہنچ گیا۔(۱)

چونکہ انگریز اب تک چتور میں تھے لہذا حیدر نے ٹیپو اور لالی کو ترپاسور کے محاصرہ کے لیے بھیجا جس کی حفاظت کیپٹن بشپ کے سپرد تھی۔ محاصرہ ۱۷ نومبر کو شروع ہوا۔ جلد ہی فصیل میں شگاف پڑ گیا۔ لیکن محافظ فوج نے بڑی جرأت سے مزاحمت کی۔ جب کوٹ ۲۲ نومبر کو براہ پول پٹ اور نگری وہاں آپہنچا اور ٹیپو وہاں سے محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو گیا اور انگریز فوج بہ حفاظت اپنی چھاؤنیوں میں چلی گئی ——

—— اس اثنا میں حیدر نے بمروز کے علاقے کو اور کل ہستی کے علاقے کو تاخت و تاراج کیا اور ٹیپو کو چتور کا محاصرہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ۱۰ دسمبر کو شہر کا محاصرہ کر لیا گیا اور ۲۲ تاریخ کو جب ایک قابل گزر شگاف پڑ گیا تو کیپٹن لیمنٹ کی زیر قیادت محافظ فوج نے قلعہ حوالے کر دیا۔ ٹیپو نے تب چندرگری پر چڑھائی کرکے اس پر قبضہ کر لیا اور نواب کی محافظ فوج کو قتل کر دیا۔(۲) شروع جنوری میں کوٹ ویلور کی مدد کے لیے روانہ ہوا جو رسد کی کمی کا شکار تھا۔ حیدر نے اس کے عقب پر حملے کرنے اور سامان پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا اور کوٹ کی واپسی پر اسی خاص مقام پر دوسرا حملہ بھی اسی طرح ناکام اور غیر مؤثر رہا۔ کوٹ پھر مدراس چلا گیا۔

کرناٹک میں چھوٹے قلعے کم ہی اتنے مستحکم ہوتے تھے کہ وہ شدید حملوں کا مقابلہ کر سکیں یا طویل محاصرہ کے سامنے ٹھہر سکیں لیکن ویلور کا قلعہ سب سے زیادہ مستحکم تھا اور سر آرتھر ویلزلی کی رائے میں وہ ہندوستان کے مضبوط ترین قلعوں میں سے ایک تھا۔(۳) امبور وادی کے دہانے پر واقع جو میسور کے اہم ترین دروں میں سے ایک

---

(۱) ایشیا میں جنگ جلد اول ص ۲۱۴

(۲) SEE PROGS. مورخہ ۲۵ فروری ۱۷۸۱ء۔ کوٹ کا مراسلہ مورخہ ۱۱ جنوری ۱۷۸۱ء شمالی ارکاٹ ضلع کا کتابچہ MANUEL۔ ولکس نواب ارکاٹ کا بھائی عبدالوہاب خاں چندرگری میں تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی حیدر کے ساتھ غدارانہ خط و کتابت میں مشغول تھا اور جب عملاً بغیر کسی مزاحمت کے قلعہ حوالے کر دیا گیا تو حیدر نے سابقہ غداری اور بے وفائی کا الزام لگا کر پورے خاندان کو قیدی بنا کر سرنگاپٹم بھیج دیا۔

(۳) اودن ــ ولنگٹن کے مراسلات کا انتخاب ص ۲۸۰

جب ہم ویلور کے طویل محاصرہ یا اس کی خاکے بندی پر غور کرتے ہیں تو ہم کو دوسرے قلعوں کو امداد پہنچانے کے برطانوی اقدامات کو بہت کم چھوٹی سطح کا سمجھنا چاہیے۔ یہاں یہ مطالعہ غالباً غیر متعلق نہ ہوگا کہ ٹیپو سلطان کے جاری کردہ فوجی قواعد و ضوابط کے دستور العمل میں بغیر نام لیے سر آئر کوٹ کے برتر فوجوں کی موجودگی میں ویلور کو بار بار رسد پہنچانے کا حوالہ موجود ہے۔ ولکس جلد سوم ص ۲۵۹

Marfat.com

اہم درّے کی جانب جاتی تھی وہ میسور فوج کے سامان رسد پہنچانے والے کے ایک بہت اہم راستے پر واقع تھا۔ محافظ فوج کی طرف تجارتی قافلوں کی راہ میں مداخلت کو روکنے کے لیے ان کی سخت محافظت کی ضرورت تھی۔ ایک فوجی افسر نے اس کی قلعہ بندی کو اس طرح بیان کیا ہے: "قلعہ ایک بے قاعدہ چوکور شکل میں تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کی قلعہ بندی ایک مرکزی دمدمے پر مشتمل ہے جس میں جگہ جگہ مدور مینار اور باہر نکلے ہوئے پچھے ہیں۔ اس کے نیچے ایک FAUSSIE BRAIE ہے جس میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر جھروکے دار بُرج بنائے گئے ہیں۔ اس میں ایک کافی چوڑی اور پانی سے بھری خندق ہے جس کی چوڑائی کہیں کم اور کہیں زیادہ ہے خندق کی طرف نکلا ہوا ایک پختہ مضبوط پشتہ ہے اور تین طرف ایک مسقف راستہ ہے۔ مرکزی فصیلیں بڑے بڑے پتھروں سے بنائی گئی ہیں جو بڑی خوبصورتی سے کاٹے گئے ہیں اور بغیر گارے کے جوڑے گئے ہیں۔ FAUSSIE BRAIE کا پشتہ مضبوط پتھروں کا بنایا گیا ہے جس کی اوپری قطار کے پتھروں کو نیم مدور شکل میں کاٹا گیا ہے تاکہ سوراخوں سے دفاع کیا جا سکے۔ خندق کی طرف نکلا ہوا پشتہ کلہاڑی نما ہے اور مضبوط پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ اس میں کوئی بیرونی فصیل، کوئی چھت دار راستہ، کوئی بغلی راستہ اور کوئی مسقف حصوں کی حفاظت کرنے والے دمدمے نہیں ہیں۔ اس میں داخل ہونے کے لیے ایک چکر دار سڑک ہے جس پر بھاری دروازے ہیں اور جن کی حفاظت کے لیے ایسے پُل تھے جن کو وقت ضرورت اٹھایا جا سکتا تھا۔ جنوب میں پیدل چلنے کا راستہ ہے جو خندق کے اُوپر سے گذرتا ہے۔ خندق کے اوپر ہو کر قلعہ میں داخلے کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔"(۱) تین پہاڑیاں جو قلعے سے زیادہ فاصلہ پر نہیں ہیں قلعہ کے بالکل سامنے واقع ہیں اور قلعہ ان کی توپوں کی زد میں آتا ہے۔ ان پہاڑیوں کو بھی مصلح کیا گیا تھا ان میں مرکزی پہاڑی جو بعد میں "سائر کی پہاڑی" کے نام سے مشہور ہوئی صرف ایک میل کے فاصلے پر واقع تھی ۱۷۸۰ء کے اواخر میں میسوریوں نے اس پر حملہ کیا اور ۲۳ دسمبر کو میر صاحب نے سرنگیں اڑا دیں اور قلعہ سے اتنی شدید گولہ باری کی کہ محاصرین کی پیش قدمی کی بہت سُست ہو گئی۔ آخر کار ایک طرف فصیل کا ایک حصہ تباہ ہو گیا اور شگاف سے بیس گز کے اندر اندر حملے کے لیے خندقیں بنالی گئیں۔ ۱۴ جنوری ۱۷۸۱ء کو ایک حملہ ناکام بنا دیا گیا اور اسی طرح سیڑھیوں کے ذریعے قلعہ پر چڑھنے کی دو کوششیں ناکام بنا دی گئیں۔ جب کوٹ اپنی فوج کے ساتھ بڑھا تو حیدر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا لیکن اس نے ویلور کے محاصرہ کو ایک قسم کی ناکہ بندی میں تبدیل کر دیا۔ کرنل لینگ ویلور میں کمان کر رہا تھا اس وقت اس کے پاس ڈھائی سو یوروپی، پانچ سو دیسی

---

(۱) شمالی ارکاٹ ضلع کا کتابچہ۔ کوکس ص ۱۸۸

Marfat.com

سپاہی اور بارہ سو نواب ارکاٹ کے سپاہی تھے۔ اس نے اس وقفہ کا بخوبی فائدہ اٹھایا اور پہاڑی قلعہ کی مرمت کرا ڈالی اور مدراس سے آنے والی رقم سے چاول کا ذخیرہ کر لیا۔ بہر حال وہ ویلور سے چھ میل دور واقع کیلاس ورگ کے پہاڑی قلعہ پر قبضہ کرنے میں ناکام رہا۔ اس پر قبضہ کی وجہ سے حیدر ناکہ بندی جاری رکھ سکا۔ اس کے فوجیوں نے انگریزوں کی فوج کے لیے رسد لانے والے لوگوں کی ناکیں کاٹ دیں۔ جب ۲ر نومبر ۱۷۸۱ء کو کوٹ پہنچا تو رسد بہت کم ہو چلی تھی۔ وہ اپنے ساتھ تازہ ذخائر لایا تھا جو بہر صورت آٹھ یا دس ہفتوں کے لیے ہی کافی تھے۔ چنانچہ ۲۱ر دسمبر ۱۷۸۱ء کو کوٹ مدراس سے ۱۴ سو قلیوں پر سامان، رسد کے ساتھ دوبارہ ویلور کی امداد کے لیے روانہ ہوا۔ وہ ۱۱ر جنوری ۱۷۸۲ء کو تین ماہ کی رسد اور بیس ہزار پگوڈا سمیت قلعہ پہنچا۔ تازہ رسد بیشتر وینکٹ گری کے راجہ اور کل ہستی کے راجہ کے بیٹے کے ذریعے ۴ر جون کو مہیا ہوئی تھی۔ حیدر کی فوجیں صرف واپس آنے والے قلیوں اور بیلوں کو روک سکیں۔ کوٹ ایک بار پھر ۱۲ر اگست ۱۷۸۲ء کو آیا۔ پولی کٹ میں تقریباً تین چار ہزار بیلوں پر لدے سامانِ رسد کے ایک میسوری قافلے پر قبضے سے محافظ فوج کو اتنا غلہ مل گیا جو مارچ ۱۷۸۳ء تک کے لیے کافی تھا(۱)

اسی دوران تنجور اور ترچناپلی کے علاقے میں بھی لڑائی جاری رہی۔ انگریز اور محمد علی عملاً اس علاقہ پر پورا تسلط رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ فرانسیسیوں کے تعاون کی امید حیدر کو فروری ۱۷۸۱ء میں کڈلور کھینچ لائی۔ لیکن پورٹونووو کی شکست کے بعد وہ شمال کی طرف پلٹ گیا۔ جب یورپ میں ولندیزیوں کے ساتھ جنگ شروع ہو گئی تو لارڈ میکارٹنی نے کرنل بریتھ ویٹ کو نیگاپٹم پر حملہ کرنے کے لیے فوجیں اکٹھا کرنے کا حکم دیا۔ اسی اثنا میں میجر گالوے نے جو کلاکوٹہ میں ارکاٹ کی فوجوں کی کمان کر رہا تھا بریتھ ویٹ کو ترکٹاپلی (ترکوٹپی) پر ایک حملہ کرنے میں تعاون دینے کی درخواست کی۔ گالوے کو ترچناپلی واپس طلب کر لیا گیا تاہم بریتھ ویٹ نے ڈھائی ہزار سپاہیوں اور چھ توپوں کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ ۱۳ر اگست ۱۷۸۱ء کو فصیل میں دو شگاف پڑ گئے تاہم رات میں ایک حملہ کو شدید نقصانات کے ساتھ پسپا کر دیا گیا۔ محصورین بڑی جرأت کا ثبوت دے رہے تھے۔ بریتھ ویٹ تنجور چلا گیا لیکن ۲۲ر اگست کو کرنل نکسن کو خبر ملی کہ میسوریوں نے ترکوٹپلی کو چھوڑ دیا ہے اور وہ کولرون کے شمال کی جانب چلے گئے ہیں چنانچہ اس نے قلعہ پر قبضہ کرنے کے لیے اپنی فوج بھیج دی۔ بریتھ ویٹ نے دوبارہ تنجور سے پیش قدمی کی اور سمندر سے اپنے رسل و رسائل کے ذرائع قائم کرنے کے لیے

---

(۱) شمالی ارکاٹ ضلع کا کتابچہ۔ اے، ایف کوکس ۱۸۸۱ ص ۶۴، ۶۸، ۱۸۸، ۔ MS. EUR. E. ۲۸۰ ص ۱۹، ۲۷، ۱۱۳، ۱۱۸، ۱۸۸، ۲۰۶، ۲۰۸، ۔ SEE. PROGS مورخہ ۲۵ر فروری ۱۷۸۳ء ص ۸۳۶، ۸۴۲

ونائے کا (۳۰ اگست کو) محاصرہ کرلیا لیکن اسے ناکامی ہوئی اور وہ زخمی بھی ہوگیا۔ میکارٹنی نے جنوبی افواج یوروپی کمک بھیجی۔ اسی دوران ولندیزیوں نے حیدر کے ساتھ ایک معاہدہ کرلیا اور کہا جاتا ہے کہ ٹانن ولی غیر مطمئن پالیگاروں کے ساتھ بھی ایک معاہدہ کیا۔ خبر ملی کہ انھوں نے کمباکونم میں حیدر کی افواج سے ملنے کے لیے چارسو سپاہیوں، دوسو گھوڑ سواروں اور چھ توپوں پر مشتمل ایک فوج بھیجی تھی لیکن وہ نہ نے کن وجوہ سے واپس بلالی گئی[1]

تنجور فوج کے عارضی کماندار نکسن نے منار کوٹلی (منار گوڈلی) پر حملہ کیا اور آسانی سے اس پر قابض لیا۔ پھر کئی بار پسپا ہونے کے بعد وہ مہادیوپٹنم پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا کیونکہ محافظ فوج میں وٹ پڑگئی تھی اور اس نے اس پھوٹ کا پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ اڈریاپٹنم میں اسے مدراس سے رسد صول ہوئی لیکن اسے منار گوڈی واپس آنا پڑا کیونکہ اس پر میسوریوں کے حملہ کا خطرہ بڑھ گیا تھا۔

بریتھ ویٹ نے اپنے زخموں سے صحتیاب ہوکر ۲۷ ستمبر ۱۷۸۱ء کو پھر اپنی افواج کی کمان سنبھال لی۔ س کا ارادہ ناگور اور نیگاپٹم پر حملہ کرنے کا تھا۔ راستے میں اسے خبر ملی کہ ایک میسوری فوج کا دستہ الن گوڈی ں غلہ جمع کررہا ہے چنانچہ اس نے گاؤں پر قبضہ کرلیا۔ دشمن کو مار بھگایا اور ایک توپ اور دو فرانسیسی

---

(۱) حیدر علی اور ولندیزی کمپنی کے ڈائرکٹر اور گورنر رینیر دان ولیسنگن کے درمیان ہونے والے معاہدہ کی دفعات میں تین بہت اہم ہیں :- چونکہ تنجور اور ترچناپلی سے دشمن کمباکونم میں خیمہ زن عالیجاہ کی فوجوں کے خلاف اقدام کرسکتے ہیں۔ عزت مآب کمپنی اپنی جانب سے یہ وعدہ کرتی ہے کہ وہ یہاں سے وہاں دو ہزار فوج جو یوروپیوں، ملائے اور سپاہیوں پر مشتمل ہوگی اور جس کے ساتھ پانچ یا چھ توپیں اور یوروپی افسر بھی ہوں گے نواب کے مذکورہ بالا سپاہیوں کی مدد کے لیے اور دشمن کو مار بھگانے کے لیے بھیجے گی اور اگر انگریز نیگاپٹم کا محاصرہ کریں تو عزت مآب نواب ان کو یہاں سے نکالنے کے لیے اپنی فوجیں بھیجیں گے۔ کمپنی یہ وعدہ کرتی ہے کہ نواب کی مذکورہ بالا فوجوں کی آمد پر وہ ان کے لیے اچھی قیام گاہوں کا انتظام کریں گے۔

دفعہ ۹: چونکہ عزت مآب نواب نے ولندیزی کمپنی کو تنجور کے متعلقہ علاقہ جات مثلاً کیو اور کا صوبہ، وڈیم کونن، ٹوپاکوری اور ناگور مع ان کے ماتحت گاؤں کے از راہ کرم عطا فرمادیا ہے۔ لہٰذا ہم اس کی کوشش کریں گے کہ ان مذکورہ بالا علاقوں میں سے کسی جگہ سے بھی کچھ بھی غلہ یا رسد دشمن کو نہ برآمد کیا جاسکے اور عزت مآب کمپنی کی جانب سے نواب کی مدد کے لیے مرسلہ فوج کے سلسلہ میں جو اخراجات آئیں گے وہ بعد میں طے کرلیے جائیں گے (قلعہ نیگاپٹم میں متفقہ طور پر منظور کردہ - ۴ ستمبر ۱۷۸۱ء - .MS.EUR .E ۸۷ ص ۱۰۶، ۱۰۷

بٹالین کمانداروں کو قید کرلیا۔ اس ڈر سے کہ نیگاپٹم پر برسات سے پہلے حملہ ناقابل عمل ہوگا وہ تنجور لوٹ گیا۔ نکسن کو ناگور بھیج دیا۔ راستے میں اس نے کمباکونم کے پگوڈا کو تباہ کر دیا اور بندرگاہ سے ایک جنگی جہاز کی مدد سے دشمن کو ناگور سے نکال باہر کیا اور ان کی چار توپوں پر قبضہ کرلیا۔ اسی دوران ۵ نومبر کو منرو نے نیگاپٹم کا محاصرہ کرلیا تھا اور محافظ فوج نے ایک ہفتے بعد قلعہ حوالے کر دیا۔

جنوب میں ولندیزی طاقت لگ بھگ ختم ہوگئی تھی لیکن اسی دوران کورمنڈل ساحل پر ایک فرانسیسی بیڑا نمودار ہوا۔ اس پر حیدر نے وندی واش کی جانب پیش قدمی کی اور ٹیپو کو ایک بڑی فوج کے ساتھ بریتھ ویٹ کو تباہ کرنے کے لیے بھیجا۔ ٹیپو کے پاس تیرہ سو سوار، ڈھائی ہزار پیادے اور چھ توپیں تھیں اور پنڈلور سے چار میل شمال مشرق میں دریائے کولرون کے جنوبی کنارے پر واقع زانگدی میں مقیم تھا اور منرو کی جانب سے اسے یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ وہ فصلوں کی حفاظت کرے جو اب کٹائی کے لیے بالکل تیار تھیں۔ ٹیپو کے پاس چھ ہزار سوار، بارہ ہزار پیادے اور بیس توپیں تھیں۔ بریتھ ویٹ ٹیپو کی تیز پیش قدمی سے بے خبر تھا یہاں تک کہ ۱۷ فروری ۱۷۸۲ء کو اس پر چاروں جانب سے حملہ ہوا۔ وہ میدان میں جما رہا لیکن رات کے وقت پسپا ہونے کا اس نے فیصلہ کرلیا۔ دشمن کو دھوکہ میں رکھنے کے لیے اس نے اپنے پیچھے سواروں اور سپاہیوں کی ایک بٹالین چھوڑ کر صبح دس بجے وہ سپاہیوں کی دو بٹالینوں کے ساتھ میاورم کی طرف روانہ ہوگیا لیکن ٹیپو ہوشیار تھا اور وہ بریتھ ویٹ اور اس کے عقبی نگران دستوں کے بیچ حائل ہوگیا۔ بریتھ ویٹ بہت مشکلوں سے لڑتا بھڑتا نکل گیا اور پھر اس سے جاملا۔ میسوریوں کی گولہ باری اور تیر اندازی نے انگریزی صفوں میں بڑی ابتری پھیلا دی۔ لڑائی جاری رہی اور گیارہ بجے کے قریب بریتھ ویٹ ایک میل کے فاصلے پر واقع ایک پگوڈا کی طرف روانہ ہوا لیکن جب وہ قریب پہنچا تو اس کی ایک بٹالین نے دشمن کو حملہ کرتے دیکھا تو صف توڑ دی اور اپنی بندوقیں چھوڑ کر پگوڈا کی طرف بھاگ نکلے۔ پوری فوج میں بدنظمی اور افراتفری پھیل گئی اور میسوری صفوں کے درمیان گھس گئے۔ بریتھ ویٹ کی پشت پر ایک زخم لگا۔ سپاہی تقریباً دو دنوں سے مسلسل لڑ رہے تھے۔ افسروں نے دانشمندی سے ہتھیار ڈال دینے کا فیصلہ کرلیا۔ صلح کے جھنڈے پھہرانے کے بعد کوئی شخص قتل نہیں کیا گیا لیکن بقیہ فوج کو قیدی بنا لیا گیا۔ ایک بٹالین جو پگوڈا پہنچ گئی تھی اسے بھی اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اگلے کچھ دنوں میں تقریباً سات سو سپاہی اور کچھ ہندوستانی افسر نکل بھاگنے میں کامیاب ہوئے۔ لیکن یوروپیوں کو سرنگاپٹم بھیج دیا گیا۔ بریتھ ویٹ کو حیدر اپنے لشکری خیمہ میں رکھتا تھا۔(۱) اس شکست سے انگریزوں کو بہت دھکا

(۱) M.M.C. مورخہ ۳ مارچ ص ۱۷۱، ۱۷۴، ۱۷۸ SEE. PROGS. مورخہ ۱۱ مارچ ۱۷۸۲ء۔ ای ایم فالوفیلڈ کا خط

Marfat.com

پہنچا اور اس نے پورٹونوو کے کیے دھرے پر پانی پھیر دیا۔ جنوب پر انگریزوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور اب وہ تنجور کے سرسبز شاداب میدانوں سے مزید غلہ اور مویشی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

مغربی ساحل پر لڑائی جاری تھی۔ اگست ۱۷۸۲ء سے میجر ابنگڈن کی قیادت میں ایک چھوٹی سی انگریز محافظ فوج نے تیلی چری میں سردار خاں کے زیر کمان حیدر کی فوج کے خلاف بڑی جرأت سے مدافعت جاری رکھی۔ محافظ فوج کو ۱۷۸۱ء کے موسم بہار میں کمک پہنچی۔ ۸ دسمبر کو ابنگڈن نے ایک شبخون مارا اور حیدر کے ایک چہیتے افسر سردار خاں کو شکست فاش دی۔ اس کی فوج بالکل تہس نہس ہو گئی اور وہ اپنے خاندان اور افسروں سمیت گرفتار ہو گیا۔ اس کی تمام توپیں، گولہ بارود اور سامان کے ذخیرے انگریزوں کے ہاتھ لگے۔ ابنگڈن نے اپنی فتح جاری رکھی اور کالی کٹ پر قبضہ کر لیا لیکن وہ منگلور پر قبضہ نہ کر سکا اور اس طرح ساحل پر اب بھی حیدر کے قدم جمے رہے۔

اناگڈی کی فتح کے باوجود حیدر نے محسوس کر لیا تھا کہ مستقبل بہت اچھا نہیں ہے۔ اس کے کل منصوبے نظام اور مرہٹوں کے ساتھ اتحاد عظیم پر مبنی تھے۔ اس کو شاید یہ توقع تھی کہ یہ حلیف انگریزوں کے ساتھ ڈٹ کر جنگ کریں گے اور ہر طرف سے حملہ کی صورت میں انگریز جنوب میں کافی تعداد میں فوج رکھنے کے قابل نہ رہیں گے۔ بہر صورت شمال میں اس کی سرحد محفوظ رہے گی اور اسے صرف ایک دشمن کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ جنگ کے جاری رہنے سے یہ بات صاف ظاہر ہو گئی تھی کہ وہ مرکزی انگریزی فوج کو نہ تو میدان جنگ میں شکست دے سکتا ہے اور نہ ہی اسے مدراس تک محدود رکھ سکتا ہے۔ شاید یہی وقت تھا۔ یعنی اناگڈی کی فتح کے بعد اور ۱۰ مارچ کو فرانسیسی فوج کے یقینی آمد سے پہلے ۔ کہ اس نے پورنیہ کو بلایا تھا جو پورنیہ نے بعد میں ولکس کو بتایا کہ "انگریزوں اور اس کے درمیان شاید باہمی بے اطمینانی اور نزاع کی وجوہ موجود تھیں لیکن جنگ کی کافی وجہ موجود نہیں تھی"۔ اس نے مزید کہا تھا کہ کئی بہلیوں اور بریتھ ویٹوں کی شکست سے وہ تباہ نہ ہو جائیں گے۔ میں بری راستوں پر ان کے وسائل تباہ کر سکتا ہوں لیکن میں سمندر خشک نہیں کر سکتا اور میں اس جنگ سے یقیناً تنگ آ جاؤں گا جس میں مجھے سوائے لڑائی کے اور کچھ حاصل نہیں"۔[۱] واقعات سے بھی صاف ظاہر تھا کہ اس کے حلیفوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ نظام کی جانب سے اسے یوں بھی کبھی بہت زیادہ امید نہیں رہی تھی۔ مدھوجی بھونسلے شروع ہی سے ڈھیلا تھا اور اب حیدر کو خبر مل گئی تھی کہ مہادجی سندھیا نے انگریزوں کے ساتھ ایک

---

(۱) ولکس جلد دوم ص ۲۷۳، ۲۷۴

Marfat.com

معاہدہ کر لیا ہے اور پونا کی حکومت بھی کسی وقت کرے گی۔ وہ جانتا تھا کہ مرہٹے ان علاقوں کو دوبارہ فتح کرنے کی کوشش کریں گے جو انھوں نے اسے اتحاد میں شامل ہونے کی ترغیب دینے کے لیے اس کے حوالے کر دیے تھے۔ حیدر تنگ بھدرا اور کرشنا کے درمیانی علاقے کو میسور کی حدود اور مرہٹوں کے حملوں کے درمیان ایک وسیع سدِ راہ بنانا چاہتا تھا لیکن اب اُسے ایسا لگ رہا تھا کہ اس کو انگریزوں کے ساتھ ساتھ مرہٹوں سے بھی لڑنا پڑے گا۔ اس نے ایک مہنگا سودا کیا تھا اور دوسرے فریق سے اسے امید نہیں تھی کہ وہ اسے تسلیم کر لیں گے جبکہ وہ ان کے اب موافق بھی نہیں تھا۔ اس نے پورنیہ سے کہا تھا کہ "عام سوجھ بوجھ کا کوئی بھی آدمی مرہٹوں پر بھروسہ نہیں کر سکتا اور وہ خود بھی یہ توقع نہیں کرتے کہ کوئی ان پر اعتماد کرے گا۔ مرہٹوں کا موجودہ رویہ اس کے نزدیک ایک مشترکہ مقصد سے غداری کے مترادف تھا" لیکن اس حقیقت سے بھی آنکھ نہیں بند کی جا سکتی کہ اس نے ان کی خیر سگالی حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں کیا تھا اور نہ ان کے اعتماد کو حاصل کرنے کی کوئی کوشش کی تھی۔ حقیقت میں مشترک مقصد جیسی کسی چیز کا وجود ہی نہیں تھا۔

ایک اور حلیف جس سے اسے بہت امید تھی فرانسیسی تھے۔ ایک فرانسیسی بحری بیڑے نے انگریزوں کی بحری طاقت کو غیر مؤثر بنا دیا ہوتا اور ایک فرانسیسی بری فوج نے اس کی اپنی فوج کو کافی تقویت بھی پہنچائی ہوتی لیکن وی اور وس کڈلور میں اسے کشمکش میں چھوڑ گیا تھا۔ اس نے فضول لبی کا مہینوں انتظار کیا تھا اور اگر وہ آتا بھی تو بھی حیدر کو شمال میں مرہٹوں کے حملے کی سرکوبی کے لیے جانا پڑتا اور فرانسیسی عدم اعتماد کی شکایت کرتے۔ اس نے پورنیہ کو بتایا تھا کہ "مجھ کو مرہٹوں کے خلاف تنہا ہی جانا چاہیے اور چاہے اس کے لیے مجھے فرانسیسیوں کی ناراضگی مول لینی پڑے۔ میں ان پر اعتماد نہیں کرتا اور ان کی فوج کو میسور میں داخلے کی اجازت نہیں دے سکتا۔" فرانسیسی انگریزوں کے خلاف تو مفید ثابت ہوتے تھے لیکن ہندوستان میں ان کو ایک بڑی طاقت بننے دینا خطرناک بات تھی لیکن ان شرائط پر وہ فرانسیسیوں کا پورا تعاون مشکل ہی سے حاصل کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود سفرن کی قیادت میں ایک فرانسیسی بیڑے کی آمد سے ایسا لگا کہ اس طویل اور غیر فیصلہ کُن جنگ میں یہ کامیابی کا آخری موقع ہے۔ اس نے اپنی بعض کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور ارکاٹ کے مورچوں میں سرنگیں بچھا دی تھیں کہ اسی اثنا میں اس کو فرانسیسی بیڑے کی آمد کی خبر ملی اور اس کی امیدیں ایک بار پھر زندہ ہو گئیں۔

Marfat.com

باب ۲۴
اناگدی کی جنگ سے حیدر کی وفات تک

جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں حیدر اس جنگ سے پریشان ہوگیا تھا جس کے بارے میں اس نے محسوس کر لیا تھا کہ یہ طویل اور غیر فیصلہ کن ہوگی۔ اسے یہ بھی ڈر تھا کہ اگر شمالی سرحدوں پر مرہٹوں نے جارحانہ کاروائیاں شروع کر دیں تو مزید خطرہ بڑھ جائے گا لیکن اسی وقت کورومنڈل ساحل پر ایک فرانسیسی بحری بیڑا فرانس پہنچ گیا جس کی قیادت انتہائی تجربہ کار اور شہرت یافتہ امیرالبحر کر رہا تھا۔ اگر ایم۔ ڈی سفرن برطانوی بیڑے کو ہندوستانی سمندر سے نکال سکتا اور کافی فرانسیسی فوج سے اس کی فوج کو تقویت دے سکتا تو جنوبی ہند میں انگریزی طاقت کا خاتمہ یقینی تھا۔

انگریزوں کی خوش بختی تھی کہ اس وقت ان کے پاس تقریباً برابر کا ایک بیڑا ایک لائق افسر کی کمان میں موجود تھا۔ دونوں بیڑوں کے درمیان پہلا معرکہ ۱۵ فروری کو پولی کٹ کے پاس پیش آیا اور فیصلہ کن رہا لیکن برطانوی بیڑے کو سری لنکا میں ٹرنکو ملی کو مرمت کے لیے جانا پڑا۔ سفرن پورٹو نوو پہنچا لیکن اس وقت تک اس نے لنگر نہیں ڈالا جب تک کہ حیدر سے معاہدہ کی گفت و شنید مکمل نہ ہوگئی۔ حیدر نے ارکاٹ سے ونڈی واش کا رخ کیا۔ کوٹ کو فطری طور پر یہ خیال گذرا کہ وہ جنوب میں خاص طور پر بریتھ ویٹ کی شکست کے بعد دہشت کا بازار گرم کرے گا۔ اس نے تین ہزار بیلوں، دو ہزار قلیوں اور چاول سے لدی تقریباً سو گاڑیوں پر مشتمل ایک رسد کا قافلہ چنگل پٹ بھیجا جس کی حفاظت میجر بائرن (BYRNE) کی قیادت میں کچھ بٹالینیں اور سپاہیوں کی ایک رجمنٹ کر رہی تھی۔ واپسی پر میسور سواروں اور تیر اندازوں کا ایک دستہ نمودار ہوا اور بائرن نے اسے غلطی سے میسور کی مرکزی فوج سمجھ لیا اور بیلوں کو حیدر کے آدمیوں کے ہاتھوں میں پڑ جانے کے لیے پیچھے چھوڑ کر تیزی

سے روانہ ہوگیا (۱) اس نقصان نے جس کی تلافی آسانی سے نہیں کی جاسکتی تھی کوٹ کے نقل وحمل میں سخت رکاوٹ پیدا کردی۔ اس کے بعد دو ہزار میسوری فوج ماؤنٹ کے قریب انگریز کے اردگرد منڈلاتی رہی تاکہ چارے کے لیے نکلنے والی ٹولیوں کو اور ان کے بیلوں کا راستہ کاٹنے کی کوشش کرے۔ کوٹ نے رات کی تاریکی میں منی منگلم میں ان پر حملہ کرنے کے لیے ایک فوج بھیجی لیکن وہ تھوڑا سا نقصان اٹھا کر بچ نکلے۔

۱۰ مارچ کو دو ہزار فرانسیسی سپاہی پورٹو نوو پر لنگر انداز ہوئے جو ڈچی من (DUCHIMEN) کے زیر قیادت تھے اور انھوں نے یکم اپریل کو کڈلور کا محاصرہ کر لیا جسے ۴ اپریل کو بغیر ایک گولی چلائے دشمنوں کے حوالے کر دیا گیا۔ ٹیپو، لالی اور اس کے مختصر فرانسیسی دستے کے ساتھ بریتھ ویٹ کی شکست کے بعد کرور چلا گیا تھا۔ وہ تقریباً وسط مارچ میں واپس ہوا اور فرانسیسیوں کے ساتھ مشترکہ کاروائی کرنے کے لیے کڈلور روانہ ہوا۔ قرب وجوار میں اس کی موجودگی کی وجہ سے کڈلور نے فرانسیسیوں کے سامنے جلد ہتھیار ڈال دیے (۲)

پرماکوئل اور ونڈی واش کے خلاف حیدر کے ارادوں کو خاک میں ملانے کے لیے ۱۰ اپریل کو کوٹ ماؤنٹ سے روانہ ہوا۔ ۱۴ اپریل کو اس نے سینٹ تھام سے ایک برطانوی رجمنٹ طلب کی۔ حیدر نے جو ونڈی واش کے جنوب مشرق میں تقریباً ۱۲ میل کے فاصلے پر موجود تھا چار ہزار سوار، دو ہزار سپاہیوں اور دو ہزار پالیگاروں اور چھ توپوں پر مشتمل ایک فوج اپنے بیٹے کریم صاحب کی قیادت میں بھیجی۔ تاکہ وہ اس رجمنٹ کا راستہ روکے لیکن وہ اس کے عقب کو پریشان کرنے کے سوا اور کچھ نہ کرسکا۔ تب کریم صاحب نے مدراس کی طرف پیش قدمی کی۔ مدراس سے کچھ میل ادھر پوناملی سڑک پر واقع ایک مورچے پر حملہ کیا جس میں اسے کامیابی نہیں ہوئی اور پھر وہ شہر کی طرف بڑھا۔ محمد علی کے فرزند ثانی امیر الامراء کی ماتحتی میں فوجوں نے باغوں اور گھروں کی حفاظت کی۔ چونکہ دشمن کو کمک پہنچ گئی تھی اس لیے کریم صاحب

---

(۱) SEE. PROGS مورخہ ۱۱ مارچ ۱۷۸۲ء ص ۸۰۰

"سینٹ تھامس ماؤنٹ اور پالر کے دوسرے کنارے پر واقع خطے کے درمیان کے انگریزی علاقے کے لیے چنگل پٹ کو کلیدی حیثیت حاصل رہی۔"

چنگل پٹ ضلع کا کتابچہ - سی۔ بے، کرول (CROLE)

(۲) SEE. PROGS ۲۹ اپریل ۱۷۸۲ء ص ۱۵۹۰

پیچھے ہٹ آیا اور پیرم بوکم کے راستے کانجی ورم لوٹ آیا۔ مدراس کو خطرہ میں دیکھ کر کوٹ دوبارہ پالار کو عبور کر کے واپس لوٹ آیا تاکہ وہ کریم صاحب کو روک سکے۔ لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ حیدر نے اپنے بیٹے کو پسپائی پر سرزنش کی اور کریم صاحب نے ایک بار پھر پیش قدمی کی لیکن اسے ایک بار پھر جلدی سے پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ واضح ہو گیا تھا کہ کریم صاحب بطور سپاہی کوئی امتیازی حیثیت حاصل نہیں کر سکا۔(۱)

کوٹ کی حالت بڑی تشویشناک تھی۔ اس نے بتایا کہ جنوب میں اس کی کسی پیش قدمی کے لیے رسد کافی نہیں ہے اور سمندر کی راہ سے رسد کی فراہمی کا اس کو یقین نہیں ہے۔ مزید برآں اُسے یہ بھی ڈر تھا کہ فرانسیسیوں اور حیدر کے درمیان وہ اتحاد پیدا ہو جائے گا جو اب تک چند آداب و رسوم کی پابندی اور ایک دوسرے پر بھروسہ کی کمی نے نہ ہونے دیا تھا اور جو اس کی پیش قدمی کے بعد دونوں کے مفاد میں ضروری ہو جائے گا۔ یہ ایک ایسا معرکہ ہو گا جس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ ہمیں کامیابی ہو گی تب بھی رسد کی کمی کی وجہ سے ہم اس کامیابی کو پایۂ تکمیل تک استحکام نہ دے سکیں گے اور ہم کو پسپائی پر مجبور ہونا پڑے گا اور اس سے نہ صرف ہماری کمزوری ظاہر ہو گی بلکہ ہمارے دامن پر ایسا داغ لگے گا جو ہماری متوقع فتح کے فوائد اور حاصل شدہ عزت و وقار سے بھی نہ دُھل سکے گا۔"(۲)

کوٹ تمبرم سے ۷ ارمئی سے پہلے روانہ نہ ہو سکا اگرچہ اسے یہ اطلاع مل گئی تھی کہ حیدر نے ۱۰ ارکو پرماکوٹل کا محاصرہ کر لیا ہے۔ اس وقت اس کے میکارٹنی سے شدید اختلافات تھے اور ایک مرحلہ پر تو اس نے کمان سے استعفا دینے کی سوچی تھی۔ حیدر ۱۰ ارمئی کو پرماکوٹل کا محاصرہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے آسانی سے پیٹھ کو تباہ کر دیا اور مرکزی دروازے تک اپنی خندقیں بنا کر اس نے ۱۵ ارتاریخ کو ایک سرنگ اُڑا دی۔ دوسرے دن ایک شگاف ہو گیا اور ۱۷ ارکو لفٹیننٹ پلو (PLOW) نے جو کمان کا نگران تھا قلعہ حوالے کر دینے کی پیشکش کی۔ بشرطیکہ تمام یورپیوں کو ایک نگران دستے کے ساتھ مدراس واپس جانے کی اجازت دے دی جائے۔(۳)

اسی اثنا میں ۱۲ اپریل کو ہیفس اور سفرن نے ایک اور غیر فیصلہ کن جنگ سری لنکا کے قریب لڑی تھی اور دونوں فریق جزیرے کے مختلف بندرگاہوں میں مرمت کے لیے چلے گئے تھے۔ فرانسیسیوں اور حیدر نے حالات سے مجبور ہو کر ایک معاہدہ کر لیا تھا اور پرماکوٹل کی سپردگی کے بعد مشترکہ متحدہ فوج نے

---

(۱) MS. EUR. E. ۱۵۸ ۸۶ص

(۲) SEE. PROGS ۳ جولائی ۱۷۸۲ء ص ۲۰۲۴

(۳) ۸۰ ص ۱۶۴ ،، ،، ،،

Marfat.com

ونڈی واش پر چڑھائی کر دی۔

بہر حال کوٹ روانہ ہوا۔ جب وہ کرنگل سے ونڈی واش کی جانب بڑھا تو حیدر اور اس کے اتحادی پانڈیچری کی جانب پلٹ گئے۔ کوٹ اور قریب آیا اور اس نے انھیں ویلی نور اور سرخ پہاڑیوں کے درمیان ایک طویل صف کی شکل میں مورچہ بند پایا۔[1] ان کو اس مضبوط مقام سے باہر نکالنے کے لیے کوٹ نے حیدر کے ذخائر کے صدر مقام ارنی پر حملہ کرنا چاہا۔ یکم جون کو وہ ارنی کے قریب تھا۔ حیدر کو تیزی سے واپس آنا پڑا اور اس نے فرانسیسیوں کو اپنے پیچھے چھوڑا جن کو لسبی کی جانب سے یہ ہدایات ملی تھیں کہ وہ اس کی آمد تک کوئی عام جنگ نہ لڑیں۔

۲، جون کو ارنی کی جنگ کے بارے میں ولکس نے بیان کیا ہے کہ "یہ ایک سخت تھکن اور گھٹتی بڑھتی گولہ باری کا دن تھا۔ یہ جنگ دانشمندانہ جنگی تدابیر کا دن نہیں تھا جس کا مقصد ساز و سامان کے ضروری تحفظ کے ساتھ ساتھ دشمن سے قریب پہنچنا رہا ہو۔

چٹ پٹ کی جانب ایک چھوٹی سی ندی ایک ہلکے سے نشیب کی طرف جاتی ہے۔ جس کے درمیان ایک چھوٹی سی گھاٹی ہے جو رفتہ رفتہ ارنی کی جانب بلند ہوتی جاتی ہے۔ حیدر نے ٹیپو کی ماتحتی میں محافظ فوج کی امداد کے لیے ایک چھوٹی سی فوج تیز رفتاری کے ساتھ روانہ کی تھی۔ جب انگریزی ہراول دستہ صبح سویرے قلعے پہنچا تو اس پر قلعہ سے اور ٹیپو کی فوج کی جانب سے گولہ باری ہوئی اور حیدر کی فوج نے عقب سے اس پر توپوں کے دہانے کھول دیے۔ کوٹ نے اپنا ساز و سامان نیچے کی طرف ڈھال پر رکھا اور اس کی حفاظت کے لیے سپاہیوں کی پانچ بٹالینوں اور پوری سوار فوج کو متعین کر دیا۔ حیدر اب بائیں جانب نمودار ہوا اور کوٹ کو اپنا رخ داہنی جانب موڑنا پڑا۔ وہ ارنی کی جانب سے اپنا راستہ طے نہیں کر سکتا تھا۔ حسب دستور اس کے فوجیوں کی دو قطاریں بنائی گئی تھیں۔ دوسری قطار نے تیزی سے اس گاؤں پر قبضہ کر لیا جس کا پورے علاقے پر اثر پڑتا تھا۔ تب پہلی صف نے چاول کے کھیتوں کو عبور کیا اور حیدر کی فوج کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ اسی دوران حیدر انگریزی سامان کے لیے خطرہ بن گیا تھا چنانچہ کوٹ کو اپنی فوج کی ترتیب و تقسیم پھر سے درست کرنی پڑی۔ اس نے لکھا "چنانچہ میں نے حکم دیا کہ پہلی صف دوسری صف کے عقب میں پہنچے اور پہلی صف کے دائیں طرف سے پیش قدمی کرے" حیدر کے آدمی پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن مشکل سے انگریزی فوج دو میل ہی ہو گی کہ انھوں نے میسوری سواروں کی

(1) M.S. EUR. E ص ۱۲۶

Marfat.com

سامان پر حملہ کرنے کے لیے قریب آتے دیکھا چنانچہ وہ خود ٹھہر گئے اور ساز و سامان کو آگے بڑھا دیا گیا۔ ایک میسوری دستے نے ان کے ٹھہرنے سے فائدہ اٹھا کر دنگی منگلم میدان میں صبح کو انگریزی لشکر گاہ پر قبضہ جما لیا۔ یہ مقام اس جگہ سے کہیں بہتر اور فوجی لحاظ سے اہم تھا جہاں اب تھے۔ میسوری توپ خانے نے پھر گولہ باری شروع کر دی۔ چونکہ ساز و سامان محفوظ تھا اس لیے انگریزوں کی پہلی صف نے تیزی سے کاروائی کی اور حیدر کو جلدی پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ ایک دریا کے کناروں پر جسے انھیں پار کرنا تھا انھوں نے ایک طویل پیتل کی چھ پونڈ والی توپ اور کچھ گولہ بارود رکھ دیا۔ اس وقت جب کہ تعاقب جاری تھا میسور سوار فوج کے ایک دستے نے ساز و سامان پر پھر حملہ کرنا چاہا لیکن ان کو بروقت روک دیا گیا۔ انگریز تعاقب سے صبح کو تقریباً چھ بجے واپس آئے۔ دونوں جانب نقصانات بہت ہلکے ہوئے کیونکہ دست بدست لڑائی کے بجائے یہ کافی دور سے ایک دوسرے پر گولہ باری تک ہی محدود تھی (۱) کوٹ کو صدمہ تھا کہ رسد کی کمی کی وجہ سے وہ ارنی پر حملہ کا دباؤ نہ بڑھا سکا۔ اس نے ۴ تاریخ کو ایک بار پھر نمائشی حملہ کیا کہ اس طرح شاید وہ حیدر کو ایک اور جنگ پر مجبور کر دے لیکن حیدر سنجیدگی سے ارکاٹ کی جانب شاہراہ پر بڑھتا رہا۔ جب انگریز وندی واش کے راستے میں تری وٹور کے مقام پر خیمہ زن تھے حیدر اس کے ایک حصے پر گھات لگانے میں کامیاب ہو گیا۔ برطانوی فوج کا بڑا نگران دستہ کاٹ ڈالا گیا۔ انگریزی نقصان ۱۶۶ پیادے، ۵۹ سوار اور دو تین پونڈ والی توپوں پر مشتمل تھا۔ حیدر، ٹیپو، لالی اور چھ سو چیدہ سواروں کے ساتھ اس معرکہ میں خود موجود تھا اور جو بقول کوٹ اتنا شدید اور تیز و تند تھا کہ پانچ منٹ کے اندر اندر ختم ہو گیا۔ جب حیدر اپنے لشکر گاہ میں پہنچا تو اس نے اپنی اس کامیابی کے اعزاز میں سلامی کی توپیں داغیں۔ انگریزی فوج منی منگلم لوٹ آئی (۲)

کوٹ کوئی ... فتح قدم نہیں اٹھا سکا کیونکہ اسے حیدر کے ارادوں اور بحری بیڑے کے صحیح مقام کا علم نہیں تھا۔ "میری کامیابی اور میرے ارادے دونوں پر ایک ناگزیر روک لگ گئی تھی"۔ اس نے لکھا تھا اسی دن یعنی ۶ جولائی کو ایک اور غیر فیصلہ کن بحری جنگ کڈلور کے قریب لڑی گئی لیکن ہفس کی راہ میں حالات

---

(۱) کوٹ نے لکھا کہ "دشمن کے نقصان کا جائزہ اور اندازہ میں نہیں کر سکا لیکن میں نہیں سوچتا کہ وہ کچھ بہت زیادہ رہا ہوگا"۔
M.M.C ۱۵ جون ۱۷۸۲ء ص ۱۸۳۵، کوٹ کا خط مورخہ ۱۰ جون، SEE. PROGS مورخہ ۴ جولائی ص ۵-۲۰۵،
MS. EUR. E ۸۷ ص ۱۷۷ - ۱۸۱

(۲) کوٹ کا خط، لشکر گاہ آوٹرا ملور مورخہ ۱۳ جون ۱۷۸۲ء - .MS. EUR. E ۸۷ ص ۱۸۲ - ۱۸۴

نے اتنی رکاوٹیں پیدا کیں کہ سفرن سری لنکا کے لیے روانہ ہو گیا اور اس نے ترنکو ملی پر حملہ کر کے اس پر انگریزوں کے پہنچنے سے پہلے قبضہ کر لیا۔ ۳ ستمبر کو چوتھی فیصلہ کن جنگ کے بعد ہفس کو مرمت کے لیے بمبئی اور سفرن کو سماترا جانا پڑا۔

شروع اگست میں حیدر، فرانسیسی بحری فتح کی امید میں ترویدی (ترووینداپورم)، کڈلیم اور پونیتر کے بیچ واقع سینٹ ڈیوڈ میں پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ فرانسیسی فوج کڈلور، ٹیپو گدیرون کے شمال میں (چدمبرم سے ۱۵ میل جنوب مغرب میں) لالی پیٹ میں خیمہ زن تھی اور اسے پار کر کے نیگاپٹم پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہی تھی (۱) کرنل ہکسن کی فتوحات نے میسوری فوج کو کمبا کونم اور کولیرون کے جنوب میں واقع علاقے کو چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا تھا۔ حیدر کو لیسی کی آمد کی توقع تھی۔ جیسا ہم دیکھ چکے ہیں کوٹ نے ویلور میں سامان خورو نوش کے ذخائر جمع کر لیے تھے اور وہ ویلور سے چھ میل کے فاصلے پر واقع قلعہ کال گھڑی کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ۲۰ اگست کو کڈلور پر حملہ کرنے کے لیے انگریزوں نے تمبرم کی جانب پیش قدمی کی اور ان کا ایک جنگی جہاز کی کشتیوں کی مدد سے فوج کے لیے رسد لے کر آ پہنچا۔ اس وقت حیدر کڈلور میں فرانسیسیوں کی مدد کے لیے موجود نہیں تھا بلکہ ارنی اور ڈوبی گڑھ کے درمیان خیمہ زن تھا۔ جیسے ہی اس نے انگریزوں کی جنوب میں پیش قدمی کی خبر سنی اس نے کڈلور میں مقیم فرانسیسیوں کی مدد کے لیے دو بٹالینیں بھیج دیں اور کوٹ کو یہ محسوس کرایا کہ وہ ترپاسور کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کلیانور میں کوٹ نے ٹرنکو ملی کی شکست کی خبر سنی۔ جلد ہی وہ خود بیمار ہو گیا اور چونکہ رسد وقت پر نہیں پہنچی لہٰذا وہ پانڈیچری کے قریب واقع سرخ پہاڑیوں سے مدراس کی جانب لوٹ گیا۔ ایک ہمعصر سوانح نگار نے اس جنگ کا موازنہ "جاگیردارانہ نظام کے دنوں کی اس مہم سے کیا ہے جب بادشاہ ۳۰ یا ۴۰ دن تک میدان میں جمے رہتے تھے"(۲) بحری جنگ کے غیر تصفیہ کن ہونے کی وجہ سے بری جنگی اقدامات میں بھی غیر فیصلہ کن ہو گئے تھے۔

شمالی محاذ پر بہت زیادہ تیزی اور سرگرمی تھی۔ اپنی فتح کے بعد میجر ابنگڈن کوئمبتور کی جانب پیش قدمی کرنا چاہتا تھا لیکن بمبئی کی حکومت برطانوی فوجوں کو جگہ جگہ بانٹنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ زمورن اور دوسرے سرداروں کی جو حیدر کے خلاف علم بغاوت بلند کر چکے تھے مدد کرے لیکن یہ منصوبہ عملی جامہ نہ پہن سکا۔ مالابار میں موجود انگریزی فوج کو کمک سے تقویت پہنچائی گئی اور کرنل ہمبرسٹون کو

---

(۱) M.M.D ۱۷۸۲ جلد ۸۱ ج ۳ اگست ۱۷۸۲ء ص ۲۳۱۶، ۲۳۱۷

(۲) ایشیا میں جنگ جلد اول ص ۴۰۹

Marfat.com

سپہ سالار بنایا گیا۔ اس کا بنیادی منصوبہ یہ تھا کہ وہ انجنگو کے راستے سے تنجور میں پیش قدمی کرے اور حریف کو مغالطہ میں ڈال دے تاکہ حیدر کی توجہ اس طرف مبذول ہوجائے" لیکن اپریل ۱۷۸۲ء میں اس نے فیصلہ کیا کہ پہلے وہ پال گھاٹ پر اس کے بعد "پلا کوٹہ پر حملہ کرے جو پلا کیچری سے تقریباً ایک میل اور کالی کٹ سے اسی میل کے فاصلے پر واقع ایک مضبوط و مستحکم قلعہ تھا اور وہاں سے کوئمبٹور جائے" کالی کٹ کے جنوب میں ۲۰ میل کے فاصلے پر ترکالور میں اس کا مقابلہ ایک میسوری فوج سے ہوا جو تقریباً ایک ہزار سواروں اور ساڑھے تین ہزار پیادوں پر مشتمل تھی اور مخدوم علی کے زیر قیادت تھی۔ انگریزوں کی پیش قدمی اتنی تیز رفتار اور خوفناک تھی کہ میسوری افراتفری کا شکار ہو گئے۔ کمانڈر اور اس کے تین سو آدمی مارے گئے اور دو سو گرفتار ہوئے لیکن ایک تیز آندھی و طوفان نے اس کے گولہ بارود اور سامان کے ذخائر کو نقصان پہنچایا اور ہمبرسٹون کو برسات کی وجہ سے کالی کٹ چھوڑنا پڑا۔ ولکس کے مطابق یہ برطانوی کاروائی موافق حالات اور اتفاقات کا نتیجہ تھی اور وہ کوئی طے شدہ اور سمجھے بوجھے اقدام نہیں تھے۔

۲۰ ستمبر کو وہ میدانِ جنگ میں دو ہزار بمبئی کے سپاہیوں اور نو سو انگریزوں کے ساتھ ایک بار پھر میدان میں اترا۔ وہ ترتلا تک بڑھ گیا جبکہ اس کے سامان کے ذخائر پونانی دریا تک ہی پہنچ سکے تھے۔ رام گری میں اپنا بھاری ساز و سامان چھوڑ کر اس نے میسوریوں کو پیچھے دھکیل دیا اور پال گھاٹ تک پیش قدمی کی لیکن ایک دھاوے میں اس کی تقریباً رسد جاتی رہی۔ بارش ایک بار پھر شروع ہو گئی تھی۔ اور بمبئی سے آنے والی ہدایات نے اسے ساحل پر پہنچنے کا حکم دیا تھا اور وہ تیزی سے پلٹا کیونکہ مزید اندرونی علاقے میں آنے پر ٹیپو اس پر حملہ کرنے کا انتظار کر رہا تھا۔ ٹیپو لالی اور ۲۰ ہزار آدمیوں کے ساتھ تیز رفتاری سے آرہا تھا۔ منکرائے میں وہ دشمن کو نہیں پا سکا لیکن پونانی میں اس نے ان کو جا پکڑا جہاں ان پر اس نے ۲۹ نومبر کو حملہ کیا۔ اس طرح ہمبرسٹون دریائے پونانی کو رات کے وقت عبور کرنے میں کامیاب ہو گیا چونکہ پانی زیادہ گہرا نہیں تھا اس لیے وہ بریتھ ویٹ جیسے انجام سے بچ گیا[1] کرنل میکلیوڈ نے کمان سنبھال لی تھی۔ ٹیپو اب اپنے بھاری توپ خانے کا انتظار کر رہا تھا لیکن اپنے باپ کی موت کی خبر سن کر تیزی سے واپس لوٹ گیا۔ انگریزوں کو اس کی واپسی کا اندازہ بھی نہ ہو سکا۔ وہ تیزی سے اپنے باپ کی لشکر گاہ میں پہنچا جہاں حیدر کی موت کو ٹیپو کی آمد تک پوشیدہ رکھا گیا اور پھر اس کی تاج پوشی کا اعلان کر دیا گیا۔

جنگ کے آخری دور میں حیدر نے انگریزوں کو زیادہ تر ساحل تک محدود رکھا اور اس طرح گوٹ کی

---

(1) MS. EUR. E ۷۸ ص ۱۶۵، ۱۷۰، ایشیا میں جنگ جلد اول ص ۲۶۲، ۲۷۲

نقل و حرکت کو مسدود رکھا۔ ولسن کا یہ تبصرہ کہ اگر فرانس کے ساتھ صلح نہ ہوگئی ہوتی تو انگریزوں کے ہاتھ سے جنوبی ہند نکل جاتا اور مدراس ٹیپو اور فرانسیسیوں کے قبضہ میں آجاتا غالباً مبالغہ آمیز تبصرہ ہے لیکن یہ کہنا مناسب ہوگا کہ حیدر کے ہاتھ میں پہل عام طور سے رہی اور اس نے جو زخم انگریزوں کو پہنچائے تھے وہ اس کی فوج کو انگریزوں کے ہاتھوں پہنچنے والے زخموں سے کہیں زیادہ گہرے تھے (۱) اگر سفرن نے سمندر میں تسلط حاصل کر لیا ہوتا تو غالباً حیدر کے بری اقدامات اور زیادہ بہادرانہ اور فیصلہ کن ثابت ہوتے۔

Marfat.com

باب ۲۵

حیدر اور فرانسیسی

سپاہی کی حیثیت سے حیدر یوروپی اقوام کی فوجی لیاقت اور کارکردگی کو بنظرِ تحسین دیکھتا تھا۔ فوجی فتوحات کے لیے وہ چاہتا تھا کہ کچھ یوروپی سپاہیوں کے ذریعے اپنے فوجی دستوں کو مضبوط بنانے اور توپیں اور گولہ بارود حاصل کرے۔ انگریزوں سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ ۱۷۷۰ء میں بمبئی کی حکومت نے ایک معاہدہ کے تحت اسے توپیں، شورہ اور جستہ فراہم کرنے کی ذمہ داری لے لی تھی لیکن کورٹ آف ڈائرکٹرز نے اس معاہدہ کو نامنظور کر دیا۔ ماہی کے زوال کے بعد بریتھ ویٹ نے لکھا تھا کہ "مجھے ہر طرف سے یہ خبر ملی ہے کہ اس کا مقصد توپ خانہ اور اس کے ذخائر کو حاصل کرنا ہے۔ ولندیزیوں سے اس کے کوئی تعلقات نہیں، پرتگالیوں کے بارے میں اس کی کوئی رائے نہیں اور وہ نہیں جانتا کہ اس فوجی ساز و سامان کے لیے کہاں جائے جس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ انگریز اسے فراہم نہیں کریں گے"۔[1] ولندیزی کبھی کبھی انگریزوں سے جنگ کرتے تھے لیکن ہندوستان میں ان کی طاقت اتنی کمزور تھی کہ وہ مؤثر اور کارآمد حلیف نہیں بن سکتے تھے۔ حیدر نے انھوں نے ان چند توپوں کی باربرداری کا انتظام کرنے کو کہا تھا جن کی فراہمی کا انھوں نے وعدہ کیا تھا۔[2] مرہٹوں کے خلاف پرتگالی کسی کام

---

(۱) M.M.C مورخہ [illegible] اکتوبر [illegible] ۱۴۱۲ – ۱۴۱۳

[illegible]

Marfat.com

نہیں آسکتے تھے۔ حکومت گوا نے منگلور میں متعینہ اپنے سفیروں کے ذریعے اس کو مطلع کیا تھا کہ گوا مرہٹہ علاقوں سے گھرا ہوا ہے اور اگر وہ حیدر کے ساتھ پیشوا کے خلاف کوئی اتحاد کرتے ہیں تو نہ صرف گوا خطرہ میں پڑ جائے گا بلکہ ان کی تجارت بھی تباہ ہو جائے گی اور وہ کسی جنگ کے بھاری اخراجات بھی نہیں برداشت کر سکیں گے(۱)۔ وہ انگریزوں کو اشتعال نہیں دلا سکتے کیونکہ سمندر پر ان کا مکمل اقتدار تھا۔ ۱۷۶۸ء میں تو انھوں نے منگلور میں انگریزوں کے خلاف اپنے کارخانے کی مدافعت تک نہ کی تھی۔

اب لے دے کر فرانسیسی ہی ایسے تھے جو ایک طاقتور قوم تھے اور جن کے ہندوستان میں مقبوضات بھی تھے اگرچہ ان کا ایشیائی طاقت بننے کا خواب انگریزوں نے ختم کر دیا تھا تاہم یہ آرزو اب بھی ان کے دل میں پل رہی تھی۔ انگریزوں کے دشمن ہونے کی وجہ سے حیدر اور فرانسیسی ایک دوسرے کے قریب آگئے انفرادی طور پر کچھ فرانسیسی (جیسے الین اور ہوگل) شروع ہی سے میسوری فوج میں رہے تھے اور بعد میں لالی اور ہیومورن کے زیر کمان تقریباً چار سو سپاہیوں پر مشتمل ایک فرانسیسی دستہ بھی بن گیا تھا۔ بقول باؤرنگ یہ صحیح بھی ہو سکتا ہے کہ "ہندوستانی باشندوں کے ساتھ فرانسیسیوں کا رویہ اور سلوک ان کے موروثی دشمنوں یعنی انگریزوں کے مقابلے میں زیادہ ہمدردانہ تھا"(۲) لیکن حیدر کی زندگی کے آخری دور میں میسور اور فرانسیسیوں کے تعلقات کی یہ توجیہ سیدھی سادی اور بہت زیادہ سطحی ہے۔ حقیقت میں دونوں کے مشترکہ مفادات تھے جنھوں نے حیدر اور فرانسیسیوں کو متحد کر دیا تھا۔ وہ ماہی کے ذریعے ہتھیار اور فوجی ذخائر فراہم کرتے تھے اور اس کے عوض مالابار میں مخصوص مراعات حاصل کرتے تھے جب ۱۷۷۸ء میں انگلستان اور فرانس کے درمیان اور ۱۷۸۰ء میں حیدر اور انگریزوں کے درمیان جنگ بھڑک اٹھی تو یہ لازمی بات تھی کہ حیدر اور فرانسیسی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے۔

ہندوستان میں جنگ جاری رکھنے کے سلسلہ میں بہ ہر حال فرانسیسیوں کو مشکلات کا سامنا اس کا سب سے قریبی بحری اساس مورشیس تھا جس کو فرانسیسی بحر ہند کی کلید سمجھتے تھے لیکن کو نکن ساحل

(بقیہ پچھلے ص سے)

فرانسیسیوں کے ساتھ مل کر انگریزی بیڑے کو مار بھگانے میں مدد کریں گے اور حیدر کو توپیں، بندوقیں اور گولہ بارود مہیا کریں گے لیکن وہ واضح طور پر اتنے کمزور تھے کہ کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ جب نیگاپٹم انگریزوں کے قبضہ میں آگیا تو معاہدہ کی دفعہ ۲۰ کی رو سے حیدر علی کی فوجوں کو آزادانہ گذرنے کے لیے راستہ دیا گیا اور حیدر علی کی لشکر گاہ میں چار ولندیزی نمائندوں کو معاہدے کے تحت مکمل آزادی اور اختیار حاصل ہوگا۔ MS. EUR. E. ۸۲

(۱) پرتگالی دستاویز ۷ (۲) باؤرنگ ص ۱۰۶

Marfat.com

حیدر اور فرانسیسی

تقریباً ڈھائی ہزار میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ ایک ایسا اڈہ جو لڑنے والی فوج فراہم نہ کر سکے اُس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے بلا سپاہی کے فوجی چوکی۔ ہندوستانی سمندروں پر انگریزوں کا تسلط تھا۔ ہندوستان میں فرانسیسیوں کی فوجی طاقت زیادہ نہیں تھی۔ ہندوستان میں انگریزوں پر مؤثر حملہ کے لیے ضروری تھا کہ سمندر پر اقتدار حاصل ہو اور کسی طاقتور ہندوستانی حکمران کے ساتھ اتحاد ہو۔ سر رابرٹ ہرلینڈ نے ۱۷۷۲ء میں لکھا تھا کہ "جو یورپی یہاں لنگرانداز ہوئے ہیں اگرچہ وہ تعداد میں کافی ہیں لیکن کسی دیسی طاقت کی مدد کے بغیر ان کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا اور ان سے کسی بڑے نقصان کا خدشہ تصور نہیں کیا جا سکتا۔"(۱) حیدر کی نومولود بحریہ اتنی کمزور تھی کہ وہ سفس کے زیرکمان انگریزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن آخرکار ۱۷۸۱ء میں ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ یہ کمی پوری ہو جائے گی۔

حیدر نے فرانسیسیوں سے ہمیشہ رابطہ قائم رکھا تھا۔ پانڈیچری میں بیلی کومب کے پاس اس کا وکیل رہتا تھا اور دونوں میں مسلسل خط و کتابت ہوتی رہتی تھی۔(۲) جب حیدر نے کڈپہ پر قبضہ کر لیا اور لبالت جنگ کے دربار میں فرانسیسیوں کا اثر بڑھ گیا تو انگریزوں کو خدشہ ہوا کہ وہ دونوں کورومنڈل ساحل پر بھی روابط

---

(۱) رچمنڈ ص ۵۷

(۲) مدراس کے گورنر وائٹ ہل نے ہیسٹنگز کو ۱۷۷۸ء میں (M.M.C. جلد ۶۱ الف) لکھا تھا کہ "مسٹر بیلی کومب سے اسے وہ تمام مدد ملتی ہے جو اس وقت فرانسیسی اسے دے سکتے ہیں۔" C.P.C.V. ۱۶۰۸ مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۷۷۹ء۔ حیدر کی لشکرگاہ میں تعینات ایک خبررساں نے نواب ارکاٹ کو لکھا تھا کہ "چند دن پہلے حیدر نے شاہ فرانس کو ایک خط اور چند تحائف بھیجے ہیں۔ اس کا جواب مورشیس سے اسے موصول ہوا ہے جس کے ساتھ کچھ تحائف بھی ہیں اور وہ ایک جوڑ پستول، تین خانوں والی ایک جوڑ رائفل، ایک قلم تراش چاقو جس کے دستے پر ہیرے جواہرات لگے ہیں اور بڑے عرض کی نفیس سیاہ بانات اور مخمل کے چند ٹکڑے ہیں"۔ خط یہ بھی بتاتا ہے کہ مورشیس میں ایک طاقتور فرانسیسی فوج بھی جمع ہو گئی ہے۔ ۲۱ اپریل کو پانڈیچری کے کماندار کو جنرل بیلی کوم کا ایک خط موصول ہوا جس میں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ گوٹ کرشنا نامی ایک برہمن جو حیدر علی خاں کی لشکرگاہ میں موخرالذکر کا نمائندہ تھا اپنے فرائض کامیابی سے نبھا کر اس کے پاس لوٹ آیا ہے۔ اس خدمت کے عوض برہمن کو کونڈاپلی کے ضلع میں کئی تعلقوں پر مشتمل ایک جاگیر ملی ہے۔ اس کے علاوہ اُسے ایک پالکی، ایک چترشاہی اور ایک خلعت ملا ہے اور حیدر کے دربار میں اس کی بحیثیت مستقل سفیر کے تقرری ہو گئی ہے۔ جنرل بیلی کوم ماہی سے روانہ ہو چکا ہے اور جلد ہی پانڈیچری کے قلعہ پہنچ جائے گا۔" C.P.C.V. ۹۰۰، مورخہ ۱۵ جون ۱۷۷۸ء۔

Marfat.com

قائم کریں گے۔ گنٹور سرکار کو حاصل کرنے کے لیے انگریزوں کی بے تابی کو شاید اس خدشہ سے تحریک ملی تھی(۱)
مدراس کی کونسل اور پریسیڈنٹ اس کی بحالی کے سلسلہ میں اتنے متامل تھے جیسے انھیں خوف رہا ہو کہ حیدر اس ضلع پر قبضہ جمانے کی کوشش کرے گا لیکن انگریزوں نے پانڈیچری پر اکتوبر ۱۷۷۸ء میں اور ماہی پر مارچ ۱۷۷۹ء میں قبضہ کر لیا اور اپریل ۱۷۷۹ء میں بسالت جنگ کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا۔

ستمبر ۱۷۷۹ء میں ہی افواہیں گرم تھیں کہ مورشس سے ایک فوج آ رہی ہے لیکن ۹ر اکتوبر ۱۷۷۹ء تک واقعتاً ڈی اروس نے مورشس نہیں چھوڑا۔ اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے چینی جہازوں کو روکنے کے خاطر مشرق کی جانب ادھر اُدھر چکر لگایا اور ۲۸ فروری ۱۷۸۱ء کو مدراس پہنچا۔ اس کو ہدایات دی گئی تھیں کہ اپنے آدمیوں کو ساحل پر نہ اتارے۔ اپریل تک واپس آجائے اور وہ صرف ایک سیاسی مظاہرہ کرے جس سے ہندوستانی حکمرانوں کو ہماری حکومت و قوت پر اعتماد ہو سکے"۔(۲) جب وہ وہاں پہنچا تو ساحل پر کوئی انگریزی بیڑا نہیں تھا۔ کوٹ نے پانڈیچری کی طرف پیش قدمی کی جس کے قریب فرانسیسی موجود تھے لیکن حیدر نے ایک متوازی راستہ اختیار کیا۔ فرانسیسی بیڑے کے کڈلور کی شاہراہ کے پاس ہونے اور قرب و جوار کے علاقے میں حیدر کی موجودگی سے کوٹ بڑی خطرناک صورت میں تھا۔ ڈی اروس کو سال کے بہترین موسم میں لنگر انداز ہو کر اپنے دشمنوں کو بھوکا مرتے دیکھنا تھا"۔(۳) یہ صحیح ہے کہ کوٹ نے ان طوفانی کشتیوں کو تباہ کر دیا تھا جو بیڑے کو پانی مہیا کرتی تھیں لیکن ڈی اروس کسی بھی ولندیزی بندرگاہ پر پورٹو نووو میں دریا میں جہازوں کی کشتیوں کے ذریعے پانی حاصل کر سکتا تھا۔(۴) حیدر نے اس سے ٹھہرنے کی درخواست کی تھی اور سمندر میں کوئی دشمن بھی نہیں تھا کہ جس کا اسے ڈر ہوتا لیکن ڈی اروس میں جرأت اور حوصلہ کی کمی تھی۔ اس نے بہانہ تراشا اور واپس چلا گیا۔ مورشس کے گورنر نے لکھا تھا کہ "ایم ڈی اروس کی حیرت انگیز ضد کی وجہ سے جس کی اس وقت حکومت کو اطلاع ملی ہے ہم نے ایک ایسا موقع کھو دیا ہے

---

(۱) بریتھ ویٹ نے ماہی سے اگست ۱۷۷۹ء میں لکھا تھا (M.M.C. ۱۷۷۹ اجلد ۶۸ الف) کہ "مجھے ایک فرانسیسی نے بتایا ہے کہ جب حیدر نے یہ دیکھا کہ بنگال اور مدراس دونوں مالابار ساحل پر اتنی بڑی فوج بھیج رہے ہیں تو اسے اپنی حالت بڑی دگرگوں نظر آئی چنانچہ اس نے کڈپہ اور بسالت جنگ کے علاقہ کو زیر کر کے سمندر میں اس سے رابطہ قائم کرنا چاہا تاکہ وہ بغیر فرانسیسیوں [illegible] کارروائی کر سکے اور اس علاقہ کی فتح کے فوراً بعد منگلور سے مورشس ایک [illegible] بتایا گیا ہے۔"

(۲) [illegible] سیلین ص ۸ (۳) رگمنڈ [illegible]

جیں اب بھی نہیں ملے گا جب ہم کورومنڈل ساحل کے پورے طور پر مالک بن سکتے تھے"(۱) کہا جاتا
ہ اگر اس نے کڈلور میں صرف دو جنگی جہاز چھوڑ دیے ہوتے تو وہ انگریزوں کے لیے مہلک ثابت ہوتے۔
ماہل ڈی اروس ایک بار پھر ۷ دسمبر ۱۷۸۱ء کو مورشیس سے روانہ ہوا لیکن ۹ فروری ۱۷۸۲ء کو اس
رت پر سفرن امیر البحر بن گیا۔ پیری انڈری ڈی سفرن تمام فرانسیسی بحری افسروں میں سب سے عظیم
یکن وہ ایک سال دیر سے آیا۔ ہندوستان میں تمام جگہ انگریزوں کی طاقت مستحکم ہو چکی تھی اور
رعلی کا ستارہ بھی اب عروج پر نہیں تھا۔ مزید برآں ساحل پر انگریزوں کا اپنا ایک بحری بیڑا تھا
رانسیسیوں سے کسی طرح کم نہ تھا اور اس کی کمان ایک لائق امیر البحر کے ہاتھ میں تھی۔ سفرن کی نمایاں ممتا
حیت نے "اس زمانے کے واقعات کو نمایاں کر دیا اور اپنی کارکردگی سے واقعات و اشخاص کو ایک
قدرتی جلا بخشی اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ تیز رفتار زمانے پر کوئی خاص نقش چھوڑے بغیر غائب
لیا"۔(۲)

سفرن کے پاس گیارہ بحری جنگی جہاز تھے جن پر سات سو پچاس توپیں نصب تھیں اور ان میں
پچ ہزار نو سو ستر جہازی تھے۔ چار دوسرے جنگی جہاز تھے جن میں ایک سو اٹھارہ توپیں تھیں، ۱۳۹۰
سپاہی اور ساڑھے تین سو آدمیوں پر مشتمل تین مستول کشتیاں تھیں، ایک تیل بردار جہاز، ایک شفاخانہ
راٹھ نقل و حمل کے جہاز تھے جو ۲۲۵۳ یوروپی فوجوں، ۱۱۵۷ KAFNS اور ۷ نہ سپاہیوں کو لائے
۔ راستے میں فرانسیسی بیڑے نے اس انگریزی جہاز ہنی بال کو پکڑ لیا تھا جو سینٹ ہلینا سے مدراس
ارہا تھا۔ ہغس کے پاس نو بحری جنگی جہاز تھے جن میں پانچ سو اٹھاسی (۵۸۸) توپیں تھیں اور دو جنگی
ہاز تھے جن میں ۳۲ توپیں تھیں(۳)۔ فرانسیسی بری افواج کی قیادت ڈچی من کر رہا تھا۔ سفرن کا پہلا
مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی فوجوں کو اتار دے اور تعاقب میں آنے والے جہازوں سے اپنا پیچھا چھڑا لے۔
پانڈیچری سے گذرتے ہوئے اس نے لفٹیننٹ کرنل کناپل (CANAPLE) کو حیدر کے پاس اپنے عزائم
سے مطلع کرنے بھیجا۔ تعاقب کرنے والے جہازوں کا راستہ کاٹنے کی انگریزی کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ
ا فروری ۱۷۸۲ء کو سدراس میں ایک معرکہ ہوا جو ساڑھے تین بجے بعد دوپہر سے سات بجے شام تک
جاری رہا۔ اگرچہ پانچ فرانسیسی کپتانوں نے اس کے احکام کی تعمیل نہیں کی۔ پھر بھی اس نے انگریزوں کو

---

(۱) [illegible] فرانسیسی [illegible] کا نور ایک یادداشت

(۲) [illegible] ص ۶۸ (۳) [illegible] ص ۱۳۰، ۱۳۱

شدید نقصان پہنچایا۔ اس دوران حیدر ونڈی واش کی جانب پیش قدمی کر چکا تھا۔ فرانسیسی نو
۱۰ مارچ ۱۷۸۲ء کو پورٹونوو میں لنگر انداز ہوئیں۔ حیدر نے بحری بیڑے کو رسد فراہم کی۔ لالی
سے اکثر ملتا رہا تاکہ حیدر کے ارادوں کی وضاحت کر سکے اور معاملات کسی حد تک طے ہو گئے اور حی
نے سفرن کی تعریف کی (۱) تاہم وہ فرانسیسیوں کو ان کا صدر مقام بنانے کے لیے چدمبرم حوالے کر
پر تیار نہیں ہوا بلکہ ان کو مشورہ دیا کہ وہ کڈلور پر قبضہ کر لیں۔ ۱۳ مارچ کو سفرن حیدر کو اطلاع د
کے بعد جنوب کی طرف چلا گیا تاکہ وہ ہفس کے لیے آنے والی کمک روک سکے جس سے اس کو کافی
اور ہمت حاصل ہو گئی۔

سفرن کی غیر موجودگی میں غلط فہمیاں بڑھ گئیں۔ فرانسیسی ایک معاہدہ کرنے کے لیے گفت و ش
کر رہے تھے جبکہ حیدر ایک فوری حملہ کرنے کا خواہاں تھا۔ اس نے ایک لاکھ روپیہ بھیج دیا لیکن
فرانسیسیوں کی تمام شرائط ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ تین برہموں نے اس کی نمائندگی کی۔ ج
تک غیر مفتوحہ علاقوں کی تقسیم کا سوال تھا حیدر ان کو سب دینے پر تیار تھا جو اس کا نہیں تھا یا
ہو نہیں سکتا تھا لیکن اس نے تین ہزار یورپیوں کے لیے ماہانہ ایک لاکھ روپیے سے زیادہ د
سے انکار کر دیا۔ اگرچہ فرانسیسی دینے اور بعد ادائیگی کرنے کا وعدہ کرنے پر تیار تھے۔ حیدر مت
افسروں کی ایک فہرست معہ ان کی تنخواہوں کے چاہتا تھا۔ چنی وائل (CHENNIVILLE) فرانس
سفیر طویل گفت و شنید سے تنگ آ کر واپس جانا چاہتا تھا لیکن کچھ عرصہ تک حیدر سے اس کی ملا
نہ ہو سکی اسے واپس جانے کی اجازت نہ مل سکی۔ حیدر نے آخر کار اسے جانے کی اجازت دے دی
وعدہ کیا کہ معاہدہ کرنے کے لیے وہ ایک سفیر بھیجے گا۔ فرانسیسیوں نے ۳ اپریل کو کڈلور پر قبضہ کر
لیکن چونکہ سپاہی بڑی تعداد میں مر رہے تھے اس لیے فرانسیسی فوج منڈی یم پکم کو روانہ ہو گئی
بناجی پنڈت اب لشکر گاہ میں حیدر کے سفیر کی حیثیت سے آیا لیکن اس کو فرانسیسی مطالبا

---

(۱) جے بی ص ۱۰۸

(۲) حیدر کو توقع تھی کہ فرانسیسیوں اور میسور کے اتحاد کا مرہٹوں پر کچھ اثر پڑے گا۔ ایک مرحلے پر تو اس نے کھلے دربار میں
کی موجودگی میں فرانسیسی سفیروں کو اس طرح بولنے پر اصرار کیا تھا: "اگرچہ فرانسیسی بحری اور بری جنرلوں نے اپنے خ
میں ان وجوہ سے آپ کو باخبر کر دیا ہے جو ان کو یہاں لے کر آئے ہیں تاہم مجھ کو آپ کو دوبارہ یہ بتانے کا فرض سونپا گیا
کہ بادشاہ سلامت نے اپنی فوجیں اس لیے ہندوستان بھیجی ہیں کہ انگریزوں نے اعلان جنگ کے بغیر پانڈیچری پر قب
(بقیہ اگلے ص پر)

...گے بڑھانے کے علاوہ کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔ تنخواہ کے سوال نے ناقابل بیان مشکلات پیدا کر دیں۔ ...طور پر جوں جوں یوروپی سپاہیوں کی تعداد گھٹتی گئی۔ حیدر نے خدشہ ظاہر کیا کہ یوروپ میں کسی وقت ...صلح ہو سکتی ہے اور وہ فرانسیسی امداد سے محروم ہو جائے گا۔ اس نے اس بات پر بھی اصرار کیا کہ ...تک وہ انگریزوں کے ساتھ نبرد آزما ہے ہندوستان میں فرانسیسی اس کی مدد کرتے رہیں۔ لہذا یہ ...ط معاہدہ کی راہ میں ناقابل عبور رکاوٹ بن گئی۔

اس اثنا میں طویل مدت سے فوجوں کی تنخواہ کی ادائیگی نہیں ہو رہی تھی جس سے فوج کا نظم و نسق ...ب ہو گیا۔ جب ڈچی من نے حیدر سے ملاقات کرنی چاہی تو حیدر نے اس کی راہ میں مزید رکاوٹیں کھڑی ...یں (۱) بالآخر دونوں فوجیں ٹنڈی ونم اور ونڈی واش کے درمیان جمع ہوئیں اور دوسرا دن ملاقات کے ...مقرر ہوا لیکن حیدر نے یہ بہانہ کر کے کہ انگریز ونڈی واش کی طرف بڑھ رہے ہیں فرانسیسیوں سے ...کے پہلے پڑاؤ پر واپس جانے کی درخواست کی۔ واپسی اتنی جلدی میں ہوئی تھی کہ وہ بھگدڑ معلوم ہوتی ...اور فوج کے حوصلے پست ہو گئے۔ تنخواہ نہ ملنے پر سپاہیوں نے جنرل کو کوسا اور بعض قلی توان کا ساتھ ...ی چھوڑ گئے۔

اس تذلیل و تحقیر کے بعد حیدر نے ڈچی من کو دو یا تین بار شرف ملاقات بخشا۔ اس نے فوج سے تو ...دور میں خیمہ زن رہنے کو کہا اور ڈچی من اور چند افسروں کو اس سے ملنے کی دعوت دی تاکہ وہ ویلور کو جانے ...لے ایک انگریزی رسد کے قافلے پر اس کے حملے کا مشاہدہ کر سکیں۔ ۲۹ مئی کو ڈچی من روانہ ہوا لیکن ۲۱ گھنٹوں کے سفر کے بعد بھی وہ حیدر کو جا لینے میں کامیاب نہیں ہوا اور تھکا ماندہ اور بیمار واپس ہوا۔

(بقیہ پچھلے ص سے آگے)

...کے فرانسیسی قوم کو جو صدمہ پہنچایا ہے اس کا انتقام لیا جائے اور ہندوستان کی مختلف قوموں کو استحصال کے بوجھ سے نجات ...دلانے کے لیے ان کی مدد کی جائے اور ان کے جائز اور قانونی حکمرانوں کو ان کے وہ علاقے واپس دلائے جائیں جن پر دوسروں ...نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ جے۔ بی

(۱) حیدر نے فرانسیسیوں سے مدد کی درخواست کے بغیر پرماکوئل کا محاصرہ کر لیا۔ جب وہ آگئے تو فرانسیسیوں سے یہ کہا گیا کہ وہ پرماکوئل کے دامن میں پڑاؤ ڈالیں جہاں وہ بیکار پڑے رہے۔ یہاں تک کہ پرماکوئل نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا۔ ڈچی من کو تب خبر ملی کہ نواب پرماکوئل کے شمال مغرب میں خیمہ زن ہو گا اور وہاں جنرل اس سے ملاقات کر سکے گا لیکن جب ڈچی من ایک دستے کے ساتھ روانہ ہوا تو اسے ایک خبر رساں نے اطلاع دی کہ نواب اپنے لشکر کو واپس لے جا چکا ہے۔

Marfat.com

آخر کار وہ ۱۳ ستمبر کو مرگیا اور کمان کومٹے ہافلز (COMTE HOFFLIZ) کے ہاتھوں میں آگئی۔(۱)

دریں اثنا ۲۰ جون کو سفرن اپنی مرمت کا کام پورا کرکے کڈلور میں لنگر انداز ہوا اور اس نے ڈچی من کے لشکر سے گولہ بارود وغیرہ کی کمی کو پورا کیا جس سے اس کی طاقت مزید کم ہوگئی۔(۲) اس نے نیگاپٹم پر قبضہ کر لینے کا فیصلہ کرلیا۔ اس کا نتیجہ ۶ جولائی کو کری کل میں تیسری بحری جنگ کی شکل میں نکلا۔ یہ جنگ غیر فیصلہ کن رہی۔ لیکن اس نے فرانسیسیوں کو ترنکبیر پر حملہ کرنے سے روک دیا۔ سفرن مرمت کے لیے کڈلور لوٹ آیا اور حیدر جو اتنی مدت تک ڈچی من سے ملنے سے کتراتا رہا تھا۔ سفرن سے ملنے کے لیے تیزی سے روانہ ہوا۔ عظیم فرانسیسی امیرالبحر کا بہت شاندار استقبال ہوا اور عزت و احترام میں کوئی فروگذاشت نہیں کی گئی۔ ۲۶ جولائی کو ملاقات ہوئی۔(۳) دوسری ملاقات میں حیدر نے ایک فرانسیسی اتحاد پر اپنی مایوسی ظاہر کی اور اپنی طرف سے مرہٹوں سے نپٹنے کے لیے کرناٹک چھوڑنے کے لیے کہا۔ بڑی مشکل سے سفرن نے اسے بسی کی آمد کا انتظار کرنے پر راضی کرلیا۔ سفرن نے اپنی روانگی سے پہلے تمام برطانوی قیدی جن میں ۶۰ افسر اور چار سو سپاہی تھے حیدر کے سپرد کر دیے۔ اس نے مدراس کے گورنر کو قیدیوں کے تبادلے کے لیے لکھا لیکن انگریز تبادلے میں ان انگریز قیدیوں کی شمولیت بھی چاہتے تھے جو حیدر کے قبضے میں تھے۔ یہ سفرن کی طاقت سے باہر تھا۔ ان کو مورٹیس نہیں لے جانا چاہتا تھا اور نہ ہی فرانسیسی فوج کے لیے قیدیوں کی بنا پر مشکلات بڑھانا چاہتا تھا کیونکہ اس صورت میں ان کی حفاظت کے لیے نگراں دستہ مقرر کرنا ضروری ہوتا۔ وہ حیدر کی خیر خواہی چاہتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے مورٹیس کے گورنر سوالیک (SOUILLAC) کے نام لکھا تھا: "اس بات سے اس کو مجھ پر بہت اعتماد ہو جائے گا۔ بجائے اس کے کہ میں میکارٹنی، ربفس اور کوٹ کے خطوط کا جواب دوں کہ میں انگریز قیدیوں کو نواب کے حوالے کر رہا ہوں۔"(۴)

---

(۱) ترن کیبر میں فرانسیسی کیپٹن چین (CHANN) ڈچی من کے ایک خط میں لکھتا ہے کہ "جنرل ۲۹ مئی کو رات میں بیس افسروں کے ساتھ حیدر کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوا جس نے اس کے پاس اطلاع بھیجی تھی کہ وہ انگریزوں کا تعاقب کرنے جا رہا ہے جنرل ۲۳ گھنٹے تک گھوڑے پر سفر کرتا رہا لیکن حیدر تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا جب وہ واپس پہنچا تو تھکا ماندہ اور تیز بخار میں مبتلا تھا۔"

(۲) کولمبو دستاویزات بحوالہ رچمنڈ ص ۵ مصدقہ جے۔ بی س ۲۴۰۔

(۳) گاڈرٹ کٹیلاگ ٹوم ۶ نمبر ۵۲۷۵۔

(۴) جے۔ بی ص ۲۳۴

حیدر اور فرانسیسی

سری لنکا میں واقع ترنکوملی پر سفرن کے قبضے کے بعد چوتھی جنگ ۳؍ستمبر کو ہوئی۔ ہفس دوبارہ بندرگاہ پر قابض نہ ہو سکا۔ سفرن کڈلور آیا اور سماٹرا میں واقع ۱چین کی جانب روانہ ہونے سے پہلے اس نے کچھ فوج اتاری۔ اس نے حیدر سے درخواست کی کہ وہ لبسی کا انتظار کرے جس کی آمد نومبر کے آخر تک متوقع تھی۔ حیدر لبسی کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ ۱۰؍مارچ سے پہلے لنگر انداز نہیں ہو سکا۔ تب تک حیدر وفات پا چکا تھا اور ٹیپو مغربی ساحل پر تھا۔

حیدر نے غالباً محسوس کر لیا تھا کہ وہ سفرن پر اعتماد کرنے میں حق بجانب ہے کیونکہ سفرن نے اس کو لبسی کی آمد پر ہونے والی فرانسیسی کارروائی سے یقیناً آگاہ کیا ہوگا۔ وہ منصوبہ سفرن کے الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے: "اگر حیدر اس وقت بھی ارکاٹ میں موجود ہو تو فوجیں مسولی پٹم میں اتریں تاکہ ایک ایسے علاقہ میں وہ تعاون کرسکیں جو اب تک تاراج نہیں کیا گیا ہے اور وہاں سے رسد وغیرہ دستیاب ہو سکتی ہے۔ وہ مسولی پٹم اور پلیاکوٹہ پر قبضہ کرے گا اور ساحل کے نچلے علاقے میں مدراس کی جانب پیش قدمی کرے گا تاکہ حیدر کی افواج اور کڈلور کے فرانسیسیوں کے ساتھ مل سکے۔ مدراس پر قبضہ آخری ضرب ہوگی اور صلح کی راہ کھل جائے گی۔" (سفرن کا خط بنام ڈی کاسٹریز (DE CASTRIES)۔ "جنوب سے کڈلور کی فوج کی طرف سے، شمالی جانب سے لبسی کی جانب سے اور مغرب سے حیدر کی طرف سے حملہ ہونے کی صورت میں مدراس پر ۲۵ دنوں کے اندر قبضہ ہو جائے گا۔" (سفرن بنام پورن مورخہ ۷؍اکتوبر)[1]۔ مجموعی طور پر اس اتحاد نے حیدر اور فرانسیسیوں کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچایا بلکہ ان میں اختلافات بڑھا دیے۔ حیدر سفرن کی جرأت، صلاحیت اور لیاقت کی قدر کرتا تھا اور اس کا مداح تھا۔ لہٰذا اس نے اس کے ساتھ بڑا اچھا رویّہ رکھا تھا۔ ۳؍مئی کو سفرن نے لکھا تھا کہ "بہادر مجھے کثیر مقدار میں رسد فراہم کر رہا ہے"۔[2] جب سفرن نے

---

(۱) رچمنڈ ص ۳۱۴

(۲) 〃 〃 ۲۲۴ — پیرس میں متعینہ برطانوی سفیر لارڈ ڈورسیٹ نے برطانوی وزیر خارجہ لارڈ کارمارتھن کو مورخہ ۱۳؍جولائی ۱۷۸۴ء کو لکھا تھا کہ "میرا خیال ہے کہ ٹیپو کے پاس سفیروں کو اس مقصد کے لیے بھیجا گیا ہے تاکہ وہ ٹیپو سلطان سے ۸۰ لاکھ کی وہ رقم معاف کروالیں جو کہ فرانسیسیوں نے اس کو سامان اور رسد وغیرہ کی ادا کرنی ہے۔ یہ رسد اور سامان ٹیپو سلطان نے سفرن کے بیڑے کو فراہم کیا تھا جبکہ وہ جنگ میں حصہ لے رہا تھا۔"

مجھے یہ برطانوی آرکائیوز کا اقتباس ٹیپو سلطان (۱۷۹۹ — ۱۷۹۳) پر ڈاکٹر ایس۔ کے۔ دت کے لندن یونیورسٹی ڈاکٹریٹ کے غیر مطبوعہ مقالہ سے ملا ہے۔

حیدر علی

ستول وغیرہ بنانے کے لیے لکڑی چاہی تو حیدر ان کو منگلور میں تیار کروا کر بھجوانے پر رضامند ہوگیا۔ یہ حیدر کے مفاد میں تھا کہ فرانسیسی بیڑا ساحل پر موجود رہے۔ اس فوجی ضرورت کا خیال اور ذاتی احترام کی وجہ سے سفرن سے اس کے ذاتی تعلقات نہایت خوشگوار ہو گئے لیکن وہ دوسرے فرانسیسی قائدین کو بہت کم پسند کرتا تھا اور ان کا بہت کم احترام کرتا تھا۔ دی اروس کی روانگی نے حیدر کے ذہن میں ان کی جانب سے بے اعتمادی پیدا کردی تھی۔ دس ہزار آدمیوں پر مشتمل ایک فوج کی یقین دہانی کے بعد محض تین ہزار کے ساتھ ڈچی من کی آمد نے اسے ایک بار پھر مایوس کر دیا۔ اس کم تعداد فوج کے پیش نظر حیدر یہ چاہتا تھا کہ وہ اس کی ملازمت میں آجائیں جیسے لالی اور اس کے دستے نے کیا تھا(۱) یہ فطری بات تھی کہ فرانسیسی اس پر راضی نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ امدادی فوج یا حیدر کی پالیسی کے آلہ کاروں کی حیثیت سے نہیں آئے تھے۔ ان کے اس ملک میں اپنے عزائم اور مقاصد تھے اگرچہ حیدر کا خیال درست تھا کہ ان کی طاقت ان کے دعووں کے برابر نہیں ہے۔ وہ ایک معاہدہ کی بات کرتے تھے کہ "کولیرون سے کرنگل، چٹپٹ اور تیاگڑھ تک کا تمام علاقہ اور اپنے تمام قلعے اور دُرگ ان کے حوالے کر دیے جائیں اور (حیدر) ان کے لیے پانڈیچری دوبارہ تعمیر کرے اور دس ہزار سپاہیوں کو ان کی کمان میں دے دے اور ان کی اور حیدر کی فوجیں الگ الگ رہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ زمین مالابار ساحل پر حاصل کی جائے جس کی قیمت کم سے کم ایک لاکھ پگوڈا ہو(۲) وہ اس وقت تک لڑنا نہیں چاہتے تھے جب تک ایک معاہدہ کے ذریعے ان کی باہمی ذمہ داریاں واضح نہ ہو جائیں۔ نہ ڈچی من اور نہ ہافلز ایسی ہستیاں تھیں جو حیدر کا احترام حاصل کر سکتے اور نہ ہی ان کی فوج اتنی بڑی تھی کہ وہ ان کو قابل عزت سمجھتا۔ حیدر نے ان کے انتظام و انصرام، ان کی رسد اور اسپتالوں کے اخراجات کی شکایت کی اور اس نے تحقیر آمیز انداز میں تبصرہ کیا کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ سفید فام سیاہ فاموں سے زیادہ کھاتے ہیں۔ مارچ سے اکتوبر ۱۷۸۲ء تک اس نے ان کو ۵ لاکھ روپیے سے زیادہ فراہم نہیں کیے تھے(۳)

فرانسیسی بری فوج کی نااہلی اور روپیے کے مسلسل مطالبہ نے اس کو حیدر کی نگاہ میں اور بھی حقیر بنا دیا تھا۔ ایک مدت تک فرانسیسی امداد کی امید پر وہ کرناٹک میں رکا رہا جب کہ وہ کسی دوسری جگہ جا سکتا

---

(۱) SEE. PROGS ۲۷ اگست ۱۷۸۳ء ص ۶۰۶، ۶۰۷

(۲) " " " "

(۳) جے۔ بی ۲۹۹

Marfat.com

تھا جہاں اسے زیادہ فائدہ ہوتا۔ اگر حیدر نے کڈلور میں چھوٹی سی فرانسیسی فوج کی حفاظت نہ کی ہوتی تو انگریز اسے تباہ کر دیتے۔[1]

اس نے ایک بار غصے سے پورن سے کہا تھا کہ انگریز اس سے صلح کرنے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ وہ فرانسیسیوں سے قطع تعلق کرے۔ اس کو شکایت تھی کہ فرانسیسی ایک کمزور دل قوم ہیں جن کا کوئی کردار نہیں ہے اور جن کو اپنے وعدوں کا کوئی پاس نہیں ہے۔[2] حقیقت یہ ہے کہ حیدر اور فرانسیسی ایک دوسرے کے ساتھ صرف اس وقت تک تعاون کرنے پر تیار تھے جب تک کہ ان کے مفادات مشترکہ تھے۔ ان میں کوئی پائدار اور ٹھوس تعاون ناممکن تھا کیونکہ حیدر انگریزوں کو ہندوستان سے نکال کر فرانسیسیوں کا تسلّط برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

---

(۱) اگر اس فوج کی نگرانی کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ یقیناً شمالی صوبوں میں لوٹ مار کر کے ان کو تباہ کر سکتا تھا اور اپنے مالی نقصان کی تلافی کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ مالا بار بھی جا سکتا تھا۔ زیادہ تر انگریزوں کی جارحیت اور سرگرمیاں تیز تر تھیں۔ (نا بنام سفرن مورخہ ۳ر اکتوبر ۱۷۸۲ء)

(۲) جے۔ بی ۱۴۳

شروع شروع میں بیشتر ایسے مواقع پیدا ہوئے جن سے جذبات بھڑک اٹھتے تھے۔ ایسے ایک واقعہ کی طرف ایک برطانوی نمائندہ ڈینیل فلپس نے اپنے خط میں لکھا ہے۔ یہ خط ۱۲ر اپریل ۱۷۸۲ء کا لکھا ہوا ہے: "غالباً ۲۷ر مارچ کو چدمبرم کے پگوڈا میں حیدر کے آدمیوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ایک تنازعہ کھڑا ہو گیا۔ فرانسیسی اپنا پرچم اس پگوڈا پر لہرانا چاہتے تھے برہمن نے ان کو مطلع کیا کہ وہ اپنے آقا کے حکم کے بغیر اس کی اجازت نہیں دے گا جس پر ایک فرانسیسی افسر نے تلوار نکال لی اور برہمن کو تین چار جگہ سے کاٹ دیا۔ جب اس کی تفصیل حیدر کو بھیجی گئی تو اس نے حکم دیا کہ فرانسیسیوں اور ان کا ساز و سامان پگوڈا سے باہر نکال دیا جائے۔ جس پر عمل کیا گیا اور فرانسیسی قلیوں کی مدد سے اپنی توپ پورٹو نوو واپس لے جانے پر مجبور ہو گئے۔"

SEE. PROGS مورخہ ۱۲ر اپریل ۱۷۸۲ء ص ۱۰۰۱

Marfat.com

باب ۲۶
شہری نظم و نسق

حیدر ایک طاقتور مطلق العنان فرمانروا تھا لیکن وہ نئی نئی راہیں نکالنے والا حکمراں نہیں تھا۔ اس نے اپنی حکومت میں عموماً تسلیم شدہ روایات اور ہر خطے کے مقامی قوانین اور روایات ہی پر عمل کیا۔

میسور میں اس نے ویدیاروں کی نام نہاد حکومت کو برقرار رکھا۔ دسہرے کے سالانہ تیوہار کے موقع پر راجہ یا کرتار کو جو کہ سرنگا پٹم کے حکمراں کا لقب تھا عوام کے سامنے آنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ ایک غیر ملکی مشاہد لکھتا ہے کہ "ستمبر ۱۷۸۱ء کے آخری زمانے تک ایک عظیم دعوت منعقد ہوئی جس میں میسور کا راجہ موجود تھا۔ وہ تقریباً ۱۲ برس کا بچہ تھا۔ اس شاہی قیدی کو عوام کے سامنے صرف تیوہاروں کے موقعوں پر ظاہر ہونے کی اجازت دی جاتی ہے"۔[1] حیدر نے "دلوائی" اور "سرواد ھیکاری" کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے۔ ۱۷۶۴ء کے ایک کتبہ میں اس کو "کاریہ کرتا" یا "ولی بادشاہ" کہا گیا ہے۔[2] اس لحاظ سے ویدیار راجہ سرکاری قیدیوں کے طور پر غالباً حیدر کے لیے اسی طرح مفید تھے جس طرح ستارا کے رام راجہ اور اس کے جانشین پونا کے پیشواؤں کے لیے اور ۱۷۴۹ء کے بعد

---

(۱) ایشیا میں جنگ دوم ص ۴۹ : وہ ٹیپو کے انتظامِ حکومت کے دوران ۱۷۸۲ء کے دسہرہ کے تیوہار میں اس نام نہاد بادشاہ کے سامنے خراجِ عقیدت پیش کرنے کے بارے میں بھی لکھتا ہے۔

(۲) میسور آرکیالوجکل رپورٹ ۱۹۲۴ ص ۵۶ - ۵۸۔

Marfat.com

دہلی میں شاہ عالم ثانی مہادجی سندھیا کے لیے کارآمد تھے۔ اس طرح اس نے روایت سے قطعی انحراف نہیں کیا تھا اور نام نہاد حکمراں کی موجودگی میں اس نے اپنی غصب شدہ حکومت کے لیے جواز حاصل کرلیا تھا۔

چکاکرشنا راجہ ویدیار کی حکومت کے دوران ہی (۱۷۳۴ء تا ۱۷۶۶ء) حیدر نے اپنی طاقت مستحکم کرلی تھی۔ اس کے بعد نام نہاد جانشینی کا شرف اس کے بڑے بیٹے ننجاراجہ ویدیار (۱۷۶۶ء تا ۱۷۷۰ء) کو ملا لیکن وہ اچھا کٹھ پتلی حکمران ثابت نہیں ہوا کیونکہ اس نے ایک مرحلہ پر مرہٹوں کے ساتھ سلسلہ جنبانی شروع کردی تھی۔ آخر کار ۱۷۷۰ء میں اس کا گلا گھونٹ دیا گیا۔(۱) اس کا بھائی چمارا جہ ویدیار کو کٹھ پتلی حکمراں بنایا گیا اور ۱۷۷۶ء میں اپنی موت تک ایک نام نہاد حکمران بنا رہا۔ چونکہ وہ لاولد مرگیا تھا اس لیے مختلف شاہی خاندانوں کے بچوں کو اکٹھا کیا گیا اور ان میں سے حیدر نے ایک کو بلا جواز چُن لیا۔ اس شہزادہ کا بھی نام چمارا جہ تھا اور یہ حیدر کی موت کے بعد تک زندہ رہا۔ حیدر بڑی آسانی سے اس قصّے کو ختم کرسکتا تھا جو بعض مشاہدین کے نزدیک محض وقت گذاری کا کھیل تھا۔ وہ پوری طرح مستحکم و مضبوط تھا لیکن غالباً وہ سمجھتا تھا کہ یہ ڈھونگ اس کی اکثریت ہندو رعایا کو مطمئن رکھے گا۔ سفارتی گفت وشنید میں جب کبھی اس کی جارحانہ پالیسی متقاضی ہوتی وہ سابقہ معاہدوں کی بنیاد پر دعوے کرتا تھا کیونکہ نظریاتی طور پر بہرحال اس کی حکومت ویدیاروں کی حکومت تھی۔ ترچناپلی پر اس نے بار بار میسور کے حکمرانوں کے حق کا حوالہ دیا۔

حیدر کی قدامت پسندی اس کے سکّوں میں بھی ظاہر ہے۔ اس کا سب سے پہلا سکّہ نام نہاد بہادری پگوڈا تھا۔ وہ بدنور کے پہلے اکیری راجہ کے پگوڈا کی نقل تھا جس نے خود وجیانگر کے سداسیوراجہ کے پگوڈا کی نقل کی تھی۔ حیدر سکہ جاری کرنے کے مقتدر حق کا پہلی بار مظاہرہ میسور میں نہیں بلکہ بدنور میں کرتا ہے جس کا نام اس نے حیدر نگر رکھا تھا اور جہاں مشہور حیدری پگوڈا اور FANANS ڈھالے گئے تھے۔ میسور میں وہاں کے لوگ صدیوں سے اپنے گھروں اور بازاروں میں جو سونے کا سکّہ دیکھتے آئے تھے اس پر ہندو دیوتا کی شکل بنی تھی اور دوسری طرف اس کی بیوی پاروتی کی شکل کندہ تھی۔ حیدر نے ان ہندو دیوتاؤں کی شکلوں کو سکّوں میں برقرار رکھ کر شاندار رواداری اور انتہائی احتیاط کا مظاہرہ کیا۔ حیدری پگوڈا میں فارسی رسم خط میں اس کے دستخط کندہ تھے۔ پچھلی طرف آدھے پگوڈا میں بیٹھے ہوئے وشنو کی شکل بنی تھی اور اس کے داہنی جانب ایک چکر تھا اور اس کے بائیں طرف ایک سنکھ تھا۔ پشت کی جانب حیدر کے پہلے نام کا حرف "ح" ایک دانے دار جگہ میں کندہ تھا۔ چتل ورگ میں اس نے بیدر کے پالیگار کے نمونے کو اپنے سکّوں میں اپنایا تھا۔

---

(۱) ولکس جلد دوم ص ۱۵۲

Marfat.com

حیدر علی

بہرکیف بیدر پالیگار نے کرشنا رائے کے وجیانگر کے نمونے کی تقلید کی تھی۔ گوٹی میں حیدر کا جاری کردہ پگوڈا مرار راؤ کے سکّہ کی نقل تھا۔ وہ اس ٹکسال کے ایک سابق مغل پگوڈا کا ایک مکرر جاری کردہ پگوڈا تھا۔ سکّے جو کناری اعداد کے جاری کیے گئے تھے وہ میسور کے راجاؤں کے سکّوں جیسے مکرر اجرا تھے۔ چارخانے دار پشت پر حیدر کے نام کے ابتدائی حروف پائے تو جاتے ہیں لیکن ان سے یہ اشارہ نہیں ملتا کہ وہ حیدر کے جاری کردہ تھے یا ٹیپو کے جاری کردہ۔ سابقہ سکّوں کی نقل کرنے کی حیدر کی پالیسی ہر جگہ ملتی ہے۔ سنہ ۱۱۹۰ھ (۷۷-۱۷۷۶ء) کے ایک سکے میں ایک ہاتھی کی شکل دیکھی جاسکتی ہے جسے آگے بڑھتے ہوئے دکھایا گیا ہے اور اس کی دم اوپر کی طرف اٹھی ہوئی ہے۔ اس گج پتی پگوڈا کا آغاز میسور کے گنگا خاندان کے عہد میں ہوا تھا۔ کالی کٹ میں نقطوں کے دائرہ میں حیدر کے طغرے والا ہن اور ادا ہن مشہور ہوگیا تھا۔ مالابار میں حیدر سے پہلے طلائی FANAMS جو کنانور اور ویراری کہلاتے تھے کثرت سے استعمال ہوتے تھے میسور کی حکومت کے قیام کے بعد حیدر نے حکم جاری کیا کہ FANAM کے ایک جانب فارسی حرف "ح" کندہ کیا جائے لیکن اس نے اس کا خیال رکھا تھا کہ حیدری FANAM ویراری سے اور کسی طرح مختلف نہ ہو۔ نسبتاً بہت کم قسمیں حیدر نے جاری کی تھیں۔ سنہ ۱۱۹۵ ہجری (۸۱-۱۷۸۰ء) میں حیدر نے تانبے کے پیسے (ڈڈو) سرنگاپٹم میں جاری کیے جس کے چہرے کے رخ پر ہاتھی کی شکل کندہ تھی۔ اس کے ذاتی اقتدار کا صرف نشان "ح" تھا۔ اس نے پگوڈوں اور فنم میں ہندو سکوں کو اختیار کیا تھا۔ اس کے بیٹے ٹیپو نے "مہر" اور روپیے کا طریقہ رائج کیا تھا۔ رام چندر راؤ کے مطابق حیدر نے نگر میں چاندی کے روپیے چلائے تھے لیکن یقیناً یہ ایک غلطی ہے۔ "حیدر کے جاری کردہ روپیے سکّوں کے ماہرین کے علم میں نہیں ہیں"۔ چاندی کے سکّے پہلی بار ٹیپو نے جاری کیے تھے جس نے سلطانی اشرفی بھی جاری کی تھی اور اس نے مقامی ناموں کے علاوہ عربی حروف استعمال کیے اور ٹکسال کے شہروں کو نئے اور غیر معروف نام دیے۔ ٹیپو کی سلطانی اشرفی میں تحریر تھا: "دین احمد در جہان روشن! ز فتح حیدر راست" یعنی پیغمبر کا دین حیدر کی فتوحات کی وجہ سے دنیا میں روشن ہوگیا ہے لیکن حیدر جس کے نام کو اس کے بیٹے نے زندہ جاوید کرنا چاہا تھا اپنے جانشین کی طرح طمطراق والا نہیں تھا۔(۱)

حیدر کے دورِ حکومت میں مغربی مشاہدین کے مطابق ملکی نظم و نسق میں "ایک ایسی مضبوطی نظر آتی ہے

---

(۱) ایلن۔ ہندوستانی میوزیم میں سکّوں کا کیٹیلاگ جلد چہارم۔
جے، آر، ہینڈرسن۔ حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے سکّے۔
رائیس۔ میسور اور کورگ گزیٹیر جلد اوّل ضمیمہ

Marfat.com

جس کی ہندوستان میں مثال نہیں ملتی"۔ اس مضبوطی کا واحد سرچشمہ اس کے حکمراں کی صلاحیت و لیاقت تھی۔ ڈی لاتور حیدر کی روزانہ مصروفیات کے بارے میں اس طرح لکھتا ہے:

"حیدر عموماً نصف شب کے بعد آرام کرنے جاتا ہے اور صبح ۶ بجے بیدار ہو جاتا ہے۔ جیسے ہی وہ اٹھتا ہے گذشتہ شب و روز کے فرائض انجام دینے والے فوج کے میجر اور جوان کی جگہ لیتے ہیں داخل ہوتے ہیں، روئداد پیش کرتے ہیں، وزیروں اور جنرلوں کو پہنچانے کے لیے احکامات حاصل کرتے ہیں تو وہ خود بھی اس کے کمرے میں داخل ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ جب کسی غیر معمولی یا اہم واقعہ کی خبر اس کو پہنچانی ہو، پیغام رساں بھی رات یا صبح اس کے پاس آتے ہیں اور اپنے مراسلات اس کے قدموں میں رکھتے ہیں۔ آٹھ اور نو بجے کے درمیان وہ اپنی رہائش گاہ چھوڑ دیتا ہے اور ایک کمرے میں جاتا ہے جہاں سکریٹریوں کی ایک بڑی تعداد اس کی آمد کا انتظار کر رہی ہوتی ہے۔ ان کے ہاتھوں میں وہ موصول شدہ مراسلات و خطوط دے دیتا ہے اور ان کو جوابات کے لیے ہدایات دیتا ہے۔ اس کے بیٹے اعزا اور وہ امرا جو اس کے قرب کا شرف رکھتے ہیں داخل ہوتے ہیں اور اگر نو بجے کا وقت ہوتا ہے تو وہ معمول کے مطابق ناشتہ کرتے ہیں۔ اگر اسے فرصت ہوتی ہے تو وہ جھروکے پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنے ہاتھیوں کی سلامی لیتا ہے دوپہر کے کھانے کے بعد جو تقریباً ساڑھے دس بجے ختم ہو جاتا ہے حیدر دربار عام میں داخل ہوتا ہے اور اگر فوج میں ہوتا ہے تو بڑے خیمے میں آتا ہے۔ وہ تمام لوگ جن کو اجازت ہوتی ہے یا جن کی رسائی ہوتی ہے اور جن کی تعداد کافی بڑی ہوتی ہے آسکتے ہیں اور وہ لوگ جنھیں کوئی داد فریاد کرنی ہوتی ہے عصابرداروں کے ذریعے انھیں پیش کر سکتے ہیں یا اپنی درخواست ان افسروں کے ہاتھوں میں دے دیتے ہیں جو انھیں افسر اعلیٰ کے پاس لے جاتے ہیں اور جو انھیں حکمرانوں کے قدموں میں رکھ دیتا ہے جہاں انھیں فوراً پڑھا جاتا ہے اور ان کا جواب دیا جاتا ہے۔ یہاں یہ رواج نہیں ہے کہ جب حاکم باہر جائے تو اسے عریضے پیش کر کے اسے روکا جائے جب تک کہ معاملہ انتہائی فوری اور غیر معمولی نہ ہو۔ دربار عام میں تیس یا چالیس سکریٹری اس کے بائیں جانب دیوار سے لگ کر بیٹھتے ہیں جو مسلسل لکھتے رہتے ہیں۔ پیغامبر تقریباً ہر لمحے پر آتے رہتے ہیں اور بڑے شور و شغب کے ساتھ ان کو فرمانروا کے قدموں تک پہنچایا جاتا ہے۔ جہاں وہ اپنے مراسلات رکھتے ہیں۔ ایک سکریٹری جھک کر اس پلندہ کو اٹھا لیتا ہے اور حکمران کے سامنے اپنی کہنی کے سہارے بیٹھ کر اسے کھولتا ہے اور خط پڑھتا ہے۔ حیدر فوراً جواب لکھواتا ہے اور پھر خط ایک وزیر کے دفتر بھیج دیا جاتا ہے۔ مشرقی حکمرانوں کی روایات کے برعکس جو مہر لگا کر اپنا نام اس پر ثبت کرتے ہیں حیدر ان پر اپنے دستخط کرتا ہے اور اس کے علاوہ بہت سے نجی احکامات پر بھی دستخط کرتا ہے۔ بہت سے

Marfat.com

مصنفین اس کے برعکس باتیں لکھتے ہیں جس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ انھیں حیدر کو زیادہ دیر تک قریب سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ وزرائے دفتر سے جاری کردہ احکامات پر بڑی مہر کے سوا اور کوئی دستخط نہیں ہوتے اور مراسلہ کو متعلقہ وزیر کی ذاتی مہر سے بند کیا جاتا ہے۔ وہ خطوط جن پر حیدر کے دستخط ہوتے ہیں ان کو حیدر کی مہر سے بند کیا جاتا ہے جس کا نگران سکریٹری اعلیٰ ہوتا ہے۔ اس دربار میں وزراء جنرل سفراء اور دوسرے بڑے لوگ شاذ و نادر ہی حاضر ہوتے ہیں جب تک کہ ان کو حکم نہ دیا جائے یا کوئی اہم معاملہ نہ ہو۔ یہ ان کے وقار و عزت کی ایک ممتاز خصوصیت ہے کہ وہ حکمراں کی خدمت میں صرف شام کو حاضر ہوتے ہیں جب اہم آدمیوں کے سوا اور کسی کو داخلہ کی اجازت نہیں ہے۔ یہ ملاقات تین بجے کے بعد تک جاری رہتی ہے جو اس کے سونے کا وقت ہے اور وہ تب اپنی رہائش گاہ چلا جاتا ہے . . . . ساڑھے پانچ بجے کے قریب وہ پھر دربار عام یا کسی بڑے کمرے میں داخل ہوتا ہے جہاں وہ بیٹھ کر اپنی فوجوں کو قواعد کرتے اور اپنی سوار فوج کو صفیں بناتے دیکھتا ہے۔ سکریٹری خطوط پڑھنے یا لکھنے میں مشغول رہتے ہیں۔ بڑے وزراء سفراء نواب سے صرف رات میں شرفِ ملاقات حاصل کرتے ہیں۔ عام طور پر ہر رات ایک ناچ رنگ کی محفل جمتی ہے جو آٹھ بجے سے شروع ہوتی ہے اور گیارہ بجے رات تک جاری رہتی ہے۔ حیدر کو اسٹیج کی تفریح پسند نہیں آتی اور وہ اپنے وزراء اور سفراء سے گفت و شنید اور معاملات پر بحث و مباحثہ کرتا ہے۔ بعض اوقات وہ رازدارانہ انداز میں ایک کابینہ سے گفتگو کرتا ہے اور صبح کی طرح کام کرنے کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہ کوئی کام نہیں کر رہا۔ جب وہ ایک ماہ تک لشکر گاہ میں یا کسی دوسرے شہر میں رہنے پر مجبور ہو جاتا ہے تو وہ عام طور سے ہفتہ میں دو بار شکار کے لیے جاتا ہے۔"(۱)

عیسائی مشنری سوارٹز بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ حیدر کے دربار میں کام نہایت مستعدی، تیزی اور باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ حیدر خود لکھ پڑھ نہیں سکتا۔ وہ ایک آدمی کو خط لکھنے اور پھر اسے اس کے سامنے پڑھنے کے لیے حکم دیتا تھا پھر وہ دوسرے آدمی کو دوبارہ پڑھنے کا حکم دیتا تھا تاکہ وہ یہ معلوم کر سکے کہ اس کی ہدایات صحیح طریقے سے تحریر کی گئی ہیں یا نہیں۔(۲) لیکن ڈی لاتور بہت زور دے کر حیدر کے خطوط پر دستخط کی طرف حوالہ دیتا ہے لیکن وہ صرف اپنے نام کا پہلا حرف "ح" ہی دستخطوں میں استعمال کرتا تھا۔(۳)

---

(۱) M.M.D.L.T. ص ۱۷—۲۴

(۲) ولکس جلد دوم ضمیمہ ثانی

(۳) رائیس جلد اول ص ۲۹۶ انعام دفتر میں ایک جاگیر کی طرف حوالہ

Marfat.com

شہری نظم ونسق

مرکزی انتظامیہ اٹھارہ شعبوں پر مشتمل تھا۔ چکا دیوا راجہ ویدیار نے اپنی بادشاہت کو دو حصّوں میں بانٹ دیا تھا جن کے الگ الگ صدر مقام میسور اور سرنگاپٹم قائم کیے تھے اور اس نے اٹھارہ شعبے قائم کیے تھے۔ یہ شعبہ جاتی تنظیم حیدر نے بھی برقرار رکھی تھی:

۱۔ اٹھاونم یا محکمہ مال: پالیگاروں وغیرہ سے محصول کا جمع کرنا۔ انتظام وانصرام اور حسابات کا ذمّہ دار تھا اور افسران اور عملہ کی تقرری کے اختیارات رکھتا تھا۔

۲۔ کنداچرم: فوجی حسابات کا شعبہ جو پیادہ فوج کے معاملات کا ذمّہ دار تھا اور فوجی افسروں سرداروں وغیرہ کے تقرر کے اختیار رکھتا تھا۔

۳۔ چھاگلا کنداچرم: فوجی حسابات کا محکمہ جو سوار فوج سے متعلقہ معاملات کا ذمّہ دار تھا اور سلطنت کے مختلف علاقوں میں محافظ افواج کی دیکھ بھال کے اختیارات رکھتا تھا۔

۴۔ سنکام: درآمدات برآمدات سے متعلق کسٹم کا محکمہ۔

۵۔ دیوا ستھنم: مذہبی اوقاف مثلاً مندر کی جائدادیں وغیرہ مندر کی آمدنی وغیرہ کا محکمہ۔

۶۔ پومّو: پارچہ جات پر محصول لگانے اور وصول کرنے کا محکمہ۔

۷۔ میسور ہبالی وچارناچوڈی: یہ وہ محکمہ تھا جو میسور کے دائرہ اختیار میں صوبوں کے تمام حسابات اور انتظامیہ سے متعلق تمام خط وکتابت کا مرکزی دفتر تھا اور اس سے متعلق تمام مراسلات بادشاہ کے سامنے احکام کے لیے پیش کیے جاتے تھے جن کو الگ الگ مضامین کے مطابق تقسیم کرکے دوسرے محکموں کو بھیج دیا جاتا تھا۔

۸۔ پٹنم ہبالی وچارناچوڈی: مذکورہ بالا محکمہ کی طرح یہ بھی سری رنگاپٹم کے دائرہ اختیار میں واقع صوبے کے معاملات کی دیکھ بھال کرتا تھا۔

۹۔ میسور بہیم چوڈی: یا محکمہ اطلاعات عامہ جو صوبۂ میسور کے ہر گاؤں کے روزمرہ کے واقعات سے متعلق اطلاعات وصول کرتا تھا۔ اطلاعات مقامی افسروں کے ذریعے حاصل کی جاتی تھیں جنھیں وہ ہرکارول کے ذریعے پرگنہ کے صدر مقام کو بھیج دیا جاتا تھا اور وہاں سے آخرکار اسے مرکزی دفتر یا دفتر اطلاعات عامہ یعنی بہیم چوڈی بھیج دیا جاتا تھا۔

۱۰۔ سرنگاپٹم بہیم چوڈی: مذکورہ بالا محکمہ کی طرح سری رنگاپٹم کے دائرۂ اختیار میں واقع صوبے کا محکمہ تھا۔ مرکزی محکمہ ڈاک اسی محکمہ سے متعلق تھا۔

۱۱۔ اواکنوچوڈی: یہ وہ محکمہ یا دفتر تھا جہاں ریاست کے بڑے بڑے دفاتر اور شعبوں کے متعلق

Marfat.com

حسابات اور خط و کتابت کی جانچ پڑتال کی جاتی تھی اور رپورٹ بادشاہ کو پیش کی جاتی تھی جو روزانہ دفتر میں آتا تھا۔ یہ شعبہ بادشاہ کے محل کے قریب واقع تھا۔

۱۲۔ پٹنم چوڑی: یہ مرکزی عدالت تھی جہاں تمام دیہی و شہری مقدمات سے جاتے تھے اور جہاں وجنے نیسورا قوانین کے مطابق فیصلے کیے جاتے تھے۔ اور سزائیں دی جاتی تھیں۔

۱۳۔ ڈوڈا اگرانم یا تجارتی (مدنی) محکمۂ اسٹور: جہاں شہر میں غلہ کی درآمدات اور دوسرے ذخائر کے حسابات رکھے جاتے تھے۔ فوج، مندروں CHANLTRIES اور عوام نے اجناس میں سے کس قدر خرچ کیا۔ اس کے حسابات تیار کیے جاتے تھے اور محفوظ رکھے جاتے تھے۔

۱۴۔ کھبیسم چوڑی یا فوجی ذخائر کا محکمہ: جہاں فوجی ساز و سامان مثلاً توپوں، رائفلوں، بارود، توپ کے گولوں، تلواروں، تیروں وغیرہ سے متعلق حسابات، مختلف محافظ افواج اور فوجی ڈیژنوں میں ان کی تقسیم کا ریکارڈ رکھا جاتا تھا۔ اسلحہ جات کی مرمت کا کام اسی محکمہ کی ذمہ داری تھی۔

۱۵۔ اُرو۔ ہبالی چوڑی (محکمۂ امور خارجہ)۔ یہ ان چھاؤنیوں کا نظم و نسق سنبھالتا تھا جہاں غیر ملکی فوجیں رکھی جاتی تھیں۔ عام طور پر یہ غیر ملکیوں کی دیکھ بھال کا ذمہ دار تھا۔

۱۶۔ چکاونٹری یا بادشاہ کی ذاتی حفاظت کا شعبہ۔

۱۷۔ ارازوبیگی یا انتی الیگم سکریٹری کا دفتر: اس دفتر کا فرض یہ تھا کہ وہ حکومت سے متعلق تمام کاموں اور افسروں کے رویّہ کی روئداد یں وصول کرے اور ان پر غور کرے۔ ان کو بادشاہ تک پہنچائے اور اس کے احکام حاصل کرے۔

۱۸۔ اشٹاگراحم چوڑی یا محکمہ زراعت: جو فوجی محافظ دستوں کو رسد کی فراہمی کا ذمہ دار تھا۔ غلہ کی پیداوار سے متعلق ریکارڈ وغیرہ وہاں رکھے جاتے تھے اور محکمہ کی طرف سے رعایا کو کاشتکاری وغیرہ کے معاملات میں مشورے دیے جاتے تھے (۱)

حیدر نے ان انتظامات کو تقریباً پوری طرح باقی رکھا۔ حکومت کے مدنی معاملات میں دو سب سے اہم محکمے مالیات اور پولیس تھے۔ اس کا پہلا دیوان یا وزیر مالیات کھانڈے راؤ تھا۔ جیساکہ سب کو معلوم ہے اس نے حیدر کے خلاف سازش کی اور ناکام رہا۔ کھانڈے راؤ کا جانشین ایک دوسرا برہمن وینکٹ اپّا تھا جو ۱۷۶۵ء میں مرگیا۔ ملازمت کے دوران اس نے جو دولت حاصل کی تھی وہ ضبط کرلی گئی اور اس کی ایمانداری

---

(۱) میکنزی مخطوطہ سری رنگاپٹم کا بیان

Marfat.com

کی وجہ سے اس کے خاندان کو اذیت نہیں دی گئی۔ ایک اور برہمن چنا اس کا جانشین ہوا جس کی ۱۷۶۸ء میں املاک ضبط کرلی گئی اور اسے برخواست کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا جانشین ایک نوایت اسد علی خاں ۱۷۷۰ء میں سخت اذیت کی بنا پر مرگیا۔ دوسرا آدمی بھی ایک نوایت صلاحیت خاں تھا۔ وہ اس منصب کا اہل نہیں پایا گیا اور قید کر دیا گیا اور وہ دولت جو اس نے ایمانداری سے جمع کی تھی اس کی موت پر ضبط کرلی گئی۔ اس کا جانشین میر صادق تھا جو اس منصب پر خاندان کے خاتمہ تک سرفراز رہا۔

۱۷۷۹ء میں حیدر کی تنظیم نو کے بعد محکمۂ پولیس میں جاسوسی کے ساتھ ساتھ ڈاک کا محکمہ بھی شامل تھا۔ اس کا صدر ایک شمیا نامی برہمن تھا جو زبردست صلاحیت کا مالک تھا۔ یہ دونوں محکمے متحد ہو کر غبن کی تفتیش کرتے تھے۔ حیدر کی موت کے بعد شمیا کو ٹیپو کے معزول کرنے کی ایک سازش میں ملوث پایا گیا اور اس کا انجام بڑا ہولناک ہوا۔ غبن کے بارے میں حیدر کی تفتیش بہت کامیاب رہی لیکن بہت سے معتمد عوامی افسروں کو بھی ملوث ہونے کے الزامات کی جوابدہی کرنی پڑتی تھی۔ ولکس نے اپنے پاس موجود ایک مخطوطہ کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ "وہ لوگ جو اپنے فرض پر پوری طرح تعمیل کرنے اور مطلوبہ رقم کی ادائیگی کے قابل نہیں تھے سخت اذیتوں سے موت کے گھاٹ اتارے جاتے تھے۔ صرف وہ لوگ بچ جاتے تھے جو استحصال بالجبر سے دولت جمع کرتے تھے اور جن کو روپیہ ادا کرنے پر مجبور کر دیا جاتا تھا۔"[1] یہاں تک کہ اپاجی رام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے پورنیا کو بتایا تھا اور بعد میں پورنیا نے ولکس کو بتایا تھا کہ حیدر کے عہدِ حکومت میں میسور میں دیانتداری ناقابل عمل خوبی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حیدر بے حد لالچی تھا اور ۱۷۷۹ء میں اس نے یہاں تک کیا کہ مہاجنوں پر بہت بھاری محصول عائد کر دیا۔ یہ معمول کے بالکل خلاف بات تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ "جہاں محاصل عائد کیے جاتے ہیں وہاں صنعت کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں"۔[2] ۱۷۷۹ء میں اس نے جو کچھ کیا وہ اعتماد و بھروسہ کے لیے ایک شدید چوٹ تھی۔

ان حالات میں انتظامیہ کیسے چلایا جاسکتا تھا اور کام میں مستعدی اور سرگرمی کیسے برقرار رکھی جاسکتی تھی۔ بعد میں برطانوی انتظامیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے منرو نے اس کا جواب دیا ہے۔ اس نے ۱۸۰۶ء میں لکھا تھا کہ "یہ فرض کرنا غلط ہوگا کہ کمپنی کی حکومت کے اعلیٰ احکام کی کوئی قدر و قیمت بھی ہے بلکہ وہ کسی

---

(۱) ولکس جلد دوم ص ۲۰۱ - ۲۰۲

(۲) ایشیا میں سابق جنگ جلد اول ص ۱۲۵

دیسی حکومت چاہے وہ مسلمان ہو یا ہندو کی ملازمت کو ترجیح دیں گے کیونکہ ان حکومتوں کے تحت وہ نہ صرف دولت جمع کر سکتے ہیں بلکہ وہ ریاست کے سب سے اونچے فوجی اور ملکی عہدوں پر بھی فائز ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ وہ اپنی دولت کے بڑے حصے سے زبردستی محروم ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی آزادی بلکہ زندگی سے انتہائی بے بنیاد وجوہ کی بنا پر محروم کر دیے جاتے ہیں۔ وہ دیسی حکومتوں کے خطرات پر دولت اور امتیازات کو کمپنی کی معمولی مگر محفوظ نوکری سے بہتر سمجھتے ہیں۔ تجار، صنعت کار اور کاشتکار اپنے پیشوں سے آگے کچھ اور نہیں دیکھتے اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے کاروبار سکون و اطمینان کے ساتھ کرتے رہیں لیکن ایسے لوگوں کا تعلق بہت کم اہمیت رکھتا ہے کیونکہ برہمن جو ان کی قیادت کرتے ہیں خود غیر مطمئن ہیں"۔(۱) ایسٹ انڈیا کمپنی کا یہ دُور اندیش ملازم پوری طرح سے اس حقیقت کی وضاحت کر دیا ہے کہ حیدر علی کی ملازمت میں لوگ ایسٹ انڈیا کمپنی سے بہتر خدمات کیوں انجام دیتے تھے باوجودیکہ وہ اپنے وزراء مالیات، خزانچی اور کلکٹرز سے خوب روپیہ اینٹھتا تھا۔ حیدر کے درباری وزراء جیسا کہ سوارٹز تصدیق کرتا ہے زیادہ تر برہمن تھے۔

صوبائی حکومتیں:

صوبائی گورنر بہت کم تھے۔ دو سب سے اہم گورنر صوبے بدنور اور مالابار کے تھے۔ بدنور یا نگر کے یکے بعد دیگرے حسب ذیل گورنر مقرر ہوئے:(۲)

(۱) اڈوتی ونیکا اپیا (۲) راجہ رام

(۳) گولا بھادرو تما صرف چار ماہ کے لیے (۴) شیخ ایاز

مالابار کی صوبائی حکومت پہلے سری نواس راؤ کے حوالے کی گئی جس کا معاون سردار خاں کو متعین کیا گیا۔ پھر وہ ارشد بیگ خاں کے حوالے ہوئی۔ حیدر کا رجحان یہ تھا کہ پرانے نظم و نسق کو جہاں تک ممکن ہو باقی رکھا جائے لیکن طاقتور پالیگاروں کو جہاں تک ممکن ہو، یا تو کمزور کر دیا جائے یا ان کو ان کے عہدوں سے ہٹا دیا جائے۔

پالیگار پالیسی:

پالیگار وہ فوجی سردار تھے جن کو فوجی خدمات کے عوض ان کے اضلاع دیے جاتے تھے۔ ایک پالیگار کو "اپنے علاقے کو ایک ناڈو یا ایک ملک نہیں تصور کرنا چاہیے تھا بلکہ اسے پلیم یا فوجی پڑاؤ سمجھنا

---

(۱) منرو۔ ہندوستان میں برطانوی سیاست دانی کا نظام۔ بلاری ضلع کے دستاویزات کا انتخاب مورخہ ۱۰ اپریل ۱۸۰۶ء

(۲) میکنزی مخطوطہ (کناری) حیدر کیفیات

Marfat.com

چاہیئے تھا۔"(۱) لیکن ان میں کچھ لیٹرے سردار تھے، دوسرے اپنا سلسلۂ نسب پرانے راجاؤں سے ملاتے تھے یا ان افسروں سے ملاتے تھے جو سابقہ خاندانوں کے دورِ حکومت میں ان منصبوں پر فائز تھے۔ ڈنڈیگل اور بعدازاں غصب شدہ علاقوں کے سلسلہ میں حیدر کی پالیگار پالیسی کے بارے میں ہمیں تفصیلی حالات ملتے ہیں۔ ڈنڈیگل کے فوجدار کی حیثیت سے حیدر کی پالیگار پالیسی کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے۔ اپنے علاقوں کے شمالی حصہ میں اس نے باغی پالیگاروں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور صلح جو پالیگاروں سے مصالحت کی اور عام طور پر پیشکش میں اضافہ کردیا۔ حیدر کے زمانے میں جو پالیگار نکال باہر کیے گئے وہ واپس ہونے کی جرأت نہیں کرسکتے تھے اور عامل داروں سے مل کر وہ نجی طور پر اپنا قبضہ جمائے رکھتے تھے۔ لیکن ٹیپو کے دورِ حکومت میں ایسا نہیں ہوا۔

شمالی اضلاع میں کاویلی کا نظام اور بعدازاں غصب شدہ خطے ایک ہی تھے۔ کاولگر کو ایک عطیہ دیا جاتا تھا اور اس سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ غصب شدہ جائداد کا معاوضہ ادا کرے گا لیکن کاولگر کے نقصانات کا معاوضہ پورا کبھی نہیں ملتا تھا جب تک کہ وہ کسی دوسری جگہ ڈاکہ زنی نہ کرے۔ عموماً اس نظام کی بدولت کاولگر کے پاس اتنی بڑی فوج جمع ہوجاتی تھی جو دوسری صورت میں وہ اپنے موروثی اضلاع میں نہیں اکٹھا کرسکتا تھا۔ حیدر نے اس کا وظیفہ بند کردیا۔ اس پالیسی سے بدامنی اور انتشار میں اضافہ ہوا۔ اس سلسلہ میں غصب شدہ خطے کے کلکٹر اعلیٰ کا ۱۸۰۲ء کا تبصرہ قابلِ ذکر ہے۔ اس نے لکھا تھا: "تمام دیسی حکومتیں پالیگاروں کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ یہ پالیگار ایک برتر و اعلیٰ پالیگار کے تحت ہوتے ہیں جو اگرچہ سب پر نگرانی رکھتا ہے تاہم ان کے اندرونی انتظام و انصرام میں بہت کم دخل دیتا ہے۔ حیدر علی تنہا وہ ہندوستانی حکمران تھا جس نے اپنے تمام چھوٹے موٹے جاگیردار سرداروں کو زیر کیا تھا اور حقیقت میں وہ ملک کا مالک تھا۔ وہ کاولگروں سے حاصل ہونے والے تمام فوائد جانتا تھا اور اس نے ان کو ختم کرنا بہتر سمجھا۔"(۱) لیکن حیدر نے کاویلی نظام کو ڈنڈیگل میں باقی رکھا اور اسے پولم سے آزاد رکھا اور بعض علاقوں میں تو اس نے پالیگاروں کو کاویلی برقرار رکھنے کی اجازت دے دی تھی۔ ان معاملات میں حیدر کی انتظامی پالیسی میں یکسانیت تلاش کرنا بے سود ہوگا۔ ہر چیز مقامی ضروریات اور مقامی تدبیروں کے اس کے اپنے جائزے اور اندازے پر منحصر ہوتی تھی۔ اس نے بالاگھاٹ میں جاگیروں اور زمینداریوں کو ضبط کرلیا تاہم بارہ محل میں ان کے حقوق اور آزادی میں دست اندازی نہیں کی۔ وہ لازمی طور پر معاملات میں ایک عملی شخص تھا اور ناقابل عمل یکسانیت پیدا کرنے کا قطعی خواہاں نہیں تھا۔

---

(۱) پانچویں روئداد جلد ۳ ص ۲۲۸

نظام مالیہ:

حکومت کا سب سے اہم کام زمین کا مالیہ جمع کرنا اور اس کی تقسیم تھی جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ حیدر نے ہر جگہ قدیم مروج روایات کا اتباع کیا تھا لیکن ہمیشہ وہ حکومت کے مطالبہ کے بڑھانے اور جو بھی ہوشیار عامل اپنی جاگیر میں اضافہ کرتا اس کو اپنی حکومت میں شامل کرنے کا خواہاں رہتا تھا۔ مالیے کی مدات عام طور سے یہ تھیں: ـــــ لگان، سائر[1] بشمول اکبری جو اس زمانے میں پنج ابواب (پانچ مدیں جو تاڑی، عرق، گانجہ، پان اور تمباکو پر مشتمل تھیں) کے نام سے مشہور تھا اور "باج باب" جو دوسری قسموں کے محاصل پر مشتمل تھے۔ سائر محاصل کے اجارہ دار یا پٹے دار بھی تھے لیکن بعض مدوں میں سائر امانی یعنی حکومت کے زیر انتظام تھا۔ مالابار میں برآمدی محصول جسے لامی کہا جاتا تھا عائد کیا گیا تھا۔ ۱۷۷۰ء کے درمیان انگریزوں کو کسٹمز محصول جنگی ڈیڑھ فی صد کی شرح سے ادا کرنے کی رعایت حاصل تھی۔[2]

زمین کی عام قبضہ کی میعاد کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ "کاشتکاری کا موروثی حق یا ایک آسامی اور اس کے ورثہ کا حق تھا کہ اس وقت تک وہ ایک مخصوص قطعۂ زمین پر قبضہ رکھے جب تک وہ اس کا مقررہ کرایہ وصول ادا کرتا رہے"۔ دیواستھنم اور اگراہرم کے بارے میں تفصیلات جو انگریزوں کی میسور کی فتح کے بعد پورنیا نے کمشنروں کو مہیا کی تھیں ان سے حیدر کی ان رعایتوں کی ایک جھلک ملتی ہے جو اس نے میسور میں دے رکھی تھیں۔

دیواستھنم اور اگراہرم ـــــــــــــ ۱,۹۳,۹۵۹

برہمنوں کے مٹھ ـــــــــــــ ۲۰,۰۰۰

اسی طرح کی مسلمان تنظیموں کو ٹیپو نے بیس ہزار کی رعایت دے رکھی تھی۔[3]

انعام جاگیروں کے سلسلے میں عام طور پر حیدر اور ٹیپو نے بارہ محل میں جو پالیسی اپنائی تھی وہ برطانوی کاغذات و دستاویزات میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ حیدر نے کم و بیش میسور خاص میں بھی یکساں اصول مدِنظر رکھے تھے۔ الیگزینڈر ریڈ، کیپٹن میکلیوڈ اور تھامس منرو کی روئدادوں کی بنا پر ہم "انعام جاگیروں کو مختلف اقسام کا ایک خاکہ پیش کر سکتے ہیں۔[4]

---

(۱) تنوع درآمدات جو لگان سے مختلف تھے۔ جو کسٹمز، جنگی محصول، سامان تجارت کا لائسنس اور محاصل پر مشتمل تھا۔

(۲) لوگن ـ مالابار میں برطانوی معاملات سے متعلق معاہدات و ...... کا مجموعہ۔ ص ۷۱ـ۷۳

(۳) ولکس کی رپورٹ ص ۳۴

(۴) بارہ محل دستاویزات حصہ ۵ ص ۸، ۹، ۳۲، ۳۳، ۴۲، ۴۵، ۴۷، ۱۱۶، ۱۳۶، حصہ ۶ بھی۔

Marfat.com

شہری نظم ونسق

اِکا بُھوگم۔ محاصل سے بری گاؤں جو مکمل طور پر صرف ایک شخص کی جائداد تھے۔

اگراہرم۔ وہ گاؤں یا محلّے جو محصول سے بری تھے یا کچھ محصول (جوڈی) ادا کرتے تھے۔ اور برہمنوں کی جائداد تھے۔

سرومنی یم اگراہرم۔ برہمنوں کی ملکیت میں ہوتے تھے اور ہمیشہ محصول سے بری ہوتے تھے۔

اردھ منیم۔ سابقہ علاقے جن پر نصف محصول تھا۔

سُرُو بَریم۔ وہ گاؤں جو دوامی پٹے پر تھے اور ایک مقررہ محصول ادا کرتے تھے۔

کرایہ اگراہرم۔ حیدر کی مسند اقتدار پر متمکن ہونے سے پہلے جن کو تاجروں یا برہمنوں نے میسور راجہ سے خرید لیا تھا۔ ایسے سودے بازی میں واجب الادا رقم سالانہ محصول کی دس گنی ہوتی تھی۔

دیوا ستھنم۔ (پگوڈا انعام) یعنی وہ انعام جاگیر جو اہم عبادت گاہوں کو عطا کی جاتی تھی۔

الیکا منیَم۔ وہ سرکاری زمینیں جو مالیہ کے ٹوٹی عہدے تک کے افسروں کو تنخواہ کے عوض دی جاتی تھیں۔

خیراتی جاگیریں۔ انعام گاؤں میں محصول سے بری خیرات کی زمین جو حیدر او. ٹیپو نے مسلمانوں کو دی تھیں۔

اپنی قدامت پسندانہ انتظامیہ پالیسی پر قائم رہتے ہوئے حیدر نے ان میں سے بیشتر مراعات کو جاری رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اگراہرم بھی محصول سے بری رہے۔ ٹیپو نے ان میں سے بیشتر مراعات واپس لے لیں سوائے ان کے جن کو انگریزوں نے پگوڈا انعام بیان کیا ہے لیکن اس نے اتنی مہربانی کی تھی کہ ان واپس لی ہوئی زمینوں میں سے بیشتر کو سروتریم میں بحال کر دیا تھا۔ اس کے امین پیمائش برہمن تھے اور ان کے اعلیٰ مسلمان افسر رشوت لے کر ان کی اقربا پروری پر چشم پوشی کرتے تھے۔ حیدر کے زمانے میں اس قسم کی چشم پوشی ممکن نہ تھی۔ جب حیدر صاحب اقتدار ہوا تو اس نے کرایا اگراہرم میں سے بیشتر کو ضبط کر لیا کہ ان کے مالکوں کو بقایا کی ادائیگی پر مجبور کیا جائے اور بیشتر صورتوں میں اس نے خرید کی رقم میں اضافہ پر بھی اصرار کیا۔ اسی صورتوں میں جن میں اصلی محصول کو سندوں میں درج شدہ محصول سے بڑھا ہوا پایا تو اس نے زمین ضبط کر لی۔ لیکن کریا اگراہرم، خیراتی اگراہرم اور مندر کی اگراہرم کی طرح کبھی مقدس و متبرک نہیں سمجھی جا سکی۔ جہاں تک ان انعام جاگیروں کی ضبطی کا تعلق ہے منرو کی رائے کو بیان کرنا ضروری ہے۔ "یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ انعام جاگیریں ضبط کرنے میں ہندو راجہ ٹیپو سے زیادہ محتاط تھے ..... کیونکہ اگر حکمرانوں نے انعام جاگیریں دی ہوتیں اور ضبط نہ کی ہوتیں تو پورا ملک مختصر عرصے میں انعام جاگیروں میں بدل گیا ہوتا۔"(۱)

(۱) بارہ محل دستاویزات حصّہ ۵ اور ۷، ص ۱۰۱

Marfat.com

عام طور سے حیدر نے قدیم ہندو حکومتوں کی روایات پر عمل کیا۔ اگرا ہم پر محصول لگانے کے سلسلہ میں اس نے یہ اصول اپنایا کہ اس جیسی زمینوں پر سود دروں کے ادا کردہ محصول کا نصف یا ایک تہائی محصول مقرر کر دیا۔ ایک حد تک اس طرح برہمن انعام دار تھے۔

حیدر کا لگان جمع کرنے کا طریقہ سابق حکومتوں جیسا تھا۔ وہ وسیع اضلاع و خطے عامل دار کو پٹے پر دیتا تھا۔ وہ عموماً باقاعدگی اور پابندی سے ادائیگی کرتے تھے۔ طے شدہ سرکار لگان کے علاوہ وہ نجی چندہ بھی وصول کرتے تھے۔ حیدر بہترین جاسوسی انتظام کی بنا پر ان جبری چندوں کی مقدار کو بالکل ٹھیک جانتا تھا۔ ان کو دربار میں حاضری کا حکم دیتا تھا اور جبریہ وصول کردہ چندوں کو اگلنے پر مجبور کرتا اور ان میں سے ہر ایک کو چھوٹے موٹے تحفے دیتا اور ان کو دوسرے اضلاع میں منتقل کر دیتا تھا تاکہ وہ وہاں بھی وہی طریق کار اختیار کریں۔ "حیدر کے یہاں ہمیشہ شکایتوں کا دروازہ کھلا رہتا تھا اور اپنے ناجائز مطالبات کو جرمانہ سمیت وصول کرنے میں وہ کبھی ناکام نہیں رہا گیا"(۱)

غصب شدہ اضلاع کے بارے میں منرو نے اپنی روئداد میں لکھا تھا: "ہر گاؤں ایک قسم کی جمہوریہ ہے جس کا سربراہ پٹیل ہے"۔ ایک دوسری روئداد میں اس نے لکھا تھا: "جس کی صوبے پر حکومت ہوتی ہے وہ گاؤں پر حکومت کرتا ہے"۔(۲) پٹیل گاؤں اور صدر مقام کی سیاسی سرگرمیوں کے درمیان رابطہ کا کام کرتا تھا کسی کی حکومت ہے یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ بارہ گاؤں کے افسروں کو ملاکر "باربلوتی" یا "ایان گڈی" کہا جاتا تھا۔ ان میں سے چار اہم ترین گوڈا یا پٹیل ہوتے تھے جو جج اور مجسٹریٹ، کرنم یا عوامی اکاؤنٹنٹ تلاری یا پولیس افسر توٹی یا فصلوں کے نگراں کے سارے فرائض انجام دیتے تھے۔ ان کے علاوہ نرگنتھی یا بہشتی اور نجومی، لوہار، بڑھئی، کمہار، دھوبی، نائی اور سونار ہوتے تھے۔(۳)

دس، بیس، چالیس یا ایک سو گاؤں پر ایک زمیندار ایک پالیگار یا ایک عامل دار اپنے پائیک یا چپراسیوں سمیت ہوتا تھا جو گاؤں کے پٹیل سے محصول وصول کرتے تھے۔ مالیہ کا منتظم مجسٹریٹ اور جج کے اختیارات رکھتا تھا۔ سب سے اہم روایتی ادارہ پنچائت تھا جو مقامی آدمیوں پر مشتمل مجلس ہوتی تھی اور مقامی مقدمات سنتی تھی۔ پنچائت کی تشکیل مقدمات کی نوعیت کے اعتبار سے کی جاتی تھی۔

بڈنور اور سنڈا:

بڈنور اور سنڈا علاقے میں زمین کا حق ملکیت زمیندار کو موروثی طور پر حاصل تھا۔ موروثی جائداد

---

(۱) GLEIG منرو۔ جلد سوم ص ۹۰ (۲) منرو نظام ص ۲۲۷ (۳) رائس جلد اول ص ۵۰۳

Marfat.com

اور مقررہ محصول ایسے ادارے تھے جن کے قیام کو بڈنور کے حکمراں سیواپا نایک (۱۶۴۵ء تا ۱۶۶۰ء) کی جانب منسوب کیا جاتا تھا۔ حق ملکیت کی میعاد ملکیت فوجی خدمت کے ساتھ مشروط تھی۔ ۱۷۶۳ء میں بڈنور کی فتح کے بعد حیدر نے زمینداروں کے موروثی حق کو تسلیم کرلیا تھا لیکن بہت جلد ہی حیدر کو قتل کرنے کی ایک سازش جس کو ان زمینداروں کی حمایت حاصل تھی سامنے آئی اور اس نے تین سو سازشیوں کو تختۂ دار پر چڑھادیا۔ نقد ادائیگی سے فوجی خدمت کو بدل دیا اور سپاہیوں کی ایک محافظ فوج متعین کی۔ رانی کی حکومت کے خاتمہ پر اس نے موجودہ محصول میں سپاہیوں کی تنخواہ کا بھی اضافہ کردیا۔ شیخ ایاز نے بڈنور اور کنارا کے دیوان کی حیثیت سے تمام ناریل کے باغات کا محصول بڑھادیا اور اس نے RUSSOOMS یعنی قلعداروں اور عامل داروں کی طرف سے رعیت سے وصول کردہ خدمات کی قیمت کا تخمینہ لگایا اور اسے لگان میں شامل کرکے اضافہ کردیا۔ برطانوی قبضہ کے بعد یہ محسوس کیا کہ ۱۷۶۴ء میں حیدر کے یہ ضابطے معتدل تھے۔ اس نظام کو برطانوی حکومت نے اپنے تخمینہ کی بنیاد کے طور پر اپنایا۔ زمیندار اپنے علاقے کے ان حصوں کو پٹے پر دیتے تھے جو ان کے مالیہ کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے کافی ہوتے تھے۔ ان کے اپنے کھیتوں میں کسان کاشتکاری کرتے تھے جن کو ہناآیل، پپی یل، ادمی کہا جاتا تھا۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اپنے سلطنت کے بعض علاقوں کے قبضہ سے نکل جانے کے بعد ٹیپو بقیہ علاقوں میں متناسب اضافہ پر مجبور ہوگیا تھا۔ یہ اس کی مالیات کی تباہی کا سبب بنا تھا۔ یقینی طور پر یہ کہنا ممکن نہیں کہ وہ وصولیابی میں کہاں تک کامیاب ہوا تھا۔ منرو نے ۱۸۰۱ء میں کنارا کے بارے میں لکھا تھا کہ "چھوٹے زمیندار اسی طرح آسودہ و خوشحال تھے جس طرح یورپ کے کسی ملک میں تھے۔ متواتر و مسلسل مانسون اور چاول کی بے حد پیداوار باشندوں کی ضرورت سے زیادہ تھی اور اس نے ان کو قحط کی مصیبت و پریشانی سے ہمیشہ کے لیے بچالیا تھا چنانچہ محاصل آسانی سے وصول ہوجاتے ہیں۔ میں اس فرق کو دیکھنے پر مجبور ہوں جو اچھی غذا کے اثرات انسانوں اور ان کے جانوروں دونوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کنارا کے زمیندار انگلستان کے زمینداروں سے زیادہ صحت مند و فربہ ہیں۔ مجھے بعض اوقات یہ سوچنا پڑتا ہے کہ شاید ان کو بڑی بڑی جاگیروں پر ان کے موٹا ہونے کی وجہ سے مقرر کیا گیا ہے۔"(۱) کنارا اور سنڈا میں جائدادیں افراد کو دی گئی تھیں نہ کہ فرقوں کو۔ میسور، بارہ محل اور دوسرے علاقوں میں گاؤں کی برادریاں کارپوریشن اور میونسپلٹی کی طرح طاقتور تنظیمیں تھیں سرکار اور ان کے درمیان ملکیت کے حقوق مشترک تھے۔

---

(۱) GLEIG جلد سوم ص ۱۶۲

Marfat.com

مالابار[1]:

مالابار میں میسور کی فتح سے پہلے کوئی مربوط لگان نہیں تھا۔ مقامی سرداروں کے ماتحت برہمن اور نائر زمینداروں کو فوجی خدمات کے لیے طلب کیا جاتا تھا اور غیر معمولی ہنگامی حالات میں وقتاً فوقتاً ان سے عطیات و چندے وصول کیے جاتے تھے۔ کالی کٹ کے زمورن کے ماتحت علاقوں میں اور چیری کول میں سردار آہستہ آہستہ پیداوار کا چوتھائی حصہ وصول کرنے لگا تھا اور اس کے علاوہ چنگی محاصل، ٹکسال محصول اور جانشینی کے محاصل ہوتے تھے۔ قانون شکنوں سے ہرجانے و جرمانے وصول کیے جاتے تھے۔ لاولد لوگوں کی املاک ضبط کرلی جاتی تھی اور ٹلاپنم نامی ایک چنگی کا محصول بھی وصول کیا جاتا تھا۔ ان کے ساتھ ساتھ بعض پیشہ وارانہ محاصل جو جولاہے، مچھیرے اور شراب کشید کرنے والے ادا کرتے تھے۔ ان کی آمدنی میں بہت اضافہ کرتے تھے۔ تمام خام سونا شاہی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ ہاتھی اور اس کے دانت اور دوسرے تمام شکار کے جانور بھی شاہی ملکیت قرار پاتے تھے۔ ساگوان کے درخت، بانس، شہد، موم، شارک مچھلی کی کھال و شکستہ جہازوں کے ملبے بھی سردار کی آمدنی میں شامل تھے۔

نمبودری برہمن اور نائر مالابار میں زمین کے مالک ہوتے تھے۔ وہ اپنی زمینیں کاشتکاروں کو پٹے پر دیتے تھے جن کو "کنم کر" کہا جاتا تھا۔ حیدر کے دورِ حکومت میں شمالی مالابار اور جنوبی مالابار میں جب ایک مربوط لگان عائد کیا گیا تو برہمن اور نائر زمیندار کچہری نہیں آتے تھے چنانچہ لگان کا تخمینہ ان کنم کردں سے طے کیا جاتا تھا جو اپنی وفاداری میں جنم کے لیے کچھ مخصوص کرلیتے تھے جو عام طور پر ۲/۳ حصہ ہوتا تھا۔ ۲/۳ وہ حصہ اپنی مدد اور فائدے کے لیے نکال لیتے تھے اور ۱/۳ حکومت کو ادا کرتے تھے۔ غلہ کے تخمینے کی بنیاد پر جنوبی مالابار میں ارشد بیگ کے انتظامات کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے: ایک پورہ (PURREH) یا بیج کی مقدار سے ایک سال میں دس پورہ پیدا کرنے کی توقع تھی جس میں ساڑھے پانچ کاشتکار کے حصہ میں آتے تھے، ڈیڑھ جنم کر کے حصے میں اور تین حکومت کے حصے میں آتے تھے۔ یہ اصطلاحی طور پر "دھن موری" کہلاتا تھا۔ چھالیہ، ناریل اور کٹھل اور سیاہ مرچ سے ارشد بیگ کے انتظامات کے مطابق حکومت کو قیمت کا ایک نصف (یا دو برابر کے حصّوں میں سے ایک) ملتا تھا کیونکہ حکومت نے یہ تسلیم کرلیا تھا کہ اس میں زیادہ محنت اور اخراجات ہوتے ہیں اور پکنے میں کافی وقت لگتا ہے۔

جنوبی مالابار میں ۸۴-۱۷۸۳ء میں ارشد بیگ کا محصول ۸،۲۶۷،۰۷۴ روپیہ ۶ آنہ اور ۸ پائی تھا جو حیدر

---

(۱) جوائنٹ کمیشن ۹۳-۱۷۹۲ء کی روئداد۔ سرجان شور کی یادداشت مورخہ ۲۴ فروری ۱۷۹۳ء، پانچویں روئداد جلد سوم نمبر ۲۳

شہری نظم و نسق

کے پہلے سال کے تخمینے سے تقریباً نوے ہزار پگوڈا کم تھا۔ شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ اتنا کم محصول محاصلوں کی بے ایمانی کی وجہ سے تھا۔ ارشد بیگ نے اتنی کمی شاید اس لیے کی ہو کہ وہ لوگوں کو مطمئن کر سکے۔ شمالی اضلاع چیری کل، کوٹی اوٹ اور کارٹناڈ میں حیدر نے کوئی براہ راست تخمینہ نہیں مقرر کیا تھا لیکن ٹیپو کی تخت نشینی کے بعد اس کے افسروں نے ایک باقاعدہ تخمینہ لگایا تھا۔ جہاں تک کالی مرچ کی بیلوں کا تعلق ہے عام طور پر شمالی مالابار سے نصف لیا جاتا تھا کیونکہ وہاں اس کی پیداوار سب سے زیادہ تھی۔

مالابار میں میسور کی حکومت کے زمانے میں کئی انتشار کن عناصر تھے مثلاً زمورن خاندان کے جلاوطن شہزادے اور جنگی موپلے۔ مالابار پوری طرح سے کبھی مطیع و فرمانبردار نہیں رہا۔ "وہ ایسی افراتفری اور انتشار کا شکار تھا جس میں کاروبار کے مالیاتی پہلو کو زیادہ کامیاب نہیں بنایا جا سکتا تھا۔"

حیدر نے چیری کل سے کوچین تک کے علاقے کو فتح کر لیا تھا۔ کوچین کا راجہ باجگذار بن گیا تھا جو میسوری حکمران کو اپنے پورے علاقے کے بدلے، اور جیسا کہ بعد میں کہا گیا کہ ٹراونکور سرحد کے قریب واقع اپنے علاقے کے عوض ۲۰ ہزار پگوڈا دیتا تھا۔ ۱۷۷۴ء کے بعد حیدر کی براہ راست حکومت اور انتظامیہ پورے جنوبی مالابار میں قائم ہو گیا۔ شمالی مالابار میں کارٹناڈ کے راجہ مان ورما نے اطاعت قبول کر لی اور مستقبل میں سالانہ ۵۰ ہزار روپیہ ادا کرنے پر اس کو اس کے علاقے بحال کر دیے گئے۔ کوٹی اوٹ کا راجہ اطاعت کرنے والا نہیں تھا لیکن چیری کل کے راجہ نے سر تسلیم خم کر دیا اور وہ چیری کل، کوٹی اوٹ اور اروی ناڈ میں ایک لاکھ ۲۵ ہزار سالانہ جمع اور تقریباً چار لاکھ کے نذرانے کی شرط پر بحال کر دیا گیا۔ ۱۷۷۶ء میں چیری کل کے راجہ کو دوسرا نذرانہ پیش کرنا تھا کیونکہ اسے اس کے اپنے اضلاع واپس کر دیے گئے تھے۔ ایک ہزار سواروں کے دو رسالے اس کے علاقے میں تعینات کیے گئے۔ چونکہ اُسے اس فوجی انتظام کے بھی اخراجات اٹھانے تھے اس لیے ان کا خرچ سالانہ ایک لاکھ روپیہ ہوتا تھا۔ مان ورما کے بھتیجے شنکر ورما نے اپنے چچا سے کرٹناڈ راجہ کی گدی چھین لی۔ وہ چار لاکھ کا نذرانہ بقایا خراج اور سالانہ ایک لاکھ ۲۰ ہزار روپے جمع کے طور پر ادا کرنے پر راضی ہو گیا۔ شمالی مالابار کے بہت سے سرداروں نے دوسری میسور جنگ میں انگریزوں کا ساتھ دیا۔ معاہدۂ منگلور نے مالابار کے سرداروں کو ٹیپو کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ ارشد بیگ نے ایک صلح کُن پالیسی پر عمل کیا اور راجاؤں کے ساتھ معاملات طے کر لیے۔ شمالی علاقوں میں اس کی مجموعی آمدنی ۳۱۲۷۵۰ تھی اور جنوبی علاقوں کی آمدنی ۵۰۸۲۸۳۔ لیکن یہ محصول بھی کبھی وصول نہیں کیا جا سکا۔ مقامی اخراجات ہمیشہ وصولیابی سے زیادہ ہوتے تھے اور وہ ایک بار سے زیادہ سرنگاپٹم کو روپیہ نہیں بھیج سکا۔

کُل مالیہ: —— حیدر کے مملوکہ علاقوں کی اندازاً آمدنی اناسی لاکھ پگوڈا تھی یعنی جو ۲,۳۷,۰۰,۰۰۰ روپے

Marfat.com

کے برابر تھی۔ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ میسور کے مالیہ کا جو ۱۷۹۹ء کی تقسیم کے معاہدہ میں تخمینہ لگایا تھا وہ ۵۵۳،۱۲،۱۴ روپیے تھا لیکن پورنیا کے پہلے ہی برس کے دور انتظام میں اصل آمدنی ۲۱،۵۳،۶۰۷ روپیے تھی۔ حیدر کے کل مالیہ کا ہمارا تخمینہ چونکہ ٹیپو کے ۱۷۹۲ء کے گوشوارہ پر مبنی ہے اس لیے اس میں خاصی ترمیم کرنی پڑے گی۔ جہاں تک ملائے ہوئے خطوں کا تعلق ہے ٹیپو نے ۱۷۹۲ء کے گوشوارہ میں ان کی مالیت کا اندازہ زیادہ لگایا تھا کیونکہ وہ یہ جانتا تھا۔ ممکن ہے کہ یہ علاقے نظام کے حصے میں چلے جائیں گے لیکن گرم کنڈا، مل باگل اور بارہ محل کی مالیت کا اندازہ اس امید پر کم کیا تھا کہ آخر کار شاید وہ ان کو اپنے قبضہ میں رکھ سکے گا۔ ان علاقوں کے مالیہ کا اندازہ کم کیا تھا جن کے بارے میں اسے یقین تھا کہ وہ اس کے قبضہ میں برقرار رہیں گے۔ ۱۷۹۹ء کے معاہدہ میں مذکورشدہ مالیہ کا بھی بہت کم تخمینہ کیا گیا تھا۔ ہم بہت زیادہ غلطی نہ کریں گے اگر ہم حیدر کے خالص مالیہ کی کل میزان ۱۷۹۲ء کے گوشواروں میں مذکورہ میزان سے کافی زیادہ رکھیں۔

جیمس گرانٹ "شمالی سرکار کے سیاسی جائزے" (۱۷۸۶ء) کے مطابق حیدر کی ملکیت میں علاقہ کم و بیش ۵،۰۰۰ ،مربع میل تھا اور "اس کا سالانہ مالیہ دو کروڑ بیس لاکھ سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ ایک کروڑ سالانہ جنگ کے خرچوں کو پورا کرنے کے لیے اس کے زمانے میں شاید کچھ بچت کی گئی ہو۔"(۱)

اس کی فتوحات کی وجہ سے ماضی میں جمع شدہ بے شمار خزانے اس کے قبضہ میں آگئے اس لیے اس ذریعہ سے اس کی آمدنی کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ۱۷۶۳ء کا سال خاص اور اس لحاظ سے خوش بختی کا سال تھا کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اس سال اسے جواہرات، سونے چاندی کی سلاخیں اور دوسری قیمتی اشیاء ملیں جن کی قیمت کا اندازہ ۱۰۰۵ لاکھ کیا جاتا ہے بلکہ امکان ہے اس سے بھی زیادہ ان کی قیمت رہی ہو۔(۲)

انصاف اور پولیس:

عدل و انصاف زیادہ تر مقامی معاملہ تھا۔ حیدر کی حکومت کے دور میں قدیم عدالتی روایات میں کوئی واضح تبدیلی نہیں کی گئی۔ سرنگاپٹم کی مرکزی عدالت اور بادشاہ کی عدل گستری کے کاروبار کا حوالہ دیا جا چکا ہے جو ابتدائی عدالت اور اپیل کی عدالت کی حیثیت سے بھی مقدمات کی سماعت کرتا تھا۔ مالیہ کے افسر

---

(۱) اورمے مخطوطہ جلد ۳۳ ص ۱۱۱، ۱۱۲ کے مطابق حیدر کا مالیہ ۱۷۶۸ء میں ایک سو اڑسٹھ لاکھ تھا۔ وارن ہیسٹنگز کے نام مدراس کی روئداد مورخہ ۱۵ر جنوری ۱۷۸۰ء میں حیدر کے مالیہ کا تخمینہ ۳ کروڑ کا کیا گیا ہے۔

(۲) اورمے مخطوطہ جلد ۳۳ ص ۱۱۱ - ۱۱۹

اور پالیگار بھی جج کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ایک صدر کی عدالت راجدھانی میں تھی جو مسلمانوں کے مقدمات کو ان کے مذہبی عقائد کے مطابق فیصل کرتی تھی۔ اہم شہروں میں قاضی جانشینی، وراثت اور دوسرے معاملات سے متعلق جہاں تک مسلمانوں کے مقدمات کا تعلق تھا مسلم قانون کے مطابق طے کرتے تھے۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فوجداری کے مقدمات میں پنچایتوں کو مقدمات فیصل کرنے کا حق تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ چھوٹی موٹی چوریوں کا فیصلہ گاؤں کے افسر ہی کر لیتے تھے۔ زیادہ سنگین جرائم کے مقدمات کی تفتیش عامل کرتے تھے اور حضور کو پھر آخری تصفیے کے لیے حوالے کر دیے جاتے تھے۔ منرو کے مطابق پنچائتیں اپنے عدالتی فرائض تیزی سے اور باقاعدہ انجام دیتی تھیں۔ اگرچہ اس کے نزدیک "وہ پوری طرح سے منصفانہ اور غیر جانبدارانہ نہیں ہوتی تھی" وہ پنچایتی انصاف کی تعریف کرنے سے کبھی نہیں تھکتا تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ "یہاں کافی روایات ہیں کہ جن سے ایک قانونِ عامہ مرتب کیا جا سکتا ہے ..... ان کے فیصلے روایت اور فہم عام پر مبنی ہوتے ہیں، یہ انصاف اپنے تمام خامیوں کے باوجود اپنی ارزانی کی وجہ سے انگریزی انصاف سے بہتر ہے جس میں بہت دیر لگتی ہے اور گراں پڑتا ہے۔ (۱)

پولیس کے فرائض کی انجام دہی میں پٹیل اور کرنم کی مدد دو ماتحت کرتے تھے۔ ایک تلاری (یا تلمیار) تھا اور دوسرا ٹوٹی جن کو انعام اور منی یم جاگیریں دی جاتی تھیں۔ اس کے نام کے خوف اور اس کی سزا کی سختی کے علاوہ ایک اور سبب تھا جس نے اس کی سلطنت میں امن و امان اور سکون قائم رکھا تھا۔ اس نے بڑے مؤثر طور پر ملک سے تمام انتشار پیدا کرنے والے لوگوں کو نکال باہر کیا تھا اور ان کی صلاحیتوں کے مطابق ملازمتیں دی تھیں تاکہ وہ اپنی روزی کما سکیں۔ کنداچار جو ابتدائی برطانوی عہد کی تاریخ بنگو میں پرگنہ بٹالین کہلاتے تھے۔ ان کی تعداد حیدر کے زمانے میں ایک لاکھ دس ہزار تھی۔ جگہ جگہ پر اس کے قلعے تھے جن سے امن و امان کے قیام میں مدد ملی ہوگی۔

اقتصادیات و تجارت:

خاص میسور بندرگاہوں سے محروم تھا چنانچہ سمندری تجارت پر اس کی توجہ نہیں گئی۔ اس نے ۱۷۶۴ء میں اپنی پہلی بحری بندرگاہ حاصل کی۔ اس کی سابقہ زندگی کی عادات اور میسورین حکومت کی روایات کے پیشِ نظر اس سے ایک تجارتی پالیسی کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی چونکہ وہ اپنی حکومت کے تقریباً پورے دور میں جنگوں میں مشغول رہا تھا اس لیے اسے یہ الزام نہیں دیا جا سکتا کہ اس نے اپنے اور اپنے

---

(۱) رائیس جلد اول ص ۶۲۲، GLEIG جلد اول ص ۴۰۵ - منرو کا خط بنام ایلن مورخہ ۲۲ جولائی ۱۷۹۴ء

Marfat.com

عوام کی آمدنی کے ذرائع کے اس پہلو کی ترقی کی جانب کوئی زیادہ توجہ نہیں دی لیکن یہ کہنا بھی غلط ہوگا کہ اس کو صرف "جنگی ذخائر اور مالِ غنیمت کے حصول سے دلچسپی تھی۔ ولکس نے ۱۸۰۵ء میں لکھا تھا کہ "بیوپار کے بارے میں اس کے خیالات کی منفی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ اس کے خیالات اپنے جانشین کی طرح وحشیانہ نہیں تھے۔"(۱)

مالابار سے یوروپی اقوام بشمول انگریز سیاہ مرچ، سُرخ مرچ، صندل کی لکڑی، الائچی اور چاول بھی برآمد کرتے تھے۔ امن کے عام دنوں میں سب سے اہم تجارتی مراکز یہ تھے: بنگلور جو نظام کے علاقے اور ارکاٹ کے ساتھ درآمدی برآمدی منڈی تھا۔ پریاپٹنا جو مغربی ساحل کے ساتھ کے علاقے کی تجارتی منڈی تھی۔ کنڈھول جو مغربی گھاٹ کے زیریں اور بالائی علاقے کے مرکزوں کے درمیان تجارت کے لیے تھا۔ کاویری پورم کی مشرقی گھاٹیوں کے سلسلہ میں بھی ایسی ہی حیثیت تھی۔ حیدر کے زمانے میں مالابار اور میسور کے درمیان واقع ندی کے ویل کے مقام سے سامان کے دو سو بیل روزانہ گذرتے تھے۔ سنڈا میں سرسی کا مقام روئی اور سپاری کا ایک درمیانی بازار تھا۔(۲)

سپاری پر نقد محصول اس کی قسم اور قیمت کے لحاظ سے مختلف اضلاع میں گھٹتا بڑھتا رہتا تھا۔ شاہراہوں کا محصول جو ملکی تجارت سے حاصل ہوتا تھا پورنیا کے زمانے میں ۱۸۰۰-۱۷۹۹ء میں ختم نہیں کیا گیا تھا۔ اس سال میسور کا سائر محصول ۲،۲۶،۶۵۹ تھا (۲۸،۸۴۵ تاڑی اور نشہ آور عرقوں اور ۴،۳۰۸ تمباکو سے حاصل ہوتا تھا)۔ اس سے ہمیں حیدر کے زمانے کے سائر محصول کا جبکہ اس کی سلطنت کافی وسیع تھی ایک ہلکا سا اندازہ ہوسکتا ہے۔ فاضل پیداواروں میں چھالیہ، سیاہ مرچ، الائچی، تمباکو اور صندل کی لکڑی کو شامل کرنا چاہیئے۔ صندل کی لکڑی کے بارے میں میسور میں عام خیال یہ تھا کہ وہ مصنوعی باغات میں پنپ نہیں سکتی۔(۳)

ٹیپو کے دورِ حکومت میں SHROFF اور تاجروں کو بہت دھکا لگا۔ اس کے دَور میں ریاست نے تمام زرمبادلہ پر اپنا تسلط کرنا چاہا اور اس کی حکومت نے بازاروں میں بطور تھوک بیوپاری کے دخل

---

(۱) ولکس کی روئداد ص ۳۹

(۲) بکانن (BUCHANAN)۔ میسور، لبارا اور مالابار کے علاقوں کے راستے سے مدراس کا سفر جلد اول۔ بکانن کے مطابق حیدر کے زمانے میں بنگلور کی تجارت بہت زیادہ اور اس کے صنعت کاروں کی تعداد کثیر تھی۔ جلد اول ص ۱۹۳

(۳) ولکس کی رپورٹ ص ۳۹

Marfat.com

دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تجارت وصنعت کی ترقی رُک گئی اور بعض حالات میں تو مفلوج ہو کر رہ گئی۔ حیدر نے بازار کے زرمبادلہ پر کبھی پابندیاں عائد کرنے کی کوشش نہیں کی۔

رفاہ عام کے کام:

دریا دولت یا موسم گرما کا محل اور لال باغ سرنگاپٹم میں حیدر کے کارنامے تھے۔ مشہور تجارتی شہر جو گنجام شہر کے نام سے موسوم تھا سرنگاپٹم میں تھا۔ "یوروپی بنگلور کے خوشنما باغات اور کنجوں کا بھی حوالہ دیتے ہیں جو بنگلور ہو کر سرنگاپٹم گئے تھے۔ باغبانی میں حیدر کا مذاق اپنے بیٹے سے زیادہ انگریزوں سے ملتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سرا میں دلاور خاں کا محل اتنا نفیس و شاندار تھا کہ حیدر نے اس کو بنگلور اور سرنگاپٹم میں اپنے محلات تعمیر کرنے کے لیے نمونہ بنایا تھا۔ یہ محل شاندار طریقے سے ملمع کاری اور رنگ آمیزی سے سجے ہوئے تھے۔ مقبرہ یا حیدر کے خاندانی روضہ اس دور کی ایک عظیم تعمیر ہے۔"(۱)

رفاہ عام کے اہم ترین کارنامے مالابار کی شاہراہیں تھیں۔ ٹیپو اپنے باپ کے نقش قدم پر چلا اور اس نے وسیع اور شاندار سڑکوں کا منصوبہ بنایا اور ان کا وسیع جال بچھا دیا۔ بڈنور اور سنڈا میں حیدر نے بعض دروں کی سنگ خارا اور لیٹرائٹ پتھر سے فرش بندی کی اور جنگلوں میں پگڈنڈیوں کو قابل گذر بنایا۔ یہ حیدری راستے ہنگی اور کدرا پہاڑیوں کے قریب اور کدا واڈ، سداسیوگاڈ اور میرجان میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ تمام سرگرمیاں فوجی ضرورت اور مصالح کی بنا پر عمل میں آئی تھیں۔ حیدر کی تعمیری سرگرمی بڑی حد تک انتہائی اہم قلعہ جات بشمول سرنگاپٹم اور بنگلور کی قلعہ بندی اور استحکام تک محدود تھی۔(۲)

میسور میں پشتہ سازی اور نالوں کی تعمیر قدیم زمانے سے ہوتی چلی آئی تھی جن کو قابل تعریف مہارت کے ساتھ پہاڑیوں کی ڈھلانوں سے ملا ہوا بنایا جاتا تھا اور بعض اوقات چھوٹی چھوٹی ندیوں کے آرپار بنایا جاتا تھا۔ پشتوں سے نکلنے والے یہ پانی کے نالے میسور میں وسیع رقبہ کو زرخیز بناتے تھے۔ ولکس کی شہادت کے مطابق ٹیپو کے دور آخر میں ان کو کافی نظر انداز کر دیا گیا تھا لیکن ہمعصر مورخین کے مطابق حیدر نے یقیناً ان کو نظر انداز نہیں کیا تھا۔ ۱۷۷۹ء میں سوارٹز نے لکھا تھا کہ حقیقت میں حیدر نے مفاد عامہ کے قدیم کاموں کی برقراری کا خاص دھیان رکھا تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ "۲۲ جولائی کو اتوار تھا اور میں نے اپنے رواج کے مطابق میڈینیولی میں ایک خوبصورت شہر میں قیام کیا جہاں ایک مستحکم پل ہے

---

(۱) حیدر نامہ: ایشیا میں سابق جنگ جلد دوم ص ۱۴۱: راتیس جلد اوّل ص ۵۲۱۔ بکانن جلد اوّل۔

(۲) بمبئی گزیٹیر۔ کنارا ص ۲۹، مالابار اضلاع کا گزیٹیر ص ۴۶۳

Marfat.com

(جسے دیوراج نے ۱۷۳۵ء میں تعمیر کیا تھا) جس میں بہت ہی عمدہ تیئیس ۲۳ محرابیں ہیں۔ ہر بارش کے بعد اس جگہ کے مجسٹریٹ لوگوں کو مرمت کے لیے ضرور بھیجتے ہیں کہ کہیں کسی جگہ کی مٹی بہہ نہ گئی ہو۔ حیدر کا یہ کفایت شعارانہ اصول ہے کہ بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے نقصانات کی مرمت کر دیتا ہے کیونکہ اس سے ہر چیز اچھی حالت میں رہتی ہے اور اس پر صرفہ بھی کم آتا ہے۔" (۱)

مذہبی پالیسی:

یہ مؤرخین کا معمول رہا ہے کہ وہ حیدر کے رواداری جذبے کا مقابلہ اس کے بیٹے کے غیر روادانہ تعصب سے کرتے ہیں۔ ایسی روایت کی بنا ولکس نے ڈالی۔ اس نے لکھا ہے کہ "حیدر اپنی تمام خامیوں کے باوجود کسی بھی مذہب کے پیروکار کے نزدیک رواداری کا پیکر گردانا جا سکتا ہے۔ ایک ایسے زمانے میں جب کہ مذہبی تعصب اور تشدد ماضی کی داستان بن چکی ہے ٹیپو نے از سرِ نو انتہائی دہشت کا بازار گرم کر دیا۔" مذہب کی طرف حیدر کے رویّے کو سوارٹز نے اپنے الفاظ میں بہترین انداز میں بیان کیا ہے کہ "اس کا اپنا کوئی مذہب نہیں ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے انتخاب کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔" سوارٹز نے کسی کی اجازت لیے بغیر عیسائیوں کے ایک گروہ کو مذہبی رسوم ادا کرائی تھیں۔ اگرچہ وہ حیدر کے جاسوسوں سے گھرا ہوا تھا تاہم وہ جانتا تھا کہ وہ رات دن مذہب پر گفتگو کر سکتا ہے اور اس سے حیدر کو ذرا بھی آزردگی نہ ہوگی۔ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ حیدر برہمنوں اور اہم عبادت گاہوں کو انعام جاگیروں کے پرانے حقوق جاری رکھے۔ یہاں یہ بات کہہ دینی چاہیئے کہ ٹیپو کے زوال کے بعد جب پورنیا کا انتظام و انصرام شروع ہوا تو ہندو عبادت گاہوں کو کھولنے کے لیے جن کو ٹیپو کی حکومت میں بند کر دیا گیا تھا صرف ۲۸۶۹ روپیہ ۸ آنے ۲ پائی خرچ کرنا پڑا۔ (۲) جب ہم مالیہ کے کثیر مراعات اور جاگیروں پر غور کرتے ہیں جو بطور پگوڈا انعام حیدر اور ٹیپو کے دَور میں بھی دی گئی تھیں تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ویدیار کی اختیار کردہ پالیسی سے کوئی اہم انحراف نہیں کیا گیا تھا۔ ولکس بار بار حیدر کے نیم ہندوانہ رجحانات کا حوالہ دیتا ہے کیونکہ وہ کسی مہم کا بیڑا اٹھانے سے پہلے ہندو مندروں میں 'جتم' کی رسم ادا کرنے کا حکم دیتا تھا۔ ۱۷۸۱ء میں اس نے تروپتی کے مندر کو غیر مشروط طور پر اعانت دے رکھی تھی اور ایسے ہی دوسرے ہندو نواز احکام دیتا اور اعزاز و اکرام سے نوازتا تھا۔ حیدر کے فرانسیسی افسروں نے یہ لکھا ہے کہ مئی ۱۷۸۲ء

---

(۱) ولکس کی روئداد ص ۳۸، ولکس جلد دوم، A.P.P. دوم ص ۵۷۳

(۲) " " ص ۱۱۲

میں عظیم فوج سرنگاپٹم سے اسی وقت روانہ ہوئی تھی جب برہمنوں نے یہ یقین دلایا تھا کہ وہ مبارک دن تھا۔ جیسے ہی نواب باہر آیا ہندو روایات کے مطابق بھینسوں کی قربانی دی گئی۔ ۱۷۷۴ء میں سرنگاپٹم میں قدیم الدین کے مکان میں آگ لگ گئی جو اطراف میں پھیل گئی اور کئی عمارتیں جل گئیں جن میں رنگاناتھ مندر کا ایک حصّہ بھی شامل تھا۔ ایک مشہور مسلم پیرزادہ نے ایک بار حیدر کو بتایا کہ سرنگاپٹم کے بعض ہندوؤں نے اس کے پیروں کو (جنھوں نے ایک ہندو جلوس پر حملہ کیا تھا) پیٹا ہے اور اس نے حیدر سے بحیثیت ایک مسلمان حکومت کے سربراہ سے اس کی تلافی کا مطالبہ کیا۔ حیدر کا جواب بڑا شاندار تھا۔ "آپ کو یہ کس نے بتایا کہ یہ ایک مسلمان حکومت ہے"؟[1] ٹیپو نے بھی سرینگیری کے شنکر آچاریہ کو رقوم دیں تاکہ وہ پرسورام بھاؤ کے زیر قیادت مرہٹہ فوج کے پنڈاریوں کے ہاتھوں شاردا مندر کی بے حرمتی ہونے سے اس کی ہٹائی ہوئی مورتیں پھر سے لگا سکے اور اس نے ستا چندی جاپا اور سہسرا چندی جاپا جیسے تیوہاروں کے منانے کے لیے بھی عطیات دیے۔ سرینگیری کے سوامی کے نام اپنے خطوط میں اس نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ اس دعویٰ کو غلط ثابت کرتے ہیں کہ وہ کوئی متعصب آدمی تھا۔ حیدر اور ٹیپو کے پورے دَور حکومت میں سرینگیری کے عظیم مٹھ کو انعام گاؤں کی مراعات مسلسل حاصل رہیں جن کی آمدنی ۱۰۸۴ پگوڈا تھی اور وہ اس سے متمتع ہوتا رہا۔[2] ٹیپو کی ریاکاری اور اس کی سرگرمی اور جوش نے ممکن ہے ان لوگوں کو پریشان کر دیا ہو جو حیدر کے دَور میں پُرسکون مذہبی فضا کے عادی رہے تھے تاہم حقائق اس کی تردید کرتے ہیں کہ اس کے جانشین نے مذہبی تشدد برپا کیا۔

بعد کی تاریخ کی روشنی میں یہ بات تقریباً معمول کے خلاف لگتی ہے۔ ہم اس زمانے سے اتنی دُور ہو گئے ہیں کہ اس کی روح کو سمجھنے و پانے میں مشکل پاتے ہیں۔ بیسویں صدی کے ہندوستان کے حالات سے ایک بالکل مختلف رواداری کی فضا اس وقت جاری و ساری تھی۔ حیدر اور ٹیپو جیسے کرناٹک کے نواب بھی "اپنے مذہبی خیالات میں حیرت انگیز طریقہ پر آزاد رو تھے"۔ جوں جوں انگریز الحاق پر الحاق کرتے گئے، انھوں نے دیکھا کہ ہندوستانی روایات کا تقاضا یہ ہے کہ حکومت نے جس طرح سابق حکمرانوں کی املاک پر قبضہ کیا ہے اسی طرح اسے ذمّہ داریوں کو قبول کرنا چاہیے اور ہندو مسلم عبادت گاہوں کے ریاستی اوقاف کو برقرار رکھنا چاہیے۔ ہندو مسلمانوں کے مذہبی اداروں کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرپرستی ۱۸۴۳ء تک حاصل رہی۔

---

(۱) ولنشیا کا سفر نامہ VALENTIA جلد اوّل ص ۴۰۷

(۲) ولکس کی روئداد ص ۱۰۶

Marfat.com

حیدر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ "وہ مناسب صلاحیت اور لیاقت کی بنا پر اپنے افسر منتخب کرتا تھا اور اس میں مذہبی ترجیح کا کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا۔" اپنی فوج کے لیے یہ فطری بات تھی کہ وہ مسلمانوں کا انتخاب کرتا لیکن مدنی ملکی نظم و نسق کے لیے وہ زیادہ تر ہندوؤں پر بھروسہ کر سکتا تھا۔ سوارٹز نے ۱۷۷۹ء میں یہ تحریر کیا تھا کہ حیدر کے دربار میں زیادہ تر وزراء برہمن تھے۔ دسمبر ۱۷۸۲ء میں حیدر کی وفات کے وقت مختلف شعبوں کے پانچ اہم ترین افسر تھے۔ ابو محمد مروا، میر محمد صادق، کرشنا راؤ، پورنیا اور شمیا۔ اس کے مالیہ کے افسر اور سفراء زیادہ تر برہمن تھے اور سفیروں میں اعلیٰ ترین رکن نامور اپاجی رام تھا۔(۱) اس معاملے میں ٹیپو اپنے باپ سے بہت مختلف تھا۔ اس کے مسلمان تحصیلداروں کے انتخاب نے جن میں سے بیشتر کم تر درجے کے فوجی تھے اس کے شعبۂ مالیات کی مستعدی کو بالکل ختم کر دیا تھا۔ ولکس کا ٹیپو کے بارے میں یہ کہنا مبالغہ آمیز ہے کہ "ہندوؤں میں کتنی صلاحیت کیوں نہ ہو وہ اس کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتے تھے اور مسلمانوں سے چاہے کتنا بڑا جرم سرزد ہوا ہو وہ اس کو ناراض نہیں کر سکتا تھا۔" مسلمانوں کی اس ترجیح سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ مذہبی تشدد کی پالیسی شروع ہو گئی تھی اور اس کا نتیجہ عام بے چینی کی صورت میں نکلا تھا۔ اس کے اثر کو مزو نے بہترین الفاظ کا جامہ دیا ہے کہ اس سے اس کے باپ کے پرانے خدمتگاروں کو اتنا دکھ ہوا کہ وہ عوامی زندگی سے الگ ہو کر اپنے گھروں پر نجی زندگی گذارنے لگے۔ ٹیپو کے مالیات کا انتظام بگڑ گیا۔

حیدر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے مالابار میں عیسائیوں کو ستایا۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ یہ تشدد صرف سیاسی وجوہ کی بنا پر تھا۔ اس نے انھیں مراعات دی تھیں* لیکن انھیں مالابار میں ختم کر دیا گیا

---

(۱) اگر میکسوٹو پر یقین کیا جائے تو اپاجی رام کچھ مدت تک ان علاقوں کا گورنر بھی رہا تھا جو پہلے سنڈا کی سلطنت سے متعلق نہیں۔

جلد ۶ ص ۲۔

* لوگن ص ۰۷

نواب حیدر علی خاں بہادر کے ایک پروانہ مورخہ ۹۴۱ ملاباری مطابق ۱۷۶۶ء کے ترجمہ کی ایک نقل۔

پروانہ بنام گورنر کالی کٹ۔ راجہ کو نمبور جس کا نام مادھی شستم تھا کہ وہ اس کے چرچ کے پادری وکار کو ۳ طلائی فنم روزانہ پرتگالی کارخانہ دار کو دے، ۲ طلائی فنم روزانہ ایک کلرک کو ایک طلائی فنم روزانہ اور نصف طلائی فنم روزانہ ایک مترجم کو یعنی روزانہ مجموعی طور پر ½ ۶ فنم دے اور پادری کے خادم کو سالانہ ۰۸ فنم دے۔ عام رقم میں سالانہ ۲۳۴۰ فنم ادا کرے کیونکہ یہ قدیم دستور ہے اور میرے پاس پادری کی درخواست آئی ہے اس پر میں حکم صادر کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا

(بقیہ اگلے ص پر)

Marfat.com

کیونکہ اس کو محسوس ہوا کہ پرتگالی انگریز نواز تھے اور اس کی جانب سے وہ کسی ایسے سلوک کا حق نہیں رکھتے ہیں دوسرے عیسائی جو ان پر بھروسہ کرتے تھے اسی ایک لکڑی سے ہانکے گئے تھے۔

حیدر نے بعض یورپی قیدیوں کو مختون کرا دیا تھا اور ان کو اپنی ملازمت کرنے پر دباؤ ڈالا تھا۔ اس نے اپنی چیلا بٹالینیں کمسن بچوں کی تبدیلیٔ مذہب کر کے بنائی تھیں جن میں سے زیادہ تر چیتال ورگ کے گرفتار شدہ بیدر بچے اور مالابار سے لائے ہوئے نائر بچے تھے۔ مالابار کے سب سے زیادہ ناقابل عبور اور باغی علاقوں کو حیدر اپنی چیلا بٹالینوں کی بھرتی کے مراکز کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ اس کو امید تھی کہ وہ اس بھونڈے طریقے سے اپنی فوج کو بہتر بنا سکے گا۔

جب ہم حیدر کی انتظامیہ کے نظام کا جائزہ لیتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس میں قدیم تسلیم شدہ روایات کا احترام برقرار رکھا گیا تھا۔ اس نے حکومت کی تھی اور بہت اچھی طرح کی تھی۔ اگر ہم الفنسٹن کے نام منرو کے ۱۸۱۸ء میں لکھے ہوئے خط سے ایک اقتباس نقل کریں تو وہ نامناسب نہ ہوگا: "حد سے زیادہ قواعد وضوابط کی پابندی ہر چیز تباہ کر دیتی ہے۔ انگریزوں کا خیال ہے کہ انگریزی اداروں کے بغیر کسی ملک کی نجات ممکن نہیں۔ دیسیوں کے خود اپنے ادارے ہیں اور وہ داخلی انتظام وانصرام کے ہر مسئلہ کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں اور اگر ہم ان کو برقرار رکھیں اور ان کی حفاظت کریں تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔ اگر طرح طرح کی نئی چیزوں سے خلل نہ پیدا کیا جائے تو ملک میں چند ماہ میں حالات بہتر ہو جائیں گے۔"(۱)

منرو کے مقولے اور حیدر کی واقعی انتظامیہ پالیسی میں بہت سی باتیں مشترک ہیں اور ہمیں احساس ہے کہ ایک کامیاب منظم ایک ہندوستانی کو وہ کرنے کے قابل بنا دیا تھا جس کے بارے میں ایک انگریز شاید

(بقیہ پچھلے ص سے نشان *)

پر تعمیل کی جائے اور میں یہ بھی حکم دیتا ہوں کہ مذکورہ بالا گرجا سے متعلق منقولہ جائداد سے حاصل ہونے والے فوائد یا کرایہ اور محاصل بھی نہ چھینے جائیں اور اسی طرح میں پراپن گڈی کے گرجا کو بھی مراعات دیتا ہوں۔ قدیم دستور کے مطابق کالی کٹ کی بندرگاہ پر شاہ پرتگال کے جہازوں کی آمد پر ان کو پانی اور رسد وغیرہ کی فراہمی سے ضروری مدد کی جائے گی۔ عیسائیوں میں سے کوئی اگر غلطی یا جرم کا ارتکاب کرے تو اس کی داد رسی وعدل گستری پادری اور کارخانہ دار کو حاصل ہوگی۔ ——— سپروائزر کی ڈائری مورخہ ۷ جولائی ۱۸۰۱ء۔

(۱) GLEIG جلد سوم ص ۲۵۳

Marfat.com

پچھتاوے کے جذبے کے ساتھ سوچتا ہے کہ وہ اس کی حکومت کو کرنا چاہیئے تھا۔ اس سلسلہ میں ٹیپو انگریز جیسا تھا لیکن وہ اپنے مفاد میں اور بدیسی خیالات کی روشنی میں پھر سے تعمیر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ ٹیپو کی ایجادات و اختراعات نے ہر چیز کو بگاڑ دیا تھا۔ اس نے پابندیوں اور توازن کا ایک نظام چلانا چاہا۔ اس کے آصف اس کے صدر کے تحت تھے۔ قلعہ دار صدروں کے ماتحت تھے اور تحصیلدار آصف کے تحت۔ لیکن تمام گروہ عوامی دولت کو آپس میں بانٹ لینے پر متفق تھے جس کا واحد نتیجہ یہ نکلا کہ مالیہ میں خرد برد بڑھتا رہا۔(1)

حکمراں کی حیثیت سے حیدر اپنی سلطنت کے صرف ایک حصہ 'مالابار' میں ناکام رہا لیکن وہ ایک ایسا علاقہ تھا جسے مکمل طور پر قابو میں لانا مشکل تھا اور مالابار کو ٹھنڈا کرنے کا مسئلہ سول سے زیادہ فوجی تھا۔ اس کے خوفناک حملے اور انتقام کی ہولناک یادگاریں بھی امن و سکون نہ قائم کر سکیں۔ اس کی تشدد پسندی نے جسے وہ سمجھتا تھا کہ لوگوں کو خوفزدہ کرے گی، لوگوں کو اس سے اور برگشتہ کر دیا۔ مالابار ساحل پر انگریزی حملوں نے مالابار کے باغیوں کی بار بار حوصلہ افزائی کی۔ اس کے بحریہ کو انگریزوں نے دو بار تباہ کر دیا تھا اور وہ سمندر پر تسلط قائم کرنے میں ناکام تھا جو مالابار میں فوجی اقدامات کی کامیابی کے لیے ضروری تھا کیونکہ اسی ذریعہ سے فوج کو رسد مل سکتی تھی اور رسل و رسائل کا سلسلہ قائم رہ سکتا تھا۔ بلاشبہ آرتھر ویلزلی وہاں کامیاب رہا جہاں حیدر ناکام ہو گیا تھا لیکن اسے سمندر کا اقتدار حاصل تھا۔ اور اس کے علاوہ اس کو وقت بھی کافی ملا۔ اس نے جنگلات صاف کرا دیے، نائروں کو ان کی کمین گاہوں سے محروم کر دیا۔ ان کی مزاحمت کو کچل دیا اور از سر نو مزاحمت کے آثار ہی مٹا دیے۔ ایک معتدل حکومت قائم کی اور اس طرح مالابار کو قابو میں کر لیا۔ دوسرے علاقوں میں جہاں تک عام آدمی کا تعلق ہے حیدر کی سول حکومت معتدل اور نرم خو اور منصفانہ تھی۔ یہاں وہ درشت، تیار اور دہشتناک تھا لیکن مالابار نے اس کی فوجی مہارت کو چکر میں ڈال دیا اور نائر اس کے کبھی پوری طرح مطیع نہیں رہے۔

ایک مطلق العنان انسان حکمراں کے نقطۂ نظر سے سول حکومت کے بارے میں یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے زیر اقتدار تمام وسائل کو عمل میں لائے۔ اس کی حکومت اپنے ڈھانچے کے لحاظ سے بہت سیدھی سادی تھی اور اپنے بعض کاموں میں غیر مہذب بھی۔ لیکن وہ بعض خصوصیات اور خوبیاں رکھتی تھی جن کو ہندوستان کے بہترین سول منتظموں میں سے ایک نے بہترین طریقے پر بیان کیا ہے۔ منرو لکھتا ہے کہ

---

(1) GLEIG جلد سوم ص ۹۰

Marfat.com

یسور کی حکومت دنیا کی سب سے سادہ اور مطلق العنان بادشاہت ہے جس میں اونچے خاندان
پنے بارے میں خوش فہمیوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ تمام خود مختار سرداروں اور زمینداروں کو ماتحت
جاتا ہے یا ان کو نکال باہر کیا جاتا ہے، دادرسی میں سختی کے ساتھ اور غیر جانبداری برتی جاتی ہے۔ایک
اور عمدہ تربیت یافتہ فوج رکھی جاتی ہے اور تقریباً تمام اہم یا اعتماد کے شعبے ایسے لوگوں کے
ے کیے جاتے ہیں جن کو گمنامی کے پردے سے باہر نکال کر لایا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں حکومت کو ایک
ی توانائی اور سرگرمی عطا کرتی ہیں جس کی ہندوستان میں اب تک مثال نہیں ہے"۔(۱)

GLEIG جلد اول ص ۸۴، ۸۵

باب ۲۷

فوجی نظام

۱۷۶۷ء میں حیدر کی باقاعدہ فوج گیارہ ہزار سوار، بارہ ہزار سپاہی اور آٹھ ہزار برکاروں پر مشتمل تھی۔ محکمۂ فوج میں سائیس، کاریگر اور محاسب بھی شامل تھے۔ نقل و حمل کے لیے اس کے پاس دس ہزار بیل، سو ہاتھی اور آٹھ سو اونٹ تھے (۱)

باقاعدہ فوج کے علاوہ سرنگا پٹم، سرا، نگر، چتل ورگ، چک بالاپور، دود بالاپور، بنگلور، کولار، ڈنڈیگل، کوئمبتور اور دوسرے اہم قلعوں میں اس کی محافظ افواج بھی ہوتی تھیں۔ ۱۷۶۷ء کی پالیگار افواج کی صحیح تعداد کا ہمیں علم نہیں کیونکہ عام طور پر حیدر ان کو اپنے خزانے سے تنخواہ نہیں دیتا تھا۔ محافظ افواج پر ہونے والے اخراجات کے قابلِ اعتماد اعداد و شمار نہیں دیے جاتے کیونکہ وہ کئی دوسری مدوں کے ساتھ خلط ملط ہیں۔

ہم کو جولائی ۱۷۶۷ء میں حیدر کی مسلح افواج کی تعداد اور تشکیل کے متعلق قدرے مختلف بیان بھی ملتا ہے۔

۶۰ یورپی سوار
۱۵۰ یورپی توپچی
۲۱۰ یورپی
۸۰۰ بہترین مغل سوار
۱۲،۰۰۰ دوسرے سوار
۱۳۰۱۰

۵،۰۰۰ دستی بم پھینکنے والے سپاہی
۸،۰۰۰ یورپی بندوق بردار سپاہی
۱،۰۰۰ گوپاس ؟ دستی بندوق بردار
۴،۰۰۰ توڑے دار بندوق بردار
۱۸،۰۰۰ پیادہ فوج
۹۴ مختلف اقسام کی توپیں - بے قاعدہ فوج کا نہیں کیا گیا۔(۲)

(۱) اورمے مخطوط جلد ۳۲ ص ۱۱۱ - ۱۱۹
(۲) اورمے مخطوط جلد ۳۳ ص ۹۳ - ۱۰۵

Marfat.com

فوجی نظام

مندرجہ بالا دونوں بیانات میں تھوڑے سے اختلاف کے باوجود ہمیں حیدر کی باقاعدہ فوجی طاقت کا اندازہ ہو جاتا ہے کیونکہ دونوں بیان لگ بھگ یکساں اعداد و شمار پیش کرتے ہیں۔ اس طرح ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس کی باقاعدہ فوج کی نفری تقریباً تیس ہزار تھی۔ اگر ہم باقاعدہ پیادہ فوج میں توڑے دار بندوق برداروں کو بھی شامل کرلیں تو سوار فوج پیادہ فوج کی ۱/۲ تھی۔

۱۷۸۰ء میں جب حیدر نے کرناٹک کی مشہور مہم کا بیڑا اٹھایا تو ولکس کے مطابق اس کی باقاعدہ فوج ۱۴ ہزار گھوڑسواروں، ۱۵ ہزار باقاعدہ پیادوں، ۱۲ ہزار تجربہ کار ہرکاروں اور دو ہزار راکٹ داغنے والوں پر مشتمل تھی۔ (۱) سلمدار سوار یا کرائے کے سواروں کی تعداد ۱۲ ہزار اور سوانور کے کرائے کے سپاہیوں کی تعداد دو ہزار تھی۔ اس کے علاوہ عارضی پیادوں اور عارضی سواروں کی بھی ایک بے قاعدہ فوج تھی جس کو پالیگار فراہم کرتے تھے اور اس کی تعداد دس ہزار تھی۔ اس کے علاوہ مختلف مقامی تنظیموں کی طرف سے اٹھارہ ہزار نفوس پر مشتمل فوج بھی فراہم کی جاتی تھی جو محافظی دستوں کی شکل میں استعمال کی جاتی تھی۔ پورنیا کے مطابق ۱۷۸۲ء میں حیدر کی موت کے وقت ۸۸ ہزار فوج کو خزانے سے تنخواہ دی جاتی تھی۔ جنگ کی وجہ سے ہونے والے جانی نقصان اور کمی کو منظم ڈھنگ سے پورا کرلیا جاتا ہوگا۔ اس لاکثیر فوج میں ۵ ہزار آدمیوں کی نئی فوج بھی شامل تھی جو شمالی سرحد پر تعینات تھی۔ (۲)

اس باقاعدہ فوج کے علاوہ عارضی پیادوں اور سواروں پر مشتمل فوج بھی کافی بڑی تعداد میں تھی۔ اگر ہم پورنیا کے بتائے ہوئے ولکس کے اعداد و شمار صحیح مان لیں تو ۸۸ ہزار فوج میں سے تقریباً ۳۲ ہزار سوار تھے۔ اس سے قریب قریب ۱/۳ کا تناسب بنتا ہے جس میں بہترین باقاعدہ سوار اور پیادوں کا تناسب لگ بھگ برابر تھا۔ باقاعدہ جم کر لڑائی کرنے والی فوج کی تعداد کسی زمانے میں بھی ۴۴ ہزار سے زیادہ نہیں رہی۔ بے قاعدہ سوار، پیادہ اور آزمودہ کار ہرکاروں نے یقیناً مہموں میں ایک اہم حصہ لیا ہوگا لیکن جمی ہوئی لڑائیوں کے سلسلے میں ایسی فوج کو قابل لحاظ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ سلمدار فوجی اور پالیگار

---

(۱) ایک بیان کے مطابق راکٹ دکن میں ایجاد ہوئے تھے اور پہلی بار استعمال میں لائے گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۸۰۶ء میں برطانوی فوج نے جو کانگریو راکٹ استعمال کیے تھے ان کا نمونہ ٹیپو سلطان کے ان راکٹوں سے مستعار لیا گیا تھا جو اس کی فوج نے ۱۷۹۹ء میں سرنگاپٹم میں استعمال کیے تھے۔ جہاں کہ کانگریو مشاہد کی حیثیت سے موجود تھا۔

اروِن — ہندوستانی مغلوں کی فوج ص ۱۴۸

(۲) ولکس جلد دوم ص ۲۰۹

سوار قراول کا بہترین کام انجام دیتے تھے، رسل و رسائل کا سلسلہ قائم رکھتے تھے، دشمنوں کے رسل و رسائل میں رخنہ ڈالتے تھے اور اس کی رسد کی راہیں مسدود کر دیتے تھے۔ ولکس اور دوسرے مصنفین بھی یہی تعداد پیش کرتے ہیں کہ میسور کی فوج کی تعداد انگریزوں سے آٹھ گنی تھی لیکن بے قاعدہ سواروں، پالیگار پیادوں، ہرکاروں اور توڑے دار بندوق والے سپاہیوں کو جو بھی ہوئی لڑائیوں میں مؤثر اور کار آمد نہیں گردانا چاہیے۔ حیدر کی فوجی تعداد کوٹ سے بلاشبہ زیادہ تھی لیکن تناسب چار اور ایک کا تھا۔

ایک فرانسیسی نے جس نے چتپٹ کے قبضہ کے بعد حیدر کی ملازمت چھوڑ دی تھی۔ دسمبر ۱۷۸۰ء میں اس کے فوجی نظام اور اس میں تمام کر رہے یورپینوں کی کارکردگی بیان کی ہے۔ ہر رسالہ میں ایک ہزار آدمی ہوتے تھے اور اس میں چار، آٹھ اور بارہ پونڈ کی چار توپیں ہوتی تھیں۔ مختلف قطر کی تقریباً ایک ہزار توپیں تھیں۔ ہر توپ کے ساتھ ایک ہاتھی تھا۔ ہر ۲۴ پونڈ کی توپ کے لیے اور دوسری توپوں کے لیے تناسب کے لحاظ سے ۷۰ بیل تھے۔ اور بہت ہی اچھی نسلوں کے دوسرے جانور تھے جن کی تعداد کافی بڑی تھی۔ پیومورن کے زیر کمان ڈیڑھ سو یورپی تھے اور لالی کے تحت سو یورپی سوار اور دو سو پیادے تھے۔ رسالے کے توپوں پر زیادہ تر یورپی متعین تھے لیکن وہ ایک دستے میں منظم نہ تھے۔ حیدر کی فوج میں یورپیوں کی کل تعداد ڈیڑھ ہزار تھی۔ ان میں وہ یورپی بھی شامل ہیں جو توپوں، رسالوں اور مغلوں کی حفاظت کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔[1] پیومورن کے ہاتھ میں پرانے فرانسیسی سپاہیوں کی قیادت تھی۔ اس کے بارے میں حیدر کے ایک انگریز قیدی نے کہا تھا کہ وہ ایک ایسا فرشتہ صفت کپتان ہے جس کے نام کو احسان، توصیف اور محبت کے انتہائی شگفتہ خاطر جذبات کے بغیر نہیں لیا جا سکتا۔"[2] وہ ارکاٹ کے محاصرہ میں کام آیا۔ اس کے بعد کمان میں رتبہ کے لحاظ سے باؤتھ ناٹ تھا جس کو بسی کے نام لینائے کے خط میں ایک مترجم بتایا گیا تھا جو فرانسیسی تقریباً ایک اسپینی گائے کی طرح بولتا تھا۔ لالی کے علاوہ جو ایک سیو یارڈ تھا دوسرے دو فرانسیسی افسر کریرا اور لی بیف کا ذکر کچھ اہم افسروں کی حیثیت سے آتا ہے۔ رسالوں میں یورپی صرف سپاہیوں کو قواعد کی مشق کراتے تھے اور ان کو کمان کچھ بھی نہیں ملتی تھی۔[3]

---

(۱) SEE PROGS مورخہ ۱۹ر جنوری ۱۷۸۱ء۔ ہالینڈ کا خط مورخہ ۲۹ر دسمبر ۱۷۸۰ء (۲) ایشیا میں جنگ جلد دوم ص ۲۷

(۳) ایشیا میں سابق جنگ کے مصنف سے ملیں۔ یوکیو گوڈرڈ ایک فرانسیسی افسر (ص ۵)، موسیو گاسٹرو ایک فرانسیسی جراح ڈاکٹر جس نے ارنی میں انگریز قیدیوں کا علاج کیا تھا (ص ۲۴) کے نام معلوم ہوتے ہیں۔ حیدر کی ملازمت میں یورپیوں میں ایک ہنگری کے سرجنٹ کا نام (ص ۲۵) بھی آتا ہے اور دوسرا فرانسیسی سرجن موسیو فارٹو تھا۔

Marfat.com

فوجی نظام

حیدر کے فوجی نظام کا واضح تصور حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کا مقابلہ ٹیپو کی ۱۷۹۰ء سے ۱۷۹۹ء کے فوجی نظام سے کیا جائے۔ اس موازنہ سے دونوں فوجوں کی اہلیت اور کارگزاریاں نمایاں ہو جائیں گی۔ ۱۷۹۰ء میں ٹیپو کے پاس ۵۰ ہزار باقاعدہ پیادے اور تقریباً ۲۰ ہزار سوار تھے۔ ان میں وہ بے قاعدہ ہرکارے شامل نہیں تھے جنھیں کنداچار کہا جاتا تھا۔[1] ۱۷۹۹ء میں اس کے اصطبل گھوڑ سواروں کی تعداد ۲،۵۰۲، سلمدار گھوڑ سوار ۹۳۹۲، باقاعدہ پیادے ۲۳۴۸۲، مسلح رضاکار فوج ۶۲۰۹، توڑے دار بندوق بردار اور ہرکارے ۷،۴۷،۴ تھے۔[2] ۱۷۹۹ء میں ٹیپو کا مالیہ حیدر کے ۱۷۸۰ء کے مالیہ کا نصف تھا لیکن ٹیپو کے باقاعدہ پیادوں کی تعداد ۲۳ ہزار تھی جبکہ ۱۷۸۰ء میں حیدر کی فوج میں صرف ۱۵ ہزار تھے۔ ٹیپو کی فوج میں سواروں اور پیادوں کے تناسب میں جو فرق ہے وہ اس کے باپ کی فوجی تنظیم کے اصولوں سے انحراف کی انتہائی اہم خصوصیت کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ ۱۷۹۹ء میں صرف ۲،۵۰۲ اصطبل گھوڑ سواروں کے ساتھ حیدر کے جنگی طریقوں پر عمل کرنا ممکن نہیں تھا۔

حیدر کی فوجیں ایک مہم کے فوراً بعد دوسری مہم پر جا کر جنگ کرنے کی عادی ہو چکی تھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فرانسیسیوں کی وجہ سے افسر اور سپاہی فوجی قواعد سے پوری طرح واقف اور مستعد ہو گئے تھے لیکن پالیگاروں، باغی نائروں، مرہٹوں اور انگریزوں سے متواتر جنگوں اور ۱۷۶۱ء سے ۱۷۸۲ء تک اَن تھک ہر سال نئی فتوحات حاصل کر کے اس کی فوج کسی بھی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہو چکی تھی۔ اس کی خاص سوار فوج اور سلمدار فوج اس کے فوجی نظام میں اہم کردار کی حامل تھی۔ اس کے مستعد گھوڑ سواروں نے فوج کی نقل و حرکت کی صلاحیت میں خاصا اضافہ کر دیا تھا۔ پہلی اور دوسری انگریز میسور جنگوں کے تجربات بیان کرتے ہوئے سمتھ، منرو اور کوٹی لکھتے ہیں کہ حیدر کی سرحدی چوکیوں کی حفاظت کرنے والے دستے، ہراول دستے، گوریلا دستے، رسل و رسائل سے متعلقہ دستے اور وقت ضرورت منظم اور اعلےٰ ترین فوجی قواعد کے مطابق اپنے آپ کو پسپا کرنے کا کام نہایت قابلِ تعریف تھا۔ اس کے جاسوس، خطرے کے بگل اور فوجی مظاہرے بھی بہت مؤثر تھے۔ کوٹ کی فوج دو بدو اور جم کر ہونے والی لڑائیوں میں اُس کی توپیں اور پیادے بلاشبہ اس کی کثیر سوار فوج سے زیادہ استعمال ہوتی تھی۔ لیکن چھوٹی فوج کے خلاف کیے جانے والے اقدامات اور انگریزی فوج کو تنگ کرنے میں اس کی سوار فوج

---

(۱) برٹش میوزیم ADD مخطوطہ نمبر ۱۳۶۵۹ ص ۶۹-۸۵

(۲) اودن - ولنگٹن کے مراسلات ص۔۔

Marfat.com

بہت مؤثر تھی۔ پورٹو نوو میں حیدر کا منصوبہ حسب ذیل بنیاد پر تشکیل دیا گیا تھا۔ انگریزوں کو سامنے کی صفوں پر گولہ باری کرنے میں معروف رکھا جائے گا۔ اس سے انگریزی صفوں میں انتشار پیدا ہو جائے گا۔ اس کی سوار فوج کا مرکزی حصہ خندقوں کے پیچھے سے تیزی سے حملہ کرے گا جس سے ان میں مکمل بھگدڑ مچ جائے گی لیکن انگریزوں کو داہنی طرف سڑک مل جانے سے اس کے منصوبے پر پانی پھر گیا۔ حیدر نے پھر بھی اپنی سوار فوج کے ساتھ عقب پر حملہ کرنے، ساز و سامان تباہ کرنے اور دونوں صفوں کے درمیان گھس جانے کی کوشش کی۔ اس سب میں وہ ناکام رہا۔ شولنگور میں اس کی سوار فوج توپوں کی زد میں آگئی تھی اور اسے بہت نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ چونکہ اسے عجلت میں پسپائی اختیار کرنی پڑی تھی اس لیے اس کے پیادے اور توپیں کیچڑ میں پھنس گئے تھے۔ انگریزوں نے تیزی سے پیش قدمی کی اور میسوری توپیں فوج کے ہاتھ سے نکل جانے والی تھیں۔ حیدر نے اپنے بہترین سواروں کو انگریزی میسرہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اس حملہ سے پیادہ فوج اور توپ خانے کو دلدل سے نکلنے کا موقع مل گیا۔ گھوڑ سواروں پر توپوں کے کئی حملے ہوئے لیکن وہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ بھگاتے ہوئے دشمن کی زد سے نکل گئے اور اپنی فوج میں آملے۔

حیدر کی تنظیم میں سوار فوج محض ایک ملحقہ یا امدادی فوج نہیں تھی۔ اس نے پہلی انگریز میسور جنگ میں وڈ کو اور پھر اسمتھ کو اِدھر اُدھر اپنا تعاقب کرنے پر مجبور کر دیا اور اس طرح انگریزوں کو "تھکن، آب و ہوا اور خراب غذا" کے ذریعے کمزور کر دیا۔ اس طرح حیدر اسمتھ کو جل دے کر مدراس کی جانب نکل گیا اور انگریز حکومت کو ایک توہین آمیز معاہدہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ حیدر کے بیل، اونٹ اور ہاتھی بھی اس تیز رفتار نقل و حرکت میں اُس کے معاون ثابت ہوئے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ پہلی انگریز میسور جنگ میں اسمتھ نے اپنے نائبوں کو مطلع کیا تھا کہ وہ حیدر کا تعاقب کرنے میں معذور ہے۔ لہٰذا اس کے لیے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے جب کہ اس کے نائبوں اور مدراس سرکار کی یہ رائے تھی کہ حیدر کا تعاقب کیا جائے تاکہ اُسے سیدھی جنگ کرنے پر مجبور ہونا پڑے۔ ایک بار جبکہ انگریز فوج اس کے پیچھے لگی ہوئی تھی تو ایک دن حیدر جیسے مذاق کر رہا ہو اپنی فوج کا سائنہ کرنے کے لیے رُک گیا جب انگریز صرف تین میل دُور رہ گئے وہ پھر آگے بڑھ گیا۔ اپنی برتری، رسد کی کثیر فراہمی اور مکمل جغرافیائی معلومات کی بنا پر اس نے کوٹ کو دفاعی انداز اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور کوٹ اپنی گولہ باری کی فوقیت اور پیادہ فوج کی لیاقت اور طاقت سے بہت زیادہ فائدہ نہیں اُٹھا سکا۔ علاقہ کے جغرافیائی معلومات دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اور نقل و حمل کے کام میں آنے والے جانوروں کی ناکافی فراہمی کی بنا پر کوٹ ہر کام آہستہ آہستہ

Marfat.com

فوجی نظام

کرنے پر مجبور تھا۔ حیدر کے پاس باربرداری کے لیے بہترین جانور تھے جو اس کے توپ خانے کو انگریزوں کے حرکت میں آنے سے پہلے کھینچ کر لے جاتے تھے اور اس کی توپیں ایسے علاقہ میں بھی لے جاتے تھے جہاں سڑکیں بھی نہیں ہوتی تھیں۔ حیدر کی سب سے مشہور مویشی تنظیم امرت محل تھی(۱) یہ مویشی تنظیم چکادیورائے (۱۶۷۲ء تا ۱۷۰۴ء) کے زمانے میں وجود میں آئی تھی۔ حیدر نے اس تنظیم کو مستحکم کر دیا تھا جس میں ساٹھ ہزار بیل تھے جنھیں غلہ بیل، بل بیل وغیرہ زمروں میں بانٹ دیا گیا تھا۔" اس امرت محل نسل کے گھوڑوں کی حیثیت دوسری ہندوستانی نسلوں کے مقابلے میں دبی تھی جو اچھی نسل کے گھوڑوں کی عام گھوڑوں سے ہوتی تھی"۔ سرمارک کبن نے لکھا تھا کہ "یہی تنظیم تھی جس کی بنا پر حیدر ڈھائی دن میں سو میل کا سفر کر کے چدمبرم کی مدد کے لیے پہنچ گیا تھا اور ہر شکست کے بعد وہ اپنی توپوں کو دشمنوں کے سامنے سے کھینچ کر لے جاتا تھا۔ اسی تنظیم کی وجہ سے ٹیپو ایک ماہ میں سطح مرتفع کو پار کر کے بڈنور پر دوبارہ قبضہ کرنے کے قابل بن گیا تھا۔ لہذا حیدر کی نقل و حرکت کی تیز رفتاری کی وجہ سمجھنا مشکل نہیں ہے۔

ٹیپو کے فوجی نظام پر تبصرہ کرنے والے اس بات پر متفق ہیں کہ ٹیپو نے اس وقت غلطی کی تھی جب اس نے اپنی باقاعدہ پیادہ فوج کو بڑھانے کے لیے اپنی سوار فوج کو کمزور کر لیا تھا۔ اس نے دوسری ہندوستانی طاقتوں، پالیگاروں اور مقامی سرداروں کے خلاف اس کو استحکام و مضبوطی عطا کی تھی لیکن اسی بنا پر انگریزوں کے ہاتھوں اس کا زوال عمل میں آیا تھا۔ ٹیپو کو جنگیں لڑنی پڑی تھیں یا محاصروں کا سامنا کرنا پڑا تھا جبکہ حیدر نے دور دراز فاصلہ سے گولہ باری کی اور دشمن کی رسد کی راہیں مسدود کر کے ایک طویل اور پریشان کن جنگ جاری رکھی تھی۔ ٹیپو کی پیادہ فوج کسی دوسری فوج کی طرح اس کی عظیم قوت تھی لیکن وہ انگریزی پیادہ فوج کی طرح عمدہ نہیں تھی۔ حیدر اس بات کو بخوبی سمجھ چکا تھا اور اپنے تمام جنگی منصوبے ، فوجی حقیقت کو سامنے رکھ کر بناتا تھا۔ ۱۷۹۰ء میں میڈوز کے خلاف مہم میں ٹیپو کی کامیابیاں زیادہ تر اس حقیقت کی بنا پر تھیں کہ اس نے اپنے باپ کی مثال اپنے سامنے رکھی تھی۔ ستیامنگلم میں کرنل فلائیڈ پر ٹیپو کا حملہ، گزل ہٹی درے کے راستے میسور پر حملہ کے منصوبے کو جس طریقہ سے اس نے ناکام بنایا، میڈوز نے میکسویل کے اجتماع سے پہلے میکسویل پر اس کا حملہ اور اس کا چکر در چکر راستہ اختیار کر کے دوبارہ تاپور درے کی راہ سے گزرنا اور کورومنڈل علاقے کے قلب میں جا پہنچا۔ یہ سب اس کی فوجی حکمت عملی کی مہارت بتاتی ہے جو اس کے باپ کی ۱۷۶۸-۶۹ء اور ۱۷۸۰-۸۲ء

---

(۱) میسور ضلع گزیٹیر جلد ۵، ہیاوودن راؤ ص ۲۰، (۱۱) ص ۱۰۵

کی مہموں کی اعلیٰ خصوصیت تھی۔ اپنے باپ کی طرح ٹیپو نے بھی ۹۲-۱۷۹۰ء کی مہم میں سوار فوج اور توپ خانے پر بھروسہ کیا تھا۔ ٹیپو کے چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں لڑنے والے سپاہیوں نے خالص حیدر کے انداز میں کارنوالس کو اس کے مرہٹہ حلیفوں کی پیش قدمی سے غفلت میں رکھا تھا۔ ٹیپو کو ۱۷۹۲ء میں محض انگریز مرہٹہ اتحاد کی وجہ سے شکست ہوئی تھی۔ مرہٹوں نے کارنوالس کو ۱۷۹۱ء میں بچالیا تھا جب اس نے اپنے محاصرہ کے سازوسامان کو تباہ کرکے اپنی فاقہ زدہ فوج کے ساتھ چنکرال میں پناہ لی تھی۔ جیسا کہ منرو لکھتا ہے کہ "مئی میں سرنگاپٹم سے واپسی کے بعد وہ مرہٹوں کی مدد کے بغیر پھر کبھی بنگلور سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا" لیکن ۱۷۹۲ء کے بعد ٹیپو نے حیدر کے فوجی نظام کو مکمل طور پر ترک کردیا تھا۔ ۱۷۹۹ء کی مہم میں سرنگاپٹم کے دفاع پر بھروسہ کرکے وہ زیادہ تر مدافعت کرتا ہوا ہی نظر آتا ہے۔

فطری طور پر اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرہٹوں کے خلاف حیدر کا فوجی نظام کہاں تک مؤثر اور کارآمد تھا؟ مرہٹوں کی مقابلتاً برتر سوار فوج کو اگرچہ ظاہری طور پر فوجی تدابیر کی تربیت نہیں دی گئی تھی تاہم اس کی ایک اندرونی تنظیم تھی جس سے مرہٹہ سردار بظاہر غیر مرتب اور غیر منظم فوج کو متحد کرسکتا تھا نیز اناج اور رسد کے بہترین انتظامات کرسکتا تھا۔ مرہٹہ سوار پہلے سے چارہ اور غلہ جمع کیے بغیر اکثر گزارہ کرسکتے تھے۔ جیسے پہلے کہا جاچکا ہے کہ بجائے سپاہیوں کے وہ ٹڈی دلوں کی طرح علاقوں پر چھا جاتے تھے۔ شمالی سرحد پر میسور کا دفاع بہت کمزور تھا اور جیسا کہ ولنگٹن نے بعد میں لکھا کہ "مرہٹہ سواروں کا ایک دستہ بدنور کے زرخیز صوبے کو تاراج کرسکتا تھا خود بدنور کو غارت کرسکتا تھا اور سرنگاپٹم کے چند میل کے فاصلہ کے اندر تک تباہی پھیلا سکتا تھا"[1] مرہٹے دریا پار کے علاقوں کو چھوڑ کر ہر جگہ آسانی سے گھس کر وار کرسکتے تھے۔ اسی لیے حیدر مرہٹوں اور اپنی سلطنت کے مرکزی علاقہ یا قلب کے درمیان کرشنا اور تنگ بھدرا دریاؤں کی سرحد بنانے کے لیے بے حد کوشاں تھا۔

۱۷۵۹ء میں حیدر کو میراج کے گوپال راؤ سے، ۱۷۶۰ء میں وساجی پنڈت سے، ۶۵-۱۷۶۴ء، ۶۷-۱۷۶۶ء اور ۱۷۷۰ء میں پیشوا مادھو راؤ سے، ۷۲-۱۷۷۱ء میں ترمبک راؤ سے، ۱۷۷۴ء میں رگھوناتھ راؤ سے اور ۷۷-۱۷۷۶ء میں پرشورام بھاؤ اور ہری پنت سے لڑنا پڑا تھا۔ وہ مرہٹہ سرداروں کے خلاف بہت زیادہ کامیاب نہیں ہوا تھا اور بعد میں اس کی کامیابی سیاسی وجوہ سے تھی نہ کہ فوجی برتری کی بنا پر۔ مرہٹہ طریق جنگ کے پیش نظر حیدر عام طور پر مدافعت کرتا رہا تھا۔ اس نے قلعوں اور دیوار دا

---

(۱) گروڈ جلد اوّل ص ۲۶۳

اؤں میں ہرکارہ سپاہی متعین کر رکھے تھے اور ساری باقاعدہ فوج کو میدان جنگ کے لیے وقف
ر رکھا تھا۔ اس طرح اس نے مرہٹہ سوار فوج کو شہروں اور گاؤں سے دور رکھنے اور بیک وقت اپنے
علاقوں کے فوجی اور غیر فوجی قبضہ کو برقرار رکھنے کی کوشش کی تھی جیسے کہ ولکس نے بعد میں لکھا کہ "میسور
ے عام لوگوں کے دلوں میں مرہٹوں کا ڈر اس طرح سرایت کر گیا تھا کہ اگر کسی شہر کے پاس اس عذاب سے مقابلے
ے وسائل نہیں ہوتے تھے تو وہ تیزی سے شہر خالی کر دیتے تھے"[1] حیدر کا جنگی منصوبہ یہ تھا کہ مرہٹے اس
ے علاقے میں باقاعدہ رسد نہ حاصل کر سکیں۔ اس نے ان کو اپنے بازاروں پر انحصار کرنے پر مجبور کر دیا
یا اور جیسے جیسے اس کی حکمت عملی کامیاب ہوتی گئی ویسے ویسے مرہٹوں کی مرکزی فوج کی رفتار میں سستی
تی گئی۔ اب وہ اتنی تیزی سے نقل و حرکت نہیں کر سکتی جتنی کہ مرہٹہ میسور جنگ کے ابتدائی مراحل میں
ھوں نے کی تھی۔

اس دفاعی منصوبے سے حیدر کو میدانِ جنگ میں کوئی امتیازی کامیابی حاصل نہیں ہوئی اور
طریق کار اسے مہنگا بھی پڑا تاہم وہ اپنی قوت برداشت اور خود اعتمادی کی بدولت آخر میں کامیاب رہا۔
ی مرتبہ مرہٹوں کو میدان جنگ میں شکست دینے کی کوشش میں اس کو شکست کھانی پڑی۔ فاتح مرہٹوں
ے میسور کے علاقوں کو تاخت و تاراج کر دیا لیکن ان کو چھوڑ کر جانا پڑا کیونکہ وہ سرنگاپٹم پر قبضہ نہیں
ر سکے تھے جو حیدر کے دفاعی نظام کا گڑھ تھا۔ اس کے علاقے میں قلعے کثیر تعداد میں تھے۔ ۱۷۹۲ء
ں ٹیپو کے قبضہ میں ستائس اہم قلعے اور ۱۱۳ اوسط درجے کے قلعے اور ۲۹۹۲۸ محافظ فوج تھی[2] یہ کہنا غلط نہ
وگا کہ حیدر کے دورِ حکومت میں اہم قلعوں، اوسط درجے کے قلعوں اور محافظ افواج کی تعداد دوگنی تھی۔
رنگاپٹم کے مقام کو ولنگٹن کے الفاظ میں بہترین انداز سے بیان کیا گیا ہے: "جو فوج اس کا محاصرہ
ے اس کو چاہیئے کہ وہ فوراً دریا کے شمال یا جنوبی طرف سے حملہ کرے یا جزیرہ کی طرف سے حملہ
ے۔ وہاں اتنی زیادہ فوج نہیں لے جائی جا سکتی کہ وہ دو یا تین ڈویژنوں کے لیے کافی ہو اور نہ
نی بڑی ہو سکتی ہے کہ وہ اس جگہ دو تین حملے کر سکے کیونکہ یہ ڈویژنیں ایک دوسرے سے عملی طور پر
ک کر دی جائیں گی اور ہر ایک اس قابل ہونی چاہیئے کہ دشمن کی اس فوج کے خلاف اپنا دفاع
ر سکے جو محاصرہ اٹھانے کے لیے استعمال میں لائی جائے گی۔ سرنگاپٹم کے دفاع کے لیے محافظ فوج

---

(1) ولکس کی روداد ص ۷۰، ۴
(2) " " ص ۱۱۲

فراہم کرنے میں اس سے زیادہ لوگوں کی ضرورت نہیں ہوگی جتنی حملہ کے ایک مقام پر دفاع کے
لوگوں کی ضرورت پڑے گی لیکن سرنگاپٹم کو ایسی جگہ کے لحاظ سے کہ جس پر حملہ کیا جا سکے وہ ہندوستان
کے ہر دوسرے قلعہ کے مقابلہ میں زیادہ محفوظ ہے کیونکہ جون کے مہینے سے دسمبر کے مہینے تک اس تک
ناممکن ہے۔"(۱) ولنگٹن نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ قرب و جوار کے علاقے میں وہاں
ایک بڑی محافظ فوج مخالف فوج کے رسل و رسائل کے نظام کو درہم برہم کرنے کے لیے بھیجی جا سکتی
جب ٹیپو نے انگریزوں کے خلاف صرف مدافعت کرنے کا فیصلہ کیا تو اس نے وہی اقدام کیے جو کہ اس
باپ نے چنگرال کے بعد کیے تھے چنانچہ اس نے بیشتر قلعوں میں اور خاص طور پر سرنگاپٹم میں مرمت کا
شروع کر دیا۔ ۱۷۹۲ء اور ۱۷۹۹ء کے درمیان اس نے اس کام پر ۱۲ لاکھ پگوڈا صرف کر دیے اور مہم کے
تک اس نے فوجوں کی پیش قدمی روکنے کے لیے بہت کم کام کیا جو مارچ میں سرنگاپٹم پہنچیں اور بارش
سے دریاؤں میں طغیانی آ جانے سے پہلے ۴ مئی کو آخری حملہ کیا لیکن اس مرتبہ انگریز ٹیپو کی افواج
اور پیادہ فوج کی تعداد اور صلاحیت و لیاقت کے اعتبار سے میدان جنگ میں ایک برتر فوج
آئے تھے۔ اگر ٹیپو نے اپنے باپ کے جنگی اصولوں پر عمل کیا ہوتا اور اس کی فوجی تنظیم برقرار رکھی ہوتی
موسم برسات کے آغاز تک انگریزی فوج کی پیش قدمی روک سکتا تھا اور اس طرح اسے چھ ماہ کی اور
مل جاتی جس میں وہ کچھ سست اور مذبذب مرہٹہ سرداروں کو ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو جاتا۔ یہ
ممکن تھا کہ وہ سیاسی اور فوجی صورت حال کو یکسر بدل کر رکھ دیتا۔

حیدر کی میدانی فوج کی مستعدی اور کامیابی میں اس کے قابل تعریف جاسوسی محکمہ کی کارکردگی
کا کچھ کم حصہ نہ تھا۔ اس سلسلہ میں ہم کو صرف دو برطانوی روئدادیں نقل کرنے کی ضرورت ہے۔ ۲۰
۱۷۸۱ء کو ایک برطانوی سپاہی نے کچھ خطوط ایک درخت سے متعلق پائے جن میں ایک خط حیدر
میر صاحب کے نام تھا۔ ان خطوط میں حیدر نے اپنے نائب کو انگریزی بیڑے کی آمد ان کی تعداد اور
تفصیلات کی بالکل صحیح اطلاع دی تھی۔ "ایشیا میں جنگ" کے مصنف نے لکھا ہے کہ "ہماری فوج کی
ایک بٹالین جب بھی روانہ ہوتی تھی تو حیدر کو اس کا پتہ سب سے پہلے چل جاتا تھا۔ حیدر کی اہم نقل و
حرکت کی ہمیں ذرا بھی خبر نہیں ملتی تھی۔"(۲)

---

(۱) سرنگاپٹم کے سلسلہ میں عرضداشت۔ گروڈ جلد اول ص ۲۴۳

(۲) ایشیا میں جنگ جلد اول ص ۱۵۰

حیدر کے فوجی نظام کی دو دو سری ممتاز خصوصیات بھی قابلِ ذکر ہیں۔ ایک چیلا بٹالین اور
ری کنداچار ہرکارے۔ چیلا بٹالین میں زیادہ تر جنگ میں گرفتار شدہ کمسن بچوں اور نوجوانوں کی بھرتی
ائی تھی۔ ان میں تقریباً سب کے سب ہندو الاصل تھے۔ یہ دستور مالابار میں شروع ہوا تھا۔ بعض
ت کم عمر کے ہندو بچوں کا مذہب تبدیل کر دیا جاتا تھا اور ان کو محلات میں بطور غلام تعینات کیا جاتا
۔ان چیلوں میں سب سے زیادہ مشہور نائر نومسلم شیخ ایاز تھے۔ قیدی نومسلموں کی پہلی باقاعدہ فوجی
کی ابتدا چیتل ورگ کی فتح سے ہوتی ہے۔ روایت ہے کہ وہ بیس ہزار قیدی سرنگاپٹم لے گیا تھا۔
لڑکوں میں سے پہلی چیلا بٹالین کی تشکیل ہوئی تھی۔ ۱۷۷۹ء میں سوارٹز نے ان "یتیموں" کی ایک بٹالین
جی قواعد کرتے دیکھا تھا۔ حیدر کے جانشین نے چیلوں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔
ں نے ان کا مقابلہ ترکی جان نثار سپاہیوں سے کیا ہے۔ یہ موازنہ بالکل ٹھیک نہیں ہے۔ عثمانی
م شاہی محافظ دستے جس میں جان نثار سپاہی ایک حصہ تھے۔ وہ ایک غیر ملکی تہذیب کے پورے
ج پر تسلط قائم کرنے کی ایک تدبیر تھی۔ وہ ایک وسیع انداز میں ایک جرأت آمیز تجربہ تھا جس کا لب لباب
اکہ" نگرانوں کے ذریعے انسانی بھیڑوں کو قانون کی حدود میں رکھا جائے اور اس کے پڑوسیوں کو دور
رکھا جائے۔ ایک عثمانی عوامی غلام بننا انتہائی مشکل طلب، اہم، خطرناک اور عظیم الشان کام تھا....
ں وہ پوری طرح سے ان لوگوں کے لیے مخصوص تھا جو پیدائشی کافر تھے۔"(۱) حیدر اور ٹیپو کے فوجی نظام
چیلا بٹالینیوں نے کوئی خاص کارنامہ نہیں انجام دیا تھا۔ یہ دستور بعض سرکش علاقوں کو قابو میں رکھنے
ساتھ ہی ساتھ فوج کے لیے رنگروٹ حاصل کرنے کی تدبیر تھی کہ جن کی جبری تبدیلیٔ مذہب ان کو ان کے
ں سے کاٹ کر الگ کر دے گی۔ یہ تنظیم بہت ہی نامکمل تھی اور ۱۷۹۲ء میں ٹیپو کے احمدی چیلوں نے
ان کے مورچے پر اس کی ناکامی سے فائدہ اٹھایا تھا اور اپنے ہتھیاروں، اپنی بیویوں اور بچوں کے
ہ کورگ واپس چلے گئے تھے۔

حیدر کے زمانے میں کنداچار ہرکاروں کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار تھی۔ یہ بے قاعدہ سپاہی
ف ہتھیاروں سے لیس ہوتے تھے لیکن زیادہ تر وہ توڑے دار بندوقوں اور نیزوں سے مسلح ہوتے
۔ وہ بنیادی طور پر کاشتکار تھے جو خالی مہینوں میں فوجی خدمات انجام دیتے تھے۔ حیدر نے ان
ڑ تعداد کو اپنی محافظ افواج اور باقاعدہ افواج میں ملازم رکھا تھا۔ اس طرح ان کے غارتگری اور

ان بی تاریخ جلد سوم۔

میٹرے پن کے رجحانات پر روک لگ گئی تھی اور ان میں اپنی حکومت کے استحکام میں دل چسپی پیدا ہو گئی تھی یہ وہی اصول تھا جس کی بنا پر انگریزوں نے درۂ خیبر کی حفاظت کے لیے خاصہ داروں کو ملازم رکھا تھا۔ ٹیپو نے اپنی باقاعدہ پیادہ فوج کو بڑھانے کے لیے ان کی تعداد کم کردی تھی بلکہ ٹیپو کے زوال کے بعد بھی پورنیا نے بیس ہزار کنداچار ہرکارے ملازم رکھے ہوئے تھے۔ اس نے تنخواہ کے معاملے میں حیدر کی تقلید تھی۔ کنداچار ہرکارے جب اپنے گھروں پر ہوتے تھے تو ان کو بہت کم تنخواہ ملتی تھی جو کچھ تو بنجر زمین کی شکل میں ملتی تھی یا دو روپیے تین روپیے ماہانہ نقد لگان کے عوض میں۔ جب انھیں میسور میں فوجی خدمات کے لیے طلب کیا جاتا تھا تو ایک پگوڈا کا اضافہ کردیا جاتا تھا اور جب وہ ملک کے باہر فوجی خدمات انجام دیتے تھے تو مستقل تنخواہ کے برابر بھتہ ملتا تھا"(۱) خدمات کی انجام دہی کے بعد وہ اپنی واپسی پر نقصان کی تلافی میں مالی تحائف اور انعامات پاتے تھے۔ ان بے قاعدہ سپاہیوں میں سے بہت سے حیدر کی جنگی فوج کے ساتھ جاتے تھے۔ وہ سڑکیں صاف کرنے، خندقیں کھودنے اور مقبوضہ شہروں میں محافظ فوج کے فرایض انجام دیتے تھے یا اسی طرح کی دوسری ضروری فوجی خدمات انجام دیتے تھے۔ اس طرح باقاعدہ فوج جنگی اقدامات کے لیے آزاد رہتی تھیں۔

---

(۱) ونکس کی روئداد ص ۱۴۴

Marfat.com

باب ۲۸

حیدر کے عروج کی اہمیت

حیدر علی کی زندگی اور کارناموں کو پوری طرح جاننے کا سب سے بہتر ذریعہ یا تو اس کے جانی دشمن مرہٹوں اور انگریزوں کی دستاویزات ہیں یا پرتگالیوں، ولندیزیوں اور فرانسیسیوں کے موافقانہ ور غیر جانبدار دستاویزات ہیں۔ اصل مواد اگرچہ بہت زیادہ ہے تاہم وہ اس کے کردار پر پوری روشنی نہیں ڈالتے۔ فارسی سوانح اور تامل تیلگو اور کناری مخطوطے بے کیف ہیں۔ ان سے صرف معمولی معلومات ہی مل سکتی ہیں۔ تاریخ کی بنیاد ان واقعات پر ہوتی ہے جو ہمارے پاس ہوتے ہیں لیکن ہمیں ٹھیک طور سے وہ چیز حاصل نہیں ہوتی جس کی ایک تاریخ دان کو ضرورت ہوتی ہے یعنی ہمعصر تبصرے جو تشریحات اور واقعات کی وضاحت کرتے ہیں۔ واقعات سے ہم پوری طرح سے واقف ہیں اور ماحول، کا پورا پس منظر بھی جانتے ہیں لیکن اس دور کے لوگوں کی گفتگو اور ان کے مزاج کے بارے میں تاریخی شواہد ٹھیک ٹھیک طور سے ہمارے علم میں نہیں آتے۔ سپاہیوں اور مصاحبوں کی بہت بڑی تعداد میں صرف حسب ذیل اشخاص کچھ امتیاز وشان کے حامل نظر آتے ہیں۔ شیخ ایانہ (انگریزی دستاویزات میں ان کا نام حیات صاحب دیا گیا ہے) اپاجی رام، میر رضا، فیض اللہ خاں، لالی، پیومورن، پورنیا اور میر صادق یہاں بھی ہماری قوت متخیلہ دستاویزات کے مطالعہ سے گزر کر ان مکمل انسانی حقائق کا احاطہ نہیں کر سکتی جن کی وہ نمائندگی کرتے تھے اور ہم اس کے کردار کی اطمینان بخش تصویر کشی نہیں کر سکتے جو انھوں نے تاریخ کی تمثیل (ڈرامے) میں انجام دیا ہوگا۔ حیدر علی کے سوا دوسری کوئی شخصیت یہاں تک کہ ٹیپو کی شخصیت بھی اتنی وضاحت سے نہیں ابھرتی جس کی ہم کو توقع تھی۔ حیدر اگرچہ صاحب صلاحیت اور

Marfat.com

لائق تھا لیکن واقعات اور حالات پر حاوی ہو جانا اس کے لیے اس طرح ممکن نہ تھا جس سے محسوس ہوتا کہ صرف وہی ایک زندہ شخصیت تھا اور بقیہ صرف بے جان اور غیر محسوس سائے تھے۔

حیدر جو کہ ایک مطلق العنان سپاہی صفت حکمراں تھا۔ ایک بہت کامیاب منتظم تھا۔ کوئی مفصل تحقیق و تفتیش کسی لحاظ سے بھی اس کارنامہ کی خوبی کو گھٹاتی نہیں ہے۔ یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ اس میں بہت سی خرابیاں تھیں۔ وہ نفس پرست اور بدزبان تھا اور اکثر ------ دریدہ دہنی پر اتر آتا تھا۔ اگرچہ وہ بلاوجہ کبھی بربریت پر نہیں اترتا تھا تاہم اس نے اپنے حریفوں اور دشمنوں کو بہت ہی بے رحمانہ انداز میں ختم کر دیا تھا۔ سوائے چند صورتوں کے مثلاً اپنے نسبتی بھائی میر رضا کے معاملے کے وہ نہ معاف کر سکتا تھا اور نہ بھول سکتا تھا۔ اس کا انتظام و انصرام مانٹیکیو کے مشہور مقولے کی زندہ مثال تھا کہ آمریت کا بنیادی اصول خوف ہے۔ فرض سے کوتاہی کرنے والوں اور استحصال کرنے والے ملازمین کی کھال کوڑوں سے اتار دی جاتی تھی (جی، ایل ٹی ص ۲۵۹)۔ یہاں تک کہ اس کا بڑا بیٹا بھی اگر فرض ناشناسی دکھاتا تو وہ بھی کوڑوں سے نہیں بچ سکتا تھا لیکن یہ مطلق العنان حکمران احمقانہ غرور یا بے جا فخر میں مبتلا نہیں تھا۔ اس کی گفتگو کے موضوعات عموماً اس کے انتظامیہ کی ترتیب و تنظیم اور تلواریں، توپیں اور جواہرات، گھوڑے، ہاتھی، مقوی باہ دوائیں وغیرہ ہوتے تھے۔ (ڈی، ایل، ٹی ۲۶۰)۔ اس کے دربار میں طمطراق اور کروفر کی کمی تھی۔ وہ چند مالدار کاہلوں کا محض ایک تنگ حلقہ نہیں تھا۔ اٹھارویں صدی میں بیشتر ہندوستانی دربار تھے۔ وہ یقیناً مصلحت خاص سے اپنے دربار اور فوجی قواعد (پریڈ) کو کروفر والا بنا دیتا تھا لیکن اصولی طور پر اس میں ٹھاٹھ باٹھ تو ہوتا تھا لیکن عیش پسندی کے تکلفات نہیں ہوتے تھے۔ عموماً مطلق العنان حکمران خوشامد پسند ہوتے ہیں اور درباری سوانح نگار عموماً یہ تاثر دیتے ہیں کہ ان کی خوشامد کی بھوک کبھی نہیں مٹتی لیکن حیدر کے دربار میں مستعدی و چستی کے سوا قدر کا کوئی دوسرا معیار نہیں تھا اور کوئی آدمی صرف خوشامد سے کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے لالی سے جسے معاہدہ سے کم فوجیں لانے پر کم تنخواہ ملی تھی کہا تھا "خاموش رہو اور جتنا پا گئے اس پر شکر گذار رہو۔ میں کسی افسر کو پانچ ہزار روپے ماہانہ محض اس کی ناک کی خوبصورتی کی وجہ سے نہیں دیتا ہوں۔" (ولکس جلد دوم ص ۲۰۴) تمام اقدامات اور کاموں کی وہ خود نگرانی کرتا تھا۔ وہ بہت سخت تھا اور بہت چھوٹے چھوٹے احکام بھی خود صادر کیا کرتا تھا۔ "یہاں تک کہ چمڑے، چمڑے کی بوریاں، خیموں اور رسّوں تک کے بارے میں حکم دیتا تھا۔" (ڈی، ایل، ٹی ۲۶۰) وہ بڑا مردم شناس تھا اور کھانڈے راؤ کے علاوہ شاید ہی اُسے کسی دوسرے نے دھوکا دیا ہو۔ اس نے بلاشبہ اپنی حکومت کے کارکنوں میں خوف پیدا کر دیا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ انسانی طاقتوں کو کس طرح مہمیز لگائی

جا سکتی تھی۔ عوام اس کے انتظام و انصرام کے لیے اس کی مستعدی کی وجہ سے احترام کے جذبات رکھتے تھے۔ اس کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ یقیناً اس کی سخت محنت اور تفصیلات پر مسلسل توجہ تھی۔ اس کے بیٹے میں بھی یہ خوبیاں تھیں لیکن اس میں نہ باپ کی بصیرت تھی اور نہ چیزوں کو پرکھنے کی صلاحیت۔

حیدر نے تاریخ پر جو اپنی چھاپ چھوڑی ہے وہ ایک ایسے شخص کی ہے جو ہندوستان میں انگریزوں کا ایک بڑا دشمن تھا۔ اکتوبر ۱۷۸۱ء میں جب محرری کے ایک امیدوار جان میلکام کو انڈیا آفس لے جایا گیا اور اس کے نامنظور کیے جانے کے امکانات بہت زیادہ تھے۔ اس وقت ڈائریکٹرز میں سے ایک نے کہا کہ "کیوں میرے عزیز، اگر تمھیں حیدر علی سے مقابلہ کرنا پڑے تو تم کیا کرو گے؟" "کیا کروں گا جناب؟ میں اپنی تلوار سونتوں گا اور اس کا سر کاٹ لوں گا۔" "ضرور" کہہ کر ڈائریکٹر نے اُسے جانے دیا۔ (کے، میلکام کی حیات اور خطوط جلد اوّل ص ۸)۔ اس زبانی امتحان کی تحریری یادداشت سے حیدر علی کے بارے میں اس تاثر کا پتہ چلتا ہے جو ایک اوسط درجہ کے انگریز اسکول بچّے کے ذہن میں تھا جو ہندوستان کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ اس نے ہندوستان میں ان کو تقریباً تباہی کے غار پر پہنچا دیا تھا۔ لیکن انگریز دشمن پالیسی کا اختیار کرنا محض جذبات، تعصب، کینہ یا توہین کے سبب نہیں تھا۔ اس وقت کی صورت حال میں وہ ناگزیر تھا۔

اس کے برسرِ اقتدار آنے سے پہلے میسور اپنے جائے وقوع کے لحاظ سے ایک آرام بخش اور گمنام خطہ تھا۔ اچانک اسے ایک سیاسی سرحد کی اہمیت مل گئی۔ جنوب میں مرہٹہ توسیع پسندی کے دباؤ اور ہندوستان میں یوروپی اقوام کی مسلح کشاکش نے میسور میں ایسے حالات پیدا کر دیے تھے جو اس کی تاریخ کے عام رُخ سے میل نہیں کھاتی تھی۔ ایک ہنگامی صورت کے بعد دوسری ہنگامی صُورت پیدا ہوتی گئی اور اس کے کردار نکھرتے گئے۔ وہ ایک بالکل نیا ماحول تھا جو روبہ زوال درباروں کی پُرانی روایات کے خوابِ پریشاں سے آزاد تھا۔ ان حالات میں حیدر کے لیے اور اس کے بیٹے کے لیے یہ ناگزیر تھا کہ وہ ایک ایسی پالیسی نہ اختیار کریں جو نظام کو قرینِ مصلحت و مفید نظر آئے۔ اٹھارویں صدی میں ایسا لگتا ہے کہ ہندوستان میں تمام چیزیں پستی کی انتہا کو پہنچ گئی تھیں لیکن اس زوال کے دَور میں بھی تنوع اور رنگ آمیزی کی کمی نہ تھی۔ وہ لوگ جو قدیم روایات کے وارث ہوئے تھے انھوں نے انتہائی کاہلی کا مظاہرہ کیا تھا اور بغیر مزاحمت کیے صرف لڑکھڑاتی منتشر ہوتی ہوئی اور مفلوج طرز زندگی کو ترجیح دی تھی۔ نسبتاً نئی طاقتیں انگریزوں کی مخالفت پر اڑی ہوئی تھیں۔ میسور نے چار جنگیں لڑیں اور مرہٹوں نے تین۔

حیدر علی

چونکہ حالات بدل گئے تھے اس لیے حیدر کی شروع کی ہوئی انگریز دشمن پالیسی ٹیپو کے زمانے میں ناکام ہوگئی۔ اس تبدیلی کے بارے میں مل کا تجزیہ اہمیت رکھتا ہے۔ حیدر کو صرف ایسٹ انڈیا کمپنی سے مقابلہ تھا جس کے پاس کافی وسائل نہیں تھے اور جس کی نگرانی ایک حاسد داخلی حکومت کر رہی تھی۔ لیکن ۱۷۸۴ء کے بعد وزارت نے حکومت ہند کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ حقیقت میں یہ ایسٹ انڈیا کمپنی نہیں تھی جس سے ٹیپو کو مقابلہ کرنا تھا بلکہ اب اسے انگریزی حکومت اور ایسٹ انڈیا کمپنی دونوں کا مقابلہ کرنا تھا اور ان دونوں کے وسائل کو اکٹھا کر لیا گیا تھا تاکہ جنگ کی ضروریات فراہم کی جائیں" (مل جلد ۵ ص ۳۲۶) - یہ بیان لارڈ کارنوالس کی ٹیپو کے ساتھ جنگ کے سلسلہ میں دیا گیا لیکن وہ ویلزلی کی جنگ کے سلسلہ میں بھی صحیح ہے۔ حیدر نے ایسٹ انڈیا کمپنی سے جنگ کی تھی اور ٹیپو نے ایسٹ انڈیا کمپنی اور برطانوی حکومت سے جنگ کی تھی۔

لیکن حیدر کی انگریز دشمن پالیسی کی ناکامی کے اسباب کا یہ تجزیہ ہم کو صحیح صورت حال سے روشناس نہیں کراتا۔ حیدر نے کچھ ایسے اصول بنائے تھے جنھوں نے سیاسیات کے کاروبار کو اس کے ہاتھوں میں محفوظ بنا دیا تھا۔ اس نے اپنے خلاف دشمنوں کی پوری جماعت نہیں کھڑی کر لی تھی جیسی کہ اس کے بیٹے نے کر لی تھی۔ اس کے علاوہ حیدر جس نے غیر ملکوں میں حلیف تلاش کیے تھے۔ اس نے ۱۷۸۴ء اور ۱۷۸۵ء میں ترکی کو وفود بھیجے، ۸۸-۱۷۸۷ء میں ایک وفد فرانس بھیجا اور ۱۷۹۶ء میں ایک وفد شاہ کے پاس بھیجا اور ۱۷۹۹ء میں اس نے فرانس، ترکی اور افغانستان کو وفود بھیجنے کی تیاری کی لیکن ان کی راہ میں انگریزوں نے رکاوٹ کھڑی کر دی۔ حیدر کی پالیسی کی جڑیں زمین میں زیادہ مضبوطی سے جمی ہوئی تھیں۔ اس کی حکمت عملی کی بنیاد یہ تھی کہ اس کے دشمن اس کے خلاف متحد نہ ہونے پائیں۔ وہ انگریزوں سے اس وقت تک نہیں لڑتا تھا جب تک کہ اس کے تعلقات مرہٹوں سے بہتر نہ ہو جاتے تھے اور وہ مرہٹوں سے اس وقت تک جنگ نہیں چھیڑتا تھا جب تک کہ اُسے یقین نہ ہو جاتا کہ انگریز ان سے نہ جا ملیں گے۔ ٹیپو کی غیر معمولی خود اعتمادی اور ضد نے اس کے باپ کی خارجہ پالیسی کے ان اصولوں کو خاطر میں نہیں لانے دیا تھا۔ فرانسیسی اتحاد نے حیدر کو مایوس کیا تھا۔ تب بھی ٹیپو کو فرانس سے مدد کی امید تھی لیکن اسے وہاں سے مدد جب بھی نہ ملتی اگر بوربون خاندان برسر اقتدار رہتا۔ خارجہ پالیسی میں ٹیپو اور حیدر کے درمیان وہی تضاد تھا جو قیصر ولیم ثانی اور بسمارک کے درمیان تھا۔

اسمتھ نے اورمے کو ۱۷۵۷ء میں لکھا تھا کہ "ہندوستان کی طاقتیں ہماری دلیری سے جلتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی یہی خواہش ہے کہ اسے کمزور کریں اور اس کو عملی جامہ پہنانے کا موقع تلاش کرتے

حیدر کے عروج کی اہمیت

رہتے ہیں"۔ ۱۷۶۱ء اور ۱۷۸۲ء کے درمیان یہ ہندوستانی طاقتیں کچھ حد تک انگریزوں کے خلاف متحد ہوئی تھیں لیکن ان کا انگریزوں سے حسد اتنا قوی نہیں تھا جتنا کہ ان کی باہمی رقابت۔ ہندوستانیوں کی متحد نہ ہو سکنے کی صلاحیت اتنی زیادہ نمایاں ہو کر کبھی سامنے نہ آئی تھی جتنی کہ اٹھارویں صدی کے آخری دس سال میں۔ حیدر کو اپنے مرہٹہ دشمنوں پر اتنی بے اعتباری تھی کہ ان سے اس نے سخت سودے بازی کی۔ چنانچہ اتحاد کسی مضبوط و مستحکم بنیاد پر قائم نہیں تھا اور برطانوی حکمت عملی نے بڑی کامیابی سے اس دراڑ کو اور وسیع کر دیا تھا۔ مرہٹہ میسور تعلقات کی پہلی تاریخ کے پیش نظر بعد کے واقعات کی روشنی میں میسور سے زیادہ فیاضانہ مطالبہ کرنا غالباً کچھ غیر تاریخی ہوگا۔ یہ تسلیم کرنے کے بعد بھی کہ جہاں اعلیٰ پالیسی کا تعلق تھا حیدر جذبات اور رجحانات کے دھارے میں نہیں بہتا تھا تاہم اس سے یہ توقع رکھنا غلط تھا کہ وہ اس بداعتمادی کو بھول جائے گا۔ یہ بدبختی تھی تاہم شاید یہی تاریخ کی منطق تھی۔

سپاہی کی حیثیت سے حیدر کو بار بار شکست ہوئی لیکن اس نے کبھی ہمت نہیں ہاری۔ اس نے ایک فوجی مدبر کی حیثیت سے بہت زیادہ نمایاں صلاحیت کا مظاہرہ نہیں کیا لیکن اس نے بحیثیت ایک منتظم بڑی لیاقت کا ثبوت دیا جس کی مہم کا عام منصوبہ ہمیشہ مستحکم ہوتا تھا۔ اس کی فوج انگریزوں کی فوج کے مقابلے میں قیادت کے لحاظ سے اور سپاہیوں کی جنگی لیاقتوں کے لحاظ سے کم تر تھی لیکن تعداد، رسد کی فراہمی اور فوجی سازوسامان کے لحاظ سے اُسے برتری حاصل رہی لیکن اس سلسلہ میں بھی ہندوستانی حکمرانوں کے بارے میں برطانوی حکومت کے رویہ میں ٹیپو کے عہد میں تبدیلی پیدا ہوئی جبکہ منرو نے بعد میں لکھا تھا کہ" انگریزوں کی فوجی برتری اتنی زیادہ تھی کہ کسی بھی مقابلے میں ان کی برتری غیر مشکوک تھی۔ (GLEIG) منرو جلد اول ص ۴۶۱)۔ کوٹ نے حیدر سے جس فوج کے ساتھ جنگ کی وہ بارہ ہزار سے زیادہ نہ تھی لیکن ہارس کے ماتحت ۱۷۹۰ء میں برطانوی فوج کی تعداد پینتیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی جن میں سے ۸۰۰۰ یوروپی تھے (گروڈ جلد اول ص ۳۵)۔ گورنر جنرل کے الفاظ میں" تنظیم و تربیت کے لحاظ سے اتنی مکمل، ہر محکمہ میں ضروریات کی وافر اور فیاضانہ فراہمی سے اتنی آراستہ، تربیت میں اتنی زیادہ مکمل اور اتنے تسلیم شدہ تجربہ کار، لائق اور باصلاحیت افسروں کے ساتھ اب تک ہندوستان میں کوئی فوج میدان میں نہیں اتری تھی (گروڈ جلد اول ص ۱۴)۔ انگریزوں کے خلاف ہندوستانی حکمرانوں کی کامیابی کا واحد امکان مشترکہ کوشش میں تھا لیکن ٹیپو کی حکمت عملی میں اس مقصد کو حاصل کرنے کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا تھا۔ جنگ کے شدائد برداشت کرنے میں حیدر کی قوت نہایت اعلیٰ درجے کی تھی مشکلات

Marfat.com

میں اس کی ہمت اور بڑھتی تھی لیکن جب اس کے جانشین پر مصیبت پڑی تو وہ اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ آخری شکست کی تاریکی میں صرف ذاتی بہادری کی کرن چمکتی نظر آتی ہے۔ بعد میں اس کو جس تباہی کا سامنا کرنا پڑا اس میں بھی اس نے عزت پر آنچ نہ آنے دی۔

Marfat.com

ضمیمہ الف

پیشوا مادھوراؤ اوّل اور پہلی انگریز میسور جنگ

جب انگریزوں اور حیدر و نظام کے اتحاد کے درمیان (۲۵ اگست ۱۷۶۷ء کو) جنگ شروع ہوئی تو مقابلہ کرنے والوں کو پیشوا مادھوراؤ کے رویّہ کا علم نہیں تھا۔ اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں نظام اور حیدر علی بھی لگے تھے اور محمد علی اور انگریز بھی۔ موسٹن بمبئی سے پونا آیا۔ ناگوجی راؤ مدراس سے آیا، شیر جنگ نظام علی کا وکیل بن کر اور چانداصاحب کا بیٹا حیدر علی کا ایجنٹ بن کر پہنچا۔

موسٹن کے نام پریسیڈنٹ اور کونسل کی جانب سے جاری کردہ ہدایات میں ہمیں انگریزوں کے اغراض و مقاصد کی ایک دستاویز ملتی ہے۔ لیکن موسٹن نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ وہ کھل کر سامنے آجائے۔ بمبئی کے انگریز ارباب حل و عقد یہ چاہتے تھے کہ مادھوراؤ حیدر کے خلاف جنگ میں حصّہ لے اور خاص طور سے اس وقت جب وہ مغربی ساحل پر واقع حیدر کے مقبوضات پر حملہ کریں۔ وہ پیشوا کو بڈنور اور سنڈا کی چوتھ دے رہے تھے اور اس کے عوض سلسیٹ اور بسین کی واپسی اور سورت کے محاصل میں مرہٹوں کے حصّہ کی امید رکھتے تھے۔ اگر پیشوا اس تبادلہ پر راضی نہ ہوتا تو وہ بڈنور اور سنڈا کسی اور کو دے دیتے اور مرہٹوں کو سالانہ چوتھ کی ضمانت دیتے۔ برطانوی سفیر کو یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ آیا حیدر کے خلاف ایک معاہدۂ اتحاد کرنے پر پیشوا کے راضی ہونے کی صورت میں کچھ مرہٹہ سوار فوج مل سکے گی تاکہ مشرقی محاذ پر سوار فوج کی کمی پوری کی جاسکے۔[1] چارلس بردم، موسٹن کے ساتھ اس کے ایک ماتحت کی

---

(۱) فارسٹ Selections from the State papers preserved in the Bombay Secretariate, Maratha-Series.

Marfat.com

حیثیت سے گیا تھا تاکہ اگر رگھوبا کی جانب سے کوئی سلسلۂ جنبانی کی جائے تو وہ اس کا جواب دے تاکہ گھریلو جھگڑوں اور اختلافات کو ہوا دے سکے۔(۱) ناگوجی کی عرضداشت میں یکساں شرائط موجود تھیں اور حسب ذیل ہدایت بھی شامل تھی: "اس صورت میں کہ مادھوراؤ مشکلات پیدا کردے اور حیدر علی خاں اور نظام کی تجاویز تسلیم کرنے پر آمادہ ہو جائے تو اسے اشاروں کنایوں میں یہ سمجھا دیا جائے کہ برار کا راجہ بنگال کے انگریزوں اور اس دربار سے دوستی کا متمنی ہے اور اگر مادھوراؤ اس معاہدہ میں نہیں شامل ہوتا تو وہ بلاشبہ اس سے دوستی کرلیں گے"۔(۲) موسٹن کی آمد کے چند دنوں بعد مادھوراؤ نے گوپال راؤ، آنند راؤ رستے، بابوجی نایک، وساجی پنت اور ناروجی گھورپڑے کو میراج بھیجا تاکہ وہ ۴۴ ہزار سوار فوج اکٹھا کریں اور پھر سرا اور مداگیری کی طرف کوچ کریں اور وہاں ہدایات کا انتظار کریں۔ ظاہرا طور پر مرہٹہ دربار کسی فیصلہ پر پہنچنے سے پہلے واقعات کا مشاہدہ کرنا چاہتا تھا۔ جب موسٹن نے دریافت کیا کہ گوپال راؤ کے زیر قیادت اتنی بڑی فوج کرناٹک کیوں بھیجی گئی ہے تو اسے بتایا گیا کہ وہ صرف محاصل جمع کرنے کے لیے بھیجی گئی ہے کیونکہ فوج کے بغیر ایسا نہیں کیا جاسکتا۔ بہرکیف انگریز سفیر کو یہ واضح طور سے بتادیا گیا کہ مرہٹہ دربار اس وقت تک کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا جب تک وہ مختلف ایجنٹوں کی بات نہ سن لے۔

یہاں اس بات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ شمالی ہند میں یہ افواہیں گرم تھیں کہ مادھوراؤ گوپال راؤ کے زیر کمان بیس ہزار سواروں پر مشتمل ایک فوج وفاق کی مدد کے لیے بھیج رہا ہے۔ الہ آباد میں مقیم رچرڈ اسمتھ نے تو یہاں تک تجویز رکھی تھی کہ ان مرہٹہ سرداروں کو پکڑ لیا جائے جو گنگا جمنا کے سنگم پر اشنان کے لیے آئے تھے اور انھیں اس وقت تک قید میں رکھا جائے جب تک کہ گوپال راؤ کی اصل منزل کے بارے میں صحیح پتہ نہ چل جائے۔(۳)

---

(۱) رگھوبا نے بروم کو بتایا تھا کہ اس نے پریسیڈنٹ کی خدمت میں گذارش کی ہے کہ "اس کے پاس ایک اہم شخص بھیجا جائے تاکہ اس کے ساتھ مل کر وہ اپنے مفاد کے تحت انتقام کے اقدام کرے اور اس کو امید ہے کہ انگریز اس کی مدد کریں گے لیکن وہ محض انتظار ہی کرتا رہا۔ اور اسے کوئی تسلی بخش جواب نہیں موصول ہوا چنانچہ بہتر سے بہتر انداز سے جو وہ اختیار کرسکتا تھا وہ معاملات طے کرلینے پر مجبور ہوگیا۔ وہ انگریزوں کو اپنا ہمنوا بنانا چاہتا تھا تاکہ جب وہ ہتھیار اٹھائے تو اسے ان سے مدد مل سکے اور بارش کے بعد جنگ کرنے کا وہ فیصلہ کرچکا تھا۔

(۲) فارسٹ Selections, Maratha-Series.

(۳) سلیکٹ کمیٹی کی روداد مورخہ ۱۰ فروری ۱۷۶۸ء۔

لیکن حیدر علی مرہٹوں کا کھلم کھلا دشمن تھا۔ وہ جب بھی مشکلات سے آزاد ہوتا وہ انھیں تنگ کرتا۔ چنانچہ ان سے مدد لینے کے لیے جب تک وہ عملی طور پر ان کے مفاد میں قدم نہ اٹھاتا یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اسے مدد دیتے۔ اس کے علاوہ حیدر کے حالات نے نازک صورت اختیار کر لی تھی۔ اسے خود چنگما اور ٹرنامل میں شکست کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ نظام جو ہمیشہ سے ایک تذبذب اور سست حلیف تھا پہلے ہی اس سے الگ ہو چکا تھا۔ آخری بات یہ تھی کہ پیشوا کو خود اپنی گھریلو مشکلات کا سامنا تھا۔ موسٹن کو اس کا احساس تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ "مجھے پورا یقین ہو گیا ہے کہ یہ مادھوراؤ کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس سال نبرد آزمائی کر سکے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ رگھوبا کی جانب سے اسے خدشات لاحق ہیں اور اس سے برسر پیکار ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اس کی مالی حالت بہت خراب ہے۔"(۱) مخالف اتحاد سے نظام کی علیحدگی(۲) اور پیشوا کے اپنے چچا سے جھگڑے میں مشغول ہونے کی وجہ سے بمبئی کی حکومت نے اپنے کو اس قابل محسوس کیا کہ وہ مالابار ساحل پر حیدر کے مقبوضات کو چھین لینے کے لیے ایک فوج بھیج سکے اور اس نے اس معاملہ میں پیشوا کے دربار کو اطلاع دینا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ مادھوراؤ کے اختلافات اپنے چچا سے روز بروز نازک و شدید ہوتے گئے اور اس کا نتیجہ جون ۱۷۶۸ء میں ایک کھلی جنگ کی شکل میں ظاہر ہوا جس میں رگھوبا کو قید کر لیا گیا۔ اب پیشوا اپنی گھریلو مصروفیات سے آزاد تھا اور انگریز میسور جنگ سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ اس اثنا میں مالابار ساحل پر حیدر کے مقبوضات کو فتح کرنے کی بمبئی کی حکومت کی کوشش ناکام ہو چکی تھی۔ حیدر اور ٹیپو انگریزوں کو سمندر کی طرف دھکیلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

ابھی تک مرہٹوں کا رویہ غیر واضح اور غیر یقینی تھا اور ستمبر ۱۷۶۸ء میں نبرد آزمائی کا موسم پھر شروع ہو گیا۔ اس مرتبہ بمبئی سے چارلس بروم کو پونا میں رہنے کے لیے بھیجا گیا تاکہ سراغ رسانی کر سکے اور قابل لحاظ واقعات کی اطلاع دے سکے۔ مادھوراؤ اس لحاظ سے قابل تعریف و تحسین تھا کہ اس نے انگریزوں کو کافی عرصہ تک اپنے اصل ارادوں کی ہوا بھی نہ لگنے دی اور ان کو دھوکے میں رکھا۔ مدراس سے یہ تجویز رکھی گئی کہ بدنور پر قبضہ کرنے میں مادھوراؤ کی مدد کی جائے "اگر کوئی دوسرا ذریعہ اسے حیدر کی امداد سے باز نہ رکھ سکے۔ کیونکہ مرہٹوں کی طاقت میں اضافہ کرنا چاہے یہ کتنا ہی خطرناک کیوں نہ ہو مرہٹے پہلے ہی سے ایک بڑی طاقت ہیں تاہم ہمیں اس وقت اس میں ہچکچاہٹ نہ محسوس کرنی چاہیے کیونکہ جب دو طاقتوں کی طرف سے خطرہ لاحق

---

(۱) فارسٹ، انتخابات، مرہٹہ سلسلہ

(۲) مدراس کی حکومت اور نظام کے درمیان ۲ مارچ ۱۷۶۸ء کو ایک معاہدہ ہو گیا تھا۔

Marfat.com

ہو تو ہمیں یہ فیصلہ کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہونی چاہیئے کہ ہمیں مستقبل میں پیش آنے والے خطرہ پر فوری خطرہ کو ترجیح دینی چاہیئے"۔

بروم کی اطلاع کے مطابق حیدر نے مادھوراؤ کو پیشکش کی تھی کہ اگر وہ اس کی مدد پر تیار ہو جائے تو وہ پچھلے دو برسوں کا بقایا خراج یعنی ۳۰ لاکھ روپیہ ادا کرے گا جس میں سے ۷ لاکھ اس وقت ادا کر دیا جائے گا جب فوج کوچ کرے گی اور ۱۳ لاکھ اس وقت جب وہ حیدر کی فوج سے مل جائے گی۔ اس کے وکیل نے یہ بھی تجویز رکھی تھی کہ فوج کی ضروریات کے لیے فی سوار نصف روپیہ روزانہ ادا کیا جائے گا۔ مادھوراؤ نے کوئی فیصلہ کن جواب نہیں دیا۔ بس یہ کہا کہ وہ انگریز سفیر کی آمد کا انتظار کرے گا لیکن وہ پونا سے ایک کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن ہو گیا۔ سفیر نے اطلاع دی کہ "میرا خیال ہے کہ دربار ہم سے بہت جلد قطع تعلق کرے گا"۔(۱)

فورٹ سینٹ جارج(۲) کے نام کمپنی کے ایک خط میں سفارش کی گئی تھی کہ جانوجی بھونسلے کے ساتھ ایک جارحانہ یا دفاعی معاہدہ فوری طور پر کر لیا جائے بشرطیکہ وہ اڑیسہ کا صوبہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کر دے اس طرح مدراس کے لوگوں کو انتہائی مؤثر مدد پہنچ سکتی تھی۔ فورٹ ولیم کی پریسیڈنسی کی سلیکٹ کمیٹی اور گورنر نے لکھا کہ "جانوجی سے ہمارے معاہدہ کرنے کا اہم ترین اور خاص مقصد یہ ہے کہ مادھوراؤ کی توجہ ہٹائی جا سکے تاکہ وہ کرناٹک میں داخل ہو کر حیدر علی کی مدد نہ کر سکے"۔(۳) لیکن جانوجی سے انگریزوں کی گفت و شنید ناکام رہی۔ مادھوراؤ نے ایک حد تک انگریزوں کو اپنی فوجی تیاریوں کے مقصد کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس نے اپنے بحری بیڑے کو بمبئی کی بندرگاہ سے روانگی کا حکم بھیجا تھا جب کہ حقیقت یہ تھی کہ اس وقت وہ جانوجی کے خلاف پیش قدمی کے طور پر نظام کے ساتھ معاہدہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اسی عرصہ میں حیدر نے جنگ بندی کا اعلان کر دیا۔

ہم کو یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیئے کہ انگریزی ڈپلومیسی مرہٹہ طاقت میں دوبارہ رخنہ ڈالنے میں کامیاب ہوئی۔ ہم یہ سمجھنے میں قطعی حق بجانب نہ ہوں گے کہ مادھوراؤ دراصل انگریزوں کے خلاف حیدر علی کی مدد کرنا چاہتا تھا۔(۴)

---

(۱) سلیکٹ کمیٹی کی روداد مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۷۶۸ء

(۲) " " " ۱۳ مئی ۱۷۶۸ء ص ۶۸۱

(۳) " " " ۱۳ دسمبر ۱۷۶۸ء

(۴) یہ بمبئی کی حکومت کا خیال تھا۔ بمبئی سے تھامس ہاجز (THOMAS HODGES) مدراس میں مقیم

Marfat.com

حیدر علی کی جانب سے خاص طور پر نظام کی علیحدگی کے بعد کوئی ایسی پیشکش نہیں ہوئی تھی جو مادھوراؤ کو اس کے ساتھ اتحاد کرنے پر آمادہ کرتی۔ یقیناً مادھوراؤ بیرونی فتوحات پر نکلنے سے پہلے اپنی ریاست کے اندرونی نظام کو مستحکم اور پائدار بنانا چاہتا تھا۔ رگھوناتھ راؤ اور جانوجی اس کے اندرونی دشمن تھے جن سے پہلے نپٹنا ضروری تھا۔ مادھوراؤ کو دُور اندیش آدمی نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ وہ تذبذب کا شکار تھا وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ کون سا کام پہلے کرنا چاہیئے اور کون سا بعد میں کرنا چاہیئے یہ بہت ہی اہم بات ہے کہ جانوجی کی مؤثر روک تھام کے بعد ہی مرہٹہ حکمت عملی شمال اور جنوب میں مؤثر اور فیصلہ کن انداز میں رونما ہوئی۔ حیدر نے مرہٹوں کے زیر اثر علاقوں پر تسلط قائم کرنا شروع کیا تھا اور مستقبل میں وہ مزید غاصبانہ قبضہ کی امید رکھتا تھا۔ حالانکہ حیدر حقیقت میں انگریزوں کے ساتھ نبرد آزما تھا تاہم انگریزوں کے مقابلے میں مرہٹوں سے اس کے مفادات کا تصادم زیادہ فوری اور سنگین تھا۔ اس حقیقت کے باوجود کہ پہلی انگریز مرہٹہ جنگ کے دوران پونا کی حکومت نے انگریزوں کے خلاف اس کی مدد حاصل کر لی تھی۔ سیاسی حالات میں تبدیلی آجانے سے ۱۷۶۷ء تا ۱۷۶۹ء میں ایسا ممکن نہیں تھا لیکن ۱۷۷۹ء میں مرہٹوں کو نقصان پہنچا کر حیدر اپنی حکومت کو وسعت دینے کے لیے اتنا بیقرار نہیں تھا جس کی وجہ کچھ تو اس کی اپنی فتوحات تھیں اور کچھ یہ کہ اس کی خواہشات کی تکمیل کے لیے پونا دربار اس کی مدد کے لیے آمادہ ہوگیا تھا جبکہ ۱۷۶۷ء ــ ۱۷۶۹ء میں مرہٹوں سے کسی اتحاد یا مدد کی توقع نہ تھی۔

حیدر اور انگریز ایک دوسرے کے زبردست حریف تھے۔ دونوں ہی مادھوراؤ کو اپنا حلیف بنانے کے لیے کوشاں تھے حالانکہ کسی کو بھی اس کی امید نہیں تھی۔ دونوں حریفوں کو یہ خدشہ تھا کہ وہ دوسری

(بقیہ پچھلے ص سے)

رچرڈ بورشیر کو ۳۰ ستمبر ۱۷۶۷ء کے اپنے خط میں لکھا تھا کہ "مرہٹوں کے سلسلہ میں ہم فوری طور پر ایسے اقدامات کریں گے جو آپ کے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے میں قطعی طور پر معاون ثابت ہوں گے۔ مادھوراؤ اور اس کے چچا رگھوبا کے درمیان ممکنہ اختلافات پیدا کر کے ہم زیادہ بہتر طریقے سے ان اقدامات کو انجام دے سکیں گے۔ ان کی انجام وہی میں ہم اپنی بھرپور بھرپور کوشش کریں گے اور ہم ہر ایسے موقع کی تلاش میں رہیں جو کرناٹک کی طرف سے توجہ ہٹانے میں معاون ثابت ہو۔"

گینس اور بناجی (GENSE & BANAJI) بڑودہ کے گائیکواڑ جلد اوّل (GAIKWARDS OF — BARODA VOL. I)

جانب سازباز نہ کرے۔ اس لیے وہ چاہتے تھے کہ اگر وہ ان کا اتحادی نہ بن سکے تو غیر جانبدار رہے۔ رگھوناتھ راؤ اور جانوجی کی وجہ سے مادھوراؤ غیر جانبدارانہ پالیسی اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ ورنہ دوسری صورت میں یہ کچھ بعید نہ تھا کہ وہ اس جنگ کا فائدہ اٹھا کر حیدر کو پوری طرح نیست و نابود کرنے کی کوشش کرتا۔ یہی پالیسی تھی جس پر اس نے ۱۷۶۹ء کے اواخر میں اپنی تیسری مہم کے دوران عمل کرنے کی کوشش کی تھی۔

Marfat.com

ضمیمہ ب

حیدر اور بمبئی کی حکومت

بمبئی کی حکومت کے فورٹ سینٹ جارج کی حکومت کے مقابلے میں حیدر سے زیادہ دوستانہ تعلقات تھے۔ ۱۷۷۹ء اور ۱۷۸۰ء کے دوران بمبئی کے ولیم ہارن بائی (W. HORNBY) اور اس کے رفقاء کے رویّہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں مختلف پریسیڈینسیوں میں انگریزوں کی خارجہ پالیسی میں علاقہ پرستی پہلی انگریز مرہٹہ جنگ تک ختم نہیں ہوئی تھی اور دوسری انگریز میسور جنگ ایک ہی پالیسی میں ضم ہوگئی تھی۔ حکومت مدراس حیدر کی مخالفانہ روش کے سبب مرہٹوں کے ساتھ صلح کی متمنی تھی جبکہ دوسری طرف ہارن بائی کی حکومت مرہٹوں سے برسرپیکار ہونے کی بنا پر حیدر کی دوستی کی خواہاں تھی اور اگر ممکن ہوتا تو نگ میں اس کا تعاون بھی چاہتے تھے۔ بمبئی کی حکومت کی ڈپلومیسی مدراس کی ڈپلومیسی سے نمایاں طور پر متضاد تھی لیکن انگریزوں کے خلاف عظیم وفاق کی تشکیل نے بمبئی کی حکومت کے لیے کسی حکمت عملی کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔

مئی ۱۷۸۰ء میں بمبئی کونسل اور پریسیڈنٹ نے حیدر کے دربار میں ایک ریزیڈنٹ مقرر کرنے کی تجویز رکھی تھی تاکہ وہ ولندیزیوں اور فرانسیسیوں کے منصوبوں پر ضرب لگا سکے (ص ۱۶۵) ۱۸ فروری ۱۷۸۰ء اپنی کاروائی کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ہارن بائی جدید سیاسی واقعات کے پیش نظر اس اقدام کی فوری ضرورت پر زور دیتا ہے۔ اس کی تجویز تھی کہ حیدر کے پاس ایک سربرآوردہ شخص کو بھیجا جائے تاکہ اس کی دوستی اور تعاون حاصل کیا جا سکے۔ اُسے یقین تھا کہ اس سے واقعات موافقانہ موڑ لے لیں گے جو گوڈرڈ کے فوجی اقدامات کے موافق ہوگا اور انگریز اپنے نئے مقبوضات میں مؤثر استحکام حاصل کرلیں گے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس طرح حیدر کو انگریزوں کے ہاتھوں میں کھیلنے پر آمادہ کرلے گا کیونکہ مرہٹہ طاقت اس کے

Marfat.com

رشک اور حسد کا ایک اہم نشانہ تھی لیکن سب سے پہلے مالابار کے علاقے میں تمام سرگرمیاں ختم کرنا اور مالابار میں اس طرح معاملات طے کرنا بہت ضروری تھا جو انگریزوں کے تجارتی مفادات کے مطابق ہوں۔ اس مشن کے لیے اس نے اونور میں جارج ہارسلے (GEORGE HORSLEY) کو متعین کرنے کی تجویز رکھی۔ کونسل نے پریسیڈنٹ سے اتفاق کیا اور مدراس اور کلکتہ سے مشورہ کرنے میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اس کی فوری منظوری دے کر حیدر کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کر دیا اور اس سے مناسب اجازت نامہ کی درخواست کی لیکن حیدر نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چنانچہ جارج ہارسلے کی مجوزہ تقرری مجبوراً ختم کرنا پڑی (SEC & POL. DIARY 22/1780 PP. 79-83; 89-91)

اگر جارج ہارسلے حیدر سے ملنے گیا ہوتا تو شاید اس کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوتا جو مارچ ۱۷۸۰ء میں گرے کے ساتھ ہوا تھا جو حیدر کے پاس مدراس سے آیا تھا لیکن ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ تیلی چری میں بمبئی پریسیڈنسی کی ماتحت کام کرنے والی فیکٹری نے مشکلات پیدا کر دی تھیں جس نے حیدر کو مزید مشتعل کر دیا تھا۔ اگرچہ جارج ہارسلے اونور میں بے کار ہی راہ داری کا انتظار کرتا رہا پھر بھی یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ بمبئی حکومت کی ہدایات کے مطابق تیلی چری کے کارخانے داروں نے مالابار میں ہونے والے ہنگامہ کے سلسلے میں ایک دلچسپ عرضداشت تیار کی تھی تاکہ ہارسلے سرنگاپٹم میں ہونے والی گفت و شنید کے وقت اس سے استفادہ کر سکے۔ اس دستاویز کی ایک تلخیص حسب ذیل ہے:

(SEC & POL. DEPT. DIARY NO 22/1780 PP. 297-305)

۱۷۶۶ء میں حیدر نے چیری کول کے شہزادہ کو معزول کر دیا جو تیلی چری چلا گیا جہاں وہ مارچ ۱۷۷۱ء تک بیکار پڑا رہا۔ اس زندگی سے تنگ آ کر وہ حیدر علی کے پاس چلا آیا جہاں ماہر لسانیات ڈومنگو روڈریگیز (DOMINGO RODRIGUEZ) کے رسوخ سے اسے کوٹی اوٹ کا علاقہ مل گیا۔ وہ دوبارہ پھر ۱۷۷۶ء میں سرنگاپٹم گیا اور کواسٹریا کی جاگیر حاصل کر لی۔ اب وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا مخالف تھا۔ مارچ ۱۷۷۸ء میں اس نے ایک فوجی دستہ بھیجا جس نے انگریزی علاقہ میں لوٹ مار کی اور بعض باشندوں کو پکڑ لیا۔ بہرکیف اس کو اپنی دشمنانہ اور مخالفانہ سرگرمیوں سے باز رہنے پر آمادہ کر لیا گیا۔ اکتوبر ۱۷۷۹ء میں اس کے لوگوں نے پھر مطالبہ کیا کہ ان اضلاع کے سوا جو فرانسیسیوں کے حوالے کر دیے گئے ہیں بقیہ تمام اضلاع کی ملکیت ان کے حوالے کر دی جائے۔ جب مالابار کے علاقے میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی تو اسے حیدر کی جانب سے ہدایت ملی کہ وہ ماہی کے فرانسیسیوں کی مدد کرے۔ کارٹناڈ کے بوڑھے بادشاہ چار نمبیار اور دوسرے نائر سرداروں نے خفیہ طور سے تیلی چری کے کارخانے داروں کو یقین دلا دیا تھا

Marfat.com

کہ اگرچہ حیدر کی جانب سے انھیں فرانسیسیوں کی مدد کرنے کی ہدایت کی گئی ہے تاہم وہ ایسا نہیں کریں گے بلکہ ضرورت پڑنے پر وہ اس کی بجائے انگریزوں سے کھلم کھلا آملیں گے۔ کوٹی اوٹ کے سابق حکمراں نے جو جنگل میں چھپا تھا انگریزوں کا ساتھ دینے کی پیشکش کی اور یہ وعدہ کیا کہ وہ اس کے علاقے ہیں جو مراعات چاہیں گے وہ ان کو دے گا بشرطیکہ تیلی چری کے ارباب حل و عقد اس کو تحفظ دیں اور اس کی مدد کریں۔ دوسری طرف چیری کول کے شہزادہ فرانسیسیوں کی مدد کرنے لگا۔ فروری ۱۷۷۹ء میں اس نے اپنے علاقے کے مقبوضات سے انگریزوں کو جانے والی تمام ضروریات اور رسد روک دی۔ کوٹی اوٹ کے بوڑھے حکمراں، کارٹناڈ کے بوڑھے بادشاہ اور چار نمبیاروں نے اکٹھے ہو کر چیری کول پر حملہ کر دیا۔ ان کو انگریزوں کی طرف سے کچھ فوجی ساز و سامان بھی فراہم کیا گیا تھا۔ جب انگریزوں نے ماہی کا محاصرہ شروع کیا تو چیری کول کے حاکم نے ان کے پاس سامان اور رسد پہنچنے نہیں دی۔ انگریزوں کی مدد سے شورش پسند سردار اس کو چیری کول سے باہر نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب رسد کی فراہمی تیزی سے ہونے لگی اور ۱۹ مارچ ۱۷۷۹ء کو انگریز ماہی پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ چیری کول کے حاکم پر حریف سردار کا اتنا شدید دباؤ پڑ رہا تھا کہ اس کو کافی نقصان اٹھانے کے بعد نٹور کی طرف مجبور ہو کر لوٹ آنا پڑا۔ اور اس کو اس وقت نجات ملی جب حیدر کی طرف سے بلونت راؤ کمک لے کر پہنچا۔ پھر چیری کول کا حاکم اور بلونت راؤ کوٹی اوٹ کے راجہ نے اس کے حلیفوں پر حملہ کر کے ان کو منتشر کر دیا۔ اس کے بعد وہ کارٹناڈ گئے اور بوڑھے بادشاہ کو معزول کر کے اس کی جگہ اس کے بھتیجے کو تخت نشین کر دیا۔ کوٹی اوٹ اور کارٹناڈ کے ہنگاموں کے دوران بہت سے باشندوں نے کوئی اوٹ اور کارٹناڈ کے سرداروں کی ناکامی کے بعد انگریزی علاقے میں پناہ لے لی تھی "کیونکہ پڑوسی علاقوں کے باشندوں کو ہمیشہ اس جگہ تحفظ ملا تھا۔ اور خاص طور سے ۱۷۶۶ء اور ۱۷۷۴ء کے برسوں میں جب نواب بغیر کسی آزردگی و خفگی کے خاص سبب کے اس علاقے میں آگ اور تلوار کا کھیل کھیلتا ہوا داخل ہوا تھا۔" افواہ گرم تھی کہ چیری کول کا حاکم اکتوبر ۱۷۷۹ء میں تیلی چری پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے رہندتیرہ (RHANDETERRAH) کے صوبے میں جنگ و جدل کا آغاز کر دیا تھا۔ ایک طرف انگریز اور دوسری جانب چیری کول کے حاکم اور کارٹناڈ کے نئے حکمراں کے درمیان جنگ جاری رہی۔ بہر کیف وہ انگریزوں پر فوقیت حاصل نہ کر سکے۔ تیلی چری کے دفاع کے لیے فیکٹری والوں نے یہ ضروری خیال کیا کہ کوڈلی کے قلعہ سے لے کر مویلان کے قلعہ تک "کے انگریزی علاقے کے ارد گرد دفاعی چوکیوں کا ایک جال بچھا دیا جائے۔ چونکہ ان کی فوجی تعداد کم تھی اس لیے انھوں نے کوٹی اوٹ کے دو ہزار نائروں کی خدمات حاصل کر لیں جو انگریزوں کے مخالف حاکموں کے علاقوں سے گزر کر آئے تھے۔

Marfat.com

ان حالات میں بارسلے کو مجوزہ سفارت کے لیے تیار رہنے کو کہا گیا تھا۔ کارخانہ داروں نے مزید کہا تھا کہ "جب چرکا کا حاکم فرانسیسیوں کی مدد کر رہا تھا اُس وقت کوٹی اوٹ کے حاکم نے اس پر حملہ کر دیا جس سے نواب کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ خفیہ طور سے ہم نے اس علاقہ میں انتشار کو ہوا دی ہے"۔ انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ "نواب نے گذشتہ فروری (۱۷۶۸ء) میں ریذیڈنٹ کو لکھا تھا کہ اگر اصلی مجرم حاکم چیری کول کے حوالے کر دیے جائیں تو ہنگامے فرو ہو جائیں گے لیکن یہ بہانہ تسلیم نہیں کیا جائے گا کہ ان میں سے بہت سے مر چکے ہیں اور بقیہ اپنے خاندانوں کے ساتھ علاقہ چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں"۔ یہ واقعات کافی حد تک حیدر کے اس الزام کی تائید کرتے ہیں کہ تیلی چسری کے لوگ مالابار میں ہنگاموں کو ہوا دے رہے تھے۔

Marfat.com

ضمیمہ ج

حیدر، کوٹ گفت وشنید

سر آئر کوٹ نے فروری ۱۷۸۲ء میں اپنی حکومت کو مطلع کیا کہ پریسیڈینسی میں مقیم حیدر کے قدیم
یل نے اپنے ایک ملازم کو ایک خط میں لکھا ہے کہ انگریزوں کے ساتھ مصالحت کرلی جائے۔ حیدر کا
نیال تھا کہ اپنی جانب سے سلسلہ جنبانی ہونے .... سے اسے انگریزوں کے صحیح جذبات .....
...... کا پتہ چل جائے گا۔ کوٹ کے خط کا مفہوم یہ تھا کہ حیدر انگریز فوج، انگریز قوم اور انگریزی بحریہ کی
طاقت سے آگاہ ہے اور وہ اس سے بھی پوری طرح باخبر ہے کہ کیا کیا ہو چکا ہے۔ قدیم وکیل کے خط کا
مطلب یہ تھا کہ "حیدر خاص طور سے امن و دوستی کا ایک معاہدہ کرنا چاہتا ہے" اور وہ انگریزوں کے
ارادوں کو جاننے کا خواہشمند ہے۔ کوٹ نے اپنے جواب میں کہا تھا کہ مدراس آنے کے فوراً بعد اس نے
تجویز رکھی تھی کہ قیدیوں کا باہمی تبادلہ کرلیا جائے یا اس شرط پر عام رہائی کا اعلان کیا جائے کہ جنگ کے
دوران وہ اس کے خلاف نہیں لڑیں گے اور اس نے قیدیوں کے ساتھ عام بے رحمانہ اور غیر انسانی سلوک
کا بھی حوالہ دیا تھا۔ حیدر نے تب یہ تجاویز یہ کہہ کر رد کردی تھیں کہ وہ ہندوستانی اقدار و روایات کے
مطابق نہیں ہیں لیکن وہ حیدر کو اس شرط کے منوانے کے لیے اصرار کر رہا تھا تاکہ اس کی دوستی کا ایک واضح
ثبوت مل جائے اور وہ بنگال کی حکومت سے درخواست کرسکے کہ اس کے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان
ایک دوستانہ معاہدہ کرلیا جائے۔ (خفیہ روئدادیں مورخہ ۴ مارچ ۱۷۸۲ء ص ۴۴۸)۔

کوٹ کے اس مراسلہ کے جواب میں سیکرٹ کمیٹی نے اسے مطلع کیا کہ چونکہ پیشوا کے ساتھ معاہدہ
ہوگیا ہے اور ویسا ہی معاہدہ حیدر کرنا چاہتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس گفت وشنید سے پونا کی حکومت کو
غلط فہمی ہو جائے لہٰذا اس کو شریکِ معاہدہ کرنے سے پہلے تمام شرائط پیشوا کو بھیج دی جائیں تاکہ وہ
ان پر غور و خوض کرسکے۔ مزید برآں وہ اس جنگ میں بغیر کسی ایسے دعوے یا مطالبہ کے شریک

ہوا تھا۔ لہذا انگریز بھی کسی نقصان کی تلافی کا کوئی مطالبہ نہ کریں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ فرانسیسیوں سے قطع تعلق کرلے اور اپنی مدد کے لیے بلائی ہوئی فرانسیسی فوج کو معطل کردے۔ کوٹ کو مزید اطلاع دی گئی تھی کہ "تمھیں اس بات کا بھی دھیان رہنا چاہیئے کہ عین ممکن ہے کہ اس خط کے تمھارے پاس پہنچنے سے پہلے مرہٹوں کے ساتھ عملی طور پر معاہدہ کی تکمیل ہوچکی ہو جو ہم کو یقیناً حیدر علی کے ساتھ کسی علحدہ یا براہ راست معاہدہ کرنے سے باز رکھے گا۔" (خفیہ روئدادیں ۱۸ رمارچ ۱۷۸۲ء) یہاں اس بات کا تذکرہ مناسب ہوگا کہ انگریز، مرہٹہ معاہدہ کے سلسلہ میں گفت وشنید تو کافی عرصے سے چل رہی تھی لیکن یہ معاہدہ مئی ۱۷۸۲ء سے پہلے نہیں ہوسکا اور اس کی توثیق پونا دربار نے مزید سات ماہ بعد کی تھی۔

۱۹ رجون ۱۷۸۲ء کو محمد عثمان نامی ایک شخص حیدر کی طرف سے انگریز جنرل سے ملاقات کے لیے پہنچا۔ اس کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ انگریز جنرل کو مطلع کردے کہ حیدر مصالحت کرنے پر آمادہ ہے اور وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ ایک دوستانہ معاہدہ کرنا پسند کرے گا۔ جواب میں کوٹ نے کچھ عرصہ پہلے ہونے والے معاہدہ سلبائی کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ بات چیت کرنے کے لیے اس معاہدہ کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے لیکن اس سے پہلے وہ کرناٹک سے اپنی تمام فوجیں واپس بُلالے اور فرانسیسیوں سے رشتہ توڑ لے۔ محمد عثمان نے کہا کہ اس میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی بشرطیکہ ترچناپلی پر میسور کے مطالبے کی توثیق معاہدہ کی ان شرائط کے مطابق کردی جائے جو اس ضمن میں مذکور ہیں۔ کوٹ نے اعلیٰ حکومت کو لکھا کہ "میں یہ جاننا چاہتا ہوں اس وقت جبکہ یوروپ میں حالات سے نپٹنے کے لیے ہمیں توازن کی سخت ضرورت ہے کیا اس قسم کا کوئی معاملہ ہماری قومی اہمیت کو کم تو نہیں کردے گا۔" (خفیہ روئدادیں ۸ رجولائی ۱۷۸۲ء)۔

وارن ہیسٹنگز اور کونسل نے جواب میں لکھا (خفیہ روئدادیں، ۸ رجولائی ۱۷۸۲ء) کہ "کرناٹک میں امن کا قیام چاہے جتنا ضروری ہو اور اس مقصد کے حصول کے لیے چاہے جتنی قربانیاں دینی مناسب معلوم ہوں تاہم ہم کو کسی طرح حیدر کے ساتھ ایسی نئی شرائط طے نہیں کرنی چاہیئں جن سے اس علاقہ میں وہ اسی طرح پاؤں جمائے رہے یا ہمیں اس کو مزید علاقہ دینا پڑے۔ ترچناپلی اس کے حوالے کرنے سے کرناٹک کے جنوبی علاقے میں اُسے جو اقتدار حاصل ہوجائے گا اس سے اُسے تقویت ملے گی اور از سرِنو جنگ چھیڑنے پر آمادہ ہوجائے گا اور وہ اپنے آپ کو برتر سمجھنے لگے گا۔ اس لیے حیدر کی اس درخواست اور اسی قسم کی دوسری درخواستوں کا قطعی جواب نفی میں دیا جائے اور اس سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ پیشوا کے ساتھ کیے گئے معاہدہ کی اس دفعہ کو بالکل چُپ چاپ اور بغیر کسی شرط کے تسلیم کرلے جو بحالت موجودہ اس سے متعلق ہے۔"

ضمیمہ ج - حیدر کوٹ گفت و شنید

کوٹ کے نام حیدر نے اپنے خط مورخہ یکم جولائی ۱۷۸۲ء (SEE. PROGS مورخہ ۱۲ اگست ۱۷۸۲ء ص ۵۵-۲۴۴) لکھا تھا کہ "اس کے خط کے موصول ہونے سے پہلے چار پانچ خط مجھے موصول ہوئے تھے لیکن نہ تو ان میں نہ ہی اس خط میں اور نہ ہی محمد عثمان کے ساتھ زبانی گفت و شنید میں صلح و دوستی کی شرائط واضح کی گئیں - یہ پوری طرح ظاہر ہے کہ برسوں کی جنگ جس میں بہت زیادہ خوں ریزی ہوئی ہے بلاوجہ نہیں لڑی گئی تھیں - آپ سمجھ بوجھ اور عقل و فہم والے آدمی ہیں اور اگر آپ امن چاہتے ہیں آپ سری نواس راؤ کو ان شرائط سے مطلع کر دیجئے جن پر صلح کی جا سکے۔"

کرنل بریتھ ویٹ کو بھی حیدر نے سلسلہ جنبانی کا ذریعہ بنایا تھا اور اسے بھی برطانوی جنرل نے مطلع کیا تھا (SEE. PROGS ۱۲ اگست ۱۷۸۲ء ص ۸-۲۴۷) کہ "موجودہ گفت و شنید کی بنیاد وہ سابق معاہدہ ہونا چاہیئے جو ہمارے اور مرہٹوں کے درمیان ہوا تھا اور جس میں نواب بہادر حیدر علی خاں بھی شامل ہیں - اگر یہ معاملہ طے ہو جاتا ہے تو دوسرے معاملات پر غور کیا جا سکتا ہے۔"

حیدر علی اور کوٹ کے نمائندہ وکیل سری نواس راؤ کے درمیان ایک ملاقات میں (فارسٹ III) حیدر نے اپنے مطالبات میں نرمی پیدا کر دی تھی اور وکیل سے کہا تھا کہ "میں یہ نہیں کہتا کہ ترچناپلی اور مدورا مجھے دے دیے جائیں لیکن بعض جگہوں پر چونکہ صوبۂ ڈنڈیگل کے خطے کی حدود ضلع ترچناپلی کی حدود سے خلط ملط ہیں لہذا میں یہ چاہتا ہوں کہ معاملہ مناسب طریقے سے سلجھا لیا جائے۔" اس نے محمد علی اور سنڈرس کے درمیان ہونے والے واقعات کا ذکر بھی کیا۔

ان حالات میں کوئی واضح تصویر ابھر کر سامنے نہیں آ سکتی تھی اور گفت و شنید کا خاتمہ تقریباً ناگزیر ہو گیا تھا - پورنیا کے بیان کی بنیاد پر ولکس لکھتا ہے کہ دسمبر ۱۷۸۱ء میں حیدر نے انگریزوں کے جنگ کرنے پر افسوس کا اظہار کیا تھا - جو الفاظ اس کی طرف دراصل منسوب کیے گئے یہ ہیں: "میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے - میں نے شراب کا ایک گھونٹ ایک لاکھ پگوڈا کا خریدا ہے - میرے اور انگریزوں کے درمیان رنجش اور بدگمانی تو تھی تاہم جنگ کے لیے کوئی کافی سبب نہ تھا - محمد علی کے بجائے میں ان کو اپنا دوست بنا سکتا تھا۔" اگر حیدر کے سوچنے کا انداز سچ مچ یہ ہی تھا تو فروری سے اگست ۱۷۸۲ء کے درمیان جب اسے موقع ملا تھا تو وہ حالات کے پیشِ نظر جنگ ختم کر سکتا تھا لیکن اس کے برعکس وہ تنجور ترچناپلی کے خطے میں اپنے علاقائی مطالبات کا برابر حوالہ دیتا رہا - ایک سیاستدان کو اگر سچ مچ یقین ہو جائے کہ وہ اب تک غلط پالیسی پر عمل پیرا رہا ہے تو وہ اس طرح افسوس کا اظہار نہیں کرتا - یہ الفاظ یا تو پریشانی کے عالم میں اس کے منہ سے نکل گئے ہوں گے یا ان کا مفہوم کچھ دوسرا ہوگا - سفرن نے اس کا اعتماد بحال کر دیا

تھا اور ایک فوج کے ساتھ لسبی کی متوقع آمد نے اس کی بے جان امیدوں کو نئی زندگی اور تازگی بخش دی تھی۔ وہ اب کوٹ کے ساتھ اپنی گفت وشنید میں ان مطالبات کا حوالہ دے سکتا تھا جو وہ فرانسیسیوں سے کر رہا تھا اور انگریزوں کے مطالبات رد کر سکتا تھا۔

"ایشیا میں سابق جنگ کی یادداشتیں" کے مصنف (دوم ص ۴۰۳-۴۰۴) صلح کی اس گفت وشنید کو ایک نیا رنگ دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ کوٹ جسے امن وجنگ کے اختیارات حاصل تھے حیدر کو معاہدہ سلباتی کا پابند بنانا چاہتا تھا اور لارڈ میکارٹنی اور مدراس کی حکومت سے آزاد ہو کر گفت وشنید جاری رکھنے کے لیے کوٹ نے مدراس سے کوچ کیا اور حیدر سے رابطہ قائم کیا لیکن ڈپلومیسی کے فن میں وہ میسوری حکمران کا مدمقابل نہیں تھا۔ وہ اس سے دھوکہ کھا گیا۔ حیدر نے بات چیت کا سلسلہ اتنا طویل کر دیا کہ کوٹ کی فوج نہ صرف اپنے چاول کے ذخائر کھا گئی بلکہ محافظ افواج کے ذخائر بھی ختم کر دیے۔ اس کے بعد حیدر نے گفت وشنید سے کنارہ کشی کر لی اور جنرل کو بے دست و پا بنا دیا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ گفت وشنید فروری ۱۷۸۲ء سے جاری تھی اور ایک مرحلہ پر کوٹ حیدر کی شرائط پر ایک معاہدہ کرنے کے لیے کوشاں تھا۔ جو کچھ یہ مصنف کہتا ہے اگر وہ صحیح ہے تو اس فقرے کا اطلاق گفت وشنید کے آخری مرحلہ پر ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

ضمیمہ د

جنگی قیدیوں کے ساتھ سلوک

پلور کی پہلی جنگ اور اناگڈھی کے مقام پر بریتھ ویٹ کی شکست کے بعد برطانوی فوج کے کچھ افسر اور سپاہی حیدر علی نے قید کر لیے۔ سفرن نے بھی بہت سے بحری سپاہیوں اور ملاحوں کو قید کر کے حیدر علی کے حوالے کر دیا تھا۔ حیدر نے بنگال فوج کے سرجنٹ کرسٹی کی طرح انگریزوں کی فوج سے بچھڑ جانے والے یا پیچھے رہ جانے والے سپاہیوں کو بھی پکڑ رکھا تھا۔ ۱۷۶۸ء میں ایروڈ میں پکڑے جانے والے دو انگریزوں نے میسور میں اسلحہ سازی کا پیشہ اپنا لیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو حیدر کا قیدی سمجھتے تھے۔ قید کیے جانے والے بہت سے سپاہیوں نے لالچ میں آکر حیدر کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ہندوستان میں عام سپاہیوں کو قیدی بنانے کا دستور نہیں تھا۔

"ایشیا میں سابق جنگ کی یادداشتیں" کا مصنف ان یوروپی جنگی قیدیوں کی تکالیف کے بارے میں بہت تفصیل سے لکھتا ہے جو حیدر کے ہاتھوں قید ہو گئے تھے۔ پہلا الزام غیر انسانی سلوک کا ہے۔ بیلی کی شکست کے بعد حیدر کے سپاہیوں نے زخمیوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی اور بعض انگریزوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنے ہم وطنوں کے بریدہ سروں کو لے چلیں لیکن وہ یہ بھی کہتا ہے (جلد دوم ص ۳) کہ "انسانی جذبہ سے متاثر ہو کر حیدر نے یہ حکم صادر کر رکھا تھا کہ جب انگریز اُس کے پاس موجود ہوں تو انگریز فوجیوں کے سر کاٹ کر اُس کے سامنے نہ لائے جائیں۔" جب ہم اس پر لگائے جانے والے بہیمانہ سلوک کے الزامات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم کو چند دلچسپ فقرے ملتے ہیں۔ "بعض انگریز افسروں کو پالکی میں بلا پردہ لے جایا گیا۔" "پالکی یا ڈولی غیر انسانی سواری ہے۔" "ہر شخص کو ایک سیر چاول، تھوڑا کچا گوشت، ایک چمچہ گھی، شوربا تیار کرنے کا تھوڑا سا سامان، آدھ چمچہ نمک اور دو یا تین لکڑیاں بطور ایندھن دی جاتی تھیں" (ص ۲۳) ان افسروں کے ہر ملازم کو روزانہ

Marfat.com

تین ٹکے، ایک سیر چاول اور تھوڑا سا نمک" ملتا تھا۔ ایک جگہ وہ بڑی نمایاں مضحکہ خیزی کے ساتھ یہ لکھتا ہے کہ افسروں کو شراب، چائے، شکر یا دوسری سہولیات کے بغیر گذارہ کرنا پڑا۔ سب سے زیادہ سنگین الزامات یہ ہیں کہ ان کو بعض اوقات ننگی زمین پر سونا پڑا اور ان کو بیڑیاں پہنادی گئیں۔

حیدر نے خود بڑے غصہ کے عالم میں اس الزام کی تردید کی کہ اس نے یوروپی قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ اس نے سر آئر کوٹ کے وکیل سری نواس راؤ کو بتایا تھا کہ "انھیں کھانے پینے اور اوڑھنے پہننے کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اپنی جانب سے آپ کسی کو معائنہ کرنے کے لیے بھیج دیکھیے۔ بریتھ ویٹ جو تنجور کے علاقے میں مقید ہوا تھا وہ لشکر گاہ میں موجود ہے۔ اسے آپ خود دیکھ سکتے ہیں۔ ایک بھیڑ دو نس آدمیوں کو روزانہ خوراک ہے۔ اور بعض لوگ جب آپ کے ساتھ تھے تو دبلے پتلے تھے اور جب سے وہ میرے پاس ہیں موٹے تازے ہو گئے ہیں۔ انھوں نے جو کچھ بھی آپ کو بتایا ہے وہ سب غلط ہے۔ ان کو یقیناً بڑھیا اور عمدہ کپڑے نہیں مہیا کیے جاتے ہیں۔ ان کو گزارہ لائق سفید سوتی کپڑے فراہم کیے جاتے ہیں"۔ (فارسٹ جلد دوم)۔

بعض نوجوان قیدیوں کا ختنہ کرادیا گیا اور انھیں مسلمانوں کی پوشاک پہنائی گئی اور ان کو یوروپی مسلمان کہا گیا۔ ان میں سے ہر ایک کو رسد اور کپڑوں کے ساتھ ساتھ روزانہ ایک قدیم فنم دیا جاتا تھا اور ان کو چیلا بٹالین کو تربیت دینی پڑتی تھی۔ حیدر نے یوروپی قیدیوں کو ترغیب دی تھی کہ وہ اس کے پاس ملازمت کرلیں۔ حیدر نے "ایشیا میں جنگ" کے مصنف کو جو اس وقت اس کی قید میں تھا یہ پیشکش کی تھی کہ اگر وہ اس کی ملازمت اختیار کرلے تو وہ اس کو تین سو روپیہ ماہوار تنخواہ دے گا۔

اس بات کے مدّنظر کہ اپنے قیدیوں کے ساتھ ٹیپو کی بدسلوکی کے بارے میں بہت کچھ سنا گیا ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض کو زہر دینے کا الزام بھی عائد کیا گیا ہے یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ یہی مصنف کہتا ہے کہ ٹیپو نے اپنے ولیعہدی کے زمانے میں اپنے قیدیوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ (ص ۸۳) اور ان کی طرف ضروری توجہ کی (ص ۱۱۴) MS. EUR. E. 87 ہم کو یوروپی قیدیوں کے ساتھ حیدر کے سلوک کے بارے میں حسب ذیل بیان دیتا ہے: "حیدر بعض اوقات اپنے قیدیوں کے ساتھ معمول سے زیادہ سختی کا سلوک کرتا تھا۔ اس نے حکم دیا تھا کہ تمام یوروپی قیدیوں کو بیڑیوں میں رکھا جائے ۴۲ افسروں کو بنگلور میں سو فیٹ کی ایک رہائش گاہ میں قید کیا گیا تھا جس کی دیواروں کے ساتھ انھیں چھوٹی جھونپڑیاں بنانے کی اجازت دی گئی تھی جو دو دو آدمیوں کی رہائش کے لیے کافی تھیں۔ ہر شام انھیں احاطے میں گھومنے پھرنے کی اجازت دی جاتی تھی تاکہ ان کی صحت ٹھیک رہے۔ ہر شخص کو چاولوں کی ایک

Marfat.com

خاص مقدار اور تھوڑا سا گھی ملتا تھا - اس کے علاوہ ان کو روزانہ چار بیڑیں دی جاتی تھیں - اس کے علاوہ ہر ایک قیدی کو صرف ۹ کیش دیے جاتے تھے جبکہ ۱۲ کیش کا ایک مدراسی فنم ہوتا ہے - اُن کی کپڑوں کی الماری میں کھادی کے موٹے کپڑے کی چند قمیصیں اور تہبند ہوتے تھے - ان کے پاس جوتے نہیں تھے لیکن عادی ہو جانے کے بعد انھیں اس پریشانی و دِقت کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا۔ ان کے محافظ ان سے تہذیب سے پیش آتے تھے ۔")

ضمیمہ س

کتابیات:

انگریزی: غیر مطبوعہ دستاویزات:

نیشنل آرکائیوز آف انڈیا

محکمہ خارجہ کی دستاویزات:

سلیکٹ کمیٹی کی روئدادیں ۱۷۶۷ء تا ۱۷۸۲ء

خفیہ روئدادیں ۱۷۷۳ء تا ۱۷۸۲ء

عملی طور پر ۱۷۶۷ء سے پہلے حیدر علی سے متعلق کوئی دستاویز نہیں ہے۔ ۱۷۸۰ء تا ۱۷۸۲ء کی خفیہ روئدادوں میں منسلک سر آئر کوٹ اور سر ایڈورڈ ہغس کے سرکاری خطوط سے دوسری انگریز میسور جنگ کے متعلق انگریزوں کے نظریات اور ان کی رائے یکطرفہ ہونے کے باوجود انتہائی تسلی بخش ہیں۔

حکومتِ مدراس کا محکمۂ دستاویزات:

فوجی مشاورتیں، ۱۷۶۰ء تا ۱۷۸۲ء

فوجی محکمہ: انگلستان کو بھیجے جانے والے مراسلات ۱۷۵۶ء سے

فوجی محکمہ: انگلستان سے آنے والے مراسلات ۱۷۵۹ء سے

مدراس کے محکمہ کی دستاویزات میں حیدر کے متعلق کافی معلومات ہیں۔ ان میں دیسی طاقتوں سے برطانوی تعلقات کا نہایت تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۷۶۷ء تک انگریزوں اور حیدر کے تعلقات کے بارے میں ہمارا واحد ماخذ مدراس کی دستاویزات ہیں۔

فوجی مشاورتوں میں ہمیں نہ صرف فوجی معاملات کے بارے میں اہم معلومات ملتی ہیں بلکہ فرانسیسیوں

Marfat.com

کے ساتھ حیدر کے روابط، نظام سے اس کے تعلقات، انگریز دشمن وفاق کی تشکیل، اس کے محاصل، اُس کے فرانسیسی ملازمین کا ذکر اور دوسرے اہم موضوعات پر بھی قابل قدر معلومات ملتی ہیں۔

انڈیا آفس:

اورمے مخطوطات:

نمبر ۸ - مورخہ ۵ مارچ ۱۷۷۱ء کو حیدر علی اور مرہٹوں کے درمیان جنگ کے بارے میں مسٹر اسٹوارٹ کی رائے۔

نمبر ۳۳ - گورنر اور بمبئی کونسل کے نام جان اسٹریچی کے اقتباسات مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۷۶۵ء

نمبر ۳۳(۵) - جوزف اسمتھ بنام اورمے - حیدر علی کے خلاف مہم

نمبر ۳۳(۷) - ستمبر ۱۷۶۶ء اور اکتوبر ۱۷۷۱ء کے درمیان ہونے والے واقعات - اس کا ثبوت کہ حیدر علی کے ساتھ ہونے والی مہمات میں اورمے اپنی تاریخ کا سلسلہ جاری رکھنا چاہتا تھا۔

نمبر ۳۳(۹) - جنرل جوزف اسمتھ کے استعفے کی پیشکش سے متعلق خط و کتابت

نمبر ۴۰ - حیدر علی کے ساتھ جنگ کے دوران کرنل وڈ کے فوجی کردار کا خاکہ - مدراس دستاویزات سے اقتباسات۔

نمبر ۴۹(۲) - ۶ جون سے ۲۵ جولائی ۱۷۶۸ء تک حیدر کے ساتھ ہونے والی پہلی جنگ کا بیان

نمبر ۶۴(۳) - مل باگل کی پہاڑی پر حملہ کے بارے میں کیپٹن میتھیوز کے تاثرات

نمبر ۷۱ - حیدر کے ساتھ جنگ کا بیان آغاز جنگ سے ۲۳ فروری ۱۷۶۹ء تک مدراس کا ایک خط۔

نمبر ۷۲ - حیدر کے کردار کا ایک خاکہ از پارکنسن

نمبر ۹۲ - اورمے کے نام حیدر کا نجی خط حیدر کی بڑھتی ہوئی عظمت کا حوالہ دیتا ہے - بتاریخ فروری ۱۷۷۵ء۔

نمبر ۲۱۵ - بریگیڈیر جنرل جوزف سمتھ کا جنرل اور آرڈرلی بک - ۱۵ فروری ۱۷۶۷ء - ۲ اپریل ۱۷۶۹ء

مخطوطہ FUR.E ۸۷:

حیدر علی خاں کے ساتھ دوسری جنگ کا بیان ص ۲۵۸

یہ بیان ۱۲ اگست ۱۷۷۹ء سے ۲ ستمبر ۱۷۸۲ء تک کے عرصہ کا احاطہ کرتا ہے جو مندرجہ ذیل ادھورے جملے کے ساتھ ختم ہوتا ہے - "سات بجے شام فرانسیسی بحری بیڑہ جنوب کی جانب روانہ ہوا - وہ اب بھی

Marfat.com

ہمارے جہاز کے عقب میں ....“

اس تصنیف کی کوئی تاریخ نہیں ملتی لیکن بعض جنگوں کا بیان سر آئرکوٹ کے بیان سے اس قدر ملتا ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ مصنف کی سرکاری رپورٹوں تک رسائی ہوگی۔ دستاویز پر پنسل سے لکھا ہے ”میسور کی جنگ سے متعلق میکارٹنی کے کاغذات ۳۲۹“۔

محکمۂ دستاویز حکومت بمبئی:

بمبئی آرکائیوز میں حیدر علی سے متعلق دستاویزات کی ایک مکمل فہرست مجھے ڈاکٹر وی، جی، دیگھے نے ارسال کی تھی۔ میں نے اس فہرست کے بعض مخطوطات کی ٹائپ شدہ نقلیں بھیجنے کی درخواست کی تھی، جسے فوری شرف قبول ملا۔ بمبئی آرکائیوز میں موجود بعض دستاویزات کی نقول مدراس آرکائیوز میں بھی دستیاب ہیں۔ میرا خیال تھا کہ بمبئی کے دستاویزات انگریزوں کے خلاف وفاق کی تشکیل پر زیادہ روشنی ڈالیں گے لیکن مجھے مایوسی ہوئی۔

انگریزی: مطبوعہ تصانیف:

اورمے، ”ہندوستان میں فوجی معاملات کی تاریخ“، جلد اول و دوم

اورمے جن واقعات کا بیان کرتا ہے ان کا وہ عینی مشاہد ہے۔ اس تواریخ میں ۱۷۶۱ء تک کے حالات ہی اس میں درج ہیں۔ حیدر کے متعلق اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ اصل واقعات پر مبنی ہے اس لیے وہ اور بھی گراں قدر ہیں۔ اس وقت کے حالات میں ابہام کے باوجود اورمے اس دور کی واضح تصویر کشی کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔

آنند رنگا پلائی کی ڈائری:

”اس حوصلہ مند اور ذہین ہندوستانی کا مشاہدہ بہت اچھا تھا۔ وہ پانڈیچری میں ہونے والے واقعات ضبط تحریر میں لاتا رہا اور ایسے دوسرے تاریخی واقعات بھی لکھتا رہا جن کا اثر ہندوستان میں فرانسیسی دارالخلافہ پر ہوتا تھا۔ اس ڈائری کی انگریزی میں ۱۲ جلدیں ہیں لیکن میرے لیے صرف جلد ہفتم و جلد دوازدہم ہی کارآمد ثابت ہوئیں۔ اس ڈائری کا مصنف بعض اوقات بازاری افواہیں بھی قلمبند کر دیتا ہے اور کئی جگہ معمولی واقعات کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کر دیتا ہے۔ ان صورتوں میں ہماری رہنمائی صرف قرائن سے ہی ہو سکتی ہے۔

ولکس: میسور کے تاریخی حالات جاننے کے لیے جنوبی ہند کے تاریخی خاکے تین جلدیں ۱۸۱۰ء تا ۱۸۱۷ء۔

ولکس کہتا ہے کہ تاریخی حالات جمع کرنے کی اسے ترغیب ہوئی لیکن ”اس کا مقصد صرف اتنا تھا کہ

Marfat.com

ضمیمہ س۔ کتابیات

ہم عصروں کے پاس جو عینی مشاہدہ پر مبنی تاریخی معلومات ہیں ان کو مستقبل کے مؤرخین کے لیے محفوظ کر لیا جائے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ تحریری مواد کا جائزہ بھی لینا پڑا۔ ولکس کی جلدیں ہمارے لیے صرف تحریری مواد کے لحاظ سے زیادہ قیمتی نہیں ہیں لیکن جہاں ہم عصروں کے عینی مشاہدات اور بیانات کا ذکر ہے وہ حصہ بہت ہی اہم اور قیمتی ہے۔ "میں نے صرف انھیں ذہین لوگوں کے بیانات قلمبند کیے ہیں جن کا مشاہدہ بہت تیز تھا اور جنھوں نے واقعات کا خود مشاہدہ کیا تھا۔" "یہ کھانڈے راؤ کے خاندان اور خاص طور پر بوچے راؤ کا بیان ہے جو اس وقت ۱۶ سال کا تھا اور جسے پوری صراحت سے تفصیلات یاد ہیں"۔ "رانی لکھمی جس سے راجہ نے ۱۷۶۰ء میں شادی کی تھی ایک حساس اور دلکش بوڑھی خاتون تھی جس کے اپنی ذاتی زندگی کے واقعات سے متعلق بیانات بہت زیادہ دلچسپ اور ذہانت پر مبنی ہیں"۔ ایسے بیانات ولکس کی تصنیف میں کثرت سے ملتے ہیں۔ اندرونی تاریخ یعنی ذاتی اختلافات اور رقابتوں کا جال جو شاید دوسری صورت میں ظاہر نہ ہو پاتا اب ایک زندہ تصویر کی طرح نمایاں ہے۔ ان میں مختلف طاقتوں کے اپنے مفادات کے لیے وضع کردہ اصولوں، ان کی حکمت عملی اور طریقہ کار کے متعلق بھی کافی مواد جمع ہے۔ معلومات کے یہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کہیں کہیں نامکمل، مبہم اور غیر واضح ہیں اور بعض اوقات متضاد بھی ہیں۔ کبھی کبھی ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی متبادل نہیں رہ جاتا کہ ہم موازنہ کریں اور قیاس سے کام لیں۔ تاہم بہت سے نمایاں قصوں کی قیمتی تفصیلات کو صرف اسی طریقے سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارے پاس حقائق کی معلومات بہتر ہوں لیکن ولکس ہم کو ایک جیتی جاگتی تصویر فراہم کرتا ہے۔

"ایشیا میں سابق جنگ کی یادداشتیں اور ہمارے افسروں اور سپاہیوں کی تکالیف اور قید و صعوبت کے بیان"۔ اس کا مصنف کرنل بیلی کی فوج کا ایک افسر ہے۔ لندن ۱۷۸۸ء

مصنف کا مقصد یہ تھا کہ وہ "نہ صرف ہماری اپنی بلکہ ہمارے دشمنوں کی بہادری اور شجاعت کو بیان کرے اور ہماری فوج میں اپنے ہم وطنوں اور دوسروں کی خصوصیات اور مشکلات کو خاص طور سے بیان کرے"۔ اس نے مواد اور معلومات کے لیے انتہائی قابل اعتماد تحریری یادداشتوں اور انتہائی دیانتدار اشخاص پر بھروسہ کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حیدر کے یوروپی قیدیوں کے سلسلہ میں یہ اہم ترین ماخذ ہے۔

۴ ستمبر ۱۷۹۹ء کو گورنر جنرل اور کونسل کے حکم کے مطابق تیار کردہ ملک کے اندرونی انتظام، وسائل اور حکومت میسور کے مصارف کی رپورٹ۔ از لفٹیننٹ کرنل مارک ولکس، فورٹ ولیم مورخہ ۴ مئی ۱۸۰۰ء۔

حیدر علی کے عہد میں ملکی انتظام و انصرام کے لیے یہ کتاب ایک ناگزیر ماخذ ہے۔ وہ اکثر و بیشتر

Marfat.com

حیدر کے دورِ حکومت میں نافذ انتظامی نظام کا حوالہ دیتی ہے۔ میں نے نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں اس کتاب کا نسخہ دیکھا ہے۔

بارہ محل دستاویزات: حصّہ پنجم۔ جائداد۔ مدراس ۱۹۱۴ء

یہ حکومت مدراس کے محکمۂ دستاویز کی اشاعت ہے اور اس میں ۱۷۹۲ء تا ۱۷۹۸ء ارضی محاصل کے انتظام کے متعلق کیپٹن منرو، کیپٹن میکلیوڈ ایسے ماہرین کے بیانات شامل ہیں۔ یہ دستاویزات انعامی امداد پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔ ان میں حیدر کے انتظامیہ کے متعلق کثرت سے حوالے دیے گئے ہیں۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاملات کے متعلق ہاؤس آف کامنز کی سیکرٹ کمیٹی کی پانچویں رپورٹ ۱۸۱۲ء ایڈیشن ڈبلیو، کے، فرمنگر جلد سوم (آر، کیمبرے)

ضمیمہ نمبر ۲۳، ۲۴، ۲۵ اور ۲۶ مالابار اور کنارا میں حیدر کے انتظامیہ کے بارے میں ہم کو اہم معلومات بہم پہنچاتے ہیں اور حیدر کی پالیگار پالیسی پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔

فارسی خط وکتابت کی تقویم۔ جلد ۵، ۶۔ محکمۂ شاہی دستاویز:

۱۷۷۹ء تا ۱۷۸۲ء کے مرہٹہ میسور تعلقات کے لیے یہ ہماری معلومات کا اہم ترین ماخذ ہے۔ اس میں سب سے اہم خطوط وہ ہیں جو مدھوجی بھونسلے کو لکھے گئے یا مدھوجی بھونسلے کی جانب سے بھیجے گئے تھے۔

۱۷۹۲ء اور ۱۷۹۳ء میں صوبہ مالابار کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے بنگال اور بمبئی کے مشترک کمیشن کی رپورٹ۔ فورٹ سینٹ جارج گزٹ پریس۔ طبع دوم ۱۸۶۲ء۔

اگر یہ رپورٹ سرجان شور کے ۱۴ر فروری ۱۷۹۴ء کی یادداشت (نیشنل آرکائیوز آف انڈیا' او' سی' فروری ۱۴ر ۱۷۹۴ء) کے ساتھ پڑھیں تو مالابار میں حیدر کے انتظام و انصرام کی ایک اطمینان بخش تصویر فراہم ہو سکتی ہے۔

ایسٹ انڈیا کا فوجی خزانہ (ڈم ڈم ۱۸۲۲ء تا ۱۸۲۴ء) ٹی۔ ڈی۔ پیرس کے خطوط۔

برطانوی ہند کا فوجی خزانہ ۱۸۲۲ء

بنگال کے توپ خانہ کے متعلق کرنل تھامس ڈین پیرس کی یادداشت۔

فارسٹ، گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز کے سرکاری کاغذات سے انتخاب، ۳ جلدیں، کلکتہ ۱۸۹۰ء

فارسٹ، خطوط، مراسلات اور دوسرے سرکاری کاغذات کا انتخاب (مرہٹہ سیریز) بمبئی ۱۸۸۵ء

Marfat.com

ضمیمہ س ۔ کتابیات

لو، قدیم مدراس کے آثار، ۲ جلدیں، لندن سنہ ء

ڈبلیو، جے، ولسن، مدراس فوج کی تاریخ جلدیں اوّل و دوم، مدراس ۱۸۸۲ء

جینس اور بناجی، پونا کو تیسری انگریزی سفارت، مشتمل بر ڈائری وخطوط موسٹن

〃 〃 ، بڑودہ کے گائیکواڑ (انگریزی دستاویزات) جلد ۱-۳

رام چندر راؤ، حیدر اور ٹیپو کے سوانح (۱۸۳۹ء) مترجمہ سی، پی، براؤن

ہینڈرسن، حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے سکّے، مدراس ۱۹۲۱ء

کالڈویل، ٹائن ولی کی تاریخ

پانیکر، مالابار اور ولندیزی، ۱۹۳۱ء

مل، برطانوی ہند کی تاریخ، جلد سوم و چہارم (پانچواں ایڈیشن)

ایم، ایم، ڈی، ایل، ٹی، حیدر شاہ اور ٹیپو سلطان کی تاریخ (ترجمہ پر نظر ثانی اور تصحیح از شہزادہ غلام محمد) کلکتہ ۱۹۰۸ء۔

اسٹوارٹ، حیدر علی کے سوانح، ۱۸۰۹ء

رابسن، حیدر علی، ۱۷۸۱ء

ایشیاٹک سالانہ رجسٹر، ۱۸۰۰ء۔ اس میں حیدر علی خاں کے عروج کی کہانی بیان کی گئی ہے۔

ولنگٹن کے مراسلات کا انتخاب، اوون، کلیرنڈن پریس ۱۸۸۰ء

فیلڈ مارشل ڈیوک ولنگٹن کے مراسلات، ۱۷۹۹ء تا ۱۸۱۸ء، لفٹیننٹ کرنل گروڈ جلد اوّل لندن ۱۸۳۷ء۔

میسور گزیٹیر، رائیس، دوسرا ایڈیشن ۱۸۹۷ء

شمالی ارکاٹ کا ایک کتابچہ۔ اے، ایف، کوکس ۱۸۸۱ء

جنوبی ارکاٹ 〃 〃 ۔ جے، ایچ، گرسٹن ۱۸۷۸ء

چنگل پٹ ضلع 〃 〃 ۔ چارلس اسٹوارٹ کرول ۱۸۷۹ء

حیاتِ منرو۔ جلد اوّل، دوم، سوم۔ جی، آر، گلیگ ۱۸۳۰ء

حیات سر آئر کوٹ۔ ایچ، سی، وائلی ۱۹۲۲ء

مالابار کے متعلق معاہدوں، سمجھوتوں اور دوسرے اہم کاغذات کا انتخاب۔ لوگن

ہندوستان میں برطانوی سیاست اور منرو۔ کے، این، وی، شاستری ۱۹۳۷ء

Marfat.com

پرتگالی:

ماہر آثار قدیمہ شولیر پنڈورنگا پسرلسنکر، نوواگوا نے مجھے نایاب پرتگالی دستاویزات کی نقلیں اور طبع ثانی نوواگوا اور لزبن سے بھیجے ہیں۔ ایک بیانیہ فہرست بھی اس سے منسلک ہے۔ یہ تمام چیزیں اس کی مطبوعہ تصنیف انٹی گلاس جلد اول، فیسی کلو اوّل، حصّہ ، اور جلد اوّل فیسی کلو دوم میں ملیں گی۔ مسٹر اسٹانسلو میسا فونٹے سوسا نے ان دستاویزات کا ترجمہ کرنے میں میری مدد کی۔ ان میں حسب ذیل بہت اہم ہیں:

دستاویز نمبر۱: مورخہ جنوری ۱۷۶۳ء، حیدر کی ترقی کی رپورٹ۔ تحریر شدہ از پرتگالی وائسرائے کاؤنٹ آف ایگا۔

دستاویز نمبر۲: وائسرائے کا مورخہ ۲۶ جنوری ۱۷۶۴ء کا سرکاری خط۔ جو حیدر علی کے عروج کا ایک خاکہ پیش کرتا ہے۔ مترجمہ از ڈاکٹر ایس، این، سین اور اس کی کتاب "کنہوجی انگرے کا ابتدائی عہد اور دوسرے مضامین" میں شامل۔

دستاویز نمبر ۴، ۵: حیدر علی کے عروج کو بیان کرنے والے ہم عصر بیانات۔

دستاویز نمبر۶: سلطنت سنڈا کے متعلق۔

دستاویز نمبر ۷ تا ۸۲: پرتگالیوں کے ساتھ حیدر کے تعلقات کے بارے میں دوسرے ہم عصر کاغذات

پیکسوٹو: نواب حیدر علی خاں بہادر کی تاریخ، مرتبہ چارلس فلپ براؤن M.S. EUR. D ۲۹۶ انڈیا آفس۔

براؤن نے ایک ایسے شخص کی انگریزی تصنیف کا ترجمہ کیا ہے جس کو اسلوب پر قدرت حاصل نہ تھی۔ اصل نسخہ پرتگال میں لکھا گیا تھا۔ پیکسوٹو پرتگالی تھا اور غالباً اس کی ماں کناری تھی۔ وہ حیدر کے پاس توپ خانے کا ایک کمان دار بن گیا تھا اور اس حیثیت میں اس نے ۱۷۵۸ء تا ۱۷۶۷ء اور پھر ۱۷۶۹ء سے ۱۷۷۰ء تک خدمات انجام دیں۔ وہ مرہٹہ میسور روابط کے بارے میں اور ملابار میں حیدر کی پہلی مہم کے بارے میں قیمتی معلومات فراہم کرتا ہے۔ ۱۷۶۰ء اور ۱۷۶۱ء کے نازک برسوں کے مفصل حالات معلوم کرنے کے لیے یہ واحد ذریعہ ہے۔ براؤن جیساکہ قدرتی ہے اس کتاب میں اپنی اہمیت بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے حالانکہ اس کے کام کی اہمیت دوسرے محققین سے زیادہ مختلف نہیں۔

ولندیزی:

مدراس کے محکمۂ دستاویز کی تصانیف نمبر ۵ و ۱۲

Marfat.com

ضمیمہ س - کتابیات

مدراس کے محکمۂ دستاویز: کوچین سے مرسلہ خطوط مورخہ: ۵ر اکتوبر ۱۷۷۵ء، ۱۷ر نومبر ۱۷۷۵ء، ۱۷ر دسمبر ۱۷۷۵ء، ۱۷ر اکتوبر ۱۷۷۶ء، ۱۴ر اگست ۱۷۸۱ء، ۳ر اکتوبر ۱۷۸۱ء، ۳۱ر اکتوبر ۱۷۸۱ء، ۱۲ر دسمبر ۱۷۸۱ء۔

فادر فروٹیر نے میرے لیے ان خطوط کا ترجمہ کیا۔ وہ حیدر کی مالابار مہم کے بارے میں نئی معلومات فراہم کرتے ہیں اور اس خطہ میں ولندیزیوں سے اس کے تعلقات پر روشنی ڈالنے والا اہم ترین ماخذ ہے۔

فرانسیسی:

بسی کا جرنل (۲۱ نومبر ۱۷۸۲ء سے ۳۱ر مارچ ۱۷۸۳ء) مرتبہ پی، اے، مارٹینو، پانڈیچری ۱۹۳۲ء

حیدر کے فرانسیسیوں سے روابط کے بارے میں میرا باب بڑی حد تک اسی اصل ماخذ پر مبنی ہے۔ یہ جبرل ڈچی من اور ہافلز کے زیر کمان فرانسیسی فوج کی کاہلی اور سستی کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے صفحہ ۲۱۶ اور ۲۲۶ پر فرانسیسیوں کے ساتھ حیدر کے رویّے کا اس کے جانشین کے رویّے سے موازنہ کیا گیا ہے "ٹیپو نہ تو باپ کی سی سوجھ بوجھ رکھتا تھا اور نہ صلاحیت اور اس پر مستزاد کہ اس کے دوست بہت کم تھے۔ فرانسیسی فوج کو سامان کی فراہمی کے سلسلہ میں بیٹے کے مقابلے میں باپ فیاضی کا پیکر تھا" مجھے اس کے کارآمد اقتباسات کا انگریزی ترجمہ آنجہانی ڈاکٹر پی، سی، بگچی نے کر کے دیا تھا۔

ہندوستان میں فرانسیسی اقتدار کے متعلق دستاویزات کی فہرست۔ گودرت، ای

نواب حیدر علی خاں کی مہم، سرنگا پٹم سے واپسی کے بعد (مون کونس کے لوروے نمبر ۱۶۱ ب، اوراق ۴۶۹) فرانسیسی متن لیسپر لنگر کے انتی گوہلاس کی جلد اوّل فیسک دوم میں چھپا ہے اور انگریزی ترجمہ اسلامک کلچر ۱۹۴۱ء میں۔

سر جادو ناتھ سرکار نے اس فرانسیسی تصنیف کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جس کا مسودہ انھوں نے ازراہِ کرم عنایت فرمایا ہے۔ اس جبرل کے اندراجات حیدر کی ملازمت میں رہنے والے کسی فرانسیسی کے لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں ۲۸ر مئی سے ۱۴ر نومبر ۱۷۸۰ء تک کے حالات ملتے ہیں۔ بدقسمتی سے ارکاٹ کے زوال پر قصہ اچانک ختم ہو جاتا ہے۔

میخاڈ: ہسٹری ڈی پروگریس ایٹ ڈی لا۔ میسور کے دو بادشاہوں حیدر علی اور ٹیپو صاحب کے عروج کی کہانی۔ پیرس ۱۸۰۱ء تا ۱۸۰۹ء باب دوم۔

میخاڈ کی یہ کتاب ہمدردانہ جذبہ کے تحت لکھی گئی ہے اور میرے مطالعہ میں آنے والی غالباً سب سے اہم کتاب ہے۔ کتاب کے کئی اقتباسات کا ترجمہ ازراہِ کرم آنجہانی ڈاکٹر پی، سی بگچی نے میرے لیے کیا تھا۔

Marfat.com

حیدر علی

مارٹینو: ڈوپلے جلد دوم۔

مراٹھی:

کھرے: ایتہاسک لیکھ سمگرہ (تاریخی مضامین کا مجموعہ) جلدیں دوم تا ہفتم۔

راجوڑے: جلد اول، چہارم و پنجم۔ اتہاس سمگرہ (تاریخی مضامین) از پرس نیس۔

پیشوا کے دستاویزات کا انتخاب: جلد ۲۰، ۲۷، ۲۸، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹۔

مراٹھی ماخذ کے بارے میں مجھے صرف یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ ان سے مجھے ایک نیا انداز فکر ملا ہے اور ایتہاسک لیکھ سمگرہ اور پیشوا کے دستاویزات کے انتخاب کا جو وسیع و کافی استعمال میں نے کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مواد کتنا ناگزیر ہے۔

تامل، تیلگو اور کناری:

مخطوطاتِ میکنزی: مقامی دستاویزات جلد ۱۱، ص ۱۵

〃 〃 جلد ۱۳، ص ۳۴۵

〃 〃 جلد ۲۲، ص ۳۴۵

مضامین: سری رنگاپٹم کے کوائف اور حیدر کی کیفیات

دستاویز نمبر ۵-۱۱-۱۷ کرناٹکا راجکل سوستراچریتم۔ تامل، دو اقتباسات۔

مقامی دستاویزات: جلد ۲۴

حیدر کی کیفیات، بدرارو کی کیفیات

کناری: حیدر کیفیات نمبر ۱۵-۱۸

ہم کو حیدر کے بارے میں مختلف دیہات میں جا بجا بکھرے ہوئے اکا دکا معلومات کو نظر انداز کرنا پڑا ہے۔ ان کاغذات میں موجودہ مواد کو ملکی انتظام و انصرام کے باب میں پوری طرح استعمال میں لایا گیا ہے۔

حیدر نامہ: ایک کناری مخطوطہ جس کے کچھ حصے میسور کے آرکیالوجکل ڈپارٹمنٹ کی سالانہ رپورٹ اور انڈین ہسٹری کانگریس کے تیسرے سیشن کی روئداد میں چھپ گئے ہیں۔ اس تصنیف کی تاریخ ۲۹ جون ۱۷۸۴ء تھی۔ مطبوعہ حصوں سے اس دعوے کی تصدیق نہیں ہوتی کہ یہ کتاب مروجہ بیانات کی تصحیح کرتی ہے۔

فارسی:

رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، مخطوطہ نمبر ۲۰: نشان حیدری از حسین علی کرمانی مترجمہ کرنل مائلس۔

Marfat.com

ضمیمہ س - کتابیات

میں نے کرنل مائلس کے ترجمہ کو ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطہ سے موازنہ کر کے دیکھا اور جہاں جہاں میں نے اصل سے بہت زیادہ اختلاف نہیں دیکھا وہاں میں نے مائلس کو نقل کیا ہے لیکن اس فارسی تصنیف میں ہمیں وہ خوبی نہیں ملتی جس کی ہمیں بہترین فارسی تصنیفات سے توقع ہو سکتی ہے۔ اس کا سلسلۂ واقعات درست نہیں ہے اور جغرافیائی محل وقوع قابل اعتماد نہیں ہے اور واقعات کی ترتیب اکثر و بیشتر غلط ہے۔ جب بھی مصنف حیدر کے مرہٹوں سے تعلقات بیان کرتا ہے وہاں ارادتاً غلط ترجمانی کی گئی ہے۔ حیدر کے ابتدائی عہد کے بارے میں اس کے بیانات کو میں نے بڑی احتیاط کے ساتھ قبول کیا ہے۔

رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال مخطوطہ نمبر ۲۰۱: تاریخ کورگ، ماخذ از کناری و فارسی ماخذ از حسین لوہانی۔ مہاراج ویر راجندر ویدیار کے حکم پر لکھی گئی تھی۔ اس میں ۱۶۳۳ء سے ۱۸۰۷ء تک کورگ کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔

برٹش میوزیم مخطوطہ نمبر ۱۸۹۵ء، تاریخ تصنیف نومبر ۱۷۸۶ء۔

حیدر کی ایک ہم عصر سرگزشت، جو بالکل بیکار ہے۔ اس مخطوطہ سے تاریخی مواد نکالنا "کوڑے کرکٹ کے ڈھیر سے سگریٹ کا ایک ٹکڑہ ڈھونڈ نکالنے کے مترادف ہے"

تزکِ والاجاہ، پہلی اور دوسری جلد۔ انگریزی ترجمہ اور شائع کردہ مدراس یونیورسٹی۔

میرا خیال تھا کہ اس سے حیدر کے ابتدائی عہد پر کچھ روشنی پڑے گی اور محمد علی کے ساتھ اس کے تعلقات کی کچھ تفصیلات مہیا ہوں گی۔ ہمارے مقصد کے لیے یہ جلدیں کس قدر بیکار ثابت ہوئی ہیں اس کا اندازہ ایک اقتباس سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ جلد دوم ص ۱۰۳: "حیدر نائک کی تربیت سرا کے قلعہ دار عباس قلی خاں کے گھر میں ہوئی تھی۔ مالک کے گھر میں چوری ہونے کے سبب حیدر سزا کے خوف سے بھاگ نکلا اور کراچوری نندراج کا ایک خادم بن گیا۔" غالباً اس سے زیادہ ارادتاً جھوٹ نہیں بولا جا سکتا۔

ایک فارسی مخطوطہ تاریخ میسور کا تعارف مسٹر عبدالقادر نے میسور یونیورسٹی کے ششماہی جنرل کا شمارہ ستمبر ۱۹۳۴ء میں کرایا ہے۔ یہ مخطوطہ ان کتابوں کے مجموعے میں پایا گیا تھا جو ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد دکن کو تحفے میں محمد عباس سیٹھ نے پیش کی تھیں۔ اس کا دعوے ہے کہ اس میں ۱۷۱۳ء سے ۱۷۹۹ء تک میسور کی تاریخ درج کی گئی ہے لیکن اس کے مضامین کی تفصیل سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس میں کوئی نئی چیز بھی ہے۔

فتح المجاہدین: ایشیاٹک سوسائیٹی بنگال کا فارسی مخطوطہ نمبر ۱۶۵۰

وہ ٹیپو کی فوج کی مختلف شاخوں کی جنگجوئی، فوجی قواعد اور تنظیم کے بارے میں کچھ معلومات مہیا کرتا ہے۔ حیدر کے فوجی نظام پر میرا باب صرف اس کے عام خاکے دیتا ہے۔ یہ مخطوطہ اس مصنف کے لیے کار آمد ثابت ہو سکتا ہے جو حیدر اور ٹیپو کے فوجی نظام پر زیادہ تفصیلات کے ساتھ لکھنا چاہتا ہو۔

محمد وقار مجید
ذخیرہ لاہور